علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ یوسف بنوری، مولانا بدر عالم مہاجر مدنی
اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ جیسے اکابر حضرات کی یادگار مادر علمی کی مکمل تاریخی دستاویز

تاریخ جامعہ اسلامیہ

ڈابھیل

۱۳۲۶ھ سے ۱۴۲۵ھ تک کے فضلاء، شیوخ، مدرسین و متعلقین حضرات
کی تفصیلات ● جامعہ کے مکمل حالات ● خدمات ● تعمیرات ● شخصیات
و کردار کی حامل مکمل تاریخی دستاویز ● اکابر حضرات کی قلمی تحریرات کا عکس
● مجلس کے انتظام و اہتمام سے منسلک حضرات کے لیے بیش بہا مفید معلومات پر مشتمل ایک نایاب تصنیف

ادارہ تالیفات اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ ○ ملتان ○ پاکستان

علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ یوسف بنوری، مولانا بدر عالم میرٹھی، حضرت علامہ
مفتی محمد شفیع، علامہ شبیر احمد عثمانی جیسے اکابر حضرات کی یادگار مادر علمی کی مکمل تاریخی دستاویز

تاریخ جامعہ اسلامیہ
ڈابھیل

۱۳۲۶ھ سے ۱۴۲۶ھ تک کے تمام شیوخ، مدرسین و منتظمین حضرات کی تفصیلات،
جامعہ کے مکمل سو سالہ خدمات ○ تحریکات ○ شخصیات و کردار کی عکاسی
مکمل تاریخی دستاویز ○ اکابر حضرات کی قلمی تحریرات کا عکس، جامعہ
کے انتظام و اہتمام سے منسلک حضرات کے بیشمار مفید معلومات پر مشتمل ایک عجیب تصنیف

تصنیف
مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی
استاذ الحدیث جامعہ ڈابھیل

ناشر
ادارہ تالیفات اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان ○ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

محمد اسحٰق ملتانی

[illegible]

عنوانات

افتتاحیہ ۔۔۔۔۔۔ ۱
(حضرت مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ مہتمم جامعہ)
عرض مرتب ۔۔۔۔۔۔ ۸
جامعہ گجرات۔ فارسی نظم ۔۔۔۔۔۔ ۱۱
انجمن اسلامیہ گجرات۔ عربی قصیدہ ۔۔۔۔۔۔ ۱۲
ڈابھیل و سملک ۔۔۔۔۔۔ ۱۸
گجرات کی علمی حالت ۔۔۔۔۔۔ ۱۹
تاسیس مدرسہ تعلیم الدین ۔۔۔۔۔۔ ۲۱
مدرسہ کی ترقی ۔۔۔۔۔۔ ۲۲
تجوید کا انتظام ۔۔۔۔۔۔ ۲۲
خوشنویسی کا اہتمام ۔۔۔۔۔۔ ۲۲
اردو کا اہتمام ۔۔۔۔۔۔ ۲۳
رسالہ "الدین" کا اجراء ۔۔۔۔۔۔ ۲۴
پریس کا قیام ۔۔۔۔۔۔ ۲۴
زمین کی خریداری ۔۔۔۔۔۔ ۲۵
بنائے مسجد ۔۔۔۔۔۔ ۲۵
مولانا احمد حسن بھائی سملکی کا سفر جنوبی افریقہ ۔۔۔۔۔۔ ۲۶
واپسی کا قصد اور وفات ۔۔۔۔۔۔ ۲۶
مولانا کے بعد مدرسہ کا انتظام ۔۔۔۔۔۔ ۲۷

شاملی اور محمود کی قید ۲۷
مولانا محمود حسن کی تعلیم ۲۹
تکمیل و جانشینی مولانا اشرف علی تھانوی ۳۰
حضرت کے دور کے مشہور علماء ۳۲
دارالعلوم دیوبند کا اختلاف ۳۴
مولانا محمود حسن کا ایک خواب ۳۸
علماء دیوبند کی اختلاف ۳۹
اب تک مدرسہ کی دولت ۴۰
جامعہ کا دور اول ۴۱
حضرت مفتی عزیز الرحمن دیوبندی کا دور مسعود ۴۱
دیوبند واپسی اور وفات ۴۲
حضرت مفتی صاحب کے منصب افتاء ۴۲
تعمیر دار الحدیث ۴۳
جلسہ دستار بندی ۴۴
۱۳۲۸ھ کے حادثے ۴۵
ترجمہ درس قرآن کی تعلیم ۴۵
دار المصنفین (بنگال) ۴۶
سیاسی جہد ۴۷
ماہنامہ بینات کا ایک اقتباس ۴۸
۱۳۴۹ھ میں علامہ کشمیری وغیرہ کا سفر ترکستان ۴۹

مولانا ظفر احمد تھانوی کا سپاسنامہ ۔۔۔۔۔۔ ۵۰

جامعہ میں پانی کے نلوں کا انتظام ۔۔۔۔۔۔ ۵۱

بجلی کی روشنی کا انتظام ۔۔۔۔۔۔ ۵۱

۱۳۵۰ھ انور بلڈنگ کی تعمیر ۔۔۔۔۔۔ ۵۳

۱۳۵۱ھ اور سالانہ جلسہ ۔۔۔۔۔۔ ۵۵

علامہ کشمیری کی علالت ۔۔۔۔۔۔ ۵۶

علامہ کا ایک خط ذمہ داران جامعہ کے نام ۔۔۔۔۔۔ ۵۷

۱۳۵۲ھ اور علامہ کشمیریؒ کی وفات ۔۔۔۔۔۔ ۵۹

جلسہ تعزیت میں علامہ شبیر احمد عثمانی کی تقریر ۔۔۔۔۔۔ ۶۱

علامہ عثمانی منصب صدارت پر ۔۔۔۔۔۔ ۶۴

معاینہ علامہ سید سلیمان ندویؒ ۔۔۔۔۔۔ ۶۵

جلسہ دستار بندی میں مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید کی شرکت ۔۔۔۔۔۔ ۶۷

ان دونوں حضرات کا معاینہ ۔۔۔۔۔۔ ۶۹

مولانا عبدالرحمن امروہوی کا تقرر ۔۔۔۔۔۔ ۷۲

نقشہ تقسیم اسباق شوال ۵۲ھ ۔۔۔۔۔۔ ۷۳

معاینہ مولانا معین الدین اجمیری ۔۔۔۔۔۔ ۷۵

معاینہ مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ ۔۔۔۔۔۔ ۷۶

۵۳ھ مسجد کی مرمت ۔۔۔۔۔۔ ۷۷

عربی درسگاہ کے چھت کی تبدیلی ۔۔۔۔۔۔ ۷۷

مولانا یوسف بنوری کا تقرر ۔۔۔۔۔۔ ۷۷

سنہ ۵۲ھ محمد اعظم کی تالیف ـــــــ ۸۰
مولانا عثمانی دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم مقرر ہوئے ـــــــ ۷۹
سالانہ جلسہ میں مولانا عثمانی کی ایک تقریر ـــــــ ۸۰
مولانا احمد درویش کی وفات ـــــــ ۸۱
نقشہ تقسیم اسباق سنہ ۵۳ھ ـــــــ ۸۲
معائنہ خواجہ ڈاکٹر محی الدین ناظم حیدرآباد ـــــــ ۸۳
سنہ ۵۵ھ پانی کی فراوانی ـــــــ ۸۶
معائنہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری ـــــــ ۸۷
معائنہ مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی ـــــــ ۸۷
سنہ ۵۶ھ مولانا احمد بزرگ مہتمم جامعہ کا سفر افریقہ ـــــــ ۸۸
علامہ عثمانی کی ایک تقریر ـــــــ ۸۹
افریقہ میں پیش کیا گیا ایک سپاسنامہ ـــــــ ۹۲
سفر سے واپسی ـــــــ ۹۴
مولانا سراج احمد رشیدی کا انتقال ـــــــ ۹۵
نقشہ تقسیم اسباق سنہ ۵۷ھ ـــــــ ۹۹
سنہ ۶۰ھ معائنہ مولانا عبید اللہ سندھی ـــــــ ۱۰۳
جامعہ کے دور اول کا جائزہ ـــــــ ۱۰۵
سنہ ۶۱ھ مولانا احمد بزرگ مہتمم جامعہ کی جامعہ سے علیحدگی ـــــــ ۱۰۸
جامعہ کا دور ثانی ـــــــ ۱۰۸
مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ مفتی گجرات منصب اہتمام پر ـــــــ ۱۰۹

نقل معائنہ مولانا محمد یوسف صاحب امیر تبلیغ ــــــــــــــــ ۱۵۲

نقل معائنہ مولانا فخر الحسن گنگوہی ــــــــــــــــ ۱۵۲

؁۸۴ھ وفات مولانا محمد یوسف صاحب امیر تبلیغ ــــ ۱۵۳

نقول معائنہ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی و مولانا عبد اللطیف بلیاوی ــــــــ ۱۵۵

؁۸۵ھ وفات مولانا بدر عالم میرٹھیؒ ــــــــــــــــ ۱۵۶

؁۸۶ھ نقل معائنہ مولانا وصی اللہ فتح پوریؒ ــــــــــــــــ ۱۵۷

؁۸۶ھ نقل معائنہ مولانا فخر الدین احمد شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند ــــ ۱۵۸

؁۸۷ھ سفر مہتمم بمعہ مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ ــــــــــــــــ ۱۶۰

مولانا محمد رشید بزرگ نائب مہتمم ــــــــــــــــ ۱۶۱

انگریزی کلاس کی ابتداء ــــــــــــــــ ۱۶۱

وفات مولانا علی محمد تراجویؒ ــــــــــــــــ ۱۶۲

نقل معائنہ مولانا ابرار الحق ہردوئی مدظلہ ــــــــــــــــ ۱۶۳

نئی مسجد کی تعمیر ــــــــــــــــ ۱۶۴

؁۸۸ھ وفات جناب ابراہیم محمد نواب ڈابھیلیؒ ــــــــــــــــ ۱۶۵

؁۸۹ھ درجہ حفظ کیلئے ایک نیا حافظ ــــــــــــــــ ۱۶۵

ڈرائنگ کلاس کی ابتداء ــــــــــــــــ ۱۶۶

وفات مفتی اسماعیل کوراٹدیریؒ ــــــــــــــــ ۱۶۶

وفات ابراہیم محمود بسم اللہ ــــــــــــــــ ۱۶۶

؁۹۰ھ درجہ جلد سازی کا افتتاح ــــــــــــــــ ۱۶۷

شعبہ نشر و اشاعت کی خدمات ــــــــــــــــ ۱۶۷

وفات حسرت آیات حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا نور اللہ مرقدہ ۲۱۶
۱۴۰۳ھ صوبہ گجرات کا تبلیغی اجتماع جامعہ میں ۲۱۹
حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہ کا دورہ گجرات ۲۲۰
دارالاقامہ برائے طلبہ حفظ کا افتتاح ۲۲۰
مسلسلات کا ختم ۲۲۱
نقل معائنہ مولانا محمد اسماعیل کٹکی امیر شریعت اڑیسہ
وصدر جمعیۃ العلماء اڑیسہ ۲۲۳
نقل معائنہ عارف باللہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب مدظلہ باندوی ۲۲۵
نقل معائنہ مولانا سید عبدالمجید ندیم پاکستان ۲۲۶
۱۴۰۳ھ وفات مولانا مفتی اسلم سنبھلی و مولانا اسماعیل کاروڈی
وحاجی احمد منیر ابا بھیلی و مولانا قاری محمد حبیب صاحب ۲۲۷
مجلس علمی اور اس کی مطبوعات کا مختصر تعارف ۲۳۳
جامعہ کا نصاب تعلیم ۲۳۷
نصاب تعلیم دارالافتاء ۲۵۰
نصاب تخصص فی الحدیث ۲۵۱
جامعہ میں داخلہ کے قواعد ۲۵۳
جامعہ میں شب و روز کا نظام عمل ۲۵۵
مختلف شعبہ جات، تعلیمات ۲۵۷
مجلس شوریٰ اور اس کے اراکین ۲۶۰
جنوبی افریقہ کی کمیٹی ۲۶۲

تذکرہ مولانا [illegible] ۳۲۸
تذکرہ مولانا [illegible] ۳۳۷
مرثیہ مولانا احمد حسن [illegible] (اردو) ۳۳۹
مرثیہ مولانا احمد حسن [illegible] ۳۵۰
[illegible]
مرثیہ [illegible]
[illegible] (عربی) ۳۵۲
مرثیہ [illegible] (عربی) ۳۵۴
[illegible] ۳۵۷
خدمات حضرت علامہ کشمیری [illegible]
[illegible] (عربی)
[illegible]
[illegible] (عربی) ۳۵۸
مرثیہ علامہ کشمیری از مفتی [illegible] ۳۶۰
مرثیہ علامہ کشمیری از [illegible] (عربی) ۳۶۸
مرثیہ علامہ کشمیری از [illegible] سیوہاروی (عربی) ۳۷۲
مرثیہ علامہ کشمیری از [illegible] ۳۷۶
[illegible] ۳۷۹
[illegible] (عربی) ۳۸۰
[illegible] (عربی) ۳۸۲

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افتتاحیہ

از حضرت مولانا محمد سعید صاحب بزرگ مدظلہ مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

اہل تاریخ پر روشن ہے کہ گجرات وہ سرزمین ہے جہاں سب سے پہلے پہل اسلام کی روشنی ہندوستان میں آئی۔ صدیوں پہلے اہل عرب تاجر اور سوداگر کی حیثیت سے سندھ اور مالابار سے لیکر گجرات تک بحر ہند کے پورے سواحل پر پھیل چکے تھے وہ اپنے ساتھ اپنا دین، اپنا قرآن اور اپنے علوم بھی لائے تھے اور اس سے سالہا سال پہلے کہ اسلام کا کوئی تیغ زن سپاہی اس سرزمین پر قدم رکھے یہاں مسلمان عربوں اور عراقیوں کی نو آبادیاں قائم تھیں اور مسجدیں تعمیر اور آباد تھیں، یہی مسجدیں اسلام کی ابتدائی درسگاہیں تھیں جنہیں بیٹھ کر قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آوازہ بلند کرتے تھے۔ حضرت عمر رضہ نے اپنے زمانہ خلافت میں جب عثمان بن العاص ثقفی رض کو بحرین اور عمان کا گورنر مقرر فرمایا تو انھوں نے تھانہ (بمبئی) پر فوج کشی کیلئے ۱۵ھ میں ایک فوج مقرر کی جو سالم و غانم واپس آگئی۔ اس فوج کے افسران کے بھائی حکم بن العاص رضہ تھے اور اس کے بعد حضرت عثمان بن العاص نے اپنے بھائی الحکم بن العاص رضہ کو بھروچ پر فوج کشی کیلئے بھیجا۔ حضرت مورخین نے ان دونوں فوج کشیوں کا تذکرہ اجمالی طور پر فرمایا ہے۔ حضرت حکم بن العاص رض جو اس فوج کے افسر تھے ان کے صحابی ہونے کی تصریح علامہ ابن سعد نے طبقات میں اور علامہ ابن اثیر جزری نے اسد الغابہ میں فرمائی ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ان دونوں فوجوں میں دربار نبوی سے مشرف ہستیوں کی کچھ تعداد یقیناً شامل ہوگی اس لحاظ سے ہندوستان بھی (اور خصوصاً علاقہ گجرات) ان خوش قسمت ملکوں میں ہے جن کی خاک صحبت یافتگان نبوی کے پاؤں سے لگ کر ہمارے آنکھوں کا کحل الجواہر بن چکی ہے اور یہ وہ زمانہ تھا جب ہر کلمہ گو کے لب ودہن اخبرنا اور حدثنا کی خوشبوؤں سے معطر تھے۔ ۱۵۱ھ میں خلیفہ مہدی کے حکم سے جو فوج ہندوستان کی طرف روانہ ہوئی اس میں ربیع بن صبیح السعدی البصری بھی تھے

جن کو تابعی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ یہ بھی ان بزرگوں میں تھے جنھوں نے احادیث کے منتشر اوراق کے یکجا کرنے میں سب سے پہلے حصہ لیا تھا بلکہ صاحب کشف الظنون کا بیان ہے کہ قیل ھو اول من صنف و بوّب فی الاسلام (کہا گیا ہے کہ یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اسلام میں تصنیف کی) آپ حضرت حسن بصریؒ کے شاگرد ہیں اور احادیث کے اساطین علم سفیان ثوری، عبد الرحمن بن مہدی، عبد اللہ بن مبارک، وکیع بن الجراح وغیرہ کے استاذ ہیں۔ آپ جس فوج میں ہندوستان آئے تھے اس نے باربد (بھاڑ بھوت۔ ضلع بھروچ) پر حملہ کیا۔ یہاں ایک بڑا بت خانہ تھا اب بھی ہر بارہ سال کے بعد یہاں مذہبی میلہ لگتا ہے۔ اس حملہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتحیاب کیا۔ مگر جنگ کے بعد سمندر میں طغیانی آگئی اس لئے اسلامی فوج فوراً واپس نہ ہو سکی اور موسم کے خوشگوار ہونے اور مد وجزر ختم ہونے تک ٹھہر گئی اسی زمانۂ قیام میں مجاہدین میں ایک وبائی بیماری پھیل گئی جسے حمام قر (حمامری) کہا جاتا ہے یہ غالباً پھوڑے پھنسی کی شکل میں پیدا ہوتی تھی اس بیماری میں ایک ہزار آدمی کے قریب مر گئے، انہی مرنے والوں میں ربیع بن صبیح بھی تھے۔ گویا یہ پہلے محدث ہیں جو سرزمین ہند میں وارد ہوئے۔ بلکہ دوسری صدی ہجری کے آخر میں جنوبی گجرات کے مقام سنجان میں ایک اسلامی سلطنت بھی قائم ہو چکی تھی۔ اس دور کے اہل فضل و علم کا تذکرہ مولانا قاضی اطہر مبارکپوری مدظلہم نے تفصیل سے کیا ہے۔ ۸۱۰ھ میں محمد شاہ تغلق کے گورنر ظفر خان نے مظفر شاہ کا لقب اختیار کر کے ایک خود مختار حکومت قائم کی اور اس کے بعد ۸۱۳ھ میں اس کا سعادتمند بیٹا احمد شاہ اول تخت نشین ہوا۔ یہی وہ خوش نصیب سلطان ہے جس نے گجرات کو عرب اور ہندوستان کے بیچ میں سلسلۃ الذہب بنا دیا، اور سفر کی آسانی اور آمد و رفت کی کثرت نے علمائے ہند کو حجازی علوم سے آشنا ہونے کا موقع بہم پہنچایا۔ علم حدیث کے ہندوستان میں فروغ کا حقیقی زمانہ نویں صدی ہجری کا خاتمہ اور دسویں صدی کا آغاز ہے۔ یہ وہ عہد تھا جب مصر و شام و حجاز میں امام المحدثین حافظ محمد بن عبد الرحمن سخاوی کے فضل و کمال کا آفتاب نصف النہار پر تھا، اور ہندوستان کے مختلف صوبوں میں سے سب سے پہلے گجرات نے اپنا علمی حق پایا یعنی بحر عرب کے اس پار کی شعاعیں سب سے پہلے یہیں آ کر پڑیں۔ حافظ سخاوی کے تلامذہ میں سب سے پہلے مولانا راجح بن داؤد گجراتی ہیں ۸۹۶ھ میں وہ حافظ موصوف کے حلقہ میں داخل ہوئے اور الفیۂ حدیث کی سند حاصل کی اس کے بعد وہ گجرات آئے لوگوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا ۹۰۴ھ میں احمد آباد میں وفات پائی

اس کے بعد مولانا وجیہ الدین مالکی آئے، سلطان گجرات نے ان کو ملک المحدثین کا خطاب دیا، وہ یہیں کے ہو رہے ۹۱۹ھ میں احمد آباد میں وفات پائی، اس کے بعد تو اس سرزمین میں علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب روشن ہوتے رہے جیسے مولانا علاء الدین احمد مہروائی، جمال الدین محمد بن عمر حضرمی، سید رفیع الدین صفوی گجراتی، مولانا عبد الملک عباسی گجراتی (حافظ بخاری) سے لیکر شیخ علی متقی (صاحب کنز العمال) شیخ محمد طاہر پٹنی (صاحب مجمع البحار۔ تذکرۃ الموضوعات و المغنی فی اسماء الرجال) شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی (صاحب حواشی علی المطول والتلویح و تفسیر بیضاوی، و شرح المواقف و شرح المقاصد) جیسے اساطین علم و فضل موجود ہیں، یہ وہ زمانہ تھا کہ خطہ گجرات میں اسلامی علوم و فنون کا غلغلہ تھا۔ اور تشنگان علوم اپنی علمی پیاس ان علمی چشموں سے بجھاتے تھے، یہ سب شاہان گجرات کی علمی قدر دانی کا نتیجہ تھا، مولانا حکیم سید عبد الحی حسنی "یاد ایام" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "شاہان گجرات نے ڈیڑھ سو برس کے زمانۂ فرمانروائی میں جس قدر علوم و فنون کی سرپرستی کی ہے دہلی کی ششصد سالہ تاریخ اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی یہ صرف ان کی قدردانی اور حوصلہ افزائی کا نتیجہ تھا کہ شیراز و یمن و دیگر ممالک اسلامیہ کے جید و برگزیدہ علماء نے گجرات میں آکر بود و باش اختیار فرمائی جن کے فیض سے چند دنوں میں گجرات مالا مال ہو گیا اور خود گجرات میں اس پایہ کے علماء پیدا ہوئے جن کے فیوض علمی کی آبیاری سے اب تک ہندوستان کی درسگاہیں سیراب ہو رہی ہیں اگر آپ اس کا صحیح اندازہ کرنا چاہیں تو شیخ عبد القادر حضرمی کی النور السافر، ابو بکر شلی کی المشرع الروی، محمد بن عمر آصفی کی ظفر الوالہ، اور اگر میری آئندہ تصنیفات شائع ہو گئی ہوتیں تو میری کتاب العوارف، جنۃ المشرق، اور نزہۃ الخواطر ملاحظہ فرمائیے اس وقت آپ پر ایک حیرت انگیز حقیقت کا انکشاف ہوگا اور آپ سمجھیں گے کہ گجرات اگر علوم و فنون عقلیہ کے اعتبار سے شیراز تھا تو حدیث شریف کی خدمات کے لحاظ سے یمن ہی سے مماثلت رکھتا تھا" ص ۱۱۰ ۔۔ اس کے بعد بھی علم کا یہ سلسلہ مختلف علماء کے ذریعہ جاری رہا لیکن انگریزی حکومت کے قیام کے بعد اس میں بہت تیزی سے زوال آیا۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد جب انگریزوں کے قدم ہندوستان کی سرزمین میں مضبوطی کے ساتھ جم گئے تو مسلمان مفکرین کو محسوس ہوا کہ اب سیاسی زوال و انحطاط کے ساتھ مسلمانوں کے دین و مذہب اور ان کی قومی زندگی کی بھی خیر نہیں ہے کیوں کہ تاریخ کی مسلسل شہادتوں کے مطابق جب کوئی قوم کسی ملک کو فتح کرتی اور اس ملک کے باشندوں پر

سیاسی غلبہ و استیلاء نہیں ہے تو فاتح قوم کا اثر و نفوذ صرف مفتوح قوم کے جسموں تک محدود نہیں رہتا بلکہ وہ ان کے دلوں اور دماغوں کی بھی تسخیر کر لیتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مفتوح اقوام اپنے قومی خصائص اور روایات اور ملی شعائر و علامات کو نہ صرف یہ کہ نظر انداز کر دیتی ہیں بلکہ ایک مدت تک عمل تجاذب کے مسلسل جاری رہنے کے باعث آخر کار وہ ان سے نفرت کرنے لگتی ہیں اور اب ان کے لئے فاتح قوم کی نقالی اور کورانہ تقلید سرمایۂ افتخار بن جاتی ہے۔ ہندوستان کے بیدار مغز مسلمان ارباب فکر و علم نے اس خطرہ کا اسی وقت احساس کر لیا اور اس کا سد باب کرنے کیلئے انھوں نے سب پہلے مسلمانوں کی تعلیم کی طرف توجہ کی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان ارباب فکر کا یہ اقدام بہت عاقبت اندیشی اور دور بینی پر مبنی تھا کیونکہ سیاسی قوت و طاقت سے محروم ہو جانے کے بعد تعلیم کے سوا کوئی اور ایسی چیز باقی نہیں رہ گئی تھی جس کے ذریعہ مسلمان اپنی قومیت کا تحفظ کر سکتے اور غلام و محکوم ہونے کے باوجود بحیثیت ایک قوم کے زندہ رہ سکتے۔

اس وقت کے اہل الفکر اور خصوصیت سے ان بزرگوں میں جو ۱۸۵۷ء کے خونیں انقلاب سے خود بھی گزر چکے تھے اور مسلمانوں کی نعشوں کو خاک و خون میں تڑپتا ہوا دیکھ چکے تھے یہ فکر و اضطراب لاحق ہوا کہ علم و معرفت کے اس کاروان کو کہاں ٹھکانہ دیا جائے؟ اور ہندوستان میں بے سہارا مسلمانوں کے دین و ایمان کے سنبھالنے کیلئے کیا صورت اختیار کی جائے؟ اس وقت یہ طے ہوا کہ مسلمانوں کے دینی شعور کو بیدار رکھنے اور ان کی ملی شیرازہ بندی کیلئے ایک دینی و علمی درسگاہ کا قیام ناگزیر ہے اس قرارداد کی روشنی میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور ان کے رفقاء نے یہ طے کیا کہ ایک نیا دینی درسگاہ قائم ہونی چاہئے چنانچہ دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا۔ اسلامی عہد حکومت میں مدارس کے لئے حکومت کی جانب سے اوقاف مقرر ہوتے تھے جن سے مدارس کے اخراجات پورے کئے جاتے تھے۔ والیان ریاست اور امرائے حکومت بھی بڑی فیاضی کے ساتھ مدارس کی سرپرستی کرتے تھے مگر جب دارالعلوم قائم ہوا تو اسلامی حکومت کی وہ شمع جو چھ سو سال سے ہندوستان میں روشن تھی گل ہو چکی تھی اسلامی حکومت نے عوام کو اس سے بے نیاز کر دیا تھا کہ وہ اپنے بچوں کی دینی تعلیم کی ذمہ داری اپنے سر پر اٹھائیں۔ اس لئے اس وقت کا سب سے اہم سوال یہ تھا کہ آئندہ بچوں کی تعلیم کا کس طرح انتظام کیا جائے۔ تمام اوقاف حکومت نے ضبط کر لئے تھے اس لئے اب ضرورت تھی کہ اوقاف

کے مطابق طریقہ پر تعلیم و تربیت کرنے کے بجائے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے۔ یہ طریقہ عوامی چندے کا تھا جس میں نہ حکومت کی مالی امداد شامل ہو اور نہ جاگیرداروں کی تا کہ سرکاری اثرات سے یہ تعلیم گاہ آزاد رہے۔ آج سے سو، سوا سو سال پہلے بلاشبہ یہ ایک عجیب و غریب انوکھی بات تھی کہ عوامی چندے کی بنیاد پر ایک ایسا تعلیمی ادارہ قائم کیا جائے جو حکومت کے اثرات سے آزاد ہو۔ آنے والے عوامی دور کے پیش نظر یہ ایک زبردست پیش بینی تھی۔ اب جب کہ بڑی بڑی ریاستیں خواب و خیال بن گئی ہیں اور زمینداریاں ختم ہو گئی ہیں مگر پورے ہندوستان میں ہزاروں دینی مدرسے چل رہے ہیں اور ان پر حکومت کی تبدیلیوں کا کوئی اثر نہیں ہے اس سے عوامی چندے کی افادیت اور مدارس کی بنیاد رکھنے کے اس کام کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ دارالعلوم کے مطابق طریقے کے بجائے عوامی چندے کا یہ طریقہ بہت کامیاب اور بڑا نتیجہ خیز ثابت ہوا۔ دینی مدارس کے قیام اور دینی تعلیم کے فروغ کو عوامی چندے کی تحریک میں تبدیل کر دیا۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ہے جس کی ابتداء ایک چھوٹے مدرسہ کی شکل میں تعلیم الدین کے نام سے سملک کی مسجد میں ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ خدا کے ایک برگزیدہ اور مسلمانوں کی دینی جہالت و رسوم پرستی سے دردمند حضرت مولانا احمد حسن بھامؒ نے بڑی بے سروسامانی کے عالم میں اس کو شروع کیا۔ گاؤں میں ہر گھر میں ایک ہنڈیا رکھوا دی گئی کہ عورتیں جب اپنے گھر کی روٹی پکانے بیٹھیں تو ایک مٹھی آٹا اس ہنڈیا میں ڈال دیا کریں یہی تھا وہ چندہ جس سے تعلیم الدین کی ابتداء ہوئی۔ اور پھر تو یہ چھوٹا سا مدرسہ جو تعلیم الدین کے نام سے سملک کی مسجد میں شروع ہوا تھا۔ چند سالوں کے بعد جامعہ اسلامیہ کے نام سے گجرات و ہندوستان کے افق پر چمکنے لگا۔ اور دیارالعلوم دیوبند سے آنے والے تشنگان علوم کی پیاس بجھانے والے نہر کے چشمے ڈابھیل کی سرزمین سے ابلنے لگے۔ دنیا نے شیخ علی متقی اور محمد طاہر پٹنی کے ابتدائی دور کے بعد دوسری مرتبہ یگانہ روزگار محدثین و علماء کی ایک جماعت کو جن میں محدث عصر علامہ انور شاہؒ اور مفسر قرآن و شارح مسلم علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جیسی نابغہ شخصیتیں تھیں اس سرزمین گجرات کے ایک دور افتادہ دیہات میں جلوہ افروز پایا۔ یہ سب کب اور کیسے ممکن ہوا اس کا جواب آپ پیش نظر کتاب میں تلاش کر سکتے ہیں۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل گجرات ہی نہیں بلکہ ہندوستان کا بلند پایہ علمی و ثقافتی مرکز اور ایک قدیم درسگاہ ہے جس کے فیض سے دنیا کے مختلف حصوں

میں پھیلے ہوئے ہیں اس کے اثرات شعوری یا غیر شعوری طور پر عام قلوب تک پہنچے ہوئے ہیں اسلئے متعلقین جامعہ کے علاوہ واردین وصادرین کا ایک سلسلہ ہے جو اس کی طرف کھنچا آتا رہتا ہے آنے والوں اور آنے کے آرزومندوں کے دلوں میں مشاہدہ سے قبل اور بعد قدرتاً یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ جامعہ کیا ہے؟ کب قائم ہوا؟ کیوں قائم ہوا؟ کن حالات میں قائم ہوا؟ اور اس سے کیا ثمرات وانجام رہے؟ ان سوالات کا تفصیلی جواب ظاہر ہے کہ زبانی اور وہ بھی ہر وارد وصادر کیلئے علیحدہ علیحدہ دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے اس لئے ضرورت تھی کہ اجمالی طور پر جامعہ کی تاریخ مرتب کی جائے خصوصاً بعض وہ معلومات جو قدیم و معمر حضرات کے سینوں میں امانت تھیں وہ ان کے اٹھنے سے ختم ہوتی جارہی تھیں، اگر بروقت ان کو محفوظ نہ کر لیا جاتا تو یہ معلومات انہی کے ساتھ رخصت ہو جاتیں۔ چنانچہ اس کام کیلئے جامعہ کے مستقر و فعال استاذ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن صاحب زید مجدہم سے درخواست کی گئی اور مولانا موصوف نے بڑی خوشدلی سے اس اہم ذمہ داری کو قبول فرمایا۔ موصوف نے جامعہ کی قدیم وجدید روئیدادوں اور مستند دفتری کاغذات سے مواد فراہم کرنا شروع کیا۔ بعض معلومات زبانی طور پر بھی مجھ سے اور دیگر بعض معمر حضرات سے حاصل کرتے رہے اور جمع شدہ حصہ کو وقتاً فوقتاً احقر کو سناتے رہے اور الحمد للہ ایک مدت کی عرق ریزی سے جامعہ کی اجمالی تاریخ پر ایک ایسا مجموعہ مرتب ہو گیا جس کے مطالعہ سے جامعہ بیک وقت سامنے آسکتا ہے اور جامعہ کے سلسلہ میں ابھرنے والے سوالات باسانی حل ہو سکتے ہیں۔ میں حضرت مولانا موصوف کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنی تمام اہم تدریسی ذمہ داریوں کے ساتھ بڑی محنت وجانفشانی سے یہ ذمہ داری انجام دی فجزاهم الله في الدارين احسن الجزاء۔

اس راہ میں قدم رکھنے والے حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ تاریخ نگاری کا فن بڑا محنت طلب اور جاں گداز ہے۔ بعض مرتبہ ایک چھوٹی سی تاریخی کڑی کے حصول کے لئے بیسیوں قسم کی تکالیف برداشت کرنا پڑتی ہیں خصوصاً جب کہ ایک ایسے ادارہ کی تاریخ مرتب کرنی ہو جس کے سلسلہ میں اس سے پہلے کبھی اس قسم کی کوئی سعی نہیں کی گئی اور مولانا موصوف بھی اس راہ کے کہنہ مشق نہیں ہیں اس لئے عین ممکن ہے کہ بعض قارئین کو اس میں کچھ تشنگی محسوس ہو۔

اور بعض حضرات ایسے بھی موجود ہوں جن کے پاس جامعہ کے سلسلہ میں مستند معلومات ہوں ، لیکن مؤلف کے سامنے سے وہ باتیں نہ گذر سکیں اس لئے وہ ان کو اس میں شامل نہ کرسکے اس قسم کے تمام حضرات سے گذارش ہے کہ وہ سنجیدہ اور مستند طریقہ سے اس کی نشاندہی فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی تلافی کی جاسکے ، اس کی دوسری جلد میں جامعہ کے ان فضلاء کا تذکرہ ہوگا جنھوں نے علمی وثقافتی ، تصنیفی ، تدریسی ، اصلاحی ، تبلیغی میدانوں میں سے کسی میدان میں خاص خدمات انجام دیں اس سلسلہ میں قارئین حضرات خصوصاً فضلاء جامعہ سے گذارش ہے کہ وہ اپنی معلومات فراہم فرماکر خصوصی تعاون فرمائیں۔

اس موقع پر میں اراکین شوریٰ کا خصوصی طور پر شکر گذار ہوں کہ انھوں نے جامعہ کی طرف سے اس کی اشاعت کی اجازت مرحمت فرماکر اس مرحلہ کو آسان فرمایا۔

محمد سعید بزرگ
مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

عرضِ مُرتّب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء
والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ امابعد!

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے دینی مدارس کی فہرست میں اپنا ایک بلند مقام رکھتا ہے، اس کی اپنی ایک روشن اور تابناک تاریخ ہے جو اسے ایک خصوصی امتیاز وفضیلت عطا کرتی ہے۔ اس کو ایک ایسی عالی نسبت حاصل ہے جو ہندوپاک کے بہت سے مدارس کو حاصل نہیں، اسی لئے اس کا شمار ملک کے عظیم اور مشہور تر مدارس میں ہوتا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے ساتھ تو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا تذکرہ ناگزیر ہوجاتا ہے۔ بقول حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ ڈابھیل "دارالعلوم ثانی" ہے۔

اور خاص اس سرزمین گجرات پر تو اپنے نوع کی سب سے عظیم اور بے نظیر مثالی درسگاہ ہے اس لئے اس کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس ادارہ کی ایک تاریخ بزبان اردو ضرور مرتب ہونی چاہئے، اب جب کہ اس کا وہ عہد زریں جس نے اس کو شہرت کے بام عروج پر پہنچا دیا تھا ماضی بن گیا ہے۔ پرانے حضرات جنہوں نے وہ دور مسعود بچشم خود دیکھا تھا دنیا سے رخصت ہوتے چلے جارہے ہیں یہ ضرورت شدید سے شدید تر ہوگئی۔

احباب میں اس کا تذکرہ ہوتا رہا۔ مہتمم جامعہ حضرت مولانا محمد سعید احمد صاحب بزرگ مدظلہ کے سامنے ذکر آیا تو موصوف نے نہ صرف اس کی تائید کی بلکہ زور دیا کہ یہ کام ہونا چاہئے اتفاق سے بعض احباب کا اشارہ مجھ حقیر کی طرف ہوا کہ میں ہی یہ کام انجام دوں۔ میرے لئے

اس کام کو انجام دینا مجھ آسان نہیں تھا لیکن یہ سوچ کر کہ نہ ہونے سے کچھ ہو جانا بہتر ہے اور ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ، اللہ تعالیٰ کا نام لیکر شروع کر دیا۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی

ابتداء سے اب تک تقریباً ہر سال کی مدرسہ کی رپورٹ بزبان گجراتی شائع ہوتی رہی ہے۔ ۱۳۴۵ھ میں مولانا احمد بزرگ رحمۃ اللہ علیہ مہتمم جامعہ نے اردو میں بھی روداد شائع فرمائی جس میں ۱۳۳۴ھ سے لیکر ۱۳۴۵ھ تک کے حالات تحریر فرمائے نیز تاسیس مدرسہ سے لیکر [illegible] تک کے مختصر حالات بھی بیان فرما دئے۔ اس کے بعد ۱۳۵۹ھ تک ہر سال اردو روداد شائع فرماتے رہے۔

اس تاریخ کی ترتیب میں ان اردو رودادوں سے کافی مدد ملی ہے۔ اس کے بعد کے حالات گجراتی رپورٹ سے ماخوذ ہیں۔ ہر سال کے حالات سنہ وار لکھے گئے ہیں۔ تمام واقعات رپورٹ سے اس طرح منقول ہیں کہ پڑھنے والا ایسا محسوس کرے گا گویا اس سال کے حالات اسی سال میں پڑھ رہا ہے۔ بعض مقامات پر واقعات کی ترتیب کیلئے خارج سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کا حوالہ بھی وہیں درج کر دیا گیا ہے۔ جس تعمیر کا ذکر آیا ہے اس کا فوٹو بھی وہیں دیدیا گیا ہے مجلس علمی کی خدمات بھی جامعہ سے متعلق تھیں اس لئے مجلس علمی اور اس کی خدمات کا تعارف بھی پیش کر دیا گیا ہے۔ سالانہ حالات کے بعد جامعہ کے محسنین اور مشہور اساتذۂ حدیث کا تذکرہ بھی لکھا گیا ہے جس میں ان حضرات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو یہاں رہ کر ان حضرات نے انجام دی تھیں۔

اردو روئیدادوں میں بہت سے اردو، فارسی اور عربی قصائد بھی شائع ہوئے تھے ان کو بھی جمع کر دیا گیا ہے جو اساتذۂ جامعہ کی قابلیت کی سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ عربی قصائد کا ترجمہ بھی شامل اشاعت کیا گیا ہے۔

آخر میں اصحاب اہتمام، شیوخ حدیث، اساتذۂ جامعہ اور خاص ملازمین نیز فارغین اور طلبہ جامعہ کا ایک چارٹ بھی تیار کر دیا گیا ہے جس سے جامعہ کی تاریخ ایک نظر میں

سامنے آجاتی ہے۔ جامعہ کے فضلاء کے نام بھی سنہ فراغت کے ساتھ لکھ دیے گئے ہیں جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جامعہ نے کن کن علاقوں کے تشنگانِ علوم کو سیراب کیا ہے اور اس کی خدمات کہاں کہاں تک پہونچی ہیں۔

اس تاریخ کو جامعہ کی تاریخ کا حصۂ اول سمجھنا چاہیے، ابھی حصۂ دوم باقی ہے جس میں فضلاءِ جامعہ کی تدریسی، تصنیفی اور دیگر دینی خدمات کا تذکرہ ہونا چاہیے۔ اگرچہ یہ کام بہت مشکل اور محنت طلب ہے لیکن اگر توفیق ایزدی نے ساتھ دیا اور حالات مساعد رہے تو ان شاء اللہ حصۂ دوم بھی منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوگا۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

مرتب نے اپنی وسعت بھر تحقیق و تصحیح کا اہتمام کیا ہے پھر بھی غلطی اور خطاء سے پاک ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔ ویابی اللہ الا ان یصح کتابہ۔

یہ کام محض ایک دینی ادارہ کی دینی خدمت کو امت کے سامنے پیش کرنے اور ایک جامعہ کی تاریخ کو محفوظ کرنے کی نیت سے کیا گیا ہے، کسی کی بیجا تعریف اور تنقیص مقصود نہیں۔ یہ مجموعہ میں نے مولانا احمد سعید صاحب بزرگ مدظلہ مہتمم جامعہ کو سنا بھی دیا ہے، اور ان کے حکم کے مطابق حذف و اضافہ بھی کر دیا ہے۔ امید ہے کہ اس تحریر کو اعتبار و اعتماد کا مقام حاصل ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ایک دینی ادارہ کی اس حقیر خدمت کو قبول فرما کر میرے لئے ذریعۂ نجات و فلاح بنائے۔ آمین

فضل الرحمٰن اعظمی
مدرس جامعہ اسلامیہ ڈابھیل
ربیع الآخر ۱۴۰۸ھ

جامعہ گجرات

نتیجۂ فکر: جناب مولانا حبیب اللہ صاحب سلطانپوری مدرس فارسی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

رخت بجامعہ کشا اہل کمال و فن نگر   فیض رواں رواں ببیں چشمۂ ذو المنن نگر
بحر علوم موج موج طالب علم فوج فوج   کہ مرزبان بہ اوج اوج بر جبہہ علم و فن نگر
عالم علم ظاہری عارف نور باطنی   ماہر شرع و دیں ببیں شاعر پر سخن نگر
اہل علوم جمع جمع ورزہ رزیا نوع نوع   مردم فلک ذکی ببیں طرز دکن وطن نگر
مجلس مست معرفت پر ز خلوص و مکرمت   خالی ز شور و شر ببیں عاری ز ہر فتن نگر
ماہ جبیں جبیں ببیں چشمۂ لطف چشم چشم   دل ہمہ صاف صاف بیں سینہ چمن چمن نگر
یاد الٰہ قلب قلب ذکر خدا زباں زباں   قال و مقال مصطفیٰ انجمن انجمن نگر
دورِ جدید رنگ رنگ تیغ تیغ خرد کشاں نگر   میکدۂ عشق بیں جام مئے کہن نگر
تشنہ لبانِ علم دیں در طلب اند مست مست   دل ہمہ ذوق ذوق بیں شوق بجان و تن نگر
باغ و بہار گجرات خطۂ دلفریب یاب   نور جہاں جہاں ببیں فیض چمن چمن نگر

جانب طفل بے پدر خستہ دل و شکستہ بر
چشم حسنے نشا باز پوستِ تن نگر

(منقول از روداد شش سالہ)

الجامعۃ الاسلامیۃ بالگجرات

از جناب: مولانا محمد یوسف صاحب بنوری
مدرس جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

۱۔ رأیتُ ریاضاً قد تروق مروجُها ونارت بشمسٍ حین یبدو طلوعُها

میں نے ایسے باغات دیکھے جن کی سرسبزی دعوت نظارہ دے رہی تھی اور سورج کی شعاعیں بوقت طلوع ان پر ضیا پاشی کر رہی تھی۔

۲۔ مغانٍ فیها الطیر تشدو بالهوی وفوحات مسکٍ طاب فیها ذیوعُها

وہ مقامات خوش منظر کہ جن میں چڑیاں پر شوق نغمہ گا رہی تھیں اور مشک بیز معطر ہوائیں ان میں ہر طرف پھیلی ہوئی تھیں۔

۳۔ واشجار طیبٍ عطّر الروح نشرُها ومن سندسٍ خضرٍ تزیّت فروعُها

اور خوشبودار درخت دیکھے جن کی مہک دل و دماغ کو معطر کر رہی تھی اور ان کی شاخوں نے سبز ریشمی لباس زیب تن کیا تھا۔

۴۔ رأیت بها سلمی وسعدی وهندهم سُلیمی ولیلی قد حوانی ولوعُها

وہاں میں نے سلمی، سعدی، ہند، سلیمی اور لیلی کو دیکھا جن کی محبت میرے قلب پر چھا گئی تھی۔

۵۔ فدع عنك لیلی ثم سعدی وهندهم فجامعة الاسلام فیها جمیعها

مگر اے دل! اب لیلی، سعدی اور ہند کے ذکر سے تجھ کو کیا فائدہ؟ جب کہ جامعہ اسلامیہ میں یہ تمام موجود ہیں۔

۶۔ ودع ذکر سلمیٰ وحدیث سعادهم   فهذی مغانی العلم راقت ربوعها

بس لیلیٰ اور سعاد کے ذکر و قصے سے درگذر کر کیونکہ یہاں علم و فضل کے خوش منظر عالیشان دلکش محلات موجود ہیں۔

۷۔ ونادتنی الاشواق مهلاً فهذه   حدائق فیها للقلوب نجوعها

میں یہاں سے گذرا تو عواطف شوق نے مجھ کو ٹھہرالیا کہ یہی وہ باغات ہیں جہاں دلوں کی پیاس بجھتی ہے۔

۸۔ الا بالکجرات تضوع طیبها   مآثر مجد قد انار صدیعها

سرزمین گجرات کیسی خوش قسمت ہے جس کی علمی نکہتیں مہک رہی ہیں اور ظلمت جہل کے بعد پھر علم کی روشنی پھیلی ہے۔

۹۔ تلألأ نور الحق فی وسط ارباعها   فبشر تام فیها شیبها ورضیعها

وسط گجرات میں حق و صداقت کے انوار اس طرح چمکے کہ سب چھوٹوں اور بڑوں میں مسرت کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

۱۰۔ وکانت یبابا اجدبت من طوارق   تعاورت باضرار حیاها وربیعها

یہ خطہ کچھ عرصہ پیشتر حوادث زمانہ سے قحط زدہ ہو چکا تھا، اب پھر اس کے کھلے میدان شاداب باغات بن گئے۔

۱۱۔ وهذی دیار فی مظلمة الدجا   فاضحت وتزهو ربعها وبقیعها

یہ وہ دیار ہیں جن کے اطراف و جوانب پر اندھیرا چھا گیا تھا اب دوبارہ اس کے بیابان اور عمارات روشن ہو گئے

۱۲۔ علی ووجیه ثبتة الشیخ طاهر   جواهر هذی الارض کل ضجیعها

خواجہ علی متقی، شیخ محمد طاہر پٹنی اور شیخ وجیہ الدین یہ سب اسی سرزمین کے جواہر یہیں آسودۂ خواب ہیں۔

۱۳۔ وکان عفا زهرها ونباتها   فروت فیها هطل ابر ذات دموعها

اور اس کے علم و معرفت کے باغیچے اور سبزہ زار خشک ہو کر بے رونق ہو گئے تھے اب ابر رحمت نے مہربانی کی اور برسنے لگے۔

۱۴- تضوعت الاقطار من طيب نشرها   ويهتز موجا نهرها وبضيعها

تمام اطراف وجوانب اسکی پاکیزہ خوشبوؤں سے معطر ہوگئے اور اس کے چھوٹے بڑے دریا فرط خوشی سے لہرانے لگے۔

۱۵- الا بارك الرحمن اسعاد جدها   تساوى بها بدء ثراها ورجوعها

خدائے رحمن اسکی خوش بختی کو مبارک کرے اسی کے فضل سے اس سرزمین کا ابتدائی اور آخری دور حسن میں برابر ہوگیا

۱۶- جرت فى نظام الحق سنة ربنا   تدور بنا دورا به دهر يطيعها

ہاں! نظام عالم میں سنت الٰہیہ ہی جاری کار ہے کہ حوادث کو چرخ کے مطابق گھومتا رہنا ہے۔

۱۷- فرب بقاع احرقتها عواصف   سقتها غوادى المزن يزهو ربيعها

پس بہت سی بستیاں جنہیں جھکڑ باد سموم نے جھلس دیا تھا ابر باراں رحمت سے ان پر موسم بہار آگیا ہے۔

۱۸- ورب بلاد قد حواها ظلامها   اضاءت بشمس قد تلألأ نبعها

اور بہت سے ملک اور شہر جنہیں تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں جو اس کے بے پایاں آفتاب کی روشنی سے جگمگا اٹھے۔

۱۹- ورب قلوب من سقام تصدعت   تاسى طبيب القلب صحت صدوعها

اور بہت سے وہ قلوب جو مرض سے صدمہ سے چور چور ہو گئے تھے وہ طبیب قلب کے علاج سے مسرور حال ہو گئے۔

۲۰- فجامعة الاسلام تهطل مزنها   ويخضر منها سهلها وربوعها

جامعہ اسلامیہ کے ابر ہائے علم و حکمت مسلسل برسنے لگے کہ اس سے پست و ہموار سب سرسبز و شاداب ہو گئے۔

۲۱- تقرت قلوب كان جما وجيعها   وقرت عيون حين تهمى دموعها

بے قرار دل مطمئن ہو گئے اور آنسو بہانے والی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔

۲۲- فها هى دار العلوم رفيعة   ومرعاة خصب لا يعد قطيعها

بس یہی ایک مرتبہ عالی شان دار العلوم ہے اور سرسبز چراگاہ ہے جس کے خوشہ چیں بے شمار ہیں۔

۲۳- هى الشمس أبدى دفق الحق نورها   فاشرق فى سر القلوب طلوعها

ہاں وہ آفتاب ہے جس کی روشنائی نے علم کی روانی کو روشن ظاہر کردیا اور جس کی روشن کرنیں دلوں کی گہرائیوں تک پہنچ گئی۔

۲۴- ورب ينابيع الرشاد تفجرت   فمنها مجاريها وعنها شروعها

اور بہت سے علم و ہدایت کے چشمے جو آپ دیکھ رہے ہیں وہ اسی جامعہ کے سرچشمہ علم سے پھوٹ کر نکلے ہیں۔

۲۵۔ وقد استنارت بهمة سلطانية   وشقت لاظلام الضلال دُجُنها

یہ جامعہ ایک کامل مرشد کی جدوجہد سے گمراہی کے تاریک پردوں سے نکل کر بہت بڑے مرکز علم سے معمور ہو چکا ہے ۔

۲۶۔ بنور امام العصر انور شیخنا   وشاع على الآفاق نور بليغها

یعنی حضرت امام العصر مولانا انور شاہ کے نور علم و عرفان سے ۔ جس نے علم کے گرانقدر موتیوں کو دنیا میں تقسیم کیا ہے ۔

۲۷۔ تحمل من اوقار علم ذخائرا   تكاد جبال الارض لا تستطيعها

آپ نے زمانہ علم کے ایسے بار ہائے گراں کا تحمل کیا ، ان کے تحمل سے بڑے بڑے پہاڑ بھی عاجز تھے ۔

۲۸۔ وبث علوما من مكامن صدره   زمانا مديدا جاد فيها ربيعها

اور آپ نے اپنی حیات کے بابرکت لمحوں میں عرصہ دراز تک علوم و معارف کے اسرار و حقائق ظاہر کئے ۔

۲۹۔ ولما قضى نحبا انار مقامه   محقق عصر في العلوم يشيعها

آپ کی وفات کے بعد ایک محقق عصر عالم متبحر نے آپ کی جانشینی فرما کر مسند درس کو روشن کیا ۔

۳۰۔ امام الهدى شبير احمد شيخنا   اذا عُدَّ اهل العلم فهو مليحها

یعنی رشد و ہدایت کے امام حضرت الاستاذ مولانا شبیر احمد عثمانی جو اہل علم کے ممتاز و مقتدیٰ ہیں ۔

۳۱۔ ولولاه رب العالمين فصاحة   تصير له صعب الشعاب ذلولها

خدا نے آپ کو فصاحت دی ہے کہ ان کے موثر بیانات سے دقائق و مشکلات بالکل صاف اور واضح ہو جاتے ہیں ۔

۳۲۔ هلال لنا عثمان الحيي و نجله   له قلم ثبت لسان فصيحها

جو امیر المؤمنین حضرت عثمان کی اولاد میں ہیں آپ کو خدا نے دل زبان اور قلم کا مالک بنایا ہے ۔

۳۳۔ وقام عزيز المنطق من حسن رشده   بخدمة قرآن حديث تبيعها

آپ نے اپنی حسن تحریر سے قرآن و حدیث کی ایسی خدمت کی جس کی عطر بیزی سے تمام عالم معطر ہے ۔

۳۴۔ فوائد تفسير له فاق حسنها   تنظم لآلئ البديع بديعها

آپ کے فوائد قرآن مجید حسن و جمال میں بے نظیر ہیں گویا وہ بیش بہا پروئے ہوئے موتی ہیں ۔

۳۵۔ وحق الاقطار منه فنشرها ملهم   وكم من مزايا العلم فهو بديعها

آپ کی فتح الملہم شرح صحیح مسلم سے اطراف عالم منور ہو گئے اور بہت سے علمی کمالات کے آپ مخترع ہیں ۔

۳۶۔ تاحيا قلوبا قد اميتت بجهلها   ومنه نواما حولها هجوعها

آپ نے مردہ دلوں کو زندہ کیا تا غافل اور بے خبروں کو بیدار کیا ۔

۳۷۔ فکم فاض یا دابیل من حمی اشرقت   تضیئ البرایا ضوءھا و طلوعھا

پس اے ڈابھیل تیری ایسی علمی اور دینی فضیلتیں ہیں جن کی منور شعاعوں سے عالم روشن ہو گیا۔

۳۸۔ بک المجلس العلمی قد طاب نشرہ   بنشر اللآلی العلم فھو مشیعھا

مجلس علمی بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس سے علم کے گرانقدر موتی منتشر ہو رہے ہیں۔

۳۹۔ اشاع تصانیف الامام محمد   غنیمۃ ذخر کاد دھر یضیعھا

جس نے تحریری علماء کے ان بیش بہا ذخیروں کو شائع کیا جو قریب تھا کہ حوادث زمانہ کی نذر ہو جاتے۔

۴۰۔ فجد و قاسی فی اکتساب جواھر   نفائس اسرار العلوم و فتحھا

اس مجلس نے اپنی سعی اور کوشش سے علمی جواہرات حاصل کئے۔ بے شک ان کا علم اپنی بلند پایہ اسرار علوم میں ہیں

۴۱۔ فشکرًا لبانیہ النبیل و ناظر   ازل علو باجتھاد یذیعھا

ہم اس مجلس کے محسن بانی اور ناظم کے شکر گزار ہیں جو ان علمی موتیوں کو پوری محنت سے شائع کر رہے ہیں۔

۴۲۔ فاکرم ابنا دابیل من فیض باری   دفعات رب قد اربی شیوعھا

پس مبارک ہے اے ارض ڈابھیل کہ تجھ میں فیض باری کی طرح طرح کے کرشمہ ہائے قدرت ظاہر ہو رہے ہیں۔

۴۳۔ و یا بقعۃ "الکجرات" زدت مآثرًا   غلبت بالحسنی و بادت صنیعھا

اے گجرات کی سرزمین! تو نے اللہ تعالیٰ کی برکتوں کو اور بھی زیادہ کر دیا تو ایک ایسا گوہر ہے جس سے ممتاز ہے جس کی خوبیاں ظاہر ہیں۔

۴۴۔ فجامعۃ الاسلام تزھو بروضھا   علی سائر الروضات فھی بدیعھا

جامعہ اسلامیہ اپنے علمی گلستان کی وجہ سے دوسرے علمی گلستانوں پر فخر کر رہا ہے کیونکہ یہ سب سے ممتاز ہے۔

۴۵۔ وکل دیار مؤنقات بعلمھا   کأن تلک اجساد و ھی روحھا

سارے علمی مراکز گویا بمنزلہ جسد کے ہیں اور یہ جامعہ اسلامیہ گویا ان کا دل ہے۔

۴۶۔ ففی الارض اذ تزھو القصور بھجۃ   تجلی بھاء فالسماء ربیعھا

جب روئے زمین پر علمی عمارتیں ظاہر ہوئیں تو بہار اور ایسا نزول معلوم ہو گا جیسے بہار زمین پر ہو۔

۴۷۔ عجبت لھا من حسنھا و جمالھا   و رفع قصور زان اجید صنیعھا

میں اس کے ظاہری و باطنی خوبیوں کو اور بلند و بالا عمارتوں کو دیکھ کر تعجب کرتا ہوں۔

۴۸۔ و اقبال برق فی دجی اللیل ابرقت   اذا السود من ظلماء لیل ھزیمھا

اور تعجب کرتا ہوں اس بجلی کے شعلوں سے جب وہ رات کی اندھیری میں چمکتے ہیں۔

۴۹۔ تساقط نورا في دجاه كانها نجوم سماء في الدياجي لميعها۔

وہ گلی کے قمقمے رات کی اندھیری میں آسمان کے ستاروں کی طرح منور معلوم ہوتے تھے۔

۵۰۔ اليها يشد الرحل من كل بلدة شمالا جنوبا كيف كان شسوعها

یہی وہ درسگاہ ہے جس کی طرف شمال و جنوب ہر ملک کے لوگ دور دور سے آ رہے ہیں۔

۵۱۔ تؤم بها درس العلوم عصابة نطلاب علم قد تطمئن ضلوعها

یہاں پر ایسی جماعت درس علوم دے رہی ہے جن کے درس سے طلبہ علم کے دل مطمئن ہوتے ہیں۔

۵۲۔ فيشفي الصدى والبحر ملتطم بها طوائف عطشى اليها نزوعها

تشنگان علم ایسی حالت میں کہ علمی دریا موجزن ہے اپنی پیاس بجھانے کیلئے جوق در جوق آ رہے ہیں۔

۵۳۔ فيا ايها الطلاب قوموا وشمروا وشدوا رحالا لا يفتكم نجيعها

پس اے مشتاقان علم! اٹھو کر تیار ہو جاؤ اور سامان سفر باندھو تاکہ یہ نعمت تم سے فوت نہ ہو۔

۵۴۔ ويا قاطني گجرات اعلوا منارها فان رقيها فرض عليكم دءوبها

اے علاقہ گجرات کے باشندو! اسکی شان کو بلند کرو کیونکہ اس کی ہر قسم کی خدمت تمہارا فرض ہے۔

۵۵۔ وايقنت ان الله يجزي بفضله وفاق مساعيكم وكيف يضيعها

اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تمہاری کوششوں کا پورا بدلہ دے گا اور کیونکر ضائع کرے گا۔

۵۶۔ ايا جامعة الاسلام زادت بك التقى لعشاق علم لا تزل مرجوعها

اے جامعہ اسلامیہ خدائے تعالیٰ تجھ کو ہمیشہ مشتاقان علوم کے ٹھکانا سے معمور رکھے۔

۵۷۔ وصلى الله على خاتم النبيين ربنا صلاة تكون للعاصي شفيعها

اللہ تعالیٰ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی رحمت کاملہ نازل فرمائے جو ہماری گناہوں کیلئے شفیع بن جائے۔ آمین

(منقول از روداد سنہ ۱۳۵۲ھ ص ۳۱تا۳۲)

مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک

ڈابھیل سملک

سورت ہندوستان کا ایک مشہور شہر ہے۔ سورت سے بمبئی کو جانے والی ایک سڑک کے کنارے پر دونوں گاؤں آباد ہیں۔ ڈابھیل اور سملک دونوں گاؤں اس طرح ایک دوسرے سے متصل ہیں کہ دونوں کو ایک ہی بستی اور ایک ہی گاؤں سمجھنا چاہئے۔

سورت سے جنوب مشرق میں تقریباً ۲۶ کلومیٹر پر یہ گاؤں آباد ہے۔ یہاں سے جنوب مغرب کی سمت ایک قدیم شہر "نوساری" تقریباً ۱۳ کلومیٹر پر واقع ہے۔ جانب مغرب میں سورت سے بمبئی جانے والی ریلوے لائن پر "مرولی" اسٹیشن ۹ کلومیٹر پر واقع ہے۔ جانب مشرق میں احمد آباد سے بمبئی جانے والی بڑی سڑک (ہائی وے روڈ) پر "ویسما" کے نام سے ایک چوراہا ۴ کلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے جو بسوں اور ٹرکوں کی بہت مشہور گزرگاہ ہے۔

ڈابھیل و سملک پہلے ضلع سورت میں داخل تھے۔ اب ضلع "بلساڑ" کا ایک حصہ ہیں۔

ابتدائی حالات

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل پہلے مدرسہ تعلیم الدین کے نام سے سملک کی مسجد میں مکتب کی شکل میں شروع ہوا۔ اس کے بانی اسی گاؤں کے ایک بزرگ مولانا احمد حسن بھام سملکی رحمۃ اللہ

علمیہ ہیں۔ جامعہ کے سابق مہتمم مولانا احمد بزرگ رحمہ اللہ نے بنائے مدرسہ، ابتدائی حالات اور اس کی تدریجی ترقی کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کو ان ہی کے الفاظ میں پیش کرنا زیادہ مناسب ہے فرماتے ہیں" یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی زمانہ میں یہ گجرات علوم وفنون کا سرچشمہ و مخزن اور علماء و فضلاء کا ماویٰ و مسکن تھا۔ جن کے فیوض علمیہ سے ہزاروں تشنگان علوم سیراب ہوا کرتے تھے اور جن کی مفید تصنیفات آج بھی طالبان ہدایت کے لئے مشعل ہدایت ہیں۔

از منۂ ماضی میں چونکہ سورت کو باب مکہ ہونے کا شرف حاصل تھا اس لئے ہندوستان کے ہر گوشہ سے ارباب فضل و کمال، اولیاء و صلحاء کے قدوم میمنت لزوم سے اس سرزمین کو شرف حاصل ہوتا رہتا تھا۔ اور اس طرح پر یہاں کے لوگوں کو ان برگزیدہ حضرات سے استفادۂ فیوض کے بہترین مواقع نصیب ہوتے تھے۔

مگر انقلاب زمانہ جہاں مسلمانوں کی سلطنت، مال و دولت، صنعت و حرفت کو تباہی کے ہولناک سیلاب میں بہا لے گیا وہیں اس نے اس سرزمین کی خصوصیت کو بھی خاک میں ملا دیا۔ شاہان گجرات کی سلطنت کے زوال کے ساتھ ساتھ علماء ربانی اور اولیاء و صلحاء حقانی کہ جن کا وجود سلطنت سے بھی زیادہ باعث خیر و برکت تھا رخصت ہوگئے۔ ان نفوس قدسیہ کے دنیا سے ختم ہوتے ہی ہر طرف جہالت کی بھیانک اور خوفناک تاریکی چھا گئی۔ احمد آباد جو اسلامی تہذیب و تمدن کا سرچشمہ تھا ایسا تباہ ہوا کہ پھر اسے پنپنا نصیب ہی

---

[1] مولانا کے حالات ص۲۶۵ پر ملاحظہ ہوں۔

نہ ہوا۔ اس کا وہ جاہ وجلال اور شان وشوکت جو یادگار زمانہ تھا تاریخ کے صفحات پر افسانہ بن کر رہ گیا۔ یہی شہر جو کبھی دارالعلم تھا دارالجہل بن گیا۔ لوگوں کے عقائد ایسے بگڑے کہ خدا کی پناہ! امور شرکیہ و بدعیہ دین کے ہر شعبہ میں رچ بس گئے۔ بہت سی باتیں جن کو دین سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا دین میں داخل سمجھی جانے لگیں۔ غرض جہالت کیا تھی ایک وبا تھی جو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی جس میں اسلامی عقائد و اعمال ڈھونڈے بھی نہ ملتے تھے۔

اس مہلک مرض کے اثرات سے بچانے کے لئے حکیم مطلق نے چند ایسے حاذق اطباء خود اس سرزمین گجرات میں پیدا فرمائے جن کا وجود مبارک جہالت کے زہریلے جراثیم کے لئے تریاق سے بھی زیادہ نفع بخش ثابت ہوا۔ ان بزرگوں نے مختلف طریقوں سے عوام کے عقائد و اعمال کی اصلاح کی طرف توجہ فرمائی کچھ وعظ ونصیحت اور تلقین وارشاد میں لگ گئے تو کچھ تصنیف وتالیف میں۔ چند بزرگوں نے مختلف مقامات پر اسلامی مدارس قائم کرکے دین متین کی خدمت شروع کی۔

بحمد اللہ تعالیٰ اس طرح اصلاح کا ایک ایسا مبارک سلسلہ شروع ہو گیا جس سے بہت جلد مفید نتائج ظاہر ہونے لگے۔ لیکن ابھی اس کو مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر قائم کرنے اور وسیع پیمانہ پر پھیلانے کی ضرورت تھی۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا تھا کہ اس کے لئے ایک دارالعلوم اور جامعہ کی بنیاد ڈالی جائے۔ ظاہر ہے کہ کسی جامعہ کا قیام کوئی معمولی کام نہیں۔ اس کے لئے اگر بڑے سرمایہ کی ضرورت تھی تو دوسری طرف ایک ایسی شخصیت بھی درکار تھی جو متدین، سنجیدہ، خوش اخلاق، مستقل مزاج، اولوالعزم، بلند ہمت، وسیع القلب اور صاحب علم وفضل ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ پیمانہ پر انتظامی

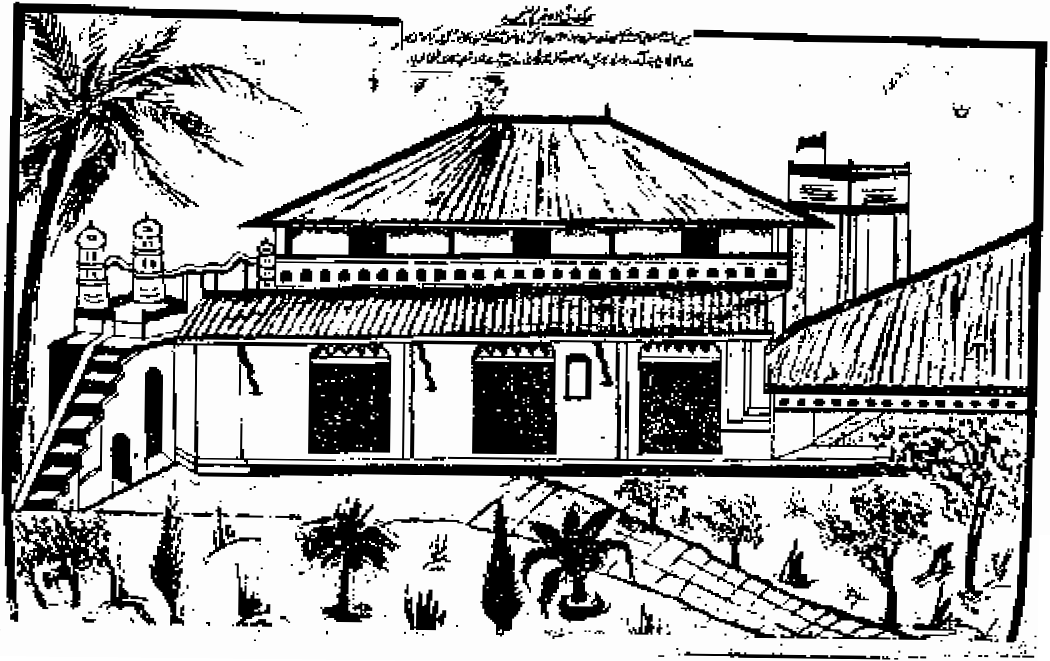

[illegible]

[illegible]

[illegible]

قوت بھی رکھتی ہو ۔

اگرچہ بظاہر جبل آباد گجرات میں ایسی جامع ہستی کا وجود عنقا تھا مگر حکمت ایزدی کا فیصلہ بہت جلد ظہور میں آیا۔ اہل گجرات کی قسمت چمکی اور ان کی ڈولتی ہوئی کشتی کا ناخدا خدائے تعالیٰ نے جناب مولانا احمد حسن بھام سملکی مرحوم بانی مدرسہ و سابق مہتمم مدرسہ کو منتخب کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ وجعل الجنۃ مثواہ ۔

قیام مدرسہ

مولانا مرحوم نے توکلاً علی اللہ چند محبین و مخلصین کی اعانت سے سملک کی مسجد میں ماہ شعبان المعظم ۱۳۲۶ھ کو جامعہ اسلامیہ کا افتتاح "مدرسہ تعلیم الدین" کے نام سے (ایک بڑے مجمع میں اپنے استاذ مولانا صوفی احمد میاں لاجپوری رحمہ اللہ کے دست مبارک[1] سے) کرایا افتتاح کے وقت اگرچہ کچھ سرمایہ آپ کے پاس نہیں تھا۔ مگر حسن نیت، اخلاص وللہیت اور سب سے بڑھ کر جوش عمل کا بے پناہ جذبہ موجود تھا جس کے سامنے لاکھوں کی پونجی ہیچ ہوتی ہے اور درحقیقت سب سے بڑی اور کام کی چیز نیت صالحہ اور اخلاص کامل ہی ہے جس کی برکت سے مشکل سے مشکل اور سخت سے سخت کام بھی باوجود سیکڑوں دشواریوں کے سہل ہوجاتے ہیں۔ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کے محیر العقول کارناموں اور کامیابیوں کا راز یہی چیزیں تھیں۔

بہر حال افتتاح کے وقت مدرسہ کی جو حالت تھی اس کو خود مولانا مرحوم کے الفاظ میں سنئے۔ مولانا قوم کو خطاب فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"اپنے مدرسہ کی بنیاد ۱۳۲۶ھ میں اس حالت میں ہوئی کہ اس وقت بجز نام

---

[1] مابین القوسین عبارت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری کے ایک مضمون سے ماخوذ ہے، جو ماہنامہ دارالعلوم محرم ۱۴۲۳ھ میں شائع ہوا۔

احمد حسن اور ایک قرآن شریف کے مدرس[1] کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا نیز مالی امداد کے لئے اس غریب بستی کی چاول آٹے کی برکتی مٹھی کے سوا کوئی دوسری صورت نہ تھی۔"

ان بالکل سادہ مگر پر اثر لفظوں سے جہاں مولانا مرحوم کے حد درجہ ایثار و خلوص کا پتہ چلتا ہے وہیں اسلامی سادگی کی وہ عدیم النظیر شان بھی ظاہر ہوتی ہے جو کبھی مسلمانوں کا طرۂ امتیاز تھی۔ خدائے تعالیٰ اس مٹھی مٹھی چاول آٹے کو ڈابھیل و سملک کے باشندوں کے لئے آخرت کا ذخیرہ بنائے۔ آمین

مدرسہ کی ترقی تاسیس مدرسہ کے بعد بفضلہ تعالیٰ بہت جلد مدرسہ کی ترقی ہونے لگی، طلبہ کی کثرت کے ساتھ مدرسین و ملازمین میں بھی اضافہ ہوتا رہا اور باقاعدہ عربی، فارسی، اردو، قرآن شریف اور گجراتی کی تعلیم ہونے لگی۔

تجوید کا انتظام مولانا مرحوم کی خواہش تھی کہ قرآن مجید کی تعلیم باقاعدہ تجوید کے ساتھ ہونی چاہئے کیونکہ یہ کلام بلاغت نظام جس درجہ رفیع المرتبت ہے اسی قدر اس کو صحیح حاصل کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ آپ نے اس ضرورت کے لئے درجۂ تجوید قائم کیا اور ایک ماہر قاری کا تقرر کیا۔ یہ اسی کی برکت ہے کہ آج قرآن شریف کو صحیح پڑھنے والوں کی اچھی خاصی تعداد ان اطراف میں موجود ہے (اس وقت سے اب تک یہ شعبہ برابر قائم ہے۔ اور تعلیم کے دوسرے شعبوں کے ساتھ ساتھ یہ شعبہ بھی ترقی پذیر ہے۔ (مرتب)

---

[1] یہ مولانا احمد درویش سملکی تھے۔ ملاحظہ ہو روداد دارالعلوم ۱۳۴۲ھ ص۴

خوشنویسی

تعلیم کے ساتھ صنعت کتابت کی ضرورت محتاج بیان نہیں۔ مولانا مرحوم کو اس کا بھی بہت خیال تھا۔ آپ کی نظر سے ایسے طلبہ کا حال مخفی نہیں تھا کہ دستار فضیلت حاصل کر لینے کے باوجود ان کا املاء صحیح نہیں ہوتا تھا۔ حسنِ خط تو درکنار رہا اس لئے آپ نے ابتدا ہی سے طلبہ پر املاء نویسی اور خوشنویسی کی مشق لازم کردی تھی اور اس کو فن کی حیثیت سے باقاعدہ سکھلانے کے لئے ایک تجربہ کار خوشنویس منشی کانپور سے بلایا۔

طریقۂ تعلیم

مولانا مرحوم نے ابتدائی تعلیم کی اہمیت کو محسوس فرمایا کہ اس کی پختگی اور مضبوطی کے بغیر آئندہ کامیابی اور ترقی نہیں ہوتی اس لئے ابتدائی تعلیم کی نگرانی کی طرف بیحد توجہ کی۔ سالانہ، ششماہی، سہ ماہی امتحانات کے علاوہ ماہانہ امتحان بھی تجویز فرمایا اور اکثر خود بنفس نفیس یہ امتحان لیتے تھے۔ (یہ سلسلہ بحمدہ تعالیٰ اب تک جاری ہے۔ تینوں امتحانات کے علاوہ ابتدائی درجات کا ماہانہ امتحان بھی ہر ماہ ہوتا ہے ۱۲ مرتب

زبان اردو

یہاں کی مادری زبان عموماً گجراتی ہے۔ مگر دینی مدارس میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ ہمیشہ اردو زبان کے ذریعہ قائم رہا ہے۔ بچے اس طرز تعلیم سے اسی وقت پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں کہ اردو زبان بولنے اور سمجھنے پر قادر ہوں۔ اس لئے مولانا مرحوم نے ہر ایک طالب علم پر اردو میں بات کرنا لازم کردیا تھا۔ اگر کسی کو گجراتی میں بات کرتے سن لیتے تھے تو سخت ناراض ہوتے تھے۔ بعض اوقات سزا تک دیتے تھے۔ اس طرح چھوٹے بچوں میں بھی اردو بولنے کا شوق پیدا ہو چلا تھا۔

(روداد جامعہ اردو شائع شدہ ۱۳۵۰ھ ص ۱ تا ۵)

رسالہ "الدین" کا اجراء

تمام مسلمانوں میں عملی شوق پیدا کرنے اور مذہبی معلومات بہم پہنچانے کے لئے آپ نے ایک ماہوار رسالہ "الدین" کے نام سے جاری فرمایا، جس میں علمی، مذہبی، تاریخی اور اصلاحی مضامین شائع کئے جاتے تھے۔ اس رسالہ نے مسلمانوں کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ (ایضاً صث)۔

پریس کا قیام

مولانائے مرحوم نے جو شاہراہ اختیار فرمائی تھی اس کے لئے قدم قدم پر پریس کی ضرورت پڑتی تھی۔ لہٰذا ضروری تھا کہ پریس کی طرف توجہ کی جاتی۔ اگرچہ چند در چند مشکلات اس میں سدِّ راہ تھیں اور ایسا شخص جو ظاہری اسباب سے بالکل خالی ہو پریس کے قیام کا تخیل بھی نہیں کر سکتا تھا۔ مگر مولانا مرحوم جن کی نظر ہمیشہ تائیدِ غیبی پر لگی رہتی تھی اس موقع پر بھی آپ نے ظاہری موانع کی طرف التفات نہ کیا۔ اور "سعید الدین" کے نام سے ایک پریس قائم کر لیا۔ غالباً ضلع سورت میں یہ پہلا اسلامی پریس تھا جس سے ایک طرف "الدین" کی اشاعت کی مشکلات حل ہو گئیں تو دوسری طرف تبلیغی مقاصد کی توسیع کا بہترین ذریعہ حاصل ہو گیا۔ افسوس کہ مولانا مرحوم کی وفات کے بعد یہ دونوں مفید سلسلے قائم نہ رہ سکے۔

(ایضاً ص۶)

مدرسہ کا دورِ ثانی

مدرسہ کے لئے زمین کی خریداری

درس و تدریس کا سلسلہ اگرچہ محلہ ٹ کی مسجد میں جاری تھا لیکن وہ جگہ

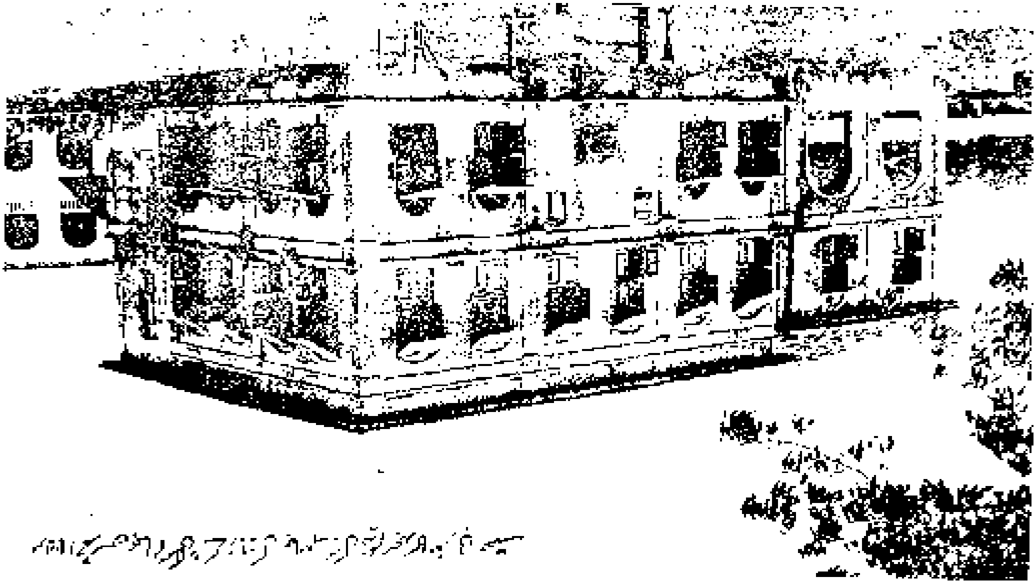

[illegible]

غیر مستقل اور ناکافی تھی۔ اس لئے ضرورت تھی کہ مدرسہ کے لئے ایک مستقل اور وسیع جگہ حاصل کی جائے۔ اگر معمولی مکتب کے لئے زمین کی ضرورت ہوتی تو اس کا مل جانا چنداں مشکل نہ تھا مگر مولانا کے پیش نظر ایک دار العلوم کی بنا تھی اور آپ ایسی جگہ کی تحصیل کی کوشش کر رہے تھے جو ایک دار العلوم کے شایان شان ہو۔ آخر بڑی جد و جہد کے بعد ڈابھیل کی غربی جانب عیدگاہ کے مقابل زمین کا ایک قطعہ خرید لیا گیا۔ بعض لوگوں نے جن کی نگاہ مستقبل پر نہیں تھی اس پر نکتہ چینی بھی کی کہ ضرورت سے زیادہ زمین کیوں خریدی گئی۔ لیکن ان نکتہ چینیوں کے جواب میں مولانا نہایت خندہ پیشانی سے یہی فرماتے رہے کہ "ابھی یہ کم ہے اس سے بھی زیادہ زمین کی ضرورت ہوگی" مولانا کا وہ جواب آج حرف بحرف صحیح ثابت ہو رہا ہے۔

(ایضاً ص ۲۶)

مولانا مرغوب احمد لاجپوری اپنے ایک مضمون میں زمین کی خریداری کے سلسلہ میں لکھتے ہیں " دراصل آپ کے ذہن میں ایک جامعہ کا تصور تھا اسی کے شایان شان آپ کو زمین کی ضرورت تھی اس زمانہ کے نوساری کے نائب صوبیدار مولانا محمد علی (جوہر) مرحوم کا بھی یہی مشورہ تھا کہ گاؤں سے باہر کوئی وسیع زمین حاصل کرنی چاہئے چنانچہ دونوں نے ڈابھیل و سملک کے ہر چہار طرف گھوم پھر کر دیکھا اور بڑی جد و جہد کے بعد ڈابھیل کی غربی جانب عیدگاہ کے مقابل ایک وسیع قطعۂ زمین خریدا جہاں پر آج جامعہ قائم ہے۔

(دار العلوم محرم ۱۳۷۳ھ)

بنائے مسجد

زمین مل جانے کے بعد آپ نے سب سے پہلے مسجد تیار کرائی درسگاہوں، دار الطلبہ وغیرہ دوسری ضروریات کی اگرچہ

سخت ضرورت تھی مگر سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کو موخر کرنا پڑا۔

(روداد اردو دسمبر ۴۸ء ص)

وہ قدیم مسجد اب باقی نہیں رہی۔ خستہ اور پرانی ہو جانے نیز جامعہ کی ضرورت کے لئے ناکافی ہو جانے کے سبب شہید کر کے اسی جگہ شاندار طویل و عریض مسجد جامعہ کے حسب ضرورت موجودہ مہتمم حضرت مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ نے تعمیر کرائی اس کا ذکر آئندہ آنے والا ہے۔

مولانا مرحوم نے مسجد کے حوض کے اوپر ایک ہال طلبہ کے قیام کے لئے بنوایا تھا۔ مسجد کے ساتھ وہ بھی منہدم کر دیا گیا۔ چند کمرے جو اشیاء خوردنی کی ذخیرہ اندوزی اور مطبخ کی ضروریات کے لئے تعمیر کرائے تھے وہ بھی تک موجود تھے۔ اس سال سنہ ۱۳۸۳ھ میں وہ بھی منہدم کر دئے گئے۔

جنوبی افریقہ کا سفر

درسگاہ وغیرہ کی تعمیر کے لئے آپ نے مقامی اور جنوبی افریقہ میں مقیم تجار حضرات کے مشورہ سے جنوبی افریقہ کا سفر کیا، وہاں پہونچ کر آپ نے ابتداء "انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم" کا نہایت اہم فریضہ ادا کیا۔ آپ کی حسن تدبیر سے مسلمانوں میں آپس کی کشیدگی دور ہو گئی اور اتحاد و اتفاق کا خوشگوار ماحول پیدا ہو گیا۔ یہ اتفاق مدرسہ کے حق میں بہت مفید ثابت ہوا سب نے متحد ہو کر مدرسہ کی طرف دست اعانت بڑھایا اور تعمیر کے لئے ایک گرانقدر رقم جمع ہو گئی جس کو آپ نے یہاں بھیج دیا (ایضاً ص ۱۰)۔

واپسی کا قصد اور وفات

آپ ہندوستان مراجعت کا قصد فرما رہے تھے کہ وہاں انفلوئنزا کی وبا پھیل گئی۔ جس میں آپ کے بہت سے متعلقین رحلت کر گئے۔ بالآخر آپ پر بھی اس مرض کا

مسجد قدیم کے حوض کے اوپر ایک ہال جو دارالاقامہ تھا

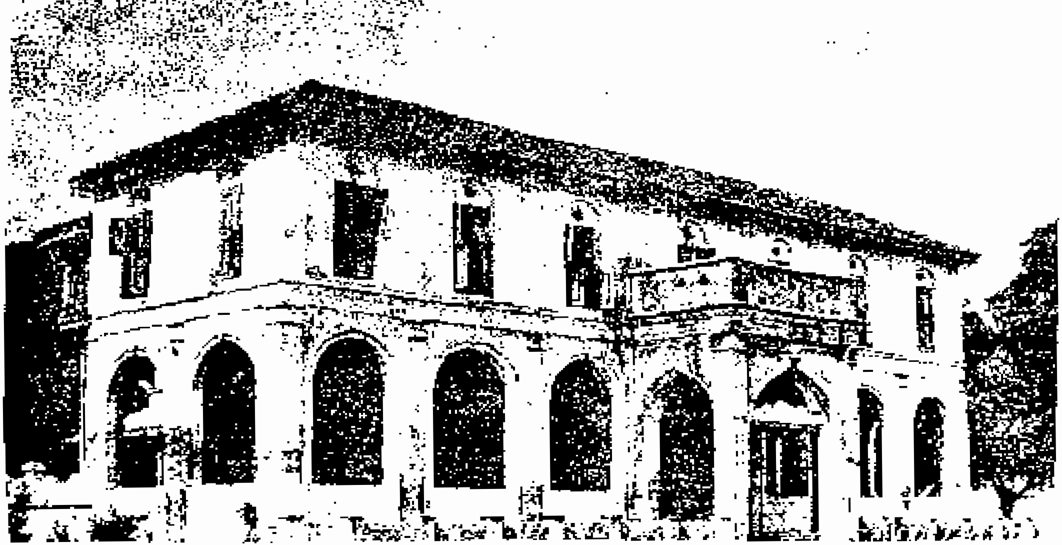

زبردست حملہ ہوا اور چند روز کی علالت کے بعد ۱۰ محرم ۱۳۴۳ھ پنجشنبہ کو واصل بحق ہوگئے اور جنوبی افریقہ کے ایک شہر جوہانسبرگ میں مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (ایضاً صفحہ ۱۰)۔

مولانا کے بعد مدرسہ کا انتظام اور شاندار درسگاہ کی تعمیر

ابتداء سے مدرسہ کا انتظام واہتمام مولانا مرحوم کے ہاتھ میں رہا جب آپ نے جنوبی افریقہ کا سفر اختیار فرمایا تو واپسی تک کے لئے مدرسہ کا انتظام جناب حاجی احمد پٹیل صاحب اور جناب حاجی ابراہیم میاں صاحب کے سپرد فرمایا ان ہر دو حضرات نے اپنے مقدور کے موافق حسبۃً للہ مدرسہ کی خدمت نہایت محنت وجانفشانی سے مولانا کی وفات کے بعد تک کی۔ جب جناب حاجی یوسف میاں صاحب افریقہ سے تشریف لائے تو مدرسہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا اور تقریباً دو سال تک انہوں نے مدرسہ کے ہر شعبہ کی دیکھ بھال اور نگرانی کی، مولانا مرحوم نے ایک بڑی رقم فراہم کرکے افریقہ سے یہاں بھیج دی تھی۔ جس میں دوسری رقم کا اضافہ کرکے تقریباً پینسٹھ ہزار روپئے کی لاگت سے ایک عظیم الشان وسیع دو منزلہ عمارت جناب سیٹھ حاجی یوسف میاں صاحب نے اپنی نگرانی میں تعمیر کرائی یہ عمارت گیارہ درسگاہوں پر مشتمل ہے جن میں ایک صدر درسگاہ ہے نیچے چھ درسگاہیں ہیں اوپر چار اور دو درسگاہ کے بقدر دارالحدیث ہے جناب حاجی صاحب نے اس کی تکمیل میں بیش از بیش محنت وسعی کی اور جب تک مدرسہ کی عمارت پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ گئی آپ نے اطمینان کا سانس نہیں لیا۔

(ایضاً صفحہ ۱۱)

اس عظیم درسگاہ کی چھت کھپریل کی تھی۔ مولانا احمد بزرگ ؒ نے ۱۳۵۳ھ

میں اس کے بوسیدہ ہو جانے کی وجہ سے کھپریل کو نکال کر عمدہ قسم کا مضبوط ٹین ڈال دیا۔ اس کے بعد آپ کے خلف الصدق موجودہ مہتمم مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ نے ۱۳۹۱ھ میں ٹین کے پرانے ہو جانے اور چھت کے ٹپکنے کے سبب سمنٹ کی پختہ چھت بنوائی نیز دیواروں کی مرمت کرائی۔ اس میں پچپن ہزار سے زیادہ رقم خرچ ہوئی۔

مولانا احمد حسن بھام رحمہ اللہ کے انتقال کے تقریباً دو سال بعد شعبان ۱۳۳۹ھ میں مولانا احمد بزرگ سملکی رحمہ اللہ کو رنگون سے بلا کر مہتمم بنایا گیا جیسا کہ آئندہ اس کا ذکر آنے والا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ عظیم قدیم درسگاہ جس میں فارسی اور عربی کی تعلیم ہوتی ہے۔ اس کی بنیاد مولانا احمد حسن بھام کے انتقال کے بعد جلد ہی ۱۳۳۸ھ ہی میں رکھ دی گئی تھی اور یہ بات یہاں بہت مشہور ہے کہ اس کی بنیاد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے رکھی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ دو سال میں یہ عمارت مکمل ہو گئی تھی۔

مولانا احمد اشرف صاحب راندیری مدظلہ سے اس اندازے کی تائید بھی حاصل ہو گئی۔ مولانا موصوف نے بتایا کہ حاجی یوسف میاں سملکی نے تعمیر کی تکمیل کے بعد اس کے افتتاح کے لئے ایک جلسہ کیا تھا جس میں مولانا قاضی رحمت اللہ مولانا نذیر صاحب پالنپوری، مولانا یوسف صاحب لاجپوری وغیرہ شریک تھے میں اس وقت پڑھتا تھا۔ میں نے علم کی فضیلت پر اس جلسہ میں یاد کی ہوئی ایک تقریر بھی کی تھی۔ راندیر سے مجھے قاضی صاحب موصوف ساتھ لائے تھے۔ اسی جلسہ میں اہتمام کے لئے قاضی صاحب نے مولانا احمد بزرگ کا نام پیش کیا تھا جس کی تائید حاجی یوسف میاں وغیرہ تمام حاضرین نے کی تھی۔

(از افادات مولانا احمد اشرف راندیری مدظلہ بذریعہ مکتوب)

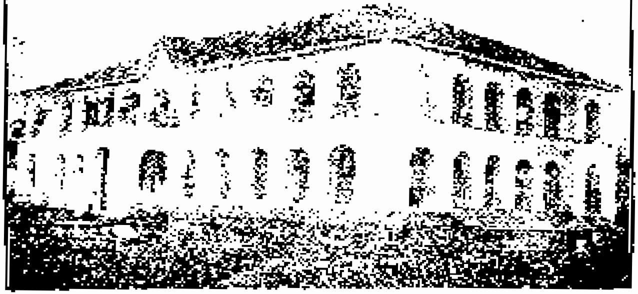

[illegible] کا [illegible] دارالحدیث بھی ہے جس کی تعمیر کا [illegible] ۱۳۲۹ھ

مدرسہ کا دورِ ثالث

مولانا احمد بزرگ سملکیؒ کا اہتمام

مولانا احمد حسنؒ بھام کے انتقال کے بعد اگرچہ جناب حاجی یوسف میاں صاحب نے افریقہ سے آکر مدرسہ کا اہتمام سنبھال لیا تھا۔ لیکن اس اثناء میں حاجی صاحب موصوف اور دوسرے متعلقین مدرسہ اس امر کی سخت ضرورت محسوس کر رہے تھے کہ مدرسہ کا اہتمام کسی صاحبِ علم کو سپرد کرنا چاہئے۔

مولانا احمد بزرگؒ لکھتے ہیں "بالآخر بہی خواہانِ مدرسہ نے راقم الحروف کو اہتمام سپرد کرنا چاہا۔ ان دنوں دارالافتاء رسول پوری جامع مسجد رنگون کی خدمت راقم کے سپرد تھی۔ اگرچہ حضرات رنگون وہاں کے قیام پر مجبور کر رہے تھے، لیکن ایک اسلامی مدرسہ کی خدمت ایسی چیز نہیں تھی جس کو نظر انداز کر دیا جاتا خصوصاً جب کہ اس سے اہلِ وطن کی خدمت اور مولانا مرحوم کی دیرینہ رفاقت کا بہترین حق ادا ہوتا تھا، اس لئے راقم کو قیامِ رنگون ترک کرکے اپنے وطن ڈابھیل سملک آنا پڑا اور خدا پر بھروسہ کرکے ۲۲ رشعبان سنہ ۱۳۳۱ھ کو اہتمام کی گراں بار ذمہ داریوں کو قبول کر لیا۔" (روداد اردو شائع شدہ سنہ ۵۵ھ ص۲)۔

مولانا احمد بزرگ کا دورِ اہتمام جامعہ کا وہ تابناک دور ہے جو جامعہ کی پوری تاریخ میں ہمیشہ اولیت کا مقام حاصل کرے گا۔ اس دورِ مسعود میں جامعہ کو ظاہری اور باطنی ایسی ترقی ہوئی جس سے جامعہ کو عالمی شہرت حاصل ہوئی

دیکھتے دیکھتے ایک معمولی مدرسہ جامعہ بن کر ملک کے عظیم مدارس میں شمار ہونے لگا۔

جیسا کہ پہلے معلوم ہوا حاجی یوسف میاں کے دور میں درسگاہ کی تعمیر مکمل ہو گئی تھی۔ اس تعمیری سلسلہ کی وجہ سے سرمایہ کی دقت پیش آ رہی تھی۔

مولانا احمد بزرگ لکھتے ہیں:-

"جس وقت مدرسہ کا نظام میرے ہاتھ میں آیا اس وقت تعمیر کے اخراجات مدرسہ کا خزانہ خالی کر چکے تھے خزانہ میں ایک پائی بھی نہیں تھی۔ ضرورت تھی کہ اس کے سرمایہ کے لئے نیز انتظام و تعلیم کی نگرانی کے لئے پورا بند و بست کیا جائے چنانچہ اس کی سعی کی گئی۔ الحمدللہ وہ سعی بار آور ہوئی اور مدرسہ حسب سابق خاطر خواہ طریقہ پہ چلنے لگا۔" (روداد شائع شدہ ۵ھ ص ۸)۔

۱۳۳۹ھ میں مولانا احمد بزرگ نے اہتمام سنبھالا۔ دو سال کے بعد ۱۳۴۱ھ میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس علاقہ کو اپنی تشریف آوری سے مشرف فرمایا۔ مدرسہ دیکھنے کے بعد اپنے قلم حقیقت رقم سے معاینہ تحریر فرمایا۔

نقل معاینہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بعد الحمد والصلوٰۃ۔

یہ احقر حسن اتفاق سے بعض احباب کے بلانے پر اس نواح میں وارد ہوا اور پرسوں ۲۴ جمادی الاخریٰ کو مقام ڈابھیل ضلع سورت مدرسہ تعلیم الدین میں

عکس تحریر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی

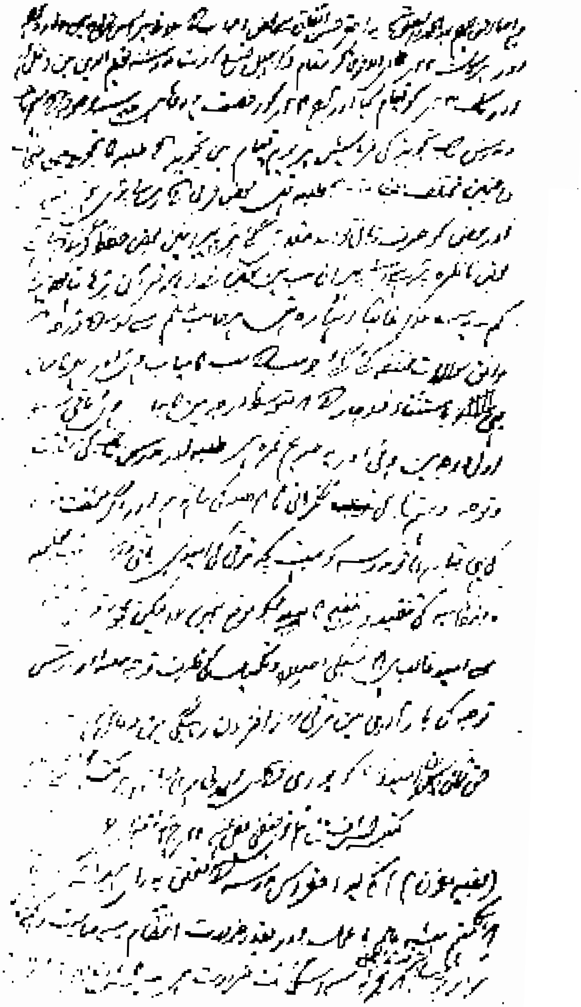

داخل ہوا اور ۲۲ر کو قیام کیا اور آج ۲۴ر کو رخصت ہو رہا ہوں۔ مدرسہ موصوفہ کے مہتمم صاحب اور مدرس تجوید کی فرمائش پر یوم قیام میں تجوید کے طلبہ کا تجوید میں امتحان لیا۔ جن میں مختلف طبقات کے طلبہ تھے بعض عربی کے رسالے پڑھے ہوئے بعض اردو کے، بعض کو صرف زبانی قواعد بتلائے گئے تھے پھر ان میں بعض حفظ کرنے والے تھے بعض ناظرہ پڑھنے والے پھر ان سب میں بعض نے زیادہ قرآن پڑھا تھا بعض نے کم، یہ سب ملا کر غالباً اٹھارہ تھے۔ ہر طالب علم سے اس کے درجہ کے موافق مختلف سوالات کئے جو سب کے سب کامیاب ہوئے اور پھر کامیابی بھی باستثناء دو چار کے متوسط درجہ میں کامیاب ہوئے باقی سب کو اول درجہ میں ہوئی اور یہ صریح ثمرہ ہے طلبہ اور مدرس صاحب کی شفقت و توجہ اور مہتمم صاحب کی نگرانی کا کہ طلبہ کے ساتھ ہے اور اگر شفقت و توجہ کی یہی رفتار رہی تو مدرسہ کو بہت کچھ ترقی کی امید ہے باقی دوسرے شعب تعلیمیہ و انتظامیہ کی تنقید و تنقیح کا مجھ کو موقعہ نہیں ملا لیکن مجموعی قرائن و آثار سے امید غالب ہے کہ سب کی اصلاح و تکمیل کی طرف توجہ اور اس توجہ کی بارآوری یعنی ترقی روز افزوں رہے گی۔ میں دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ ان امیدوں کو پوری فرمائے اور ظاہری و باطنی برکت بخشے۔ والسلام۔

کتبہٗ اشرف علی تھانوی حنفی عفی عنہ

۲۴ ج ۲ ۱۳۴۴ھ

(بقیہ مضمون) اگرچہ یہ احقر اس مدرسہ کے متعلق یہ رائے ہمیشہ کے لئے دیتا ہے کہ اس کے مہتمم ہمیشہ عالم باعمل اور بقدر ضرورت انتظام سے مناسبت رکھنے والے ہوا کریں جیسا کہ اس وقت واقعہ ہے کہ تجربہ سے اس کی سخت

ضرورت ہے۔ اشرف علی تا رتخ مذکورہ بالا

(از رجسٹر معاینہ صـ۸۳)

اکابرِ علماءِ دیوبند کی تشریف آوری اور مدرسہ کی حیرت انگیز ترقی

مدرسہ اب جامعہ اسلامیہ ہوگیا

مولانا بزرگ لکھتے ہیں۔ مشہور ہے کہ تاریخ ہمیشہ اوراقِ ماضیہ کو دہراتی ہے اور ہر مستقبل ایک مرتبہ ضرور ماضی کو دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو بلاشبہ کہا جاسکتا ہے کہ گجرات کی سرزمین نے بھی اپنی تاریخ ماضی کے اوراق کو دہرانا شروع کردیا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ گجرات کی پاک سرزمین پر اب سے چند صدی قبل علوم نبوی کے وہ آفتاب و ماہتاب گذرے ہیں جن کی ضیا پاشی سے ایک زمانہ تک دنیائے اسلام مستفید رہ چکی ہے۔ مثلاً:

۱۔ شیخ علی متقی متوفی ۹۷۵ھ (مؤلف کنز العمال) جو گجرات کے تاریخی مقام برہانپور میں جلوہ افروز شمع نبوت تھے۔

۲۔ علامہ مجدالدین محمد بن طاہر شہید پٹنی متوفی ۹۸۶ھ (صاحب مجمع بحار الانوار) جن کے وجود سے مدتوں "پیران پٹن" میں علوم نبویہ کے چشمے اُبلتے رہے۔

۳۔ گجرات کے مایہ ناز محدث اور اسرار شریعت کے زبردست امین شیخ علاء الدین علی بن احمد المہائمی قدس سرہٗ متوفی ۸۳۵ھ (مصنف تبصیر الرحمٰن وتیسیر المنان

اور انعام الملک العلام) پہلی کتاب تفسیر میں اور دوسری حقائق شریعت میں جو غالباً اسرار شریعت میں سب سے پہلی تصنیف ہے (اس لئے کہ آپ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے متقدم ہیں)۔

۴۔ علامہ وجیہ الدین بن نصر اللہ علوی متوفی ۹۹۸ھ علامہ موصوف نے ۶۰ سال تک احمد آباد میں معقول و منقول کا درس دیتے رہے۔ اور متعدد کتابوں پر حاشیے اور شرحیں لکھیں)۔

۵۔ قاضی علاء الدین گجراتی۔

۶۔ قاضی برہان الدین۔

۷۔ مولانا صبغۃ اللہ الحسینی بھروچی۔

۸۔ شیخ عبد القادر۔

۹۔ محمد بن عمر آصفی۔

۱۰۔ مولانا نور الدین احمد آبادی۔

۱۱۔ شیخ جمال الدین وغیرہم۔

یہ وہ حضرات ہیں جن کے انہماک تدریس و تصنیف سے خطۂ گجرات بارہویں صدی کے اوائل تک معمورۂ علم بنا رہا مگر نیرنگیٔ زمانہ نے اس بابرکت دور کے بعد عرصہ تک اس سرزمین کو اپنے موروثہ علم سے بیگانہ رکھا اور گجرات کی سرزمین کا چپہ چپہ ان قرون مبارکہ کو تڑپتا رہا جن میں اس نے ہند اور بیرون ہند کے طالبان علوم نبوت کو اپنی پشت پر جگہ دی اور ہر وقت ان کی زبان سے قال اللہ و قال الرسول سنتی رہتی تھی۔

(اردو روزنامہ صفحہ ۱۲-۱۳)

الحمد للہ زمانہ نے پلٹا کھایا اور قدرت باری تعالیٰ نے پھر ایک بار فیصلہ کیا

کہ سرزمین گجرات پر علوم نبوت کا ایک ایسا چشمہ جاری کرے جس کا آب زلال دلوں کی گندگیوں اور دماغوں کی آلائشوں کو ایک مدت مدید تک صاف کرتا رہے، اور جس کی سوتیں اتنی طویل اور عمیق ہوں کہ ایک عالم اس سے فیضیاب ہو سکے۔ یہ سلسلۂ علم و حکمت کسی سلطنت اور حکومت کا مرہون منت نہ ہو کہ اس کے رخصت ہونے کے ساتھ یہ بھی دم توڑ دے بلکہ اخلاص و للہیت کی طاقت سے بھرپور ایک ایسا انقلاب ہو جو زمانہ کے رخ کو بدل دے۔

سنت اللہ کچھ یوں ہی جاری ہے کہ اللہ کی زمین جب پیاسی ہوتی ہے اور کرۂ ارض کی ہر شئی تشنگی کی شدت سے پانی کے لئے بیتاب ہو جاتی ہے تو سمندر میں تلاطم اور تموج کا ایک طوفان برپا ہوتا ہے جس سے بخارات اٹھتے ہیں اوپر جاتے ہیں پھر بادل کی شکل اختیار کرتے ہیں اور ابر رحمت بن کر باران رحمت برسانے لگتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح علامہ شبیر احمد عثمانی رح کے لفظوں میں دارالعلوم (دیوبند) کے علمی سمندر میں ایک طوفان جوش پر تلاطم اٹھا اور اس کی موجیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں اس تموج اور تلاطم سے کچھ نقصانات بھی ہوئے۔ پھر یہاں سے بخارات کے جو بادل اٹھے وہ ابر رحمت بن کر گجرات کی اس دور افتادہ سرزمین پر جا کر برسے جو علم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے محروم اور بے بہرہ تھی۔ علماء دیوبند کے وہاں پہونچ جانے سے ڈابھیل میں وہ عظیم الشان مدرسہ وجود میں آیا جس کے علمی فیضان سے آج گجرات کا چپہ چپہ سیراب ہو رہا ہے۔ اور گجرات کا بدعت کدہ بحمد اللہ آج قرآن و سنت کی روشنی سے منور ہے۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند صفحہ ۲۷۴ ج ۱)

اس ہنگامہ کا جس کی طرف اوپر اشارہ ہوا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۳۴۶ھ کے

اواخر میں دارالعلوم دیوبند کے طلبہ کو ناظم مطبخ مولوی گل محمد مرحوم سے کچھ شکایت پیدا ہوئی طلبہ نے انھیں کچھ زد و کوب بھی کیا جس کے نتیجہ میں پانچ طلبہ کا اخراج عمل میں آیا۔ اس اخراج سے طلبہ کی ایک بڑی جماعت میں ہیجان پیدا ہو گیا۔ مگر سالانہ امتحان کے بعد تام تعطیل ہو جانے سے یہ ہنگامہ فرو ہو گیا ۱۳۴۳ھ میں پھر اس طرح کی کچھ شکایتیں پیدا ہوئیں اور اب کی دفعہ طلبہ کو اکابر اساتذہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ حضرت مولانا سراج احمد رشیدیؒ کی تائیدات بھی حاصل ہو گئیں اور شاہ صاحبؒ نے دارالعلوم کی مسجد میں اوائل شعبان ۱۳۴۵ھ میں دوبارہ طلبہ کی تائید میں تقریر بھی فرمائی یہ اختلاف جو تقریباً دو سال سے جاری تھا دب دب کر نمایاں ہو جاتا تھا۔ ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ میں حضرت شاہ صاحبؒ اپنے وطن کشمیر تشریف لے گئے۔ ماہ صفر ۱۳۴۶ھ کے وسط میں وہیں سے استعفاء بھیج دیا۔ ۲ ربیع الاول کو دیوبند واپس تشریف لائے، مستعفی ہو چکے تھے اس لئے درس شروع نہیں فرمایا، طلبہ نے تعلیمی اسٹرائک کر دی جو دس دن تک جاری رہی۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اور حضرت مولانا احمد سعید دہلوی کی سعی و کوشش سے اسٹرائک ختم ہو گئی اور مفاہمت ہو گئی۔

اوائل رجب ۱۳۴۶ھ میں مجلس شوریٰ ہوئی۔ اس نے مولانا مفتی عزیز الرحمٰن اور مولانا سراج احمد رشیدی سے بربنائے اختلاف استعفاء طلب کر لیا۔ ان حضرات کے استعفاء پر دوسرے اساتذہ نے بھی احتجاجاً اپنے اپنے استعفاء پیش کر دئے[1] (ماخوذ از تاریخ دارالعلوم مرتبہ سید محبوب رضوی صفحہ ۲۹۹ تا ۳۰۲ ملخصاً)۔

---

[1] ہم نے حالات کا کچھ اندازہ کرنے کے لئے تاریخ دارالعلوم سے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷ پر)

بہر حال یہ معلوم ہو گیا کہ علامہ کشمیری اور ان کے رفقاء جو بعد میں ڈابھیل تشریف لائے - رجب ۱۳۴۶ھ میں دار العلوم سے علیحدہ ہو گئے۔ اُدھر ڈابھیل میں علامہ کشمیری کے بہت خاص خادم و تلمیذ مولانا محمد بن موسیٰ میاں افریقی کی (جو ۱۳۴۴ھ میں دار العلوم سے فراغت حاصل کر چکے تھے اور دار العلوم کے حالات سے واقف تھے) شادی کی تقریب تھی۔ یہ اکابر شادی میں شرکت کیلئے ڈابھیل تشریف لائے مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ بھی دعوت میں شرکت کیلئے تشریف لائے تھے۔ شعبان ۱۳۴۶ھ کی ۱۰ ر تاریخ سے لیکر ۱۲ ر تاریخ تک ڈابھیل میں یہ حضرات تشریف فرما تھے مدرسہ کا سالانہ امتحان بھی لیا تھا۔ عربی درجات کا امتحان علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ نے ۱۰ ر شعبان کو لیا۔ فارسی کا امتحان مولانا سراج احمد رشیدیؒ نے، اردو کا مولانا بشیر احمد صاحب ناظم انجمن اتحاد المسلمین اور مولانا بدر عالم صاحب نے لیا۔ قراءت کا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانیؒ نے ۱۲ ر شعبان کو اور قرآن شریف کا مولانا سید محمد ادریس صاحب سکروڈوی اور محمود حسن صاحب گیاوی نے لیا۔ اور ان تمام حضرات نے معیار تعلیم کو سراہا۔ ان بزرگوں کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶ کا) یہ خلاصہ بغیر نقد و تبصرہ کے اخذ کر لیا ہے ورنہ دار العلوم میں کچھ اور واقعات بھی اس سے پہلے پیش آئے تھے مثلاً ۱۳۳۹ھ میں مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا نام نائب مہتمم دوم کیلئے تجویز میں آیا۔ اور ۱۳۴۱ھ میں اس تجویز کا منظور ہو جانا۔ تعجب ہے کہ مرتب تاریخ دار العلوم نے تمام واقعات سنہ کی ترتیب سے لکھے ہیں مگر اس تجویز اور اس کی منظوری کو ۱۳۴۹ھ کے واقعات کے بعد درج کیا ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ دار العلوم صفحہ ۲۷۹ ج ۱ ہم اس کا تقدم و تاخیر کی مصلحت نہیں سمجھ سکے۔ ۱۲

عکس تحریر علامہ انور شاہ کشمیریؒ و مفتی عزیز الرحمٰنؒ دیوبندی
و مولانا سراج احمد رشیدیؒ و مولانا بدر عالم میرٹھیؒ"

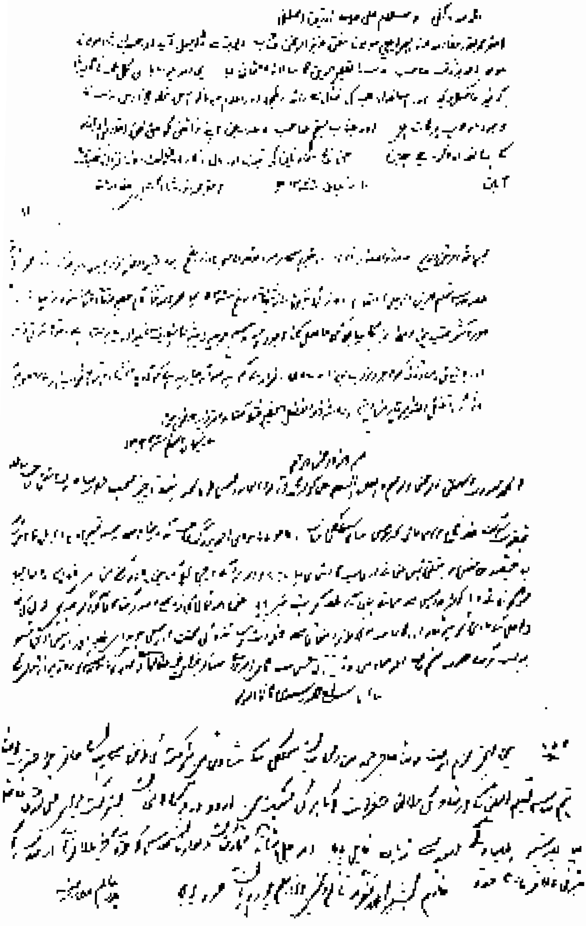

قلم سے رجسٹر معاینہ میں تحریریں موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو رجسٹر معاینہ صفحہ ۹۸ - ۹۹) ۱۴ / شعبان ۱۳۴۲ھ کو مدرسہ کا سالانہ جلسہ ہوا جس میں علامہ انور شاہ کشمیری اور مولانا بدر عالم میرٹھی نے تقریریں بھی فرمائیں۔ (روداد بزبان گجراتی ۱۳۴۲ھ و ۱۳۴۳ھ صفحہ ۱۵ و صفحہ ۹۸ در رجسٹر معاینہ)۔

ان اکابر کی دارالعلوم سے علیحدگی کے بعد بہت سے مدارس نے یہ چاہا کہ ان کی خدمات حاصل کریں لیکن یہ شرف ڈابھیل وسملک اور گجرات کے نصیب میں آیا ہے

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

جب یہ حضرات ڈابھیل شادی میں شرکت کے لئے تشریف لائے اسی وقت آئندہ یہاں آنے کیلئے ان حضرات کو آمادہ کرلیا گیا تھا۔ مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی مدظلہ اپنے مکتوب میں جو اسی قسم کے تاریخی استفسارات کے جواب میں میرے نام ارسال فرمایا ہے تحریر فرماتے ہیں " شعبان میں ہم لوگ شادی میں شرکت کیلئے ڈابھیل گئے تھے ہمارے قافلہ میں سبھی بزرگ اور ساتھی تھے۔ حضرت والد صاحب حضرت شاہ صاحب مولانا شبیر احمد صاحب مولانا حفظ الرحمٰن صاحب مولانا بشیر احمد صاحب وغیرہ ہم سب راندیر بھی گئے تھے۔ اس وقت کل باتیں طے ہو گئی تھیں۔

یہ شعبان کا قصہ ہے۔ رمضان ۱۳۴۲ھ کے اخیر عشرہ میں ۲۷ / کی شب کو مدرسہ کے مہتمم مولانا احمد بزرگ صاحب نے ایک خواب دیکھا (روداد اردو سنہ ۱۳۴۶ھ صفحہ ۱۱) وہ خواب " نفحۃ العنبر فی حیاۃ امام العصر الشیخ انور " میں جو مولانا احمد بزرگ کی حیات میں شائع ہو چکی تھی یوں مذکور ہے۔

"آپ دیکھتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دہلی میں وصال ہو گیا ہے ہر طرف انتقال کی خبر پھیل چکی ہے لوگوں پر حیرانی و پریشانی طاری ہے آپ کے جسد اطہر کو جنازہ پر رکھا گیا ہے پھر اچانک دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں ایک چارپائی پر ڈابھیل وسملک کے درمیان ایک جگہ پر لیٹے ہوئے ہیں (اس جگہ سے مراد سملک کا وہ سرا ہے جہاں بس رکتی ہے) لیکن بیمار ہیں مولانا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی گود میں اٹھا کر جسم اطہر سے اپنے جسم کو ملا کر برکت حاصل کریں لیکن جب اٹھانا چاہتے ہیں جسم مبارک بھاری اور وزنی ہو جاتا ہے اور اٹھانے سے عاجز ہو جاتے ہیں بڑی مشکل اور مشقت سے تھوڑا اٹھا سکے ہیں (نفحۃ العنبر ص۱۱)۔

پہلے سے یہ بات چل ہی رہی تھی بلکہ بقول مفتی عتیق الرحمن صاحب کل باتیں طے ہو گئی تھیں اس خواب کے بعد اس کا داعیہ شدید ہو گیا اور اس بات کیلئے کمر ہمت باندھ لی گئی کہ ان حضرات کو لانا ہے لیکن جیسا کہ ظاہر ہے یہ کام آسان نہیں تھا۔ ان اکابر کے رہنے سہنے کا انتظام ان کے ساتھ زائر و افراد کا ایک ہجوم امنڈ آوے گا ان کیلئے خورد و نوش کا بند و بست، اساتذہ کی تنخواہ اور کتابوں کیلئے رقم کی فراہمی یہ تمام مسائل نظر کے سامنے تھے۔ مدرسہ ابھی اپنی ابتدائی منزل میں تھا چھوٹی سی مسجد ایک ہال جو متوسط طلبہ کیلئے بھی کافی نہیں ہو سکتا تھا۔ مطبخ کا معمولی نظم یہی مدرسہ کی کل کائنات تھی دوسری طرف جیسا کہ مولانا احمد بزرگؒ لکھتے ہیں "واقعات و حالات کی رفتار سے بجا طور پر یہ اندیشہ ہونے لگا تھا کہ کچھ دنوں اگر یہی صورت اور قائم رہی تو مبادا دنیائے

لہ اس موقعہ پر نقش دوام میں تاریخ و ترجمانی میں سقم ہے۔ تنبیہ ۱۲ مرتب

]اسلام کہیں اسلام کی ان مایۂ ناز ہستیوں کے فیض سے محروم نہ ہوجائے۔

(روداد اردو ۱۳۴۶ھ صفحہ ۱۳)

اس مشکل کا حل یوں نکلا کہ خدا کے دو مخلص بندوں جناب حاجی موسیٰ میاں اور حاجی یوسف گارڈی کے دل میں ان حضرات کو دعوت کی تحریک پیدا ہوئی اور ان دونوں حضرات نے ایک ایک ہزار روپئے ماہانہ مدرسہ کو دینے کا وعدہ فرمایا چنانچہ مولانا احمد بزرگ ایک وفد کے ساتھ دیوبند گئے اور ان حضرات اساتذہ کی خدمت میں ڈابھیل سملک آنے کی دعوت پیش کی خدا کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ ان اکابر نے استدعاء کو قبول فرمالیا اور ۵ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ (۱۹۲۸ء) کو مندرجہ ذیل حضرات رونق افروز جامعہ ہوئے۔

۱۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ۔
۲۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ۔
۳۔ حضرت مولانا سید سراج احمد رشیدیؒ (بلند شہری)۔
۴۔ جناب مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانیؒ۔
۵۔ جناب مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ۔
۶۔ جناب مولانا سید محمد ادریس صاحب سکروڈویؒ۔
۷۔ جناب مولانا ابوالقاسم حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ۔
۸۔ جناب مولانا محمد یحییٰ صاحب تھانوی۔
۹۔ جناب مولانا سعید احمد صاحب آگروی (اکبرآبادی)۔

حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن اپنے ضعف اور پیرانہ سالی کی وجہ سے اس وقت ہمراہ تشریف نہ لاسکے۔ چند ماہ کے بعد تشریف لائے جس کا

ذکر آئندہ آتا ہے۔ (روداد دارالعلوم ۴۲ھ صفحہ ۱۴)۔

یہ تمام حضرات دیوبند سے ڈابھیل کے اسی سفر میں راستہ میں مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی شادی میں شرکت کیلئے آگرہ بھی اترے تھے۔

(مکتوب مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی)

ان بزرگوں کی تشریف آوری کے وقت مدرسہ کی حالت

ان حضرات کی تشریف آوری کے وقت جیسا کہ معلوم ہو چکا مدرسہ کی تعمیرات بہت قلیل تھیں۔ تعلیم بھی صرف مشکوٰۃ، جلالین تک تھی۔ اس درجہ میں صرف ڈابھیل کے ایک طالب علم اسماعیل یوسف گارڈی فقط مشکوٰۃ جلالین پڑھتے تھے کسی اور کتاب کا ذکر نہیں۔ مدرس اول مولانا عبدالجبار صاحب پشاوری تھے۔ تمام طلبہ کی تعداد ۲۴۳ تھی۔ اس وقت مدرسہ میں گجراتی اور ناظرہ کی پڑھائی بھی ہوتی تھی اس تعداد میں بیشتر وہی ہیں۔ عربی درجات میں اول سے لے کر مشکوٰۃ تک صرف ۱۲ طلبہ تھے۔ درجۂ فارسی میں اس سے کچھ زیادہ۔ مدرسین وملازمین کی کل تعداد ۲۳ تھی۔

(روداد بزبان گجراتی ۴۲ھ متفرقاً)۔

جامعہ کا دورِ اوّل

(از سنہ ۴۷ھ تا سنہ ۶۰ھ)

۱۳ سال

ان حضرات اکابر کے آتے ہی مدرسہ تعلیم الدین ترقی کر کے جامعہ اسلامیہ بن گیا۔ اطراف عالم سے تشنگانِ علوم آ جمع ہوئے۔ اس دورافتادہ اور غیر معروف بستی میں یکایک علومِ نبوت کے پروانے ٹوٹ پڑے۔ پشاور، کابل، ترکی، ڈھاکہ، بہار، بخارا، رنگون، ایران، مدراس، کشمیر، سمرقند، سندھ، منگلور، ہزارہ، چاٹگام، کرلائی، اعظم گڑھ، فیض آباد، سنبھل، بلیا، بستی، دیوبند، کانپور، نجیب آباد، سیالکوٹ، بخیارپور، اٹک وغیرہ کے طلبہ اس کثرت سے پہنچ گئے کہ سنہ ۴۸ھ کے ابتدائی دنوں میں طلبہ کی تعداد چار سو سے زیادہ ہو گئی جس میں صرف دورۂ حدیث کے طلبہ کی تعداد اُنسٹھ تھی، مدرسین و ملازمین تیئیس سے بڑھ کر تینتالیس ہو گئے۔ (روداد سنہ ۴۸ھ)۔

اساتذہ کے قیام کے لئے جامعہ میں کوئی جگہ نہیں تھی حاجی یوسف اسماعیل میاں رئیس سملک نے اپنی وسیع اور عالی شان کوٹھی (جس میں اس وقت مجلس خدام الدین سملک کا آفس ہے) خالی کر دی۔ حاجی یوسف گارڈی اور حاجی موسیٰ اسماعیل میاں سملکی نے حسب وعدہ ایک ایک ہزار روپئے ماہانہ

عنایت فرمائے اور برابر بارہ ۱۲ سال تک دیتے رہے، نیز حاجی یوسف نگاروی صاحب نے دس ہزار کی مالیت کی کتابیں جن کی تعداد ایک ہزار نو سو چودہ ۱۹۱۴ تھی بطور عاریت عنایت فرمائیں۔ جامعہ کے کتب خانہ میں پہلے سے تین ہزار ایک سو چھبیس ۳۱۲۶ کتابیں موجود تھیں اس وقت انہی سے کام چلتا رہا۔

(روداد شائع شدہ ۱۳۴۵ھ ص ۱۵-۴۲)۔

حضرت مفتی صاحب کا ورود مسعود

شیخ الجامعہ حضرت علامہ کشمیری محرم ۱۳۴۷ھ کی آخری تاریخوں میں یکایک علیل ہو کر تبدیلی آب و ہوا اور علاج و معالجہ کیلئے دیوبند تشریف لے گئے حدیث کی تعلیم میں بہت نقصان ہونے لگا۔ اس لئے حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی رح سے جو اپنی پیرانہ سالی اور ضعف کی وجہ سے اب تک تشریف نہ لاسکے تھے درخواست کی گئی کہ ذرا جلد تشریف لا کر بخاری شریف ختم کرا دیں جامعہ اور طلبہ کی خوش نصیبی کہ حضرت مفتی صاحب نے ہماری درخواست کو قبول فرما کر ۲ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ کو تشریف آوری کا شرف بخشا اور بخاری شریف کی تدریس میں مشغول ہو گئے (ایضاً ص ۱۴)۔

علامہ کشمیری کے دیوبند چلے جانے کے بعد طلبہ اور اہل مدرسہ سب بے حد پریشان تھے اسی وقت مولانا شبیر احمد عثمانی نے مسلم اور ترمذی کا درس غیر معمولی انہماک اور پابندی کے ساتھ دیا اور دونوں درسی کتابوں کو اختتام تک پہونچا دیا۔ ایسی پابندی غالباً اس سے پہلے کبھی نہیں فرمائی تھی۔ (ایضاً ص ۱۳)۔

حضرت مفتی صاحب کا درس

حضرت مفتی صاحب کے ضعف کا یہ حال تھا کہ ہاتھ پاؤں کانپتے تھے۔ لاٹھی کے سہارے بھی تھوڑی دور چلنا مشکل تھا بلکہ اٹھ کر بیٹھنا اور بیٹھ کر اٹھنا بھی آسان

تھا۔ ایسی حالت میں آپ نے مدرسہ کی سرپرستی فرمائی اور درس بخاری شریف کیلئے سملک سے مدرسہ تقریباً ایک میل چلنے کی صعوبت برداشت کرتے اور ہر روز تقریباً تین گھنٹے طلبہ کو پابندی کے ساتھ درس دیتے۔

(ایضاً ص۱۲)

دیوبند واپسی اور وفات

جامعہ کی تعلیم نہایت پرسکون طریقہ پر جاری تھی اور ابھی آپ کو تشریف لائے ہوئے دو ماہ بھی نہیں گزرے تھے کہ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۷ھ کے اوائل میں ایک اہم اور ضروری کام کی وجہ سے آپ کو دیوبند تشریف لے جانا پڑا۔ موسم نہایت سرد۔ ضعف کا یہ عالم اس پر یہ طویل سفر۔ دیوبند پہنچتے ہی فالج کا عارضہ لاحق ہوا اور چند دن علیل رہ کر بارہ ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۷ھ یوم جمعہ کو رہ گزار عالم جاودانی ہوئے۔ اور عالم اسلام آپ کے ظاہری اور باطنی فیوض سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (ایضاً ص۱)

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سملک بہت ہی خوش نصیب ہے کہ ایسے ولی کامل اور مفتی اعظم کی آخری عمر کا مبارک حصہ اسے نصیب ہو گیا۔ حضرت مفتی صاحبؒ کو جامعہ سے جو غیر معمولی تعلق تھا اس کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جامعہ کی موجودہ تشکیل اور اس کے قیام کی یہ جدید نوعیت آپ کی خصوصی توجہ کی رہین ہے اس درسگاہ سے حضرت مرحوم کی وابستگی کی یہ انتہا تھی کہ مرض وفات میں بھی آپ کی زبان پر ڈابھیل ہی کا ذکر تھا۔ عالم کرب میں جب آپ کو ہوش آتا واپسی ڈابھیل پر اصرار فرماتے۔ حضرت اقدس کو جامعہ کی ترقی اور استحکام سے جس درجہ شغف تھا فی الحقیقت اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ خدا کرے آپ کے فیوض روحانیہ دائماً جامعہ کی سرپرستی اور

رہنمائی کرتے رہیں۔ (ایضاً ص۱۸)۔

حضرت مفتی صاحب کے بعد منصب افتاء

حضرت مفتی صاحب کی وفات کے بعد

شعبۂ افتاء کے اہم فرائض آپ کے خلف الصدق مولانا حافظ قاری مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی مدظلہ سے کلیۃً متعلق رہا۔ آپ نے اپنے والد مرحوم کی نگرانی میں فتویٰ نویسی میں مہارت حاصل کرلی تھی۔ حضرت مرحوم کو آپ کے فتاویٰ پر پورا اعتماد و اطمینان تھا (ایضاً ص۲۰) مفتی عتیق الرحمٰن صاحب ۵ ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ تک جامعہ سے متعلق رہے تدریس کے ساتھ فتاوی کا کام بھی انجام دیتے رہے (روداد اجرائی ۱۳۹۱ھ ص۲۳)۔

تعمیرات

یہ جامعہ کا پہلا سال ہے۔ طلبہ کی رہائش کیلئے حوض کے اوپر بنے ہوئے ایک ہال کے سوا کوئی اور عمارت نہیں اس لئے ضرورت تھی کہ فوراً کچھ کمرے تیار کئے جائیں۔ بعض مخیر حضرات کی نیک توجہ سے سولہ کمرے تیار ہوگئے (ایضاً ص۱۵) یہ کمرے مشرقی جانب تیار ہوئے تھے جہاں اب دارالقرآن ہے۔

جلسۂ دستاربندی

۱۰ شعبان ۱۳۸۹ھ کو دستور کے مطابق سالانہ جلسہ جامعہ کے وسیع میدان میں منعقد ہوا۔

اب تک سالانہ امتحان کے بعد جلسے صرف انعام اور تقریر کے لئے منعقد ہوا کرتے تھے یہ جامعہ کا پہلا جلسہ تھا جو دستاربندی کیلئے منعقد ہوا۔ اس میں امسال فارغ ہونے والے طلبہ کو دستار فضیلت دی گئی۔ اس جلسہ میں بمبئی سے لے کر احمد آباد تک کے تقریباً چار ہزار افراد نے شرکت کی جن میں علماء و فضلاء بھی تھے۔ صبح کے اجلاس میں مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگ اور مولانا علی محمد

کلیریاں کے قدیم دارالاقامہ کے دو سلسلے ۔ ایک جانب شمال
اور دوسرا جانب مغرب ـــــ سال تعمیر ۱۳۲۳ھ

قدیم دارالاقامہ کے تین سلسلے
اسی میں عربی درسگاہ بھی آگئی ہے ۔ سالِ تعمیر ۱۳۴۳ھ

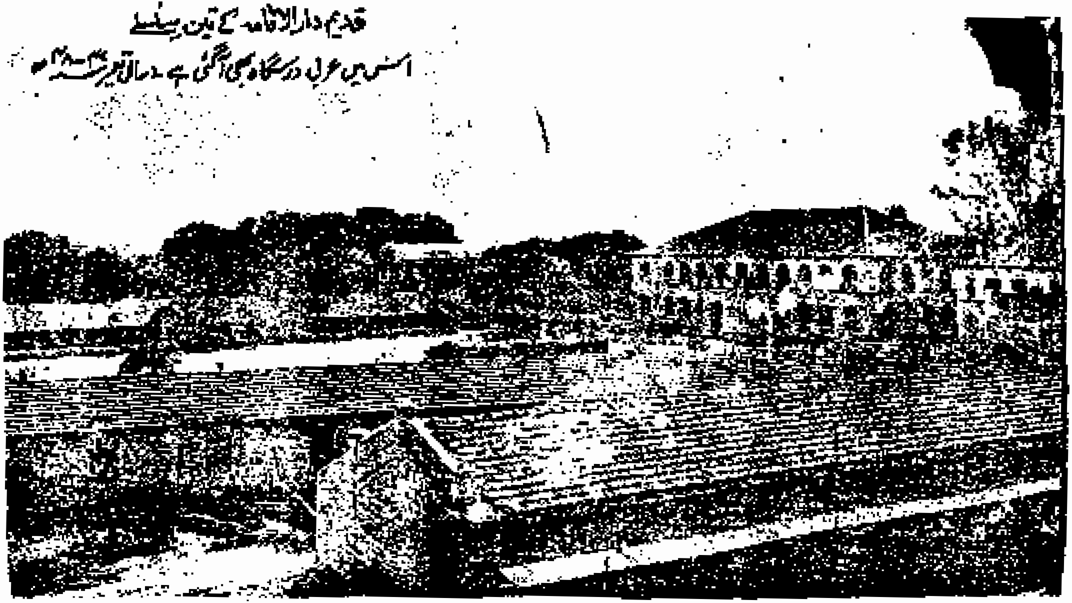

زرہجوی کے علاوہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے علم دین کی ضرورت اور مدارس کی اہمیت پر تقریریں فرمائیں۔ شام کے اجلاس میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے تقریر فرمائی اس کے بعد علامہ کشمیری اور علامہ عثمانی کے ہاتھوں طلبہ کی دستار بندی ہوئی۔ سندیں اور انعامات تقسیم ہوئے، تمام کامیاب ہونے والے طلبہ کو حسب درجات کتابیں، نقد روپئے اور برتن حاصل ہوئے۔

الحمد للہ اس جلسہ سے تمام گجرات میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوئی اور ہر طرف سے جامعہ کے خیر خواہوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ علم دین اور مدارس کی اہمیت لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہوئی (ایضاً ص۲۲)

حضرت مفتی صاحب کے انتقال کے بعد علامہ کشمیری دیوبند سے کب تشریف لائے اس کا ذکر نہیں ملتا۔

ظاہر یہ ہے کہ جمادی الاخری تک (جب کہ مفتی صاحب دیوبند تشریف لے گئے تھے) بخاری شریف ختم نہیں ہوئی ہوگی علامہ کشمیری مفتی صاحب کے انتقال کے بعد تشریف لائے ہوں گے اور بخاری شریف رجب یا شعبان کے کسی حصہ میں ختم کرائی ہوگی۔ شعبان کے جلسۂ دستار بندی میں شرکت سے یہی سمجھ میں آتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۳۴۸ھ جامعہ کا تعلیمی ایک سال پورا ہوا۔ اس سال بھی تمام اکابرین تشریف فرما ہوئے اور سال گذشتہ کے طرز پر تعلیم جاری رہی۔

تعمیرات اس سال مزید دار الاقامہ کی تعمیر کیلئے جناب حاجی یوسف صاحب گاردی۔ اور جناب حاجی موسیٰ میاں صاحب نے چار چار ہزار روپئے نقد عنایت فرمائے۔ ماہ شعبان ۱۳۴۸ھ میں مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگ

نے سرمایہ کی فراہمی کیلئے رنگون کا سفر اختیار کیا وہاں کے اہل خیر حضرات نے جامعہ کے ساتھ پوری ہمدردی اور خلوص کا ثبوت دیا اس سلسلہ میں وہاں مقیم علماء گجرات اور سربرآوردہ حضرات نے غیر معمولی جد وجہد سے چندہ کی فراہمی کا کام انجام دیا۔ خصوصاً مولانا احمد اشرف راندیری، مفتی اسماعیل بسم اللہ ڈابھیلی، مولانا مرغوب احمد لاجپوری وغیرہم کی مساعی سے تقریباً اٹھارہ ہزار کی رقم فراہم ہوگئی۔ اسی طرح جنوبی افریقہ سے بھی مختلف رقمیں موصول ہوئیں ان تمام رقوم سے دارالاقامہ کے مزید ۲۴ چوبیس کمرے تیار ہوئے اب کل پچاس کمرے ہوگئے جن سے طلبہ کے قیام کی مشکل حل ہوگئی (ایضاً ص۳۳) ان تمام کمروں کی تعمیر میں چالیس ہزار روپئے خرچ ہوئے (ایضاً ص۳۳)۔

دارالاساتذہ

اساتذہ کرام کا اب تک سملک میں جناب حاجی یوسف میاں رئیس سملک کی کوٹھی میں قیام تھا اس سال بحمد اللہ ان کے قیام کا بھی مدرسہ میں انتظام ہوگیا۔ جناب سیٹھ اسماعیل حاجی ابراہیم مفتی صاحب اور جناب محمود حاجی ابراہیم مفتی صاحب ہر دو برادران نے اپنے والد مرحوم حاجی ابراہیم مفتی کے ایصال ثواب کیلئے جامعہ کے وسیع احاطہ کے جنوب مغربی گوشہ میں لب سڑک نو ہزار کی لاگت سے ایک عالیشان دارالاساتذہ تعمیر کرایا۔ تعمیر کے بعد اساتذہ کا قیام اسی میں رہا علامہ کشمیری مولانا شبیر احمد عثمانی اور دیگر اساتذہ اکثر یہیں رہتے تھے۔

اسی سال مسجد جامعہ کی خوشنما سائنگ کیلئے جناب سیٹھ حاجی یوسف اسماعیل چوتھیا ساکن نوساری نے آٹھ سو روپئے عنایت کئے۔ صفوں کے لئے جناب اعظم محمد بھاجی نے اپنی بہنوں کے ایصال ثواب کے واسطے ساڑھے تین سو روپئے دئے۔ (ایضاً ص۴۳)۔

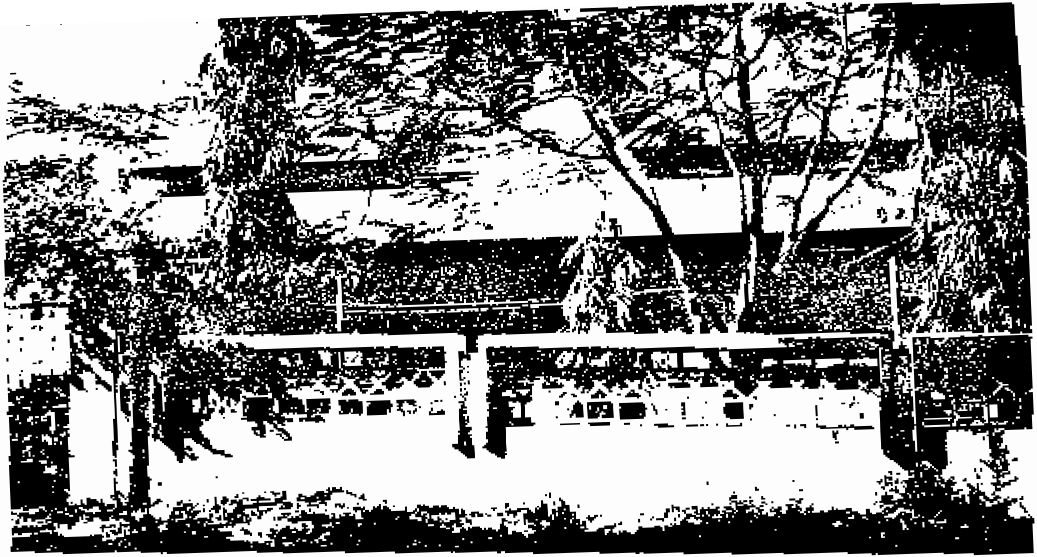

دارالاساتذہ (بنگلہ) رہائش گاہ حضرت مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بدر عالمؒ، مولانا عبدالرحمن امروہیؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانیؒ، مولانا حفظ الرحمن صاحب وغیرہم

قدیم مطبخ میں بھی اس سال توسیع کی گئی۔ اسی کے متصل تین کمرے مزید بنائے گئے اور غلہ کی ذخیرہ اندوزی کے لئے ایک وسیع گودام بھی بنایا گیا۔ جس میں سال بھر کیلئے غلہ جمع کرلیا جاتا تھا۔

(ایضاً صـ۲۸ و روداد گجراتی ۳۴۲ھ صـ۱۱)

سالانہ جلسہ

اس سال بھی ۱۰ رشعبان کو حسب دستور سالانہ جلسہ منعقد ہوا جس میں علامہ کشمیری اور علامہ عثمانی نے تقریریں فرمائیں اور فارغ التحصیل تینتالیس (۴۳) طلبہ کو دستار فضیلت اور اسناد تقسیم ہوئیں۔ جن میں گجرات، بنگال، یوپی، کاٹھیاوار، دکن، سندھ، کابل قندھار، بخارا، برما، مورشس، چین کے طلبہ شامل تھے دیگر تمام طلبہ کو بھی انعامات تقسیم کئے گئے۔ ایک نابینا طالب علم مولوی عبدالمجید لائل پوری کو جنہوں نے اپنی معذوری کے باوجود نمایاں کامیابی حاصل کی تھی علامہ کشمیری نے اپنی طرف سے پانچ روپئے بطور انعام خصوصی عنایت فرمائے۔

(ایضاً صـ۲۹)

صرف دو سال کی قلیل مدت میں بحمداللہ تعالیٰ تعمیری ضروریات حیرت انگیز طریقے سے پوری ہوگئیں طلبہ اور اساتذہ کیلئے جامعہ کے احاطہ میں قیام کا پورا انتظام ہوگیا۔ طمانینت وسکون کی ایک فضا قائم تھی۔ قال اللہ وقال الرسول کی ہماہمی تھی علمی تحقیقات اور قرآن وحدیث کے حقائق ومعارف درسگاہوں میں بکھیرے جارہے تھے۔ طلبہ تھے جو اپنے دامن کو ان بیش بہا علوم سے بھرے جارہے تھے۔ صبح ہوتے ہی آہ سحرگاہی اور اللہ اللہ کی صدا سے جامعہ کی فضا معمور ہوجاتی تھی کتنا حسین تھا وہ منظر اور کتنی سعید تھیں وہ گھڑیاں؟

مولانا سعید احمد اکبر آبادی مدظلہ جو اس وقت ایک استاذ کی حیثیت سے یہاں مقیم تھے کتنے والہانہ انداز میں اس زریں ماضی کا ذکر کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:-

" دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے یعنی فنون کی بھی تکمیل کر لینے کے فوراً بعد کم و بیش جو تین برس میں نے شیخ العرب والعجم حضرت الاستاذ مولانا محمد انور شاہ کشمیری اور ان کی جماعت کے ساتھ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت میں گزارے ہیں ان کو میں تعلیم و تربیت کے لحاظ سے اپنی زندگی کے بہترین سال شمار کرتا ہوں۔ کیونکہ اگرچہ دیوبند کے شش سالہ قیام میں بھی درس و تدریس کے علاوہ اکابر اساتذہ کی معیت و صحبت کے فیض و شرف سے باریاب رہا لیکن ڈابھیل کی بات ہی اور تھی یہاں ایک عالی شان کوٹھی تھی جس کے مختلف کمروں میں حضرت شاہ صاحبؒ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا سراج احمد رشیدیؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ، اور یہ خاکسار ہم سب ایک جگہ رہتے تھے۔ چوبیس گھنٹے ساتھ کھانا پینا نشست و برخاست سب یکجا۔ اس لئے ان بزرگوں کو خلوت و جلوت میں بھی ہر رنگ اور ہر شکل میں دیکھا اور ان سے مستفید ہوا۔ اللہ اکبر! علم و عمل، صلاح و تقوی اور امانت و دیانت کے کیسے پیکر تھے یہ لوگ۔ بعض اوقات یہ خیال ہوتا تھا کہ صدیاں حائل ہوگئیں ہیں ورنہ یہی حضرات اگر عہد نبوت میں ہوتے تو ان میں کوئی عبداللہ بن عمر ہوتا تو کوئی عبداللہ بن عباس اور کوئی عبداللہ بن مسعود۔

(نظرات برہان جولائی سنہ ۱۹۸۰ء)

۱۳۴۹ھ اس سال بھی تعلیم حسب سابق جاری رہی۔ خاص بات یہ پیش آئی کہ اراکین جمعیۃ العلماء برما، رنگون کی خواہش و دعوت پر علامہ کشمیریؒ، علامہ عثمانیؒ، مولانا احمد بزرگؒ مہتمم جامعہ، مولانا محمد ادریس سکھروڈوی، مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی اور مولوی محمد اسماعیل گاردی صاحبان نے رنگون کا سفر اختیار فرمایا۔ ۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۳۴۹ھ کو روانہ ہوکر ۲۱ر جمادی الاولیٰ کو رنگون وارد ہوئے وہاں بڑے بڑے جلسوں میں علامہ کشمیری اور مولانا عثمانی کی تقریریں ہوئیں اہل رنگون ان اکابر کے مواعظ سے بہرہ اندوز ہوئے اکیس یوم کے قیام کے بعد ۵ر جمادی الاخریٰ کو روانہ ہوکر ۱۰ر کو ڈابھیل سملک بخیر و عافیت واپس ہوئے اس تبلیغی سفر میں اہل بمبئی اہل کلکتہ اور خصوصاً اہل رنگون بڑے گہرے اخلاص وعقیدت سے پیش آئے۔

رنگون میں اراکین جمعیۃ العلماء صوبہ برما اور مدرسہ محمودیہ راندیریہ رنگون کے ناظم مولانا ظفر احمد عثمانی تھانویؒ کی طرف سے ان اکابر کو سپاس نامے بھی پیش کئے گئے۔ ان طویل سپاسناموں کو نقل کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔ ہم ان میں سے چند جملے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ان سپاسناموں میں علامہ کشمیری، علامہ عثمانی اور مولانا احمد بزرگ کو خطاب کیا گیا ہے۔ جمعیۃ العلماء کے سپاسنامہ میں ہے۔

”حضرات والا! آپ تینوں بزرگوں میں سے شیخ العلماء والفضلاء حضرت مولانا انور شاہ صاحب کا مرتبہ علم وفضل میں محتاج بیان نہیں خاص رنگون ہی میں آپ کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں کی ایک جماعت آپ کے فضل وکمال پر شاہد عدل ہے۔ آپ شیخ العالم حضرت مولانا محمود حسن

محدث رحمہ اللہ کے بعد مدرسہ عالیہ دارالعلوم دیوبند کے مدرس اعلیٰ قرار پائے جہاں سے آپ کے ہاتھوں صدہا طلباء فارغ التحصیل ہو کر ہدایت خلق اللہ اور سلسلۂ درس و تدریس میں مشغول ہیں پھر خدائے پاک کو منظور ہوا کہ ملک گجرات کو خاص طور پر آپ کی ذات ستودہ صفات سے فیض یاب ہونے کا موقع ملے اس لئے بمقتضائے "رحمت حق بہانہ می جوید" ایسے اسباب پردۂ غیب سے ظہور میں آئے کہ آپ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل کو مشرف فرمایا اور بیک چشم زدن ایک چھوٹی سی درسگاہ کو دارالعلوم کے درجہ تک پہونچا دیا اور اس طرح ہندوستان میں بجائے ایک کے دو دارالعلوم تشنگان علوم کے لئے جلوہ افروز ہوئے ...... رئیس المتکلمین حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کے اوصاف حمیدہ اظہر من الشمس ابین من الامس ہیں۔ خدمت علوم دینیہ کے ساتھ تحریر میں آپ کے زور قلم اور تقریر میں آپ کی فصیح الکلامی اور شیریں بیانی نے آپ کی شہرت میں چار چاند لگا دئے ہیں۔ آپ کی تصانیف عوام و خواص دونوں میں مفید ثابت ہوئیں ...... حضرت مولانا احمد بزرگ ایک مدت تک ہمارے اسی شہر رنگون میں قیام فرما کر بحیثیت مفتی اعظم مسلمانان برما کو اپنے فیوض و برکات سے بہرہ یاب فرما چکے ہیں "عیاں را چہ بیاں" اب ڈابھیل میں دارالعلوم کی روح رواں آپ ہی کی ذات گرامی ہے۔ اور آپ ہی کے زیر اہتمام یہ دارالعلوم نمایاں خدمات انجام دے رہا ہے (ایضاً ص۵۳-۵۴ مختصراً)۔

مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں "حضرات کرام! اس موقع پر یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ میں آپ کے مبارک قدموں میں قدم جبریل کی سی حیات بخشی کا

مشاہدہ کر رہا ہوں کیوں کہ آپ ایک عرصۂ دراز تک دارالعلوم دیوبند میں مقیم رہ کر جب خطۂ سورت میں رونق افروز ہوئے تو وہاں کا چھوٹا سا مدرسہ دفعتہً دارالعلوم کے مرتبہ کو پہنچ گیا ..... مقدس حضرات! میں اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہوں کہ مجھے ہندوستان کی مجالس علمیہ کا لطف سمندر پار بھی نصیب ہو گیا

(ایضاً صفحہ ۵۹ – ۷۵)

اس موقع پر اہلِ فن حضرات کی طبیعتیں بھی کھلیں چنانچہ فارسی اور عربی میں ہدیہ اشعار اور قصائد بھی پیش کئے گئے جن کو ہم انشاء اللہ اخیر میں ذکر کریں گے۔

پانی کے نلوں کا انتظام!

حضرت شاہ صاحب نے سالِ گذشتہ کے جلسۂ دستار بندی میں اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ جامعہ میں طلبہ اور مدرسین کی راحت کے لئے پانی کا انتظام ہو جائے تو بہتر ہے۔ اس کے چند ہی ماہ کے بعد جناب سیٹھ حاجی یوسف گارڈی صاحب نے اس کام کی تکمیل کا ارادہ کر لیا تھا۔ مولوی محمد موسیٰ میاں نے بھی اس کام کے لئے افریقہ میں چند اور مخیر حضرات کو تیار کر لیا تھا لیکن یہ سعادت بانیٔ سیٹھ اسحاق اسماعیل داؤد جی مرحوم کی اہلیہ اور ورثہ کی قسمت میں مقدر تھی۔ مرحوم کے ورثہ نے بہت جلد انجن اور پمپ وغیرہ بھیج دئے اور مسجد دارالطلبہ، دارالاساتذہ اور مطبخ وغیرہ کے لئے مختلف مقامات پر نل لگا دیے گئے اور پانی کی تکلیف کلیۃً رفع ہو گئی۔

بجلی کی روشنی کا انتظام!

اس کے ساتھ ہی سیٹھ صاحب مرحوم کے ورثہ نے جامعہ کیلئے بجلی کی روشنی کا بھی انتظام فرما دیا اور بحمد اللہ تعالیٰ جامعہ کی مسجد، درسگاہیں، طلبہ کے کمرے، مطبخ اور گذرگاہیں

اور احاطۂ جامعہ تقریباً دو سو قمقموں کی روشنی سے بقعۂ نور بن گیا ۔

بجلی گھر

انجن، جنریٹر اور پمپ وغیرہ کیلئے ایک مستقل مکان کی ضرورت تھی وہ بحمدہ تعالیٰ تیار ہو گیا اسی طرح جامعہ کی احاطہ بندی کی گئی ہوئی پانی کی پرانی ٹنکی کو جو جامعہ کے باغ میں پہلے سے موجود تھی مزید چار فٹ اونچا کیا گیا۔ اب حضرات اساتذہ اور عزیز طلبہ کو پانی اور روشنی کی پوری سہولت حاصل ہو گئی۔ (ایضاً ص۵۹-۶۰)۔

سالانہ جلسہ

۱۰ر شعبان سنہ ۱۳۴۹ھ کو حسب دستور سالانہ جلسہ منعقد ہوا جس میں اطراف واکناف کے ہزارہا عقیدت مندوں نے والہانہ شوق و ذوق کے ساتھ شرکت کی۔ مہتمم صاحب نے رپورٹ پیش کی اس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے حقائق علمیہ سے لبریز نہایت مؤثر وعظ فرمایا۔ پھر علامہ عثمانی نے اپنی سحر بیانی سے لوگوں کے قلوب کو گرمایا اس جلسہ میں کچھ معزز اور سربرآوردہ برادرانِ وطن نے بھی شرکت کی۔ ودیا پیٹھ احمد آباد کے پرنسپل مسٹر کاکا کیلکر نے ایک تقریر بھی کی جس میں اسلامی خوبیوں کا تذکرہ کیا۔ اس کے بعد دستار بندی ہوئی۔ سندیں اور انعامات تقسیم کئے گئے۔ باون ۵۲ طلبہ کو دستار باندھی گئی۔ (ایضاً ص۶۱)۔

۱۳۵ھ

شکر نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تو
عذر تقصیرات ما چنداں کہ تقصیرات ما

سالہائے گذشتہ کے تذکرہ میں جامعہ کے مختلف تعمیری ضرورتوں کی تکمیل کا بیان ہو چکا ہے تاہم اس سلسلہ کی بعض نہایت ہی اہم ضروریات کی تکمیل کا کوئی انتظام نہ ہو سکا تھا۔ سب سے بڑی ضرورت درسگاہوں کی تعمیر تھی۔ جامعہ کی قدیم عمارت اگرچہ گیارہ درسگاہوں پر مشتمل ہے لیکن مدرسہ کی بڑھتی ہوئی ضرورت کے لئے یہ عظیم الشان عمارت بھی

بالکل ناکافی ثابت ہوئی قدیم درسگاہ زیادہ سے زیادہ درجات عربیہ کیلئے اس وقت کافی ہوسکتی تھی جب کہ وہاں سے گجراتی، اردو اور تجوید کے درجات بالکل جدا کردیئے جاتے جن کیلئے ظاہر ہے مستقل درسگاہوں کا انتظام ضروری تھا۔ دوسری شدید ضرورت کتب خانہ کی تھی سابق کتب خانہ (جو عربی درسگاہ کے شمال مغربی گوشہ والے کمرے میں تھا) کتابوں کے علی الترتیب رکھنے کیلئے بھی ناکافی تھا۔ اساتذہ اور طلبہ کے مطالعہ کیلئے اس میں کہاں سے گنجائش ہوتی، اسی طرح دفتر اہتمام اور اس کی ضروریات کیلئے بھی ایک مستقل اور علیحدہ مکان کی ضرورت تھی پھر جامعہ کی عمارات میں ایک بڑی کمی مستقل مہمان خانہ کی بھی تھی جس کے نہ ہونے سے مہمانوں کو بسا اوقات تکلیف اٹھانی پڑتی تھی۔ ان تمام ضرورتوں کے پیش نظر ایک ایسی وسیع و عریض عمارت کا ہونا لابدی تھا جو ان تمام ضرورتوں کے لئے کافی ہو چنانچہ اسی سال احاطۂ جامعہ کی شرقی جانب اس عمارت کی بنیاد اساتذہ کے مبارک ہاتھوں سے رکھی گئی (ایضاً ص۹۳ - ۹۴)

ان اساتذہ میں علامہ انور شاہ کشمیری بھی تھے اور ظاہر ہے کہ پہلی اینٹ آپ ہی کے ہاتھ سے رکھی گئی ہوگی چنانچہ یہی مشہور بھی ہے۔ اسی لئے اس عمارت کا نام "انور بلڈنگ" ہے۔ اس میں دس درسگاہیں، ایک مہمان خانہ، ایک دفتر، دو کمرے بالائی اور دو کمرے کتب خانہ کے لئے۔ کل سولہ کمرے تھے۔ یہ عمارت ستائیس ہزار میں تیار ہوئی تھی۔ ایلولیا خاندان کے معزز افراد نے کتب خانہ کے ایک حصہ کیلئے تقریباً تین ہزار کی رقم عنایت فرمائی تھی

(ایضاً ص۹۴)

موجودہ مہتمم مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ نے ۱۳۸۵ھ میں اس کی مرمت کرائی اور پھر چار کمروں کی جگہ خالی تھی وہاں چار کمرے بنوائے، ٹین پرانے ہوگئے

تھے ان کو ہٹا کر ٹین کی چھت ڈالی۔ سائبان کی چھت پختہ سمنٹ کی بنوائی اس میں تقریباً چالیس ہزار روپئے خرچ ہوئے۔

(روداد ۱۳۶۵ھ ص ۵)

اب اس میں کل ۲۰ کمرے ہوگئے، گیارہ نیچے نو اوپر۔ اسی بلڈنگ میں کتب خانہ، آفس محاسبی، دار الاہتمام اور مختلف درسگاہیں ہیں۔ اسی میں گھڑی سازی، وائرنگ، جلد سازی اور سلائی کے درجات بھی ہیں جو مدرسہ کے دونوں میقاتوں کے درمیان کھلتے ہیں۔ اس بلڈنگ کے ایک کمرے میں اس وقت جنریٹر بھی ہے۔

اسی سال ۱۳۶۵ھ میں بجلی کے لئے نیا انجن جناب حاجی یوسف گارڈی صاحب نے سترہ ہارس پاور کا عنایت فرمایا جو بجلی، پانی اور چکی تمام کیلئے بہت کافی ثابت ہوا۔ اس سے قبل جو انجن لگا تھا وہ صرف سات ہارس پاور کا تھا جو تمام ضروریات کیلئے کافی نہیں تھا۔ اسی سال نظام حیدرآباد نے اپنے ادارہ "دائرۃ المعارف" کی تمام قدیم مطبوعات بصرف نصف قیمت پر جامعہ کو عنایت فرمائیں۔ اب کتب خانہ کی کتابوں کی تعداد چھ ہزار کے قریب ہوگئی۔

سالانہ جلسہ

اس سال بھی حسب دستور ۱۰ شعبان کو جلسہ دستاربندی منعقد ہوا جس میں علامہ کشمیریؒ نے "سفر آخرت" کے موضوع پر تقریباً دو گھنٹے تقریر فرمائی جس میں بہت سے اہم مسائل علمیہ پر بے نظیر اور محققانہ تبصرہ فرمایا۔ اس کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے "تحصیل علم" پر اپنے خاص انداز بیان میں بصیرت افروز تقریر فرمائی جس میں آپ نے ضرورت تحصیل علم پر خصوصیت سے روشنی ڈالی۔ آخر

انور بلڈنگ قبل اضافہ سنہ ۱۳۵۰ھ —— اس کی بنیاد حضرت علامہ
انور شاہ کشمیریؒ کے ہاتھ سے رکھی گئی

میں ان اکابر نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ۳۲ بتیس فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی کی اور اسناد تقسیم ہوئیں۔ (روداد اردو ۵۰ئہ صـ۸)۔

۱۳۵۱ھ اس سال بھی حسب سابق تعلیم جاری رہی۔ تعلیمی سال کے اختتام پر ۱۰ ر شعبان کو سالانہ جلسۂ دستار بندی منعقد ہوا۔ رات کے اجلاس میں مولانا احمد علی لاہوری (شیخ التفسیر) نے ایک لمبا وعظ فرمایا۔ صبح کا اجلاس سات بجے شروع ہوا، ہزاروں کا مجمع تھا، وسیع و عریض پنڈال لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ پہلے مہتمم صاحب نے تعلیم و تعمیر اور مالیات سے متعلق مفصل تبصرہ کیا۔ نیز طلبہ کے لئے جو آرام و آسائش کا انتظام ہے اس کا تذکرہ کیا کہ یہاں نادار طلبہ کے لئے جوتوں اور کپڑوں کا مستقل اور معقول انتظام ہے۔ حاجت مند طلبہ کو ان کی متفرق ضروریات کیلئے ایک روپیہ ماہوار وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔ پھر علامہ کشمیریؒ نے "زندگی اور موت" کے عنوان سے طویل وعظ فرما کر لوگوں پر ایک عجیب کیفیت اور اثر طاری کر دیا۔ اس کے بعد علامہ عثمانیؒ نے "مدارس اسلامیہ اور علماء اسلام کی ضرورت" پر مدلل وعظ فرمایا۔ اس کے بعد ۴۶ چھیالیس فضلاء کی دستار بندی ہوئی اور سندیں تقسیم ہوئیں جلسہ ختم ہونے پر حسب دستور کھانا تناول فرما کر آنے والے رخصت ہوئے

(روداد اردو ۵۱ئہ صـ۴۳)

حضرت شاہ صاحب نے سال گذشتہ بھی سفر آخرت کے موضوع پر تقریر فرمائی تھی اس سال بھی تقریباً یہی موضوع رہا۔ شاید یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ جلد ہی آپ یہ سفر اختیار کرنے والے ہیں کسے معلوم تھا یہ آپ کا یہاں آخری وعظ ہے آئندہ سال نگاہیں آپ کو تلاش کرتی ہوں گی اور نہ پاکر غم کے آنسو بہائیں گی۔

ڈابھیل جیسی دور دراز جگہ کا سفر علامہ کو راس نہیں آیا۔ آب وہوا بھی موافق نہ آئی۔ بواسیر کے دورے پڑنے لگے۔ آہستہ آہستہ مرض شدت اختیار کرتا گیا۔ سال گزشتہ بڑی مشکل سے تمام ہوا تھا ضعف کے مسلسل بڑھتے رہنے کی وجہ سے خطرہ ہو رہا تھا کہ کہیں درمیان سال ہی میں ہمت جواب نہ دے جائے اور کتاب ختم ہونے سے رہ جائے۔ خیر کسی طرح سال پورا ہو گیا۔ سالانہ جلسہ کے بعد دیوبند تشریف لے گئے وہاں بھی بیماری بڑھتی گئی۔ شوال میں آنے اور پڑھانے کی بالکل ہمت نہ ہوئی ورنہ شاہ صاحب کو جامعہ سے اتنا لگاؤ تھا کہ اگر کبھی طبیعت کی ناسازگی کی وجہ سے ڈابھیل چھوڑنے کی بات کہی جاتی تو فرماتے "میں نے جامعہ سے نباہ کرنے کا قول و قرار کر لیا ہے۔ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے میں اپنے قول و قرار سے پھر نہیں سکتا"۔

(روداد ۵۱ھ صـ ۳۲)

۴ر شوال ۱۳۵۱ھ کو آپ نے اپنے ہاتھ سے دیوبند سے ایک خط مہتمم جامعہ کے نام لکھا جس میں بیماری میں تخفیف نہ ہونے کا ذکر ہے اور لکھا ہے "قرینہ نہیں کہ میں ایک سبق بھی نبھا سکوں۔ پار سال بھی ایسا ہی خطرہ عاجز کو پیدا ہو گیا تھا لیکن باشکال کتاب پوری ہوئی۔ ان حالات کو دیکھ کر ارادہ ہو گیا ہے کہ امسال مدرسہ تعلیم الدین سے سال بھر کی رخصت لے لے۔"

(مکتوب گرامی بلفظہ)

اس خط کو پاکر مہتمم جامعہ اور دیگر خیر خواہان جامعہ نے حضرت شاہ صاحب کے پاس خطوط لکھے جس میں اپنی حسن عقیدت و ارادت کا اظہار کیا اور ڈابھیل تشریف لانے کی درخواست کی۔ شاہ صاحب نے اس کے جواب میں دیوبند سے ۱۲ر شوال کو مندرجہ ذیل خط مولانا ادریس صاحب (سکرو ڈوی) کے ذریعہ

لکھوایا۔ اصل خط فارسی میں ہے اس کا حاصل یہ ہے۔

جناب مولانا احمد اور مولانا اسماعیل گارڈی صاحبان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ تمام حضرات کے خطوط موصول ہوئے انگشت نیاز سے کھول کر نظر اخلاص سے پڑھا، آپ کی سابق مہربانیاں ہمارے ساتھ ہیں۔ میں ان کا شکر گزار ہوں "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ" آپ لوگوں نے جتنی مہربانیاں ہمارے ساتھ کی ہیں، ان کا حق ادا کرنا مشکل ہے۔ آپ اس کی فکر نہ کریں فقط اتنی بات ہے کہ صحت اچھی نہیں ہمت بالکل جواب دے چکی ہے۔ گذشتہ سال ہی خطرہ تھا کہ کتاب ختم نہ ہوگی تو مدرسہ کا نقصان ہوگا مگر اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے پوری ہوگئی۔ آئندہ پورا خطرہ ہے کہ درمیان سال میں لاچار ہوجاؤں۔ اس لئے پہلے ہی عرض کر دیا اس کے علاوہ کوئی دوسری وجہ نہیں ہے۔ لاہور رہنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے نہ اس سال جانے کا خیال ہی ہے البتہ تھوڑی کی مدت دیوبند پھر کشمیر میں گذارنے کا ارادہ ہے اس درمیان میں آپ لوگوں سے ملاقات کا بھی خیال ہے۔

آپ لوگ پوری توجہ اور لگن سے مدرسہ کو چلائیے کوئی ضروری نہیں کہ میری ذات پر بھروسہ ہو، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت مزید عطا فرمائے اور جزا کرے یہ دینی کام ہو سکے۔

والسلام

۱۳۵۱ھ

محمد انور شاہ عفا اللہ عنہ بقلم محمد ادریس ۱۲ر شوال دیوبند

(روداد اردو ۵۱ھ صـ ۲۳)

(و گجراتی صـ ۳۴ - ۳۵)

اس کے بعد مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگ ؒ دیوبند تشریف لے گئے اور شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ درخواست پیش فرمائی کہ جب تک طبیعت درست نہیں ہو جاتی اس وقت تک پڑھانا چھوڑ دینے کا جناب کا ارادہ بالکل بجا ہے ہم بھی یہی رائے دیں گے لیکن ہم یہ چاہتے ہیں اور یہ درخواست کرتے ہیں کہ جناب والا اتنے زمانہ تک جامعہ ہی میں قیام فرمادیں تاکہ ہم خدام آپ کے فیض صحبت سے بالکل محروم نہ رہیں۔ بخاری شریف پڑھانے کی خدمت کسی اور کے سپرد کی جائے گی۔

شاہ صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس طرح قیام کی صورت میں جامعہ سے تنخواہ نہیں لے سکتا مہتمم صاحب نے فرمایا کہ جناب حاجی موسیٰ میاں اور جناب حاجی یوسف گارڈی صاحبان تنخواہ کے بقدر رقم اپنی طرف سے آپ کی خدمت میں پیش کریں گے۔ اس پر شاہ صاحب نے یہ درخواست قبول فرمائی۔

طبیعت کے ذرا درست ہونے کے بعد ڈابھیل تشریف لانے کا پختہ ارادہ تھا لیکن مجبور، امرتسر اور لاہور وغیرہ کے ضروری سفر سے واپس ہوئے تو طبیعت بہت سخت خراب ہو گئی۔ تھوڑے دنوں بعد کچھ افاقہ ہوا تو گرمی شروع ہو چکی تھی اور والد محترم سے ملاقات ہوئے دو برس ہو گئے تھے۔ ان کا، بھائیوں کا اور دوسرے رشتہ داروں کا تقاضا بھی تھا کہ امسال گرمی کا موسم کشمیر میں گذاریں۔ شاہ صاحب نے سوچا تھا کہ گرمی کا موسم کشمیر میں گذار کر ڈابھیل چلا جاؤں۔

(روداد ۵۱ھ ص ۲۲ و گجراتی ص ۳۲-۳۳)

ادھر شوال ۵۱ھ میں دورۂ حدیث کے اسباق کی تقسیم اس طرح ہوئی

بخاری شریف علامہ کشمیری کے پاس۔ ترمذی شریف مولانا شبیر احمد عثمانی کے پاس، ابوداؤد اور مسلم مولانا سراج احمد رشیدی کے پاس۔ مولانا عبدالوحید صدیقی فتحپوری جامع تقریر بخاری[1] علامہ عثمانی مقدمہ تقریر بخاری میں مندرجہ بالا تقسیم اسباق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

پہلے مولانا سراج احمد صاحب رشیدی کے پاس اسباق شروع ہوئے۔ پہلے ہی دن جب کہ ابوداؤد شروع کرائی فرمایا کہ کتاب مجھ سے حل کرلو تقریر حضرت شاہ صاحب اور مولوی شبیر احمد عثمانی سے سننا۔ حقیقت یہ ہے کہ کتاب کا حق ادا فرماتے اور اس خوبی سے مسلک حنفی کے ساتھ احادیث کی تطبیق فرماتے کہ ذرا بھی اشکال باقی نہ رہتا تقریر طویل نہ ہوتی لیکن مسئلہ پوری طرح منقح ہوجاتا، چند ہی دن گذرے تھے کہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبند سے تشریف لائے اور ساتھ ہی یہ بھی خبر لائے کہ حضرت شاہ صاحب کی طبیعت ناساز ہے ابھی نہ آسکیں گے۔ آنے کے بعد ہی ترمذی شریف کا سبق شروع ہوگیا۔ پہلے ہی دن سبق کا قلب پر یہ اثر پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل فرمایا کہ ایسی مبارک درسگاہ اور ان بلند پایہ اساتذہ تک پہونچا دیا۔ اس پر جس قدر بھی اس کا شکر ادا کیا جائے کم ہے .... ادھر یہ اسباق ترمذی ابوداؤد مسلم کے جاری تھے ادھر تمام طلبہ کو شاہ صاحب کا بے چینی سے انتظار تھا لیکن اطلاعات مایوس کن آنے لگیں تو دل ٹوٹنے لگا۔ دورۂ حدیث کی اس جماعت میں متعدد طلبہ وہ تھے جو بعض مدارس کے اچھے اساتذہ تھے اور صرف شاہ صاحب

---

[1] اس تقریر کی جلد اول محدث جلیل مولانا حبیب الرحمن اعظمی مدظلہ کی تصحیح ونظرثانی کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے شائع ہوچکی ہے۔

سے استفادہ کی خاطر آئے تھے۔" (مقدمۂ تقریر بخاری علامہ عثمانی)

امید تھی کہ کچھ دنوں بعد علامہ کشمیری صحت یاب ہو کر تشریف لائیں گے اور یہ دور دور سے آئے ہوئے طلبہ مستفید ہو سکیں گے اسی انتظار میں دن گزرتے گئے۔ ذیقعدہ اور ذی الحجہ بھی گزر گئے۔ ۱۳۵۱ھ ختم ہو کر ۱۳۵۲ھ شروع ہو گیا۔

۱۳۵۲ھ

ماہ محرم بھی گزرنے لگا شاہ صاحب کا ارادہ یہ تھا کہ ایک دو روز میں کشمیر کے لئے روانہ ہو جائیں گے اور کچھ دن گزار کر ڈابھیل جائیں گے کہ اچانک دو صفر بروز اتوار پھر خون بڑی مقدار میں خارج ہوا اور ضعف بڑھتا گیا تا آنکہ ۲ صفر کا دن گزار کر رات میں نصف شب کے بعد جو نزول رحمت کا خاص وقت ہے علم و ہدایت کا یہ چراغ ہمیشہ کیلئے گل ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

جو طلبہ شاہ صاحب کے انتظار میں تھے وہ آپ کے فیض سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو گئے بلکہ پوری علمی دنیا، مدارس اور علماء یتیم ہو گئے۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے لئے یہ حادثہ بڑا ہی جانکاہ اور صبر آزما تھا۔ مولانا احمد بزرگ مہتمم جامعہ لکھتے ہیں۔

"بیشک جامعہ کی تاریخ میں ۳ صفر ۱۳۵۲ھ کا حادثۂ جانکاہ بڑا ہی درد انگیز اور صبر آزما حادثہ تھا جس کی تلخی کو ارکان جامعہ خصوصاً اور متوسلین جامعہ عموماً کبھی فراموش نہیں کر سکیں گے ہم اس جانگسل سانحہ پر جس قدر بھی ماتم کریں اور ایسی بلند شخصیت کے ظل عاطفت سے محروم ہو جانے پر جس قدر بھی غم و اندوہ تاسف و تحسر کا اظہار کریں وہ کم ہے۔" (روداد ۱۳۵۸ھ ص ۲)

۳ رصفر ۵۲ھ مطابق ۲۹ رمئی ۱۹۳۳ء کو تقریباً ایک بجے دوپہر کو مولانا حکیم سید محفوظ علی کا تار دیوبند سے خرمنِ ہوش و حواس پر برقِ خاطف بن کر گرا۔ فوراً جامعہ تین دن کے لئے بند کر دیا گیا۔ صبح و شام طلبہ و مدرسین دار الحدیث میں اور درسگاہوں میں ایصالِ ثواب کے لئے قرآن کا ختم کرتے، کلمۂ طیبہ کا ورد کرتے رہے، ایک سو سے زیادہ ختم قرآن صرف جامعہ اسلامیہ میں کیا گیا ۴ رصفر مطابق ۳۰ رمئی کو عصر کے بعد دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا جس میں ڈابھیل و سملک کے حضرات بھی شریک ہوئے۔ دعا کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانی نے شاہ صاحب کے مختصر احوال بیان کئے جس پر تمام مجمع ہچکیوں کے ساتھ رو پڑا تھا اور بعض طلبہ بے اختیار دھاڑیں مار کر رو رہے تھے یہ اجتماع صرف دعا کے لئے تھا۔ عظیم الشان جلسۂ تعزیت کے لئے ۲ رجون بعد الجمعہ کا وقت مقرر کیا گیا تا کہ آس پاس کے گاؤں کے حضرات بھی شریک ہو سکیں اس دن بہت سے مدرسین اور ڈابھیل و سملک کی انجمنوں کی طرف سے تعزیتی خطوط اور تار مولانا حکیم سید محفوظ علی کے نام دیوبند اور شاہ صاحب کے والد محترم معظم شاہ کے نام کشمیر روانہ کئے گئے۔

(روداد دو سالہ ۵۰-۵۱ھ و گجراتی ۵۱ھ ص ۲۲)

۲ رجون مطابق ۷ رصفر بعد الجمعہ تعزیتی جلسہ جامعہ کے دار الحدیث میں منعقد ہوا۔ مولانا عثمانی کو جلسہ کا صدر منتخب کیا گیا۔ اطراف سے لوگ آ کر جمع ہو گئے تھے۔ پہلے طلبہ نے عربی فارسی اور اردو میں مراثی پڑھے جن میں شاہ صاحب کے کمالات اور آپ سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا اس کے بعد علامہ عثمانی تقریر کے لئے کھڑے ہوئے لیکن اداسی اس قدر چھائی ہوئی تھی اور دل اس درجہ افسردہ تھا کہ بمشکل پندرہ منٹ تک تقریر کر سکے، آواز بھرا گئی، ایک سناٹا چھایا ہوا

تھا، ہر ایک کے دل سے آہ انورشاہ آہ انورشاہ کی آواز نکل رہی تھی ایسا منظر کبھی دیکھنے میں نہ آیا ہوگا۔ مولانا عثمانی نے دل پر قابو حاصل کرنے کی کوشش کی اور ہمت کرکے تقریر شروع فرمائی۔ فرمایا:

"مرحوم کی وفات کی خبر جب سے سُنی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پوری علمی دنیا کا آفتاب غروب ہوگیا آپ کی وفات سے در حقیقت طلبہ یتیم نہیں ہوئے کہ ان کو پڑھانے والے اور میسر ہوجائیں گے بلکہ پڑھانے والے اساتذہ اور علماء یتیم ہوگئے۔ اس لئے کہ اب قرآن وحدیث کی ہماری مشکلات کو حل کرنے والا کوئی باقی نہ رہا۔ کتنی دفعہ ایسا ہوا کہ قرآن وحدیث کے کسی اشکال کو حل کرنے کے لئے پندرہ بیس دنوں تک میں نے کتابوں کا غور سے مطالعہ کیا تمام متعلقہ مقامات کی چھان بین کی لیکن دل کو اطمینان نہ ہوا۔ مرحوم شاہ صاحب کی طرف رجوع کیا تو آپ کے مختصر ہی جواب سے تشفی ہوگئی۔ مرحوم کا حافظہ اتنا قوی تھا کہ جس کتاب کو ایک دفعہ دیکھ لیتے جب ضرورت ہوتی تو فوراً صفحہ اور سطر کے ساتھ حوالہ دیدیتے تھے، مگر آپ کا کمال صرف حافظہ کی قوت، مطالعہ کی کثرت اور نظر کی وسعت نہیں بلکہ آپ کا کمال میرے نزدیک یہ تھا کہ ہر علم کی روح پر آپ مطلع تھے اور حقیقتاً یہی علم کی معراج ہے۔ مجھ سے اگر مصر یا شام کا کوئی شخص پوچھے کہ تم نے حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ تقی الدین ابن دقیق العید اور سلطان العلماء شیخ عزالدین بن عبدالسلام کو دیکھا ہے؟ تو میں استعارۃً کرکے کہوں گا کہ دیکھا ہے۔ کیونکہ صرف صدیوں کے آگے پیچھے ہونے کا فرق ہے۔ اگر شاہ صاحب چھٹی یا ساتویں صدی میں ہوتے تو آپ کا مرتبہ اُن ہی علماء کے برابر ہوتا۔ اور آپ کے اُن ہی کی طرح تذکرے کئے جاتے اس کے علاوہ یہ کہ بہت سے اہل علم غیر متورع ہوتے ہیں اور بہت سے

درویش غیر عالم ہوتے ہیں بعض عالم اور بزرگ بھی لیکن اخلاق محمدی پر پورے نہیں اترتے آپ ان سب کے جامع تھے پھر یہ کہ فرض کرو کوئی علم ورع اخلاق سب ہی جمع کرلے لیکن اس پر نورانی صورت کہاں سے لائے وہ تو قبضہ کی چیز ہی نہیں۔ یہ بھی خدا کا بڑا انعام ہے۔ انبیاء علیہم السلام سب حسین و وجیہ تھے ان کے چہرے کو دیکھتے ہی ان کے صدق و صفا اور اخلاص کا یقین ہوجاتا تھا۔ حضرت شاہ صاحب میں یہ چیزیں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ جلسوں، مناظروں میں اور ریلوں میں سفر کرتے وقت جہاں آپ کے علم و فضل کا غیر معمولی اثر و رعب پڑتا تھا وہاں آپ کے منور چہرہ کا بھی ہر کافر و مشرک کے دل پر نمایاں اثر ہوتا تھا۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

لیس علی اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

شروع عمر میں آپ کی توجہ تصوف کی طرف کم تھی لیکن آخر عمر میں اس کی طرف بھی بہت زیادہ انہماک ہوگیا تھا مشکلات و ہجوم میں جس صبر و استقامت کا مظاہرہ فرماتے وہ آپ ہی کا حصہ تھا چنانچہ دیوبند کے مناقشہ میں ہم ان کے پہلے سے زیادہ معتقد ہوگئے۔ سچ ہے

الصدر من یلقی الخطوب بصدرہ
ویصبرہ ویحمدہ ویشکرہ

اسی طرح ممدوح کے اور بھی مناقب بیان فرمائے۔

اس کے بعد راندیر سے تشریف لائے ہوئے مفتی مہدی حسن صاحب نے شاہ صاحب کی علمی زندگی پر روشنی ڈالی بعدہٗ مہتمم جامعہ نے مرحوم کی علمی و عملی زندگی کا تذکرہ کیا اور خاص طور سے ۲۷ رمضان ۵۲ھ کے اس خواب کا ذکر کیا

جس میں علم حدیث کی خدمت کے لئے آپ کو اشارہ فرمایا گیا تھا جس کی تعبیر ان ہی حضرات کو جامعہ میں لانے سے کی گئی تھی۔ نیز بتایا کہ یہ جامعہ مرحوم کی یادگار ہے آپ لوگوں کو اس کے بقاء اور تحفظ و ترقی کے لئے ہر ممکن اعانت کرنی چاہئے۔

پھر علامہ عثمانی سے یہ درخواست کی کہ جامعہ کی ہر طرح کی خصوصاً تعلیمی انتظام کی سرپرستی آپ ہی کے ذمہ ہے اس کو قبول فرما کر ہمیں شکریہ کا موقع عنایت کیجئے۔ نیز تمام حضرات سے درخواست کی کہ مرحوم کے پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کریں۔

(روداد اردو ۵۱ھ ص۹تا۱۱ و گجراتی ۵۱ھ ص۲۲-۲۳)

علامہ عثمانی نے فتح الملہم شرح صحیح مسلم کی مشغولیت کی وجہ سے پہلے تو عہدۂ صدارت سنبھالنے سے معذرت ظاہر کی لیکن کارکنانِ مدرسہ اور طلبہ کی طرف سے باصرار درخواست کی گئی کہ اس وقت حضرت شاہ صاحب کی اگر کوئی ہستی جانشینی کر سکتی ہے تو وہ آپ ہی کی ذات ہے اور اب ہمارے مجروح دلوں کا اگر کوئی مرہم بن سکتا ہے تو وہ آپ ہی کی ذاتِ ستودہ صفات ہے۔ بار بار کے اصرار اور درخواست سے مولانا نے ازراہِ عنایت استدعا قبول فرمائی اور عہدۂ صدارت کو زینت بخشی۔

(روداد ۵۱ھ ص۴۰-۴۱)

مہتمم جامعہ لکھتے ہیں " اس سلسلہ میں یہ جان لینا بھی مناسب ہے کہ حضرت مرحوم کی وفات کے بعد ہم کو بہت فکر تھی کہ مرحوم کے بال بچوں کا خرچ کیسے چلے گا آپ نے اپنی پوری زندگی خدا کے بھروسہ گذاری کوئی ملکیت اور دولت نہیں چھوڑی لیکن بفضلِ خداوندی یہ کب گوارہ کرتا کہ یہ ضائع ہوتے

سیٹھ حاجی موسیٰ میاں مقیم جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) نے اس کے لئے ایک رقم مقرر کر دی جس سے ہماری فکر دور ہوئی۔

(ایضاً صـ۲۲)

اس سانحہ کے بعد بخاری شریف کا سبق حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کے سپرد ہوا اور ترمذی شریف جو اس وقت تک باب ما جاء فی الترجیع فی الاذان کے ختم تک ہو چکی تھی حضرت مولانا بدر عالم صاحب کے پاس آگئی جس کا پہلا سبق ۱۳ر صفر ۱۳۵۲ھ یوم چہار شنبہ کو باب فی افراد الاقامۃ سے شروع ہوا اور حضرت علامہ عثمانی کے یہاں اسی دن بوقت ساڑھے آٹھ بجے بخاری شریف کا سبق شروع ہوا۔

(مقدمہ تقریر بخاری از مولانا عبدالوحید صدیقی)

چونکہ بخاری شریف دیر سے شروع ہوئی تھی اس لئے حضرت نے اس سال بڑی محنت فرمائی تھی کہ وہ فضلاء اور اساتذہ جو حضرت شاہ صاحب ہی سے استفادہ کے لئے آئے تھے اور برسوں پڑھا کر آئے تھے وہ بھی بہت ہی خوش اور مطمئن تھے۔ کچھ ہی دنوں بعد عصر کے بعد بھی سبق ہونے لگا، اس محنت شاقہ کا اچھا نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۳ر رجب ۵۲ھ کو بخاری شریف ختم ہو گئی۔ (ایضاً)۔

اسی سال ۲۰ر ربیع الاول ۵۳ھ کو مولانا سید سلیمان ندوی جامعہ تشریف لائے معائنہ کے رجسٹر میں تحریر فرماتے ہیں "مجھے کل اتفاق سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں حاضری کی عزت حاصل ہوئی اور چونکہ مجھے بحمد اللہ ان تمام حضرات کرام کی خدمت میں نیاز قدیم حاصل ہے جو اس جامعہ کے روح رواں اور کارکن ہیں اس لئے یہاں کی ہر چیز دیکھنے کا موقع ملا۔ جامعہ کی جائے وقوع،

عمارات اور دوسرے انتظامات ہر شئی قابل اطمینان اور سزاوار شکر الٰہی ہے
یہ محض فضل الٰہی ہے کہ جن فیوض و برکات کے ضائع ہو جانے کا افسوس تھا ان
کے لئے خداوند کریم نے یہ امن و امان کی سرزمین عطا فرمائی اور ان کو اس
خطہ میں جاری ہونے کا موقع عنایت فرمایا گیا جہاں ان کی سخت ضرورت
تھی۔

یہاں کے حضرات مدرسین اور رجال عمل کے متعلق کچھ کہنا آفتاب کو
چراغ دکھانا ہے اللہ تعالیٰ ان صاحبوں کو مزید برکت عطا فرما دے جو اس جامعہ
کے مصارف کی کفالت کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ مجھے بفضل خدا پوری
امید ہے کہ یہ خطۂ گجرات اس جامعہ کے فضل و کمال کی روشنی سے منوّر ہوگا۔
جامعہ میں اس وقت ۲۳ مدرسین ہیں اور طلبہ کی تعداد چار سو کے قریب ہے۔
عربی دینی درسگاہ کے علاوہ اردو و گجراتی کے مکتب اور قرأت و تجوید کے
درجے ہیں ہند و بیرون ہند کے اکثر طلبہ اس جامعہ سے فیض پا رہے ہیں کتب خانہ
گو ابھی ابتدائی حالت میں ہے مگر اس کی تکمیل کی بھی کوشش جاری ہے۔

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب اور مولانا سراج احمد صاحب کی ذات سے
یہ توقع بیجا نہیں کہ حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے
جو صدمہ اس جامعہ کو پہونچا ہے اس کی تلافی بہتر طور سے انشاء اللہ ہوگی۔ خوش
قسمتی سے اس جامعہ کو مولانا احمد بزرگ صاحب جیسے بزرگ کے اہتمام کی
سعادت حاصل ہے ان صاحبوں کی مخلصانہ کوششیں بارگاہ کریم میں انشاء اللہ قبول
ہوں گی اور مسلمانوں کو عموماً اور خطۂ گجرات کو خصوصاً اس جامعہ سے فائدہ عظیم پہونچے گا۔
وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

خادم علم و علماء سلیمان ندوی
۲۰ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ ۱۴ جولائی ۱۹۳۳ء
(منقول از رجسٹر معائنہ صفحہ ۱۰۳)۔

عکسِ تحریر مولانا سید سلیمان ندویؒ

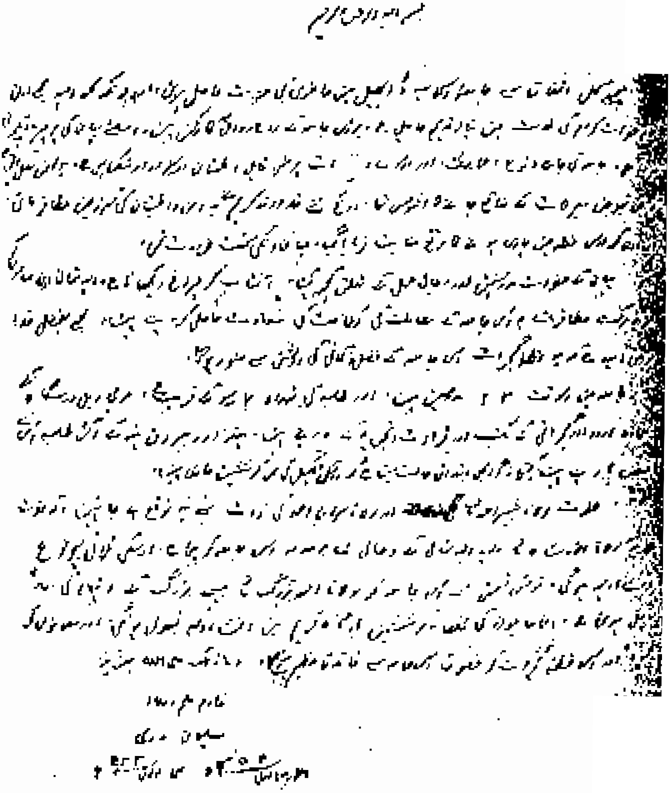

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خادم علم و علماء

سلیمان ندوی

جلسۂ دستار بندی

جیسا کہ معلوم ہوا ۲۳ ر رجب کو بخاری شریف ختم ہوگئی۔ سالانہ امتحان کے بعد دستار بندی کا جلسہ ہوا اس سال نسبتاً مجمع زیادہ تھا اہلِ جامعہ کی استدعا پر ۹ ر شعبان کو دہلی سے حضرت العلامہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء ہند اور حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلماء ہند سالانہ جلسہ میں شرکت کیلئے تشریف لائے ہر دو حضرات کا سورت اسٹیشن پر جامعہ کی طرف سے شاندار استقبال کیا گیا۔ مولانا احمد سعید سحبان الہند نے حاضرین کے اصرار پر دسویں شعبان کی شب میں بھی ایک مبسوط وعظ فرمایا جس سے سامعین بہت زیادہ محظوظ و متاثر ہوئے۔

اگلے روز ۱۰ ر شعبان کو صبح ۸ بجے جلسہ شروع ہوا مولانا علی محمد تراجوی کی تحریک پر مفتی کفایت اللہ صاحب کو صدر منتخب کیا گیا قراءت سے جلسہ کا افتتاح ہوا۔ اس جلسہ میں مہتمم صاحب کے خلف اصغر مولانا قاری) حافظ محمد رشید سلمہ نے بھی قراءت کی اس کے بعد مہتمم صاحب نے رپورٹ پیش کی جس میں حاضرین کا شکریہ ادا کیا نیز حضرت شاہ صاحب کی وفات پر حسرت و افسوس ظاہر کرتے ہوئے دیگر امور کا تذکرہ کیا۔

اس کے بعد مفتی کفایت اللہ صاحب نے ایک جامع علمی و مذہبی تقریر فرمائی۔ پھر علامہ عثمانی نے ایک مبسوط اور بصیرت افروز وعظ فرمایا بعد ازاں حضرت مولانا احمد سعید دہلوی نے اپنی شب کی تقریر سے منسلک کرتے ہوئے ایک نہایت ہی مفصل تقریر کی ایک بجے تقریر ختم ہوئی اس کے بعد مفتی صاحب کے متبرک ہاتھوں سے تیئیس فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی عمل میں آئی اور مخصوص انعامات بھی تقسیم کئے گئے جلسۂ دستار بندی کے لئے جامعہ کے ایک

فاضل مدرسہ مولانا قاری محمد یامین صاحب سہارنپوری مدرس تجوید نے ایک فصیح و بلیغ عربی نظم اور ایک نفیس اردو نظم لکھی تھی وہ بھی جلسہ میں پڑھی گئی۔

حضرت مفتی صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب یہاں سے راندیر تشریف لے گئے اور کئی روز تک راندیر اور اس کے اطراف میں آپ حضرات کے مواعظ حسنہ ہوتے رہے جن سے اہل گجرات نے علمی و مذہبی فیوض حاصل کئے۔

(روداد اردو ۵۲ھ صفحہ ۱۴)

ان دو حضرات نے مدرسہ کا معائنہ کرنے کے بعد مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے تاثرات تحریر فرمائے۔

نقلِ معائنہ

مخدوم العلماء حضرت العلامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب

صدر جمعیۃ علماء ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ ناکسار کو تقریباً پانچ سال کے بعد ڈابھیل حاضر ہونے کا موقع ملا۔ پہلے[1] بحیثیت مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل کے جس اس کے ایک سالانہ جلسہ

---

[1] حضرت مفتی صاحب ۴۷ھ میں تشریف لائے تھے جلسہ معائنہ میں وہ جو تاثرات تحریر فرمائے ہیں اس کے بعد ۴۸ھ میں بھی سالانہ جلسے کیلئے تشریف لائے تھے (روداد ۴۸ھ) اسی کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ مرتب

عکس تحریر مفتی مہدی حسن شاہجہانپوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا

[illegible]

[illegible]

حضرت مفتی صاحب قبلہ کی تحریر فرمودہ ہے اس کی نقل لفظ بلفظ ہے [illegible]

[illegible]

[illegible]

شریک ہوا تھا لیکن آج جامعہ اسلامیہ عربیہ ڈابھیل کی حیثیت سے میں نے اس کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی مسرت حاصل کی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے کرشمہائے قدرت میں سے ایک عجیب کرشمہ نے گذشتہ پانچ سال کے عرصہ میں اس درسگاہ کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اس کی تفصیل اس وقت بیان کرنا دشوار ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ہندوستان کے منتخب اور چیدہ باکمال علماء و فضلاء کا مرکز ہوگیا اور دنیائے اسلام کی بے نظیر ہستی حضرت مولانا انور شاہ کی سرپرستی میں اس نے علمی حیثیت سے معراج کمال کو پہنچ کر تمام ہندوستان اور بیرون ہند کے مشتاقان علوم کی گودیں علمی جواہرات سے بھر دیں اگرچہ ان سطور کے لکھنے کے وقت حضرت مولانا انور شاہ صاحب قدس سرہٗ کی مفارقت اور وصال کا صدمہ جگر کو شق کر رہا ہے لیکن پھر بھی حضرت مرحوم کے آثار علمیہ نے یہاں جڑ پکڑ لی ہے اور امید ہے کہ یہ پودا تمام اقطار ہند پر سایہ فگن ہو کر رہے گا حضرت افضل المفسرین مولانا مولوی شبیر احمد صاحب کا ظل عاطفت اس کے لئے تمام ترقیات کا کفیل و ضامن ہوگا ان شاء اللہ۔ مدرسہ کے انتظامات عمدہ، عمارات فراخ و دلکش اور جائے وقوع مفید صحت اور مسرت بخش ہے۔ حق تعالیٰ سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ اس دریائے فیض کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اس کے فیض کو تا قیام قیامت جاری رکھے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ
۱۱ / شعبان ۱۳۵۲ھ

حضرت مفتی صاحب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کے لفظ لفظ سے میں متفق ہوں۔

احقر الزمن السید مہدی حسن غفرلہٗ
مفتی راندیر ضلع سورت ۱۱ / شعبان ۱۳۵۲ھ

نقلِ معائنہ

حضرت مولانا احمد سعید صاحب

ناظم جمعیۃ علماء ہند

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔

حسنِ اتفاق سے فقیر کو جامعہ ڈابھیل کے سالانہ جلسہ کی امسال شرکت کا موقع میسر ہوا ایک طویل عرصہ ہوا جب میں ڈابھیل آیا تھا اس وقت ڈابھیل میں صرف ایک مدرسہ تعلیم الدین کے نام سے جاری تھا جس میں قرآن شریف کے علاوہ بچوں کو بعض ابتدائی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں اس مدرسہ کے بانی مولانا احمد حسن صاحب سملکی کے خلوص اور جذبۂ ایثار کا یہ ثمرہ ہے کہ فقیر اس چھوٹے سے مدرسہ کو آج شاندار دارالعلوم کی شکل میں دیکھ رہا ہے۔ خطۂ گجرات جو کسی زمانہ میں علوم مذہبیہ کا مرکز تھا اور حوادثِ زمانہ کے باعث ایک مدت سے برکاتِ علمی کا یہاں وجود نظر نہیں آتا تھا پھر اپنی قدیم شہرت اور گزشتہ تاریخی عزت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ صوبۂ گجرات کے مسلمانوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں ایک ایسی جامعہ قائم کر لی جہاں نہ صرف گجرات بلکہ ہندوستان اور بیرونِ ہندوستان کے تقریباً چار سو طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان طلبہ کی تعلیم کیلئے مختلف علوم و فنون کے ۲۳ مدرسین مقرر ہیں جو اپنے اوقات میں ان طلبہ کو تعلیم دیتے ہیں۔ اور ان کی اخلاقی تربیت کی نگرانی کرتے ہیں۔ جامعہ کی

عکس تحریر سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلویؒ

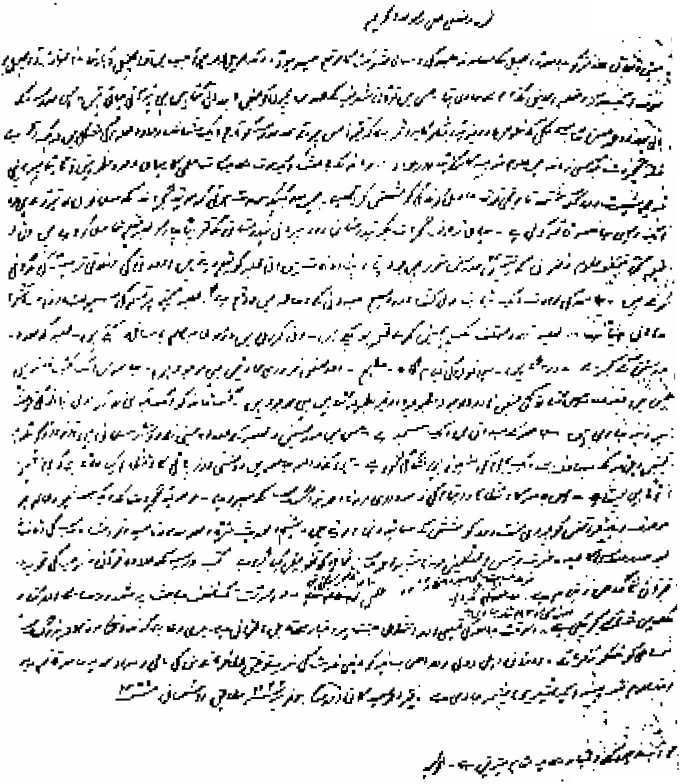

عمارت ایک نہایت دلکشا اور وسیع میدان کے احاطہ میں واقع ہے آب و ہوا کے لحاظ سے یہ مقام بہترین ہے طلبہ کیلئے ہر قسم کی سہولت اور آسائش و آرام کا سامان مہیا ہے طلبہ کیلئے اس وقت تک پچپن کمرے تعمیر ہو چکے ہیں - ان کمروں میں دو سو طالب علم بآسانی رہ سکتے ہیں۔ طلبہ کے علاوہ مدرسین کے کمرے، درسگاہیں ہیں۔ مہمانوں کی قیام گاہ مطبخ اور بعض ضروری عمارتیں بھی موجود ہیں۔ جامعہ میں ایک کتب خانہ بھی ہے جس میں علاوہ درسی کتابوں کے بعض نادر الوجود مطبوعہ غیر مطبوعہ کتابیں بھی موجود ہیں کتب خانہ کو ایک بڑی لائبریری بنانے کی کوششیں برابر جاری ہیں۔ جامعہ کے میدان میں ایک مسجد ہے جس میں مدرسین و طلبہ کے علاوہ بستی کے دوسرے مسلمان بھی نماز ادا کرتے ہیں بعض اہل خیر کے مصارف سے ایک بجلی کی مشین بھی لگائی گئی ہے جس کے ذریعہ جامعہ میں روشنی اور پانی کا انتظام کیا جاتا ہے اسی مشین سے آٹا بھی پستا ہے۔ اس جامعہ کا اہتمام و ذمہ داری مولانا احمد بزرگ صاحب کے سپرد ہے جو صوبہ گجرات کے ایک مشہور عالم ہیں موصوف اپنے فرائض کو پوری کوشش اور محنت کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا سید انور شاہ کی وفات کے بعد صدر مدرس کا عہدہ حضرت رئیس المتکلمین مولانا شبیر احمد عثمانی کو تفویض کیا گیا کتب درسیہ کے علاوہ قرآن شریف کی تجوید اور حفظ قرآن کا بھی خاص اہتمام ہے حضرت شاہ صاحب کی سرپرستی میں ایک مجلس علمی یہاں قائم کی گئی ہے جو اس وقت تک مختلف مباحث پر متعدد رسالے اور کتابیں ملک میں شائع کر چکی ہے اور اس کا کام اب تک جاری ہے اس وقت جامعہ کی تعلیمی اور انتظامی حیثیت ہر اعتبار سے قابل اطمینان ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا احمد بزرگ صاحب کی مساعی کو مشکور فرمائیں اور ان اہل دل اور اصحاب خیر کو

دینی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے جن کی مالی امداد سے یہ جامعہ قائم ہے اور علوم مذہبیہ کا ایک شیریں چشمہ جاری ہے ۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

۳ ر نومبر ۱۹۳۳ء مطابق ۱۱ ر شعبان ۱۳۵۲ھ

(منقول از رجسٹر معائنہ ص ۱۰۵-۶)

۳۴
اسی سال جناب مولانا الحاج مرغوب احمد لاجپوری نے جامعہ کے لئے چونتیس مفید و کارآمد درسی کتابیں وقف فرمائیں اس طرح ایک بہترین سنت کی بنیاد ڈال کر ہمیشہ کیلئے مستحق ثواب ہوئے ۔

(روداد اردو سنہ ۵۲ھ ص ۶)

شوال ۱۳۵۲ھ

علامہ کشمیری کی جگہ مولانا عثمانی کے تقرر کے بعد ضرورت سمجھی گئی کہ کسی ایک اور محدث اور مفسر کا تقرر عمل میں لایا جائے تاکہ تعلیمی معیار بلند کا بلند رہے چنانچہ خوش قسمتی سے ہندوستان کے مشہور و معروف محدث و مفسر حضرت مولانا الحاج عبدالرحمن صاحب امروہی نے جامعہ کی خدمت قبول فرمائی ۔ آپ کی ذات تعارف کی محتاج نہیں ۔ آپ حضرت مولانا الحاج احمد حسن امروہی کے تلمیذ خاص (اور حضرت نانوتویؒ کے تلمیذ) ہونے کے علاوہ سالہا سال تک مدرسہ عالیہ امروہہ میں بعہدۂ صدارت فائز رہ چکے ہیں ۔

(روداد اردو سنہ ۵۳ھ ص ۱۴)

اس سال بھی جامعہ کی تعلیم ۵ ر شوال سے شروع ہو گئی ۔ تمام کتابوں میں طلبہ کی کثیر تعداد نے شرکت کی ۔ دورۂ حدیث میں چالیس ۴۰ طلبہ نے داخلہ لیا ۔ اس سال تقسیم کا نقشہ یوں تھا ۔

	تنخواہ	
۱۔ حضرت علامہ مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی	۱۲۵/-	بخاری شریف، صفر ۵۲ھ سے حضرت ممدوح نے عہدۂ صدارت کو زینت بخشی (پہلے آپ کی کوئی تنخواہ مقرر نہیں تھی حسب ضرورت لیا کرتے تھے لیکن عہدۂ صدارت پر آنے کے بعد شاہ صاحب کی تنخواہ آپ کے نام کے سامنے روداد میں ذکر کی جانے لگی)۔
۲۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن امروہی	۱۵۰/-	ترمذی شریف، مسلم شریف، بیضاوی شریف بعدہٗ نسائی شریف، توضیح تلویح بعدہٗ مسلم الثبوت (شوال ۵۲ھ سے تشریف لائے)۔
۳۔ مولانا سراج احمد صاحب بلند شہری	۸۵/-	ابوداؤد شریف، ہدایہ اولین، ابن ماجہ بعدہٗ مؤطائین، نور الانوار بعدہٗ حسامی، دیوان متنبی بعدہٗ حماسہ۔
۴۔ مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی	۶۰/-	مشکوٰۃ شریف، ملا حسن، مختصر المعانی، کنز الدقائق۔
۵۔ مولانا محمد ادریس صاحب سکھروڈوی	۶۰/-	جلالین شریف، مقامات حریری، شرح جامی بحث فعل بعدہٗ بحث اسم، تصریح بعدہٗ شرح عقائد، نور الایضاح بعدہٗ قدوری۔

۶۔ جناب مولانا محمد یحییٰ صاحب	۳۰/-	ہدایہ اخیرین، میر قطبی بعدہ سلّم۔ (صرف دو سبق پڑھاتے تھے)
۷۔ جناب مولانا عبدالجبار صاحب پشاوری	۴۵/-	شرح وقایہ، قطبی بعدہٗ میر قطبی، شرح تہذیب بعدہٗ قطبی، اصول الشاشی بعدہٗ نور الانوار، کافیہ بعدہٗ شرح جامی بحث فعل (آپ جامعہ کے دورِ قدیم سے مدرس ہیں)۔
۸۔ جناب مولانا عبدالقدیر صاحب کیمل پوری	۴۰/-	صدرا بعدہٗ شمس بازغہ، حمد اللہ بعدہٗ قاضی، سلّم بعدہٗ ملا حسن۔ (۱۵ ذی الحجہ سے تقرر ہوا آپ جامعہ کے ہی فاضل ہیں)۔
۹۔ جناب مولانا عبدالعزیز صاحب کیمل پوری	۴۰/-	میر زاہد ملا جلال بعدہٗ میر زاہد رسالہ، حسامی بعدہٗ مسلم الثبوت، کبریٰ بعدہٗ مرقات و شرح تہذیب، مراح الارواح بعدہٗ شافیہ، مطول بعدہ شرح عقائد (پہلی مرتبہ آپ کا نام نقشہ میں ہے آپ بھی جامعہ کے فاضل ہیں)۔
۱۰۔ جناب مولانا سید احمد رضا بجنوری مدظلہ		میبذی بعدہٗ شرح عقائد، قدوری (لوجہ اللہ پڑھاتے تھے) مجلس علمی کے ناظم تھے۔
۱۱۔ جناب مولانا محمد بزرگ صاحب مہتمم مدرسہ	۵/-	سراجی۔

۱۳- جناب مولانا محمد ناظم صاحب ندوی	۴۰/-	ابتدائی جماعت عربی موافق نصاب جدید (ماہ شوال ۱۳۵۲ھ سے تقرر ہوا)

(روداد اردو ۱۳۵۲ھ صفحہ ۲۲-۲۳)

شوال ۱۳۵۲ھ میں مولانا معین الدین صاحب اجمیری اور مولانا سید فخر حسین صاحب دیوبندی استاذ حدیث دار العلوم دیوبند ڈابھیل تشریف لائے تھے۔ ان حضرات نے اپنے تأثرات مندرجہ ذیل الفاظ میں ظاہر فرمائے۔

نقــــل مُعائنہ

مولانا معین الدین صاحب اجمیری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آج فقیر کو جامعہ اسلامیہ عربیہ ڈابھیل کی زیارت کا موقع ملا۔ اس کو مدارس اسلامیہ میں ایک مرکزیت حاصل ہے اس کی عمارات شاندار اور وسیع ہیں اور اس کے مدرسین ارباب فضل وکمال میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ طلبہ کی تمام ضروریات پوری کردی گئی ہیں اور اس خوبی اور حسن انتظام کے ساتھ کہ دوسرے مدارس اسلامیہ میں اس کی نظیر نایاب ہے۔ ایک مشین کے ذریعہ روشنی اور پانی کا انتظام کیا گیا ہے اس کا محل وقوع تدریس وتصنیف کے لئے نہایت مناسب ہے یہ سب کچھ مقامی ارباب خیر کی اعانت اور جناب مولانا احمد بزرگ صاحب مہتمم کی مساعی جمیلہ با کمال علماء کے جذب مقناطیسی

کا نتیجہ ہے۔ حق تعالیٰ اس کو ترقی کے اعلیٰ منازل تک پہنچائے۔ آمین

فقیر معین الدین اجمیری کان اللہ لہ
۶ / شوال ۱۳۵۲ھ

نقل معائنہ

مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

حامداً ومصلیاً! الحمد للہ کہ یہ احقر اپنی جماعت کی ایک ایسی درسگاہ کو دیکھ کر مسرور ہوا جو بفضلہ تعالیٰ فیض یافتگان دار العلوم کے فیوض علمیہ سے شاہراہ ترقی پر گامزن ہے اور مخیر و دیندار رؤساء گجرات کی عالی ہمتی سے اس کی بارونق و پرشان عمارات و درسگاہیں تسر الناظرین کا مصداق ہیں اور اپنے ضروری اور شائستہ ساز و سامان سے علماء و طلبہ کو درس و تدریس و قیام میں سہولت و راحت پہنچا رہی ہیں دعا ہے کہ حق تعالیٰ درسگاہ کو مزید ترقی اور حضرات معاونین کو جزائے حسن عطا فرمائے۔

بندہ فقیر سید اصغر حسین حسنی حنفی مدرس دار العلوم دیوبند
محررہ یازدہم ماہ شوال ۱۳۵۲ھ
(از رجسٹر معائنہ صفحہ ۱)

عربی، فارسی درسگاہ

جبکہ اس کی چھت ٹین کی ہے (سال تجدید چھت سنہ ۱۳۵۳ھ)

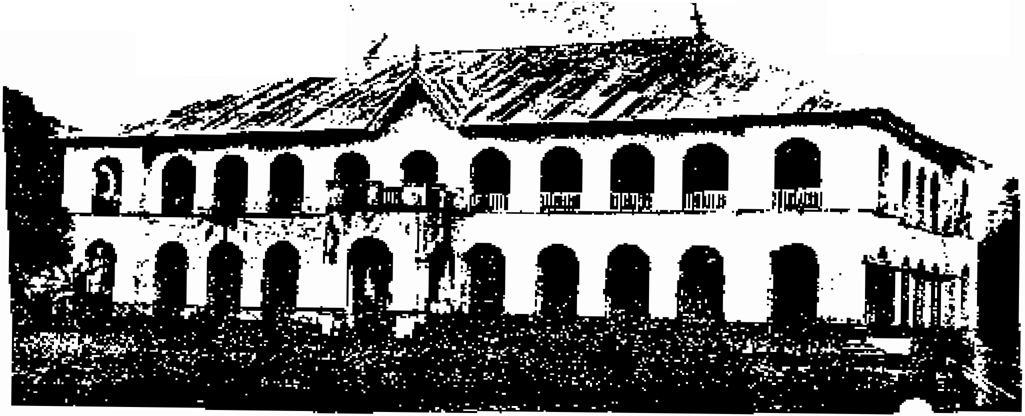

سنہ ۱۳۵۳ھ

۱۳۵۲ھ ختم ہو کر ۱۳۵۳ھ شروع ہو گیا۔ مذکورہ بالا تقسیم اسباق کے مطابق تعلیم جاری رہی۔ اس سال مولانا بدر عالم صاحب نے نصف وقت پڑھایا اور نصف تنخواہ لی بقیہ وقت میں شاہ صاحب کی درس بخاری کی تقریر (فیض الباری) کی ترتیب میں مشغول رہے۔ (روداد ۱۳۵۳ھ ص۱۲)۔ اسی سال شوال ۱۳۵۳ھ میں مولانا یوسف بنوری جو ۱۳۴۷ھ میں فارغ ہو کر وطن کی طرف چلے گئے تھے مدرس بن کر جامعہ میں تشریف فرما ہوئے اسی سال مسجد قدیم کی چھت نئی تعمیر کرائی گئی ہے۔ عربی درسگاہ کی چھت جو کھپریل کی تھی مضبوط ٹین کی بنائی گئی۔ مصر وغیرہ سے کتب خانہ کے لئے مدرسہ کی طرف سے ایک ہزار انچاس ۱۰۴۹ کتابیں دو ہزار نو سو پچاس ۲۹۵۰ روپے کی لاگت سے منگائی گئیں کچھ کمرے بھی مدرسین حضرات کے رہنے کیلئے بنوائے گئے غلہ کے گودام کو بھی جو ٹین کا تھا پختہ بنوایا گیا۔ (ایضاً ص۱۴)

۱۴ ر صفر ۱۳۵۳ھ کو مولانا عبدالعزیز صاحب خطیب و مدرس جامع مسجد گوجرانوالہ جامعہ تشریف لائے اور رجسٹر معائنہ میں بلند الفاظ میں اس کے انتظامات کی تعریف لکھی اور ترقی کی دعا دی۔ یہ مولانا عبدالعزیز "نبراس الساری علی اطراف البخاری" کے مصنف اور نصب الرایہ کے کتاب الحج تک مخرج اور محشی ہیں۔ دارالعلوم دیوبند سے ۱۳۱۱ھ میں فارغ ہوئے۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند ص۲)

جلسہ دستار بندی

۱۰ ر شعبان کو جلسہ دستار بندی ہوا جس میں مہتمم صاحب نے بتایا کہ دوران سال میں حسب دستور تحتانی درجات کے ماہوار امتحانات اور فوقانی درجات کے سہ ماہی و ششماہی امتحانات ہوئے اور غریب و مستحق طلبہ کیلئے کھانے، کپڑے اور

جوتوں کا انتظام بھی کیا گیا۔ نیز زیادہ نادار اور غریب الدیار طلبہ کو ایک روپیہ ماہوار وظیفہ بھی حسب سابق دیا جاتا رہا جامعہ کے تمام معاونین کو کا شکریہ ادا کیا۔

اس جلسہ میں شیخ الحدیث والتفسیر علامہ عثمانی نے انا عرضنا الامانۃ علی السموٰت والارض کی تفسیر وتشریح میں دو ڈھائی گھنٹہ تک تقریر کی۔ حاضرین جلسہ آپ کی محققانہ معلومات اور قرآنی علوم ومعارف سے مالا مال ہوئے تقریر کے بعد ۵۰ طلبہ کی دستار بندی فرمائی اور مخصوص انعامات تقسیم کئے گئے۔

(روداد ۵۳ھ صفحہ ۲۴ وغیرہ)

اس سال روداد میں صنعت وحرفت کا شعبہ کھولنے کی تجویز پیش کی گئی اسی طرح انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کیلئے علوم دینیہ کی تحصیل کیلئے سہ سالہ نصاب کی تجویز بھی رکھی گئی تاکہ انگریزی تعلیم یافتہ حضرات دین اسلام کی خدمت کا کام انگریزی زبان میں انجام دے سکیں۔ یہ آخری تجویز عملی صورت نہیں اختیار کرسکی۔

۱۳۵۴ھ اس سال کے اہم واقعات میں یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ نے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کو دارالعلوم دیوبند کی صدارت اہتمام کیلئے منتخب فرماکر آپ کے تقرر کے لئے سلسلہ جنبانی شروع کی۔ شوال ۵۵ھ میں جب جناب مولانا الحاج محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند حج بیت اللہ کے لئے عازم حجاز ہوئے تو ان کی جگہ حضرت مولانا عثمانی تا واپسی مہتمم صاحب عہدۂ اہتمام پر فائز رہے تھے اپنے فرائض منصبی کو کچھ دن دیوبند رہ کر اور زیادہ عرصہ جامعہ ڈابھیل ہی میں قیام فرماتے ہوئے

انجام دیا تھا۔ پھر مجلس شوریٰ نے ۱۳۵۳ھ میں مستقل طور پر عہدۂ صدر مہتمم کیلئے باتفاق رائے مولانا کا تقرر منظور کیا مگر جب مولانا سے عہدۂ صدارت قبول کرنے کے بارے میں استفسار کیا گیا تو مولانا نے دوسرے اعذار کثرت مشاغل وغیرہ کے علاوہ سب سے بڑا عذر یہ بیان فرمایا کہ میں جامعہ ڈابھیل سے قطع تعلق نہیں کر سکتا اور اس صورت میں میرے لئے اس قدر دور رہ کر دار العلوم کے فرائض متعلقہ کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے میں غیر معمولی دشواریاں اور مشکلات پیش آنا لابدی ہے۔

اکابر دار العلوم نے آپ کے اعذار کی صحت و اہمیت کو تسلیم کیا لیکن دار العلوم کیلئے موجودہ حالات میں آپ کی خدمات کا حصول بھی سخت ضروری اور اہم ہونا ظاہر کیا اور بہت غور و فکر کے بعد یہ صورت تجویز کی گئی کہ مولانا موصوف جامعہ ڈابھیل سے بدستور متعلق رہ کر درس و تالیف میں مشغول رہیں اور صدارت اہتمام دار العلوم کے فرائض زمانۂ تعطیل میں دیوبند قیام فرما کر اور بقیہ سال بھر جامعہ کے قیام میں بذریعہ مراسلت انجام دیا کریں۔ چنانچہ تجویز صدارت اسی شکل میں مجلس شوریٰ میں منظور ہو گئی۔

(روداد جامعہ ۱۳۵۳ھ ص ۲-۳ و تاریخ دار العلوم دیوبند)

امسال بھی حسب سابق سارا نظام چلتا رہا۔ مدرسین پورے انہماک اور شوق سے درس و تعلیم میں مشغول رہے طلبہ بھی مطالعہ اور درس میں غیر معمولی دلچسپی اور طوع و رغبت سے مشغول رہے طلبۂ درجات فوقانی نے اس سال بھی تحریر و تقریر کی مشق اور مطالعۂ کتب مذاہب غیر میں بہت توجہ رکھی۔ درس سے خارج اوقات میں اکثر طلبہ کتب خانۂ جامعہ میں بالالتزام حاضر ہو کر مطالعہ میں مشغول رہے اور اپنی عام معلومات (جنرل نالج) بڑھاتے رہے۔

مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی اس سال بھی نصف وقت پڑھاتے اور بقیہ وقت میں فیض الباری کی تالیف و ترتیب میں مشغول رہے (روداد ۵۴ھ صـ ۲) اسی سال[1] مولانا یوسف بنوری نے "نفحۃ العنبر فی حیاۃ امام العصر الشیخ الانور" چند مہینوں میں تصنیف فرمائی۔

(ملاحظہ ہو خاتمہ نفحۃ العنبر طبع کراچی صـ ۲۶۵ - ۲۶۸)

جلسۂ دستار بندی

۹ر شعبان ۵۴ھ بروز پنجشنبہ ۸ بجے جلسہ قراءت سے شروع ہوا۔ مہتمم صاحب نے حالات جامعہ بیان کئے اس کے بعد شیخ الجامعہ علامہ عثمانی نے حدیث ابن عمر "بنی الاسلام علی خمس" پر نہایت مفصل سیر حاصل بحث کرتے ہوئے ڈیڑھ گھنٹہ تقریر فرمائی جو بے شمار حقائق و معارف شرعیہ سے لبریز تھی۔ آخر میں مدارس عربیہ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا: آج کل دنیا کی تمام مہذب و متمدن حکومتوں میں دوسرے ضروری اداروں اور محکموں کے ساتھ ایک محکمہ آثار قدیمہ کا بھی ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ قدیم آثار کی حفاظت ہوتی ہے اور ان کے متعلق قسم قسم کے انکشافات بروئے کار آتے ہیں اس محکمہ پر لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں روپیہ صرف ہوتا ہے اسی طرح ہمارے پاس بھی کچھ آثار قدیمہ ہیں دیکھئے قرآن مجید کو پہلی کتابوں کا مہیمن اور محافظ کہا گیا ہے گویا تمام انبیاء و سابقین کے آثار عتیقہ اس میں محفوظ کر دیے گئے ہیں نیز سرور کونین

---

[1] اس سلسلے میں بینات مولانا وری نمبر کے صـ ۱۲ پر یہ جو لکھا ہے کہ ۵۵ھ میں پہلی بار دہلی سے طبع ہوئی اس میں ذہول ہے۔ تحقیق ۱۲ مرتب

افضل الانبیاء و خاتم المرسلین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں تمام انبیاء و سابقین کے علمی و عملی کمالات مجتمع تھے اور آپ کے تمام اقوال و اعمال نیز روحانی ہدایات کا مجموعہ احادیث کی صورت میں امت کے سپرد کیا گیا ہے علم تفسیر اصول حدیث فقہ اور اصول فقہ وغیرہ نے مختلف طرق سے علوم قرآن و حدیث کی خدمت کی ہے۔ پس قرآن و حدیث ہماری روحانی ہدایت کا سرچشمہ ہیں وہ تمام انبیاء خصوصاً پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار عتیقہ ہیں لہٰذا ان کی اور ان کے خدام کی حفاظت و نگہداشت تمام مسلمانوں کا اولین فرض ہے۔ مدارس عربیہ میں طبقہائے طلبہ و علماء اس کی حفاظت بطور فرض کفایہ کرتے ہیں اور ہر زمانہ میں یہ فریضہ ان کے دوش پر رہا ہے اس لئے ان مدارس کی بقاء اور ترقی کیلئے کوشش کرنا ہر مسلمان کا اولین فرض ہے الخ تقریباً ایک بجے یہ عظیم الشان جلسہ ختم ہوا اس جلسہ میں ۳۶ فضلاء کو دستار بندی کی گئی اور سندیں تقسیم ہوئیں۔

(روداد ۱۳۸۵ھ ص ۲۲-۲۳)

حادثۂ وفات

اس سال کے حادثات میں قابل ذکر جناب احمد درویش سملکی مقیم جنوبی افریقہ کا سانحۂ ارتحال ہے جنہوں نے ۱۳؍ شعبان ۱۳۸۵ھ کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نے مکتب کی تعلیم اپنے ہی گاؤں سملک میں مولانا احمد حسن بھام (بانئ مدرسہ) اور مولانا احمد بزرگ (مہتمم جامعہ) کے ساتھ حاصل کی۔ اتفاق سے ان تینوں کا نام احمد ہی تھا۔ لاجپور کے مدرسہ میں بھی ان تینوں حضرات کا ساتھ تھا مولانا احمد درویش نے بعد کو دہلی، امروہہ، گلاؤٹھی، میرٹھ، نظام الدین آخر میں دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی اور وہیں سے فارغ بھی ہوئے۔ جب

مولانا احمد حسن بھام نے سنہ ۱۳۲۶ھ میں مدرسہ تعلیم الدین کی بنیاد ڈالی تو مولانا احمد بزرگ شروع ہی سے اس میں مدرس رہے اور سنہ ۱۳۲۹ھ کے بعد تک مدرس رہے پھر تدریس کیلئے افریقہ چلے گئے اور اہل و عیال کو بھی وہیں بلا لیا۔

آپ عالم ہونے کے ساتھ صحیح معنی میں درویش بھی تھے اور آپ کے سلوک میں جذب کا رنگ جھلکتا تھا آپ کے زہد اور دنیا سے بے رغبتی کے واقعات بہت ہیں۔ آپ مدرسہ کیلئے ہمیشہ چندہ کی سعی کرتے اور ایک معقول رقم جمع فرما کر افریقہ سے بھیجتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

(روداد دارد و سنہ ۵۴ھ ص ۲۱،۲)

اس سال اسباق کی تقسیم مندرجہ ذیل طریقہ پر تھی

۱۔ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی	بخاری شریف
۲۔ مولانا عبد الرحمٰن صاحب امروہی	مسلم شریف، بیضاوی شریف، جلالین شریف، توضیح تلویح، مسلم الثبوت، نسائی شریف، موطا امام محمد۔
۳۔ مولانا سراج احمد رشیدی	ابوداؤد شریف، مشکوٰۃ شریف، متنبی، دیوان حماسہ، ابن ماجہ، موطا امام مالک۔
۴۔ مولانا بدر عالم میرٹھی	ترمذی شریف، کنز الدقائق، شمائل ترمذی (نصف وقت پڑھاتے تھے)۔
۵۔ مولانا محمد ادریس صاحب سکھروڈوی	ہدایہ اولین، شرح شرح تہذیب، میر قطبی، تصریح، شرح چغمینی۔

مولانا محمد یحییٰ صاحب (تھانوی)	ہدایہ اخیرین، سلم العلوم، میبذی، ملا حسن، شرح عقائد۔
مولانا محمد یوسف صاحب (بنوری)	شرح وقایہ اولین، مختصر المعانی، مقامات حریری، تاریخ الامم الاسلامی، تیسیر المنطق، مرقاۃ، اصلاح تحریر عربی ثالث۔
مولانا عبد القدیر صاحب (کیمل پوری)	قدوری، نور الایضاح، خیالی، حسامی، اصول الشاشی، مطول، قاضی، ملا جلال، امور عامہ، رسالہ قطبیہ۔
مولانا عبد العزیز (کیمل پوری)	حمد اللہ، صدرا، نور الانوار، قطبی، شرح جامی، معلم الصرف، علم الصیغہ، شرح مائۃ عامل، شمس بازغہ، اقلیدس۔
مولانا محمد ناظم صاحب (ندوی)	عربی کا معلم اول و ثانی، بحر الآداب ۳، ۴، ۵۔ النحو الواضح، دروس التاریخ الاسلامی، اصلاح تحریر درجۂ ابتدائی عربی و درجۂ عربی ثانی۔

(روداد ۵۴ھ ص ۲۱)

نقل معائنہ

الحاج ڈاکٹر خواجہ معین الدین صاحب

سابق ناظم طبابت و حفظان صحت

علاقہ سرکار نظام حیدرآباد دکن و معتمد اعزازی مجلس شوریٰ

صنعت دستی پارچہ بافی حرمین شریفین

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اس ناچیز کو ایک زمانہ دراز سے مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل کے دیکھنے کا اشتیاق تھا جس میں اکابر علماء جیسے مولانا انور شاہ کشمیری مرحوم اور موجودہ مولانا مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی اور دیگر علماء کرام اپنی عمر کا ایک حصہ یہاں کی دینی خدمات کے انجام دینے میں صرف کئے اور کر رہے ہیں۔ خوش قسمتی سے مجھے ۱۵ رجب سنہ ۱۳۵۴ھ بروز دوشنبہ مولانا مولوی احمد بزرگ صاحب مہتمم کے ہمراہ مدرسہ کے مختلف جماعتوں کے دیکھنے کا موقع ملا۔ علاوہ ازیں مولانا مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی کے بخاری شریف کے درس میں شریک ہونے کی عزت حاصل ہوئی۔ مولانا موصوف کا طرز تعلیم مختلف فیہ مسائل کے سمجھانے میں اپنی نظیر آپ ہے۔

مدرسہ کے مطبخ کو بھی دیکھا، عام صفائی بہت اچھی پایا۔ اشیاء خورد ونو

بھی دیکھا بہت اچھے تھے۔ طلباء کے رہنے کے کمرے بھی دیکھا اچھے ہوا دار ہیں۔ نام صفائی یہاں کی اچھی ہے۔ ان مقامات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مہتمم صاحب بڑی دلچسپی لیا کرتے ہیں۔ کسی طالب علم کو کسی قسم کی شکایت کھانے اور رہنے کی نسبت نہیں ہے اس مدرسہ کے متعلق بڑی چیز قابل تعریف یہ ہے کہ یہ مدرسہ آبادی سے ملا ہوا بھی ہے اور علیحدہ بھی۔ یہاں کے طلبہ کو کوئی مشغلہ سوائے درسی مشاغل کے نہیں ہے۔ جیسا کہ دوسرے بڑے شہروں میں ہوا کرتا ہے سب طلبہ چھوٹے بڑے پنجگانہ نماز باجماعت ادا کرتے ہیں اور تلاوت کلام مجید میں معروف رہتے ہیں جس کے دیکھنے سے ہر مسلمان کو مسرت ہوتی ہے، خداوند عالم بانیان اور معاونین و منتظمین و علماء کرام جن کا تعلق اس مدرسہ سے ہے ان کی عمر و اقبال میں برکت عطا فرمائے۔ اخیر میں اس قدر عرض ہے اگر مناسب خیال فرمایا جائے تو طلباء کی علمی ترقی کے ساتھ ساتھ جسمانی ترقی کیلئے کوئی وقت مخصوص کرکے ان سے ورزش کرائی جائے تو مناسب ہوگا۔ فقط

خواجہ معین الدین ڈاکٹر سابق ناظم طبابت و حفظان صحت
علاقہ سرکار نظام حیدر آباد

جناب الحاج ڈاکٹر خواجہ معین الدین صاحب سابق ناظم طبابت و حفظان صحت علاقہ سرکار نظام حیدر آباد و معتمد اعزازی مجلس شوریٰ صنعت دستی پارچہ بافی حرمین شریفین نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس سے مجھے پوری طرح اتفاق ہے۔

محمد عبدالرزاق ۱۴ رجب المرجب سنہ ۱۳۵۰ھ
بانی و میر مجلس مدرسہ فوقانیہ عثمانیہ انوار العلوم نامپلی حیدر آباد دکن
و منتظم دفتر مجلس شوریٰ دستی پارچہ بافی حرمین شریفین

(رجسٹر معائنہ صفحہ ۱۱۲)

۱۳۵۵ھ

اس سال بھی تعلیمی کیفیت سال گذشتہ کے طرز پر رہی۔ علامہ عثمانی بخاری شریف کے درس کے علاوہ فتح الملہم کی تالیف میں مشغول رہے۔ مولانا عبدالرحمٰن امروہی اور مولانا سراج احمد رشیدی اور مولانا جبر عالم میرٹھی وغیرہ درس حدیث وتفسیر وفقہ وغیرہ فنون میں منہمک رہے۔

(روداد ۵۵ھ ص ۲)

پانی کی فراوانی

مولانا احمد بزرگؒ لکھتے ہیں۔ حاجی سیٹھ یوسف بھائی میاں سملکی جامعہ کے قدیم محب مخلص اور بہی خواہ ہیں جنھوں نے جامعہ کی قدیم عربی درسگاہ اپنی نگرانی میں تعمیر کرائی تھی جو اپنی شان وشوکت میں جامعہ کی دوسری عمارتوں سے بالکل ممتاز ہے۔ موصوف نے جامعہ کیلئے پانی کی فراوانی کا انتظام کر دیا۔ موصوف نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے صرفہ سے ڈابھیل وسملک دونوں گاؤں میں واٹر ورکس کا انتظام کیا۔ دو ٹنکیاں بنوائیں۔ پورے گاؤں میں پائپ لائن بچھائی، جگہ جگہ نل لگوائے۔ حوض بنوائے جس سے تمام لوگوں کو غیر معمولی راحت پہنچی اس کام کیلئے اپنی بھاری تجارت چھوڑ کر افریقہ سے یہاں چلے آئے۔ تقریباً ایک سال تک سملک میں قیام کیا۔ جامعہ میں اگرچہ انجن کے ذریعہ پانی اور بجلی کا انتظام تھا جیسا پہلے گذر چکا ہے) لیکن حاجی صاحب نے قدیم بہی خواہی کی وجہ سے انجن اور واٹر ورکس سے جامعہ میں بھی پانی پہنچانے کا انتظام کر دیا۔ جس کی وجہ سے اب نسبتاً پانی کی فراوانی ہو گئی۔

(روداد ۵۵ھ ص ۱۳)

چند سال پیشتر تک جامعہ کی تمام تر امداد اہل گجرات کرتے تھے دوسرے صوبہ کے اصحاب خیر حضرات اس طرف متوجہ نہ ہو سکے تھے لیکن جب

گجراتی روئیداد کے ساتھ اردو روئیداد بھی شائع ہونے لگی جس میں جامعہ کے مختصر حالات درج کئے جاتے ہیں تو اس سے باہر کے لوگوں کو بھی جامعہ سے واقفیت حاصل ہوئی اور انھوں نے بھی جامعہ کی مذہبی و تعلیمی مرکزیت اور اس کے ٹھوس دینی کارناموں سے متأثر ہوکر امدادی رقوم ارسال کرنی شروع کردیں۔

(ایضاً ص ۹)

نقل معائنہ

سید عطاء اللہ شاہ بخاری و

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدرسہ کی عمارت اور اس کے مدرسین و متدرسین کو دیکھ کر بے اختیار منھ سے نکلتا ہے کہ اللہ پاک اس کو نظرِ بد سے بچائے اور دن دونی رات چوگنی ترقی نصیب کرے۔

سید عطاء اللہ بخاری

حبیب الرحمٰن لدھیانوی

۸ ربیع الثانی ۵۵ھ

(رجسٹر معائنہ ص ۱۱۵)

جلسۂ دستار بندی

۹ شعبان ۱۳۵۵ھ کی شب مسجد جامعہ میں حضرت مولانا عبد الحلیم صدیقی سابق پروفیسر ندوۃ العلماء

لکھنؤ نے بعد نماز عشاء تقریباً ڈھائی گھنٹے تک نہایت بصیرت افروز اور پُر
تقریر فرمائی۔ ۹ر شعبان کی صبح مہمانوں کے چائے ناشتہ کے بعد جس کا انتظا
مدرسہ کی طرف سے تھا ۸ بجے جلسہ شروع ہوا۔ تلاوت قرآن اور عربی قصید
بعد مہتمم جامعہ نے حالات جامعہ پر ایک مبسوط تقریر کی بعدہٗ شیخ التفسیر
والحدیث حضرت علامہ عثمانی نے تقریباً ڈھائی گھنٹہ جامع اور بصیرت افرو
تقریر فرمائی جس میں دینی علوم کی ضرورت و اہمیت پر زور دیا اور اس
بقاء و تحفظ کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی اس کے بعد ۴۴ فارغ التحصیل طلب
کی دستار بندی کی۔ تقریباً ایک بجے جلسہ ختم ہوا اور باہر کے حضرات با
کی طرف سے دعوتِ طعام میں شریک ہو کر رخصت ہوئے۔

اسباق کی تقسیم اس سال بھی تقریباً سالِ گذشتہ کے طریقہ پر رہی
صرف اتنی تبدیلی ہوئی کہ مولانا عبدالقدیر کیمل پوری چلے گئے اور مولا
عزیز احمد صاحب کا تقرر ہوا۔ کچھ معقولات کی کتابیں کم کر کے سفینۃ البلغا
اور البلاغۃ الواضحہ داخل نصاب کی گئیں۔

(روداد ۵۵ھ صـ۱۳)

۱۳۵۶ھ

اس سال کے اہم واقعات میں مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگؒ کا س
افریقہ ہے ضمیمہ روداد ۵۶ھ میں ہے (یہ ضمیمہ ادارۂ جامعہ
کے ارکان کی طرف سے اردو میں شائع ہوا تھا) "مہتمم صاحب موصوف کو
ایک عرصہ سے اس کی فکر تھی کہ جامعہ کیلئے مستقل دائمی سرمایہ کی صورت
جائے جس سے علوم نبوی کی یہ تعلیم گاہ زوال و تنزل کے خطرات سے محفو
ہوجائے اور اس کا دینی و علمی فیض عرصۂ مدید تک جاری و ساری رہے ا
لئے آپ نے کئی بار سفر افریقہ کا بھی خیال کیا تاکہ وہاں پہنچ کر محبان جامعہ

کو اس اہم ضرورت کی طرف توجہ دلائیں لیکن جامعہ کا اہتمام اور دوسرے مشاغل وموانع اس سفر سے روکتے رہے۔

اس سال جناب حاجی یوسف گاردی اور جناب حاجی ابراہیم میاں صاحب کو اس ضرورت کی طرف خصوصی توجہ ہوئی اور ان حضرات نے مہتمم صاحب کو افریقہ مدعو کیا۔ . . . . مہتمم صاحب بھی محض جامعہ کی ترقی اور بہبودی کی خاطر اس دور دراز سفر اور ایسے تلخ و بے مزہ کام کیلئے آمادہ ہوگئے اور دفتر جامعہ کے انتظامی امور کی تکمیل فرما کر اواخر صفر ۱۳۵۹ھ میں عزم سفر فرمالیا۔

۲۶ / صفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۵ / مئی ۱۹۴۰ء کو آپ کے لئے دار الحدیث جامعہ کے وسیع ہال میں اساتذہ اور طلبہ نے الوداعی جلسہ منعقد کیا جس میں ڈابھیل و سملک کے عمائد بھی جمع ہوئے۔ صدارت کیلئے مولانا عبد الرحمٰن امروہی منتخب ہوئے۔ تلاوت کلام پاک کے بعد مولانا حکیم قاری یامین صاحب نے اپنا وداعی قصیدہ پڑھا[1] بعدہٗ مولانا حبیب اللہ استاذ فارسی کی نظم پڑھی گئی پھر علامہ شبیر احمد عثمانی نے ایک مبسوط علمی تقریر فرمائی جس کے ذیل میں آپ نے مہتمم صاحب کے مناقب و اوصاف خاصہ کا تذکرہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا "مہتمم صاحب کے تین وصف ہیں جن سے میں بہت متاثر ہوں ایک قلت تکلف و تواضع کہ یہ اس زمانہ میں بہت کم ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک وصف خاص یہ بھی تھا کہ ان میں تکلف اور تصنع نہیں تھا چنانچہ ایک صحابی سے کسی نے صحابہ کے اوصاف پوچھے تو یہی جواب دیا کانوا اعمقهم علما واقلهم تکلفا

---

[1] یہ الوداعی قصیدہ تاریخ کے اخیر میں درج ہے۔ ۱۲

وانزلهم قسلوبنا الخ درحقیقت اس اقتباس تکلف کے الفاظ میں بھی قدرے تکلف کا جز موجود ہے ورنہ قلت کو بھی کیوں بیان کرتے قلت تکلف کے باب میں سرور کائنات فخر موجودات رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بے شمار واقعات احادیث وسیر کی کتابوں میں موجود ہیں (اس موقع پر چند واقعات بھی مولانا نے بیان فرمائے)۔

دوسرا وصف ہے اخلاص جو تمام اعمال حسنہ کی روح ہے یہ وصف بھی اس زمانہ میں تقریباً نایاب ہے دینی خدمات کو خصوصاً وہ جن میں کوئی نمایاں حیثیت بھی ہو بہت کم اخلاص کے ساتھ کیا جاتا ہے ہم نے مہتمم صاحب کے تمام کاموں کو دیکھا کہ ان میں اخلاص کا جزو بدرجۂ اتم موجود ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کو کامیابی ہوتی ہے۔

تیسرا وصف یہ ہے کہ مہتمم صاحب کو دینی علوم کے احیاء اور ابقاء کا جو قلبی شغف و شوق ہے وہ بھی اس زمانہ کے نوادر سے ہے آج کل عربی تعلیم کو لوگ بہت حقیر اور بے ضرورت جانتے ہیں حالانکہ صحیح معنی میں یہی علم ہے کیونکہ اسی سے دین کا بقاء ہے اور اخلاق حسنہ کے تحفظ کا ذریعہ ہے۔ تو صرف یہی عام رجحان انگریزی تعلیم کی طرف ہے اور اسی کی برتری اور افادیت کا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے، دینی علوم کی تحقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا لیکن اس بے دینی اور الحاد کے دور میں ایک چھوٹی سی جماعت وہ ہے جو دین و علوم دین کی حفاظت و بقاء کیلئے کوشاں ہے اور ایسی جماعت ہر زمانہ میں بوعدۂ خداوندی کے مطابق قیام ساعت تک موجود رہے گی۔ غرض وہ لوگ اپنے کام میں سرگرمی سے مشغول ہیں اور ہم لوگ ان کی خدمات سے الحمدللہ غافل نہیں ہیں۔ بقول اکبر مرحوم:

مسلمانوں میں اب تعلیم انگلش رک نہیں سکتی
کسی سے مغرب و مشرق کی سازش رک نہیں سکتی
وہ نزلہ رک نہیں سکتا یہ پیچش رک نہیں سکتی
بڑے بوڑھوں کی لیکن یہ بھی خواہش رک نہیں سکتی

مذاق قوم سب بے گانہ نہ ہو "اللہ اکبر" سے
یہ نقش جانفزا مٹنے نہ پائے دل کے دفتر سے

آخر میں آپ نے فرمایا ہمیں توقع ہے مہتمم صاحب کا یہ سفر بہت کامیاب ہوگا اور افریقہ کے ہمدردانِ جامعہ اس موقع پر پوری فراخدلی سے جامعہ کی دامے درمے قدمے سخنے امداد فرما کر ہم متعلقین جامعہ کو رہینِ منت فرمائیں گے۔

اس کے بعد مہتمم صاحب نے تقریر فرمائی۔ قاری محمد یامین صاحب اور مولوی حبیب اللہ صاحب کے تعاون کا شکریہ ادا کیا پھر جامعہ کے حالات اور سفر کے مقاصد پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ میرے بعد مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب مفتی جامعہ اور مولوی سید احمد رضا صاحب ناظم مجلس علمی باہم مشورہ اور تعاون سے جامعہ کے انتظامی معاملات انجام دیں گے اور مہمات امور میں بمشورہ و سرپرستی مولانا شبیر احمد عثمانی کام کرتے رہیں گے۔ آخر میں آپ نے اپنی کامیابی اور بخیر واپسی کے لئے دعا کی درخواست کی۔

(ضمیمہ روداد سنہ ۵۵ھ ص ۲۴ تا ۲۸)

اس موقع پر جامعہ کے طلبہ، باشندگان ڈابھیل اور اراکین انجمن اصلاح المسلمین سملک کی طرف سے سپاسنامے بھی پیش کئے گئے جن میں مفارقت اور جدائی پر رنج و قلق کا اظہار کیا گیا۔ اظہار عقیدت کے ساتھ خدمات کا اعتراف اور شفقتوں کا دل کی گہرائی سے اقرار کیا گیا۔ سفر کی کامیابی اور خیریت کے ساتھ واپسی کی دعائیں دی گئیں۔

(ملاحظہ ہو ضمیمہ مذکورہ ص ۳۲ تا ۳۴)

اس سفر کا داعیہ اور روداد سفر بیان کرتے ہوئے مولانا احمد بزرگؒ خود تحریر فرماتے ہیں۔

"جامعہ کے دور جدید کے اخراجات کا زیادہ تر بار جناب حاجی یوسف گارڈی اور جناب حاجی موسیٰ میاں نے لے رکھا ہے۔ لیکن اب جبکہ ان حضرات نے اپنے وعدہ سے کہیں زیادہ مدرسہ کی امداد میں حصہ لیا ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کا ذمہ دارانہ رویہ کب تک قائم رہے گا اس لئے بحیثیت مہتمم یہ خیال میرے قلب و دماغ کو رہ رہ کر پریشان کر رہا تھا کہ خدانکردہ اگر کوئی دوسری صورت جس کی بظاہر توقع نہیں پیش آگئی تو جامعہ کا موجودہ شکل میں بقا کیونکر ہو سکے گا۔ یہ روح فرسا تصور اکثر احقر کی تکلیف کا باعث بن رہا تھا کہ خدائے قدوس نے غیب سے ایک صورت ظاہر فرمائی یعنی جناب حاجی یوسف صاحب گارڈی کے دل میں مدرسہ کی مستقل امداد کا داعیہ پیدا ہوا چنانچہ آپ نے احقر کو بلا لیا۔ حالات اگرچہ میرے لئے کچھ زیادہ مساعد نہ تھے مگر احقر نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اس مبارک دعوت پر لبیک کہہ کر ۱۲ ربیع الاول ۴۲ھ کو جہاز پر سوار ہو گیا۔ بیس دن کے سفر کے بعد جہاز ڈربن پہنچ گیا گودی پر احباب و رفقا کے پر اخلاص چہرے دیکھ کر وطن اور عزیزوں کی مفارقت کی کلفت بھول گیا۔ جمعیۃ العلماء ٹرانسوال، جناب و رفقا اور دیگر مقامی انجمنوں نے جس گرم جوشی سے اپنی محبت کے مظاہرے بڑی بڑی پارٹیوں اور مجالس و سپاسناموں کے ذریعہ کئے ان کا گہرا اثر تادم مرگ رہے گا۔

چند یوم گزرنے پر اصل مقصد کی سلسلہ جنبانی شروع کی گو ابتداءً حالات سازگار نہ تھے مگر حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے جلد ہی ہوا کا رخ بدلا اور کشتی امید کنارے جا لگنے کی آس بندھ گئی آخرکار ساڑھے سات ماہ کے قیام کے بعد اس دینی درسگاہ کیلئے ایک معقول رقم جمع ہو گئی خیال ہے کہ اس رقم سے مدرسہ کے لئے بمبئی میں کوئی جائداد

خریدی جائے۔ (روداد سفر ص ۳۱۲)۔

افریقہ سے واپسی کے وقت جو سپاسنامے پیش کئے گئے ان میں سے ایک سپاسنامہ کے چند جملے ملاحظہ ہوں۔

سپاسنامہ

از جانب

کارکنان اسلام ڈابھیل وسملک (جوہانسبرگ جنوبی افریقہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

بگرامی خدمت فیض درجت ـــــ واقف اسرار شریعت ماہر رموز طریقت زد المجد والکرم حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب مہتمم مدرسہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل وسملک دام فیوضکم۔

ہم آج ایک ایسے مقدس بزرگ کی خدمت میں یہ سپاسنامہ پیش کر رہے ہیں جو باعتبار نجابت وشرافت کے تمام قوم وجماعت میں نہایت ممتاز ہیں اور اپنے اخلاق حمیدہ زہد وتقویٰ اور امانت ودیانت میں خطۂ گجرات اور طبقۂ علماء میں نہایت ہی معزز ومحترم۔

حضرت والا! آپ نے علوم دینیہ کی اشاعت اور جامعہ کی ترقی وبہبودی کے سلسلہ میں اس پیرانہ سالی میں یہاں کے احباب خیر کے مشورہ سے یہ سفر اختیار کیا اور اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرزمین افریقہ کو رونق بخشی اور جامعہ اسلامیہ کے دائمی بقاء وحفاظت کے واسطے سرمایہ کی سعی کرتے ہوئے اہل جنوبی افریقہ کو اپنے مواعظ رشد وہدایت سے فیضیاب کیا جس کے لئے ہم نہایت خلوص قلب سے ممنون ومشکور ہیں۔

حضور والا! آپ نے قومی خدمات اور مذہبی تعلیم کی اشاعت کی خاطر مفتی اعظم رنگون کے منصب جلیل کو خیرباد کہہ کر مدرسہ کے انتظام کی گرانبار ذمہ داری قبول فرمائی اور اس کی ترقی میں بکمال جانفشانی کوشاں رہے یہاں تک کہ خدا کے بزرگ و برتر نے ایسے اکابر علماء آپ کو اس دور پرفتن میں مرحمت فرمائے جن کی تشریف آوری سے گجرات کی سرزمین علوم نبویہ سے منور ہو گئی اور دور دور سے تشنگان علوم آ آ کر سیراب ہونے لگے ...

اخیر میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جامعہ کے دائمی بقاء کے عظیم مقصد میں کامیابی عطا فرمائے ۔

ہم ہیں آپ کے نیازمند اراکین انجمن اسلام

احمد اسماعیل مفتی ۔ احمد موسیٰ اسحاق جی، ایم ای ایکھلودیا، ای ایم سورتی ۔

۵ رذی قعدہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۸ رجنوری ۱۹۴۳ء (روداد ۱۳۶۲ھ ص ۸ مختصراً)

بمبئی واپسی آپ کی تشریف آوری کی اطلاع باضابطہ مدرسہ میں آچکی تھی، اس لئے تاریخ معینہ پر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی حضرت مولانا سراج احمد رشیدی و دیگر اساتذہ اور بستی کے لوگ بمبئی تشریف لے گئے واپسی میں گاڑی جب مرولی اسٹیشن پر پہنچی تو طلبہ کا ایک ہجوم موجود تھا اور ایک غیر معمولی ابتہاج و سرور کے آثار نمایاں تھے ہر طرف سے مبارکبادی کے فلک بوس نعرے لگ رہے تھے جونہی جامعہ پہنچا اور جس جامعہ کے مفاد میں آپ نے اپنا وطن چھوڑا تھا پہلی نماز اسی جامعہ میں پڑھی پھر اپنے مکان تشریف لے گئے اہل مدرسہ کی خواہش تھی کہ آپ کی تشریف آوری پر فوراً ایک جلسہ تہنیت منعقد کیا جائے مگر مولانا سراج احمد رشیدی رح کی علالت کی وجہ سے کسی قدر تاخیر کرنی پڑی ۔

۲ رذی الحجہ ۱۳۶۲ھ کو طلبہ کی انجمنوں نے اپنے جذبات مسرت کے اظہار کیلئے ایک جلسہ منعقد کیا اور ان میں انجمن اصلاح الکلام، اصلاح البیان، اصلاح اللسان

بزم اتحاد، مجیرۃ الاسلام، زینت الاسلام، رہبران اسلام اور خدام الاسلام نے اپنے اپنے انداز میں سپاسنامے پیش کرکے خلوص و محبت اور جوش و خروش کا اظہار کیا۔

اس کے بعد مہتمم صاحب نے تقریر فرمائی اور طلبہ کو ادبیت اور عربیت کی طرف خصوصی توجہ پر رغبت دلائی آپ نے فرمایا اگر تمہاری نظمیں عربی میں ہوتیں تو میں زیادہ مسرور ہوتا تم کو چاہئے کہ علماء و عقلاء سلف کی یادگار رہو اور دنیا کے سامنے ایک نمونہ بن کر نکلو الخ

دوسرے دن ۸ ذی الحجہ ۵۶ھ کو اساتذۂ کرام کا جلسہ منعقد ہوا۔ قرآن کریم کی تلاوت کے بعد اساتذۂ جامعہ نے عربی اور فارسی میں بلند پایہ فصیح و بلیغ قصائد سنائے حضرت مولانا شبیر احمد صاحب نے پرکیف و پرجوش تقریر فرمائی جس میں موجودہ دور میں علم عربی کی اہمیت کو نہایت خوبی سے ظاہر فرمایا۔ مہتمم صاحب کی بخیر تشریف آوری پر اظہار مسرت کیا، اور ان حضرات کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اس سلسلہ میں مدرسہ کی امداد فرمائی۔ مہتمم صاحب نے اپنی تقریر میں اساتذہ کا شکریہ ادا کیا۔ طلبہ کو تعلیم کی طرف رغبت دلائی اور اپنی خدمت کو حقیر بتاتے ہوئے قبولیت کی دعا کی آخر میں جلسہ دعا پر ختم ہوا۔ (ضمیمہ مذکورہ دسمبر ۱۹۳۷ء)

مولانا سراج احمد رشیدی رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ ارتحال

مولانا احمد بزرگ لکھتے ہیں۔ دنیا میں خالق کونین نے مسرت و غم کو توام پیدا کیا ہے ایک طرف جب کہ میں اپنے دل میں اپنے مدرسہ کے اساتذہ و طلبہ سے ملاقات کے ہزاروں ارمان لئے ہوئے آرہا تھا اس کے دوسری طرف مجھے کیا خبر تھی کہ گودی پر اتر کر فوراً ہی مجھے بہت سے حسرت و ارمان کو اپنے ہاتھوں سے زیر خاک دفن کرنا پڑے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ افریقہ سے میری روانگی کا وقت قریب ہوا تو

میں نے جامعہ میں حسب ضابطہ اپنے پہونچنے کی اطلاع کی اور ساتھ ہی یہ بھی تحریر کر دیا کہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اور دیگر اساتذہ اس سلسلہ میں کوئی تکلیف نہ فرمائیں ورنہ میری تکلیف اور ندامت کا باعث ہوگا مگر اس پر بھی جب میں گودی پر اترا تو اچانک حضرت مولانا شبیر احمد صاحب کی ذات گرامی کو مع چند اساتذۂ کرام کے موجود پایا ایک طرف ان حضرات سے ملاقات کی مسرت تو دوسری طرف مولانا موصوف کی تشریف آوری سے ندامت۔ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔

قیام گاہ پر اتر کر حضرت مولانا سراج احمد صاحب مرحوم کو شدید علیل پایا صورت حال دیکھ کر اسی وقت کچھ مایوسی ہو گئی، ڈابھیل آ کر ہم سب بچھڑے ہوئے آپس میں کوئی گھڑی عیش و راحت کی گذارنے نہ پائے تھے کہ مولانا موصوف نے چند ہی دن علیل رہ کر [illegible] سال کی عمر میں ۱۰ ذی الحجہ سنہ ۵۶ھ کو داعی اجل کو لبیک کہہ دیا، اور ہمیشہ کیلئے ہم سے رخصت ہو کر آخرت کا سفر اختیار کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کچھ عجیب اتفاق ہے کہ اس جامعہ کے ابتدائی سال میں امام الطریقت والشریعت حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا حادثہ پیش آیا اس کے تقریباً پانچ سال بعد امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اور تقریباً اسی مدت کے بعد حضرت مولانا سراج احمد رشیدی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ہاتھوں سے دفن کرنا پڑا۔ خداوند تعالیٰ ان سب بزرگوں کو اپنی رحمت خاص سے نوازے۔ اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔

مولانا مرحوم کی خبر وفات مشہور ہوتے ہی فوراً اطراف و جوانب سے لوگوں کا ہجوم شروع ہو گیا اور تھوڑی سی دیر میں اس قدر لوگ شریک جنازہ ہو گئے کہ ڈابھیل کی تاریخ میں شاید یہ پہلا اجتماع ہوگا خلق اللہ کے ہجوم اور کاندھا دینے والوں کی کثرت کا یہ حال تھا تھوڑے فاصلہ تک جنازہ کے جانے میں تقریباً ایک گھنٹہ صرف ہو گیا بعض

تجہیز کے بعد ڈابھیل میں تالاب کے کنارے جنوبی جانب میں نہایت خوشگوار مقام پر زیر مولسری سپرد خاک کیا گیا یہ وہ جگہ ہے جہاں مولانا اپنی حیات میں کبھی آکر اپنے مدفن کیلئے پسند فرمایا کرتے تھے۔ حق تعالیٰ آپ کے مدفن پر ہزاروں رحمتیں نازل کرے۔

قطعۂ تاریخ از مولانا حبیب اللہ مدرس فارسی جامعہ

ہے سراج احمد کی تاریخ وفات　　لکھی ہاتف نے بنور ان کے لئے
عیش منزل جنت الفردوس ہے　　باغ لاثانی ہے اور ان کے لئے

۱۳۵۶ھ　　۱۹۳۸ء

جلسۂ تعزیت ایصال ثواب کے بعد جامعہ میں تعزیت کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں جملہ متوسلین نے شرکت کی تلاوت قرآن کے بعد عربی وفارسی مراثی پڑھے گئے، پھر علامہ عثمانی نے تعزیت کے جلسوں کی غرض وغایت اور شرعی نقطۂ نظر سے اس کی حیثیت بیان فرمائی۔ (انتم شہداء اللہ فی الارض والی حدیث پر محققانہ تبصرہ فرمایا مولانا مرحوم کے محاسن بیان فرمائے نیز اپنے طویل وعمیق تعلقات کے منقطع ہونے پر جو صدمہ وملال تھا اس کا اظہار فرمایا۔ اخیر میں مہتمم صاحب نے اپنے حزن وملال کا اظہار کیا اور طلبہ کو اطمینان دلایا کہ اس ناقابل تلافی نقصان کی حتی الوسع مدرسہ کوشش کرے گا۔ (ایضاً ص۱۸-۱۹)

دیگر حالات مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگ "تشکر ارباب ہمم" کے ذیل میں لکھتے ہیں: مدرسہ کے ہر گوشہ اور ہر حاجت میں جب آپ تلاش کریں گے توسب سے پہلے آپ کو اس میں حاجی یوسف صاحب گاڑوی کا نام ملے گا چنانچہ پانچ سال کے وعدہ کو گئے بارہواں سال ہو رہا ہے آپ برابر پابندی کے ساتھ پورا فرما رہے ہیں اور ایک ہزار کی گراں بہا رقم مدرسہ کو بھیجتے رہتے ہیں (روداد ۵۲ھ صــــ)۔

افریقہ کے سفر سے واپس آکر "حضرات معاونین" کے ذیل میں لکھتے ہیں: اس سلسلہ

میں جن کا نام سب سے پہلے زبان و قلم پر آتا ہے وہ جناب حاجی یوسف صاحب گارڈی کی ذات گرامی ہے جنھوں نے اپنی موٹر ڈرائیور کو میرے لئے وقف کر دیا جس سے میں نے پندرہ ہزار میل کا سفر کیا آنے جانے کا سارا خرچ بھی خود ادا کیا۔ چندہ شروع ہوا تو سب سے پہلے آپ نے خود دو ہزار پونڈ کی رقم لکھوائی۔ اپنی تجارت اور دکانداری چھوڑ کر میرے ساتھ شہروں جنگلوں پہاڑوں میں در در گھومتے رہے (روداد گجراتی ۱۳۵۶ھ صفحہ)

مدرسہ کے دوسرے بڑے بہی خواہ حاجی موسیٰ میاں صاحب ہیں جن کی امدادوں کا حال سالہائے گذشتہ کی رودادوں میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مدرسہ آپ کا بھی ہمیشہ رہین منت رہا ہے اور اب بھی ہے (روداد ۱۳۶۹ھ صفحہ)۔

۱۳۵۵ھ کی روداد میں ہے "جناب حاجی سیٹھ یوسف گارڈی اور جناب حاجی موسیٰ میاں صاحب سملکی دونوں برابر ایک ایک ہزار روپیہ مرحمت فرماتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی جامعہ کی دوسری ضروریات میں علیحدہ رقم عنایت فرماتے ہیں........ درحقیقت جامعہ کے دور جدید کی تمام ترقیات اور موجودہ تعلیمی مرکزیت کا بڑی حد تک انحصار انہی دونوں حضرات کے بڑے چندوں پر ہے (صفحہ ۷) دیگر اہل خیر حضرات کا شکریہ بھی روداد میں مذکور ہے۔

سالانہ جلسہ

شعبان ۱۳۵۶ھ کے سالانہ جلسہ میں شب کے اجلاس میں ناظم جمعیۃ علماء ہند مولانا احمد سعید دہلوی نے پرکیف تقریر فرمائی۔ صبح کے اجلاس میں تلاوت قرآن پاک اور عربی فارسی قصائد کے بعد جناب مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب نے بحیثیت قائم مقام مہتمم مدرسہ کے حالات سنائے پھر علامہ عثمانی نے علم کی ضرورت پر تقریر فرمائی اس کے بعد اکاون فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی حسب دستور مدرسہ کی طرف سے تمام

لہ یہ تصویریں تاریخ کے اخیر میں درج کر دئے گئے ہیں۔

شرکاء جلسہ کیلئے کھانے کا انتظام تھا۔ لوگ کھانے سے فارغ ہو کر واپس گئے۔

(روداد ۵۶ھ صفحہ ۲)

تقسیم اسباق کا نقشہ

مولانا سراج احمد رشیدی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد اسباق کی تقسیم مندرجہ ذیل طریقہ پر تھی

۱۔ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی	بخاری شریف
۲۔ مولانا عبدالرحمٰن امروہی	ابوداؤد شریف، مسلم شریف، بیضاوی شریف، جلالین شریف، نسائی شریف، مؤطا امام محمد، مؤطا امام مالک۔
۳۔ مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی	ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف، ملا حسن، شمائل ترمذی، نخبۃ الفکر۔
۴۔ مولانا محمد ادریس صاحب سکروڈوی	ہدایہ اولین، تصریح، بحر الآداب، سفینۃ البلغاء، میر قطبی، سلم العلوم۔
۵۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب	ہدایہ اخیرین، حسامی، مطول، سلم العلوم
۶۔ مولانا عبدالعزیز صاحب	کنز الدقائق، توضیح تلویح، شرح عقائد، شرح جامی، مختصر المعانی، مسلم الثبوت، خیالی۔
۷۔ مولانا محمد نور صاحب	شرح وقایہ، میبذی، مقامات، اصول الشاشی، قطبی، میری قطبی، شرح عقائد، نور الانوار (محرم ۵۳ھ سے مولانا کا تقرر ہوا)۔

۸- مولانا عزیز احمد صاحب	نور الایضاح، قدوری، نفحۃ الادب ۲-۳، النحو الواضح تیسیر المنطق، مرقاۃ، شرح تہذیب، دروس التاریخ الاسلا
۹- مولانا محمد ثناء صاحب	عربی کا معلم اول و ثانی، معلم الصرف، علم الصیغہ، نفحۃ الادب تحریر جماعت اول۔
۱۰- مولانا محمد یوسف صاحب¹ کامل پوری	تحریر جماعت مقامات۔
۱۱- مولانا قاری محمد یامین صاحب	دیوان متنبی، دیوان حماسہ، تحریر جماعت سوم۔
۱۲- مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ (مفتی جامعہ)	نور الانوار۔
۱۳- مولانا احمد بزرگ (مہتمم جامعہ)	سراجی۔

۱؎ یہ مولانا یوسف بنوری نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ شوال ۱۳۵۸ھ میں یعنی مولانا احمد بزرگ کے افریقہ سے آنے اور مولانا سراج احمد صاحب کی وفات سے قبل ہی مولانا احمد رضا بجنوری کی معیت میں حج کو چلے گئے تھے جیسا کہ گجراتی روزنامچہ ۱۳۵۸ھ صفحہ ۱۳ پر ہے حج سے فارغ ہو کر ماہ صفر ۱۳۵۹ھ میں یہ لوگ ڈابھیل پہنچ گئے ملاحظہ ہو نفحۃ العنبر ص ۔ یہ مولانا یوسف کامل پوری رکن مجلس علمی ہیں جو مولانا سراج احمد صاحب کے انتقال کے وقت یہاں موجود تھے۔ عربی میں مر بھی لکھا تھا، زبردست ادیب تھے نفحۃ العنبر میں ان کا ایک مقالہ اور مرثیہ بھی درج ہے ملاحظہ ہو ص ۱۲-۲۱۵ طبع کراچی۔ آپ ہی نے نصب الرایہ کی کتاب الحج سے اخیر تک تخریج کی جیسے مولانا عبد العزیز بہاولپوری پنجابی ذکر کر چکے تھے۔ ملاحظہ ہو نصب الرایہ کا مقدمہ۔ مولانا یوسف بنوری نے تخریج نہیں کی ہے صرف طباعت کے وقت تصحیح کی ہے۔ دار المصنفین کے بعض مصنفین کو اس سلسلہ میں اشتباہ ہو گیا ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۳۵۷ھ اوپر جو تقسیم اسباق کا نقشہ درج ہوا ہے در حقیقت ۵۸ھ ہی کا ہے، کیونکہ مولانا سراج احمد کے انتقال کے بعد جلد ہی محرم شروع ہو گیا۔ اس میں مولانا محمد نور کا نام بھی ہے ان کا تقرر ہی محرم ۵۸ھ میں ہوا ہے۔ اسی تقسیم کے مطابق تعلیم جاری رہی۔ سالانہ امتحان کے بعد جلسہ ہوا۔ رات کے اجلاس میں مولانا عزیز احمد صاحب مدرس جامعہ نے پرجوش تقریر کی۔ صبح کے اجلاس میں مہتمم صاحب نے سال بھر کے حالات سنائے اس کے بعد مولانا عثمانی نے تقریر فرمائی اور آخیر میں فارغ ہونے والے چوراسی طلبہ کو اسناد اور رسالے تقسیم کئے۔ (روداد ۵۸ھ ص ۱۱)۔

یہ تعداد جامعہ کی پوری تاریخ میں سب سے زیادہ ہے۔ مولانا یوسف بنوری اس سال مجلس علمی کے کام سے مصر میں مقیم رہے۔

۱۳۵۸ھ اس سال بھی حسب دستور مولانا احمد بزرگ کے لنگروں میں "ہندوستان کے تمام صوبوں کے طلبہ اور بیرون ہند کے طلبہ بھی بڑی تعداد میں یہاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، اسی طرح ہندوستان کے تمام اطراف سے جامعہ کے دارالافتاء میں استفتاء بکثرت آتے ہیں۔ حضرت العلامہ مولانا شبیر احمد عثمانی صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند بخاری شریف کا درس دیتے ہیں نیز ڈابھیل و سملک و مقامات میں آپ کے مواعظ حسنہ بھی مثل سالہائے گذشتہ ہوتے رہے جن سے گجرات کے مسلمانوں میں غیر معمولی مذہبی بیداری پیدا ہوئی۔

حضرت مولانا عبدالرحمن امروہی تلمیذ خاص حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اساتذۂ جامعہ بھی بخیر و خوشی اصولی درس و تدریس میں مشغول رہے

(روداد ۵۸ھ ص ۲)

اس سال مولانا یوسف بنوری نے مصر سے واپس آکر بقیہ سال مجلس علمی کے شعبۂ تالیف میں کام کیا اور فارغ وقت میں طلبہ کو نسائی شریف پڑھائی (ایضاً ص ۱۱)

سالانہ جلسہ

شب کے اجلاس میں مولانا بدر عالم صاحب نے پرجوش اصلاحی تقریر فرمائی صبح کے اجلاس میں تلاوت قرآن کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی فارسی نظم "جامعہ گجرات" پڑھی گئی جو بہت پسند کی گئی۔ مہتمم صاحب کے بعد مولانا عثمانی کی تقریر ہوئی پھر اکاون طلبہ کی دستار بندی ہوئی۔ (روداد ۵۸ھ ص ۱۲)

سنہ ۱۳۵۹ھ

اس سال کا حال بھی سال گذشتہ کی طرح ہے پچاس طلبہ کو سند اور دستار دی گئی (ان ہی میں مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ موجودہ مہتمم جامعہ بھی تھے) اس سال مولانا شبیر احمد عثمانی تشریف نہیں لائے۔ بخاری شریف مولانا عبدالرحمٰن امروہی نے پڑھائی۔ مولانا عثمانی اخیر سال میں صرف ایک ماہ کیلئے تشریف لائے بخاری کا کچھ حصہ پڑھایا اور جلسہ میں تقریر کی (گجراتی روداد ۵۹ھ ص ۲)۔

اس سال کی روداد مولانا احمد بزرگ کی آخری شائع کردہ روداد ہے اس سال سے اردو روداد بھی بند ہو گئی اس لئے اب جو بھی حوالہ ہوگا وہ گجراتی ہی روداد کا ہوگا۔ اگرچہ مولانا احمد بزرگ ربیع الاول سنہ ۶۱ھ تک مہتمم رہے مگر چونکہ روداد سال گذرنے کے کئی ماہ بعد شائع ہوتی ہے اس لئے سنہ ۶۱ھ کی روداد مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب نے شائع کی جو مولانا احمد بزرگ کے بعد مہتمم مقرر ہوئے۔

سنہ ۱۳۶۰ھ

اس سال مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی تشریف نہیں لائے۔ مولانا عبدالرحمٰن امروہی صدر مدرس رہے تعلیمی سال کے اختتام پر سالانہ جلسہ میں شرکت کیلئے خاص طور سے مولانا منظور احمد نعمانی صاحب مدظلہ تشریف لائے تھے۔ اتفاق سے مولانا عبیداللہ سندھی بھی پہلے سے تشریف فرما تھے آپ نے کئی روز قیام کیا "حجۃ اللہ البالغہ" کا درس بھی طلبہ کو دیا۔ آپ کا معائنہ آئندہ درج کیا جا رہا ہے۔

سالانہ جلسہ

۹ر شعبان کی شب میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا وعظ ہوا۔ صبح کے اجلاس میں تلاوت قرآن وغیرہ کے بعد مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگ

عکس تحریر مولانا عبید اللہ سندھیؒ دیوبندی

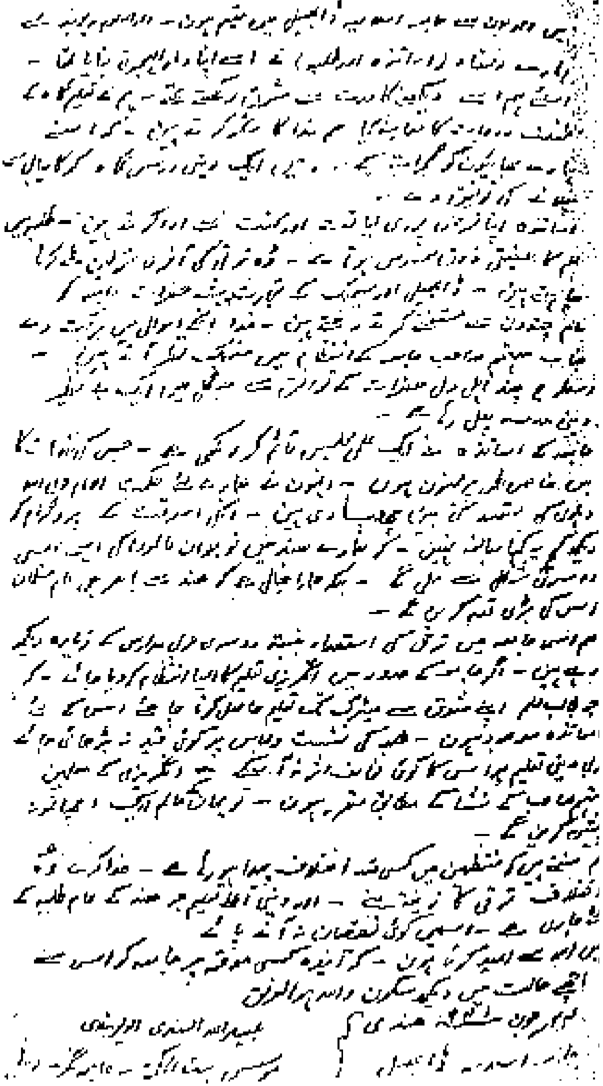

نے مدرسہ کے حالات بیان فرمائے اس کے بعد مولانا منظور احمد نعمانی مدظلہ نے علم کی ضرورت وحفاظت پر تقریر فرمائی جس کا سامعین پر اچھا اثر ہوا۔ تقریر کے بعد چالیس طلبہ کو دستار و سند تقسیم کی گئی۔

نقل معائنہ

مولانا عبیداللہ سندھی

میں ۲۲ر جون ۱۹۴۲ء مطابق شعبان ۱۳۶۱ھ سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مقیم ہوں دارالعلوم دیوبند سے ہمارے رفقاء، اساتذہ وطلبہ نے اسے اپنا دارالہجرۃ بنایا تھا۔ اس لئے ہم اسے دیکھنے کا مدت سے شوق رکھتے تھے ہم نے تعلیم گاہ کے مختلف درجات کا معائنہ کیا ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمارے بھائیوں کو گجرات کے علاقہ میں ایک دینی درسگاہ کو کامیابی سے چلانے کی توفیق دی۔ اساتذہ اپنا فرض پوری لیاقت اور محنت سے ادا کرتے ہیں طلبہ میں علم کا تحقیقی ذوق محسوس ہوتا ہے وہ ترقی کی آخری منزلیں طے کرنا چاہتے ہیں ڈابھیل و سملک کے تجارت پیشہ حضرات جامعہ کو عام چندوں سے مستغنی کرتے رہتے ہیں۔ خدا ان کے اموال میں برکت دے جناب مہتمم صاحب انتظام میں منہمک نظر آتے ہیں اس طرح چند اہل دل کے توافق سے جنگل میں ایک بے نظیر دینی مدرسہ چل رہا ہے۔

جامعہ کے اساتذہ نے ایک علمی مجلس قائم کر رکھی ہے جس کی خدمات کا میں خاص طور پر ممنون ہوں انھوں نے ہمارے لئے حکمت الامام ولی اللہ دہلوی کی متعدد کتابیں چھاپ دی ہیں ان کے اس وقت کے پروگرام کو دیکھ کر یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ ہمارے ہند میں نوجوان عالموں کی ایسی مجلس دوسری جگہ مشکل سے ملے گی بلکہ ہمارا خیال ہے کہ ہند سے باہر بھی عالم مسلمان اس کی بڑی قدر کریں گے۔

ہم اس جامعہ میں ترقی کی استعداد بہ نسبت دوسرے عربی مدارس کے زیادہ دیکھ رہے ہیں اگر جامعہ کے حدود میں انگریزی تعلیم کا ایسا انتظام کر دیا جائے کہ جو طالب علم اپنے شوق سے میٹرک تک تعلیم حاصل کرنا چاہے اس کیلئے اساتذہ موجود ہوں طلبہ کی نشست و لباس پر کوئی قیود نہ بڑھائی جائے۔ عربی دینی تعلیم پر اس کا کوئی مخالف اثر نہ آسکے انگریزی کے معلمین مہتمم صاحب کے منشاء کے مطابق مقرر ہوں تو یہاں کے عالم ایک اچھا نمونہ پیش کریں گے۔

ہم سنتے ہیں کہ منتظمین میں کسی قدر اختلاف پیدا ہو رہا ہے خدا کرے کہ وہ اختلاف ترقی کا ذریعہ بنے اور دینی اعلیٰ تعلیم جو ہند کے عام طلبہ کیلئے جاری ہے اسمیں کوئی نقصان نہ آنے پائے میں دل سے امید کرتا ہوں کہ آئندہ کسی موقع پر جامعہ کو اس سے اچھی حالت میں دیکھ سکوں۔ واللہ الموفق۔

عبید اللہ السندھی الدیوبندی مؤسس بیت الحکمۃ جامعہ نگر دہلی

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

۲۴ / جون ۱۹۴۱ء

(از رجسٹر معاینہ صـ۲۱)

جامعہ کی خدمات کا جائزہ

ہم نے مدرسہ تعلیم الدین کو تین دور میں تقسیم کیا تھا۔ اسی طرح جامعہ ہونے کے بعد سے آج تک کے زمانہ کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ علماء دیوبند کے آنے سے لیکر مولانا احمد بزرگ کے دور اہتمام کے ختم تک "دورِ اول" مولانا محمد سعید بزرگ کا دور "دورِ ثالث" اور درمیان کا دور "دورِ ثانی"۔

جامعہ کے دورِ اوّل کا جائزہ

اب دورِ اوّل ختم ہوا چاہتا ہے۔ ان چودہ
سے لیکر سنہ ۴۰ تک ۱۴ سالوں میں ساڑھے چھ سو
زیادہ (ہمارے شمار کے مطابق ۶۵۵) طلبہ نے فراغت حاصل کی اور ملک کے مختلف علا
میں تعلیم و تدریس اور تبلیغ میں لگ گئے۔ تصنیف و تالیف کے ذریعہ اسلام کی اشاعت
کی علاوہ بریں اساتذہ جامعہ کے مواعظ سے علم کی روشنی اس علاقہ کے ہر چہار طرف پھیلی
لوگ دین سے قریب اور علم سے مانوس ہونے لگے جہالت اور بدعت کا زور گھٹا۔ عرس اور
قبر پرستی میں کمی ہوئی بلکہ بہت سی جگہوں میں اس کا بالکل خاتمہ ہوگیا۔

۱۳۳۳ھ اور ۱۳۳۴ھ کی رودادوں میں مولانا احمد بزرگ لکھتے ہیں " واقف حضرات
جانتے ہیں کہ اب سے بارہ تیرہ سال قبل تک گجرات کے عام مسلمان کس قدر پستی میں تھے
صحیح مذہبی تعلیم سے ان کو کس قدر نفرت تھی رسوم جاہلیت میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ بدعا
کے شیدائی اور طریق سنت سے کوسوں دور تھے ان کی مذہبی اصلاح کیلئے اگر کوئی عالم ربا
اس طرف آنکلتا تو اس سے برا ان کی نظر میں کوئی نہ ہوتا لیکن یکایک جامعہ کے قیام کے
ان لوگوں میں انقلاب شروع ہوا۔ حق و باطل میں تمیز کرنا شروع کیا شریعت حقہ کے جا
اعتدال کی طرف قدم بڑھائے اور رفتہ رفتہ بدعات سیئہ سے نفرت اور سنت حسنہ سے
محبت پیدا ہوئی۔ انھوں نے آنکھیں کھولیں اور گہری نیند سے بیدار ہو کر علم صحیح کی روشنی
حق و صداقت کی راہ دیکھی حق تعالیٰ نے بھی ان کی اس انابت صادقہ کو شرف قبول سے
تعصب و ہٹ دھرمی کافور ہوئی اور وہ ہر حق آواز پر لبیک کہنے کے لئے تیار نظر
آنے لگے۔

تمام قرب و جوار کے قصبات و دیہات سے تقریبات شادی وغیرہ کے موقع پر
جامعہ کو مدعو کیا جانے لگا اور ان حضرات نے بھی ہر اصلاح کے موقع سے فائدہ اٹھا کر ان
حق و صداقت کی آواز پہونچائی جس کا نتیجہ خاطر خواہ نکلا حتیٰ کہ متعدد جگہ کے سالانہ عرس

بند ہو گئے جو برسوں سے ایک رسم جاہلیت کے طور پر ہوتے چلے آتے تھے حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کی کامیابی اس زمانہ میں علماء کو دوسرے ہندوستان کے کسی خطہ میں نہیں ہو سکتی کیونکہ اکثر جاہل مسلمان مذہب سے زیادہ رسوم جاہلیت کو عزیز و محبوب رکھتے ہیں دوسری طرف اس میں مسلمانان گجرات کی پختہ ایمانی اور حق پسند فطرت کو بھی بڑا دخل ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کی نیک نیتی اور خلوص کو دیکھ کر ان کو قبول حق کی توفیق بخشی ۔

(ص ۱۱)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ نے سنہ ۱۳۵۴ھ میں صدر مہتمم کا عہدہ قبول کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ "علماء دیوبند کے وہاں پہنچ جانے سے ڈابھیل میں وہ عظیم الشان مدرسہ عالم وجود میں آیا جس کے علمی فیضان سے آج گجرات کا چپہ چپہ سیراب ہو رہا ہے اور گجرات کا بدعت کدہ بحمد اللہ آج قرآن و سنت کی روشنی سے منور ہے۔ (تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۲۸۲)

روداد ۵۵ھ کے ضمیمہ میں " ارکان ادارۂ جامعہ نے اس حقیقت کو اپنے ان لفظوں میں ظاہر کیا تھا " قارئین روداد جامعہ واقف ہیں کہ جناب مہتمم صاحب کو جامعہ کی تعلیمی ترقیات اور اس کے بقاء و تحفظ کا کس قدر خیال ہے انھوں نے محض جامعہ کی فلاح کی خاطر رنگون کے عہدۂ افتاء کو چھوڑا اور اس وقت سے ڈابھیل آکر برابر جامعہ کی ترقی کیلئے ہمہ تن متوجہ ہے وہ جس وقت تشریف لائے تھے یہ جامعہ مدرسہ تعلیم الدین کے نام سے بہت ہی چھوٹے پیمانہ پر قائم تھا۔ چند مدرس تھوڑے طلبہ اور عمارت محدود اور مدرسہ کے خزانہ میں روپے کے نام سے صفر۔ ایسی حالت میں صرف آپ کی گرانقدر مساعی اور بے مثل ایثار و اخلاص کی بدولت یہ معمولی گاؤں کا مکتب بہت ہی تھوڑی مدت میں ایک عظیم الشان مرکزی دارالعلوم میں منتقل ہو گیا اور دنیائے اسلام کے بے مثل محدث مایۂ ناز مفسر علمی مرتبت فقیہ و ادیب اور اسی طرح ہر علم و فن کے حاذق و ماہر یہاں تشریف لائے جو اپنے ظاہری اور روحانی فیوض سے ہند و بیرون ہند کے مستفیدین کو فیضیاب کرنے لگے۔ غرض جامعہ کی تمام تر ترقیات محض آپ کے اخلاص و ایثار اور سرپرستان جامعہ کی علمی

قدردانوں کی رہینِ منت ہے۔ حق تعالیٰ کی مشیت متعلق ہوئی کہ اس خطۂ گجرات کو جو کبھی علم و فضل کا گہوارہ رہ چکا ہے پھر علوم و فنون کی ترقیات سے بقعۂ نور بنائے اور قرآن و حدیث کے آفتاب و ماہتاب سے اسے چمکائے اسی لئے حضرت حق نے اس کیلئے مہتمم کا انتخاب کیا تو ایسے عالم باعمل اخلاص و ایثار مجسم بزرگ کا، مالی سرپرستی کیلئے چنا تو ذریعہ کے ان باہمت عالی حوصلہ شیدائیان علوم نبوت کو جن کے اولیٰ درجہ کے اخلاص کی قدر و قیمت بھی یقیناً ان کی گرانقدر رقوم سے کہیں زیادہ ہے۔ درس و تعلیم کیلئے منتخب فرمایا تو ان قدسی نفوس کو جن کے شہرۂ آفاق علم و فضل سے ان کی روحانی برکات مسابقت کر رہی تھیں اور جو تقویٰ و طہارت اخلاق و دیانت کے جیتے جاگتے نمونہ تھے۔

مختصر یہ کہ جامعہ کے ابتدائی دور ترقی اور اس کی موجودہ ترقی یافتہ صورت کو ہم حق تعالیٰ کے ان کرشمہائے قدرت میں سے سمجھتے ہیں جو بطور خوارق عادات اپنے بندوں کو محض اپنے لطف بے پایاں سے نوازنے کیلئے ظاہر ہوا کرتے ہیں (رشحہ ۲۵-۲۶)

مہتمم جامعہ کی اپنی کوشش یہ بھی لکھتے ہیں "جامعہ اسلامیہ کا شعبۂ تعلیم برابر ترقی کے مدارج طے کر رہا ہے اور ادارۂ جامعہ کی سب سے بڑی کوشش یہی ہے کہ اس کی تعلیمی حالت زیادہ سے زیادہ اچھی ہوتی جائے۔ تعلیمی اسٹاف میں ہندوستان کے مایۂ ناز علماء کام کر رہے ہیں۔ ادارۂ جامعہ اس کی بھی امکانی کوشش کر رہا ہے کہ جامعہ میں قابل اور مستعد طلبہ کا اجتماع رہے کیونکہ قابل اساتذہ سے لائق طلبہ ہی مستفید ہو سکتے ہیں۔

(روداد رشحہ ص ۹)

لیکن اتنی ساری ظاہری اور باطنی ترقی کے باوجود بھی تشنگی باقی تھی۔ کچھ اور تمنائیں تھیں لیکن وہ دل کی دل ہی میں رہ گئیں۔ ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

کئی سالوں سے "ضروریات جامعہ" کے تحت چند چیزوں کی ضرورت کا تقاضا روداد میں شائع ہو رہا تھا، مسجد کی توسیع، جدید دارالاقامہ کی تعمیر، ایک مستقل دواخانہ (ہسپتال) کتب خانہ

اور وسیع صنائع کے درجات کا قیام۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہ تمام ضروریات پوری ہوئیں تمنائیں بر آئیں اور حسن اتفاق کہ ان میں بیشتر مہتمم مرحوم کے خلف الصدق جناب مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ کے زمانہ میں۔

؏ پدر نتواند پسر تمام کند

جن کی تفصیل جامعہ کے دور ثالث میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

جامعہ کا دورِ ثانی

(۱۳۶۱ھ تا ۱۳۷۸ھ) ۱۸ر سال

۱۳۶۱ھ

اس سال مولانا احمد بزرگ ماہ ربیع الاول سے مستعفی ہو گئے اور مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ مہتمم مقرر ہوئے۔ استعفاء کا باعث بعض لوگوں کا اختلاف بنا اور یہ اختلاف خاصا طویل ہوا۔ مقدمہ تک نوبت پہونچی۔ اس اختلاف کی کوئی تفصیل روداد میں درج نہیں۔ اس طرح کے اختلافات زیادہ تر غلط فہمیوں اور بدگمانیوں اور کسی قدر انسانی و بشری کمزوریوں پر مبنی ہوا کرتے ہیں یہاں بھی یہی چیزیں کارفرما نظر آتی ہیں۔ اس لئے اس کی تہ میں جانا اور اختلاف کے حقیقی عوامل کو تلاش کر کے معلوم کر لینا ہمارے لئے غیر ضروری بھی ہے اور مشکل بھی ہے۔

چونکہ مولانا احمد بزرگ کی مساعی جمیلہ اور ان کے رفقاء کے تعاون سے انہی کے دور میں یہ جامعہ بام عروج کو پہونچا تھا اور گجرات میں اس جامعہ کی وجہ سے ایک علمی فضا قائم ہو چکی تھی اور آئندہ کیلئے اس سے بہت سی توقعات وابستہ تھیں اس لئے ایسے وقت میں اختلاف کرنیوالوں کے اختلاف اور جامعہ سے انقطاع کی وجہ سے ان کے دل کو بہت شدید صدمہ پہنچا۔ زندگی کے آخری ایام اسی رنج وغم میں گذرے بلکہ یہی رنج وملال عالم اسباب میں

سفرِ آخرت کا سبب بھی بنا ۔

ان کو زیادہ افسوس اس بات کا تھا کہ مدرسہ کا اصل اقتدار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں چلا گیا جو عالم نہیں ہیں اور تجربہ سے یہ بات مسلم ہے کہ کسی مدرسہ کی ظاہری اور باطنی ترقی سرمایہ اور دولت کے بل بوتے پر نہیں ہوتی بلکہ اس میں سرمایہ سے زیادہ کسی اور ضرورت ہوتی ہے حضرت تھانویؒ کا معائنہ پہلے گذر چکا ہے۔ حضرت مولانا تھانویؒ نے مولانا احمد بزرگؒ کے دور میں لکھا تھا "احقر اس مدرسہ کے متعلق یہ رائے کیلئے دیتا ہے کہ اس کے مہتمم ہمیشہ عالم باعمل اور انتظام سے بقدر ضرورت مناسبت رکھنے والے ہوں جیسا کہ اس وقت واقعہ ہے" (رجسٹر معائنہ ص۲۸) اس لئے ان کو خطرہ کہ یہ سرسبز و شاداب چمن نہ صرف یہ کہ ترقی نہیں کر سکے گا بلکہ اپنی تر و تازگی سے بھی جلد محروم ہو جائے گا۔ مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحبؒ اگرچہ اس کے اہل تھے لیکن وہ خود بھی سمجھتے تھے کہ اپنی صواب دید کے مطابق کام نہ کر سکیں گے بلکہ جو لوگ ان کو مہتمم پر مجبور کر رہے تھے ان کی کسی رائے سے انکار بہت مشکل ہے۔ اسی لئے ابتداءً مفتی صاحب نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا جیسا کہ مولانا خلیل احمد صوفی کے اس مضمون میں اس کی تصریح ہے جو ماہنامہ دارالعلوم فروری ۱۹۷۲ء میں مفتی صاحب کے متعلق شائع ہوا ہے۔ مفتی صاحب مولانا احمد بزرگؒ کے شاگرد تھے جانتے تھے کہ جن لوگوں نے مولانا احمد بزرگ سے اتفاق نہیں کیا وہ میرے حکم کے پابند کب ہو سکتے ہیں۔

ربیع الاول ۶۱ھ سے مفتی صاحب نے جامعہ کا اہتمام سنبھالا۔ اس سال بھی حسب دستور تعلیم جاری رہی۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمان صاحب امروہی بخاری شریف کا درس دیتے رہے۔

سالانہ جلسہ

۱۰ر شعبان کو جلسہ ہوا شب کے اجلاس میں مولانا یوسف صاحب (بنوری) نے تقریر فرمائی صبح کے اجلاس میں مہتمم جامعہ مفتی اسماعیل

فہیم اللہ صاحب کے رپورٹ پیش کرنے کے بعد مولانا اسماعیل گودھروی صاحب نے علم کی ضرورت اور اس کی حفاظت کے موضوع پر تقریر فرمائی جس کا سامعین پر اچھا اثر ہوا۔ اس کے بعد بیس فضلاء کو دستار باندھی گئی اور دعا پر جلسہ ختم ہوا۔

عزل مدرسین

اس سال رمضان کے بعد مولانا یوسف صاحب نہیں آئے مولانا محمد ادریس (سکھروڈوی) کو رمضان سے الگ کر دیا گیا۔ مولانا عزیز احمد صاحب مدرس عربی اور مولانا حبیب اللہ صاحب مدرس فارسی بھی اسی سال الگ ہوئے۔ مولانا عبد الجبار صاحب (اعظمی) ذیقعدہ میں مقرر ہوئے (روداد دستمر قلمی ۱۳۴۲ھ)

۱۳۴۲ھ

ربیع الاول ۱۳۴۲ھ میں مولانا شبیر احمد عثمانی پھر تشریف لائے۔ ربیع الآخر سے مولانا عبید الرحمٰن امروہی رخصت علالت پر رہے۔ اسی ربیع الآخر میں علامہ[1] ابراہیم بلیاوی بھی جو مولانا عثمانی کے ساتھ دار العلوم دیوبند سے علیحدہ ہوئے تھے مدرس حدیث کی حیثیت سے ڈابھیل تشریف لائے اور ذیقعدہ تک رہے۔ ذیقعدہ میں مولانا بدر عالم صاحب جامعہ سے الگ ہو گئے ایک اور مدرس عربی مولانا محمد نور صاحب بھی ربیع الاول سے الگ کر دیئے گئے۔ مولانا عبد المنان، مولانا عبد الرحمٰن، مولانا محمد یحییٰ، مولانا ظہور احمد، اور مولانا محمد ادریس صاحبان کا تقرر ہوا۔ مولانا محمد ادریس اسی سال علیحدہ بھی ہو گئے۔ جامعہ کے ایک بڑے محسن جناب حاجی موسیٰ اسماعیل میاں صاحب کا اسی سال جمادی الاخریٰ میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سالانہ جلسہ

۱۰ رشعبان کو جلسہ ہوا۔ شب میں ختم بخاری شریف کی تقریب ہوئی اس کے بعد مولانا بدر عالم صاحب نے تقریر فرمائی۔ صبح کو علامہ شبیر احمد

---

[1] تاریخ دار العلوم میں علامہ کو یہاں کا صدر مدرس بتایا گیا ہے یہ صحیح نہیں ہے صدر مدرس علامہ عثمانی تھے۔ علامہ ابراہیم صاحب مدرس حدیث تھے ۱۲ مرتب

عثمانیؒ نے وعظ فرمایا پھر مولانا اسماعیل کاروڑیؒ نے علم کی ضرورت اور حفاظت نیز مدرسہ کی ا
و امانت کے سلسلہ میں تقریر فرمائی۔ بعدہٗ فضلاء کی دستار بندی ہوئی۔ حسب دستور باہر
آئے ہوئے کثیر مہمانوں نے کھانا تناول فرمایا۔ (روداد ۶۲ھ ص ۲۲ تا ۲۵)۔

۱۳۶۳ھ اس سال بھی علامہ عثمانیؒ جامعہ میں موجود رہے۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب
سال گزشتہ مدرس ہوئے تھے صفر سے علیحدہ ہو گئے۔ مولانا عبدالجبار صاحب
اور مولانا محمود حسن صاحب کا صفر میں اور مولانا احمد نور صاحب کا ربیع الاول میں تقرر
مولانا محمود حسن، مولانا عبدالمنان، مولانا ہاشم گجرا اور مولانا علی احمد صاحبان شعبان میں
الگ ہو گئے۔ مولانا عبدالجبار، مولانا اسماعیل کاسوجی، مولانا محمد احمد پٹیلی اور مولانا
کا شوال میں تقرر ہوا۔ مولانا احمد گنگی اور مولانا عبدالحیٔ بسم اللہ کا بھی ماہ ذی الحجہ میں
تقرر ہوا۔

سالانہ جلسہ ۱۰ رشعبان کو سالانہ جلسہ ہوا۔ شب میں مولانا علی محمد (تراجوی) کا وعظ
ہوا۔ صبح کے اجلاس میں مولانا اسماعیل کاروڑی کی تقریر ہوئی۔ بعد
علامہ عثمانیؒ نے تقریر فرمائی جس میں علم کی ضرورت اور اس کی حفاظت نیز مدرسہ کے تعاون
کی طرف توجہ دلائی پھر اکاون فضلاء کی دستار بندی ہوئی۔ (روداد ۶۳ھ ص ۱۲)۔

اس سال کی روداد میں مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ کے سانحۂ وفات پر رنج و
ظاہر کیا گیا ہے جن کا وصال حرکت قلب کے بند ہونے سے ۲۲ محرم ۱۳۶۴ھ کو بروز شنبہ
رات میں ہوا۔ روداد اختتام سال کے کئی ماہ بعد شائع ہوتی ہے اس لئے اس واقعہ کا
بھی اس سال میں آ گیا ہے ورنہ انتقال کا واقعہ ۶۴ھ میں پیش آیا تھا۔

اسی سال حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ[1] مہتمم دارالعلوم دیوبند جامعہ ڈا

---

[1] افسوس تبییض کے وقت اللہ کی رحمت کو پہنچ گئے۔ ۱۲ مرتب

تشریف لائے تھے زیارت کے بعد مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے تاثرات قلمبند کئے تھے ساتھ میں مولانا حامد الانصاری غازی بھی تھے۔

نقل معائنہ

حضرت قاری صاحبؒ

احقر بسلسلہ سفر بمبئی ڈابھیل حاضر ہوا۔ جامعہ اسلامیہ کی زیارت کا شرف نصیب ہوا اور استاذ محترم حضرت قبلہ مولانا شبیر احمد صاحب دام فیضہم اور جناب مہتمم جامعہ (مفتی گجرات مولانا اسماعیل بسم اللہ) کی معیت میں جامعہ میں گھوم پھر کر تفصیل سے معائنہ کیا۔ یہ جامعہ جس طرح اپنے محل وقوع کے لحاظ سے نہایت پرفضا مقام پر واقع ہونے کے سبب جاذب نظر ہے اسی طرح اپنی معنویت اور مقاصد کے لحاظ سے قلوب کے لئے ایک خاص کشش اپنے اندر رکھتا ہے اکابر علماء (جن میں سے اس وقت حضرت استاذ محترم صدر الصدور یہاں قیام پذیر ہیں) کے قیام نے اس درسگاہ کی معنویت کو بہت بلند کر دیا ہے اور اسی لئے یہ جگہ باوجود ایک طرف ہونے کے مرجع خاص و عام بنی ہوئی ہے۔ احقر کے قلب پر اس ادارہ کی زیارت سے ایک خاص اثر ہے جس کے ماتحت میں نے اس حاضری میں خاص مسرت و شادمانی محسوس کی۔ حق تعالیٰ اس علمی ادارہ کو بایں آب و تاب تا دیر قائم و دائم رکھے اور اس کے فیوض و برکات زیادہ سے زیادہ وسیع اور ہمہ گیر ہوتے رہیں۔ آمین

احقر محمد طیب غفی عنہ مہتمم دارالعلوم دیوبند ۲۱ ۶۲ھ
حامد الانصاری غازی ناظم دفتر اہتمام دارالعلوم دیوبند
(از رجسٹر معائنہ صـ۲۲)

۱۳۶۲ھ

اس سال کی روداد میں علامہ عثمانی کا نام بھی مدرسین کی فہرست میں شامل ہے لیکن سالانہ جلسہ میں شرکت کا ذکر نہیں۔ غالباً دوران سال میں ڈابھیل سے تشریف لیجا چکے تھے۔ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے چند جلیل القدر علماء حدیث اس سال ڈابھیل تشریف لائے۔ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ میں مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی تشریف لائے روداد میں آپ کو مدرس حدیث لکھا گیا ہے۔ اسی ماہ مولانا شمس الحق افغانی بھی حاضر ہوئے آپ کو بھی مدرس حدیث لکھا گیا ہے۔ جمادی الآخر ۶۲ھ میں مولانا ظفر احمد (عثمانی) بھی آ گئے آپ کو بھی فقط مدرس حدیث بتایا گیا ہے۔ ان تینوں حضرات کی تنخواہ برابر ہی ہے ۱۳۶۲ھ میں مولانا شبیر احمد عثمانی کی تنخواہ دو سو روپئے لکھی ہے اور ان تینوں حضرات کی تنخواہ ڈھائی سو روپئے تھی اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہی حضرات حدیث کے سب سے اونچے اساتذہ تھے لیکن روداد سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بخاری شریف کا درس کس نے دیا یا کس کس نے دیا۔ مفتی محمد شفیع صاحب کے بارے میں البلاغ کراچی کے مفتی اعظم نمبر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بخاری شریف کا درس دیا۔ (ص ۱۵۱)

بہرحال مفتی صاحب اور مولانا ظفر احمد عثمانی کا قیام صرف اختتام سال تک رہا مولانا شمس الحق افغانی کا آئندہ بھی قیام رہا۔ منصب صدر مدرسی آپ ہی کے سپرد ہوا اس سال ۱۳۶۲ھ میں مولانا عبید اللہ صاحب اور مولانا سعید انوار الحق صاحب کا بھی درجات عربیہ میں تقرر ہوا یہ دونوں رمضان ۱۳۶۳ھ میں علیحدہ بھی ہو گئے۔

سالانہ جلسہ

۱۰ رشعبان کو سالانہ جلسہ ہوا۔ رات کے اجلاس میں مولانا ظفر صاحب کا وعظ ہوا صبح کے اجلاس میں مولانا اسماعیل گاردی کی بعد مولانا شمس الحق افغانی نے تقریر فرمائی۔ اکتالیس فضلاء کو دستار و سند عطا کی گئی۔

(روداد ۱۳۶۲ھ ص ۶)

اس سال کی روداد میں لکھا ہے ۱۳۶۳ھ سے لے کر ۱۳۶۴ھ کے آخر تک اس جامعہ

پانچ سو نواسی (۵۸۹) علماء اور چار سو چھیانوے (۴۹۶) حفاظ تیار ہو چکے ہیں (صحہ)۔

۱۳۶۵ھ

اس سال صدر مدرس مولانا شمس الحق افغانی صاحب تھے۔ گزشتہ تعلیمی سال کے اختتام کے ساتھ کئی اساتذہ علیحدہ ہو گئے تھے اس لئے اس سال متعدد اساتذہ کا تقرر عمل میں آیا۔ مولانا شمس الدین صاحب صفر میں، مولانا منتخب الحق صاحب ربیع الاول میں، مولانا عبد القدیر، مولانا عبد العزیز اور مولانا محمد مالک صاحبان ذی الحجہ ۶۵ھ میں تشریف لائے۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب ذبیحی کو جو فارسی کے مدرس تھے عربی درجات کا مدرس بنایا گیا۔ قاری انوار الحق صاحب سال گزشتہ چلے گئے تھے ان کی جگہ قاری بندے الٰہی صاحب کا درجۂ تجوید میں تقرر ہوا۔

سالانہ جلسہ

رات کے اجلاس میں مولانا منتخب الحق صاحب کا وعظ ہوا پھر ۱۰ شعبان کی صبح میں مولانا اسمٰعیل گاردی صاحب کے بیان کے بعد مولانا شمس الحق صاحب افغانی نے وعظ فرمایا۔ بیالیس (۴۲) طلباء کو سند اور دستار دی گئی (روداد ۶۵ھ ص ۱۳) اس سال کے ۴۲ فضلاء کو شمار کرنے کے ساتھ جامعہ کے سال اول ۲۸ھ سے لے کر ۶۵ھ تک کل فضلاء کی تعداد آٹھ سو چھیالیس (۸۴۶) ہو جاتی ہے۔[1]

(ایضاً ص ۱۳)

۱۳۶۶ھ

اس سال بھی مولانا شمس الحق صاحب افغانی صدر مدرس رہے۔ تعلیمی سال کے اختتام پر امتحان سالانہ کے بعد ۱۰ شعبان کو سالانہ جلسہ ہوا۔ رات کے اجلاس میں مولانا محمد مالک صاحب (ابن مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی) کا وعظ ہوا۔ اور صبح کے اجلاس میں حسب دستور مہتمم صاحب نے رپورٹ پیش کی اس کے بعد مولانا شمس الحق صاحب کا علم کے موضوع پر مؤثر بیان ہوا۔ پچپن (۵۵) طلبہ کو سند و دستار دی گئی۔

(روداد ۶۶ھ ص ۱۰)

---

[1] ہمارے شمار کے مطابق کل تعداد آٹھ سو ترانوے (۸۹۳) ہو جاتی ہے ۱۲ مرتب۔

تعطیل کلاں میں اساتذہ اپنے اپنے وطن چلے گئے ہوں گے رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کی تقسیم عمل میں آئی۔ متعدد اساتذہ جو پاکستان کے علاقوں کے رہنے والے تھے وہ رمضان کے بعد جامعہ نہیں آسکے۔ صدر مدرس مولانا محمد افغانی درجات عربیہ اور حدیث کے اساتذہ مولانا عبدالقادر صاحب مولانا عبدالعزیز صاحب مولانا انوار الحق صاحب میں سے کوئی بھی شوال میں جامعہ نہیں آسکا رمضان، ذی قعدہ اور ذی الحجہ بھی گذر گئے کسی نئے مدرس کا تقرر عمل میں نہیں آیا ۱۳۶۷ھ شروع ہونے کے بھی دو ماہ بعد نئے اساتذہ تشریف لائے اس طرح جامعہ کو بھی دیگر اسلامی اداروں کی طرح تقسیم ہند سے نقصان پہونچا۔

۱۳۶۷ھ ربیع الآخر میں مولانا محمد یوسف صاحب بنوری صدر مدرس بن کر جامعہ میں تشریف لائے آپ ۱۳۵۵ھ سے شعبان ۱۳۶۶ھ تک مجلس علمی کے کارکن ہونے کے ساتھ جامعہ کے مدرس بھی تھے۔ درمیان میں جامعہ سے علیحدہ ہو گئے تھے اب جب کہ صدر مدرسی کیلئے کسی لائق و فائق مدرس کی ضرورت تھی تو منتظمین کی نظر انتخاب آپ پر پڑی مجلس علمی کے کاموں فیض الباری اور نصب الرایہ کی طباعت نیز یتیمۃ البیان اور نفحۃ العنبر کی تصنیف کی وجہ سے آپ کی علمی لیاقت مشہور و مسلم ہو چکی تھی۔ دارالعلوم دیوبند نے بھی آپ کو دعوت دی تھی لیکن آپ نے اس کو قبول نہیں کیا تھا جامعہ سے سابق تعلق کی بناء پر آپ کو یہاں بلانے میں منتظمین کو کامیابی ہو گئی۔ روداد میں آپ کی آمد کا ذکر اہتمام سے کیا گیا۔ یہ بات جامعہ کے لئے قابل فخر ہے کہ آپ جامعہ کے ایک فرزند بھی ہیں (روداد ۱۳۶۷ھ ص ۲)۔ ربیع الاول میں مولانا فضل الرحمن (پشاوری) اور مولانا محمد حسن بھی تشریف لائے ماہ شوال میں مولانا قاضی اطہر مبارکپوری اور مولانا اسلام الحق کا تقرر ہوا۔ مولانا عبدالحئی بسم اللہ کو درجہ فارسی سے درجہ عربی میں منتقل کر لیا گیا۔

دورۂ حدیث شریف کی تعلیم چونکہ بہت دیر سے شروع ہوئی تھی اس لئے وقت پر بخاری شریف ختم نہ ہو سکی اور سالانہ جلسہ بھی نہ ہو سکا۔ بخاری شریف کے ختم کی تقریب میں ہی فارغ ہونے والے چودہ ۱۴ طلبہ کو دستار و سند دی گئی (ایضاً صفحہ ۹)

۱۳۶۸ھ اس سال بھی مولانا محمد یوسف صاحب بنوری صدر مدرس رہے۔ حسب سابق تعلیم جاری رہی۔ سالانہ جلسہ اس طرح نہیں ہو سکا کہ باہر سے آنے والے مہمانوں کو کھانا کھلایا جا سکے۔ مہتمم جامعہ مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب رپورٹ میں لکھتے ہیں۔ انتہائی دکھ اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ کنٹرول کے زمانہ میں ہم سالانہ جلسہ نہیں کر سکتے اس لئے کہ جامعہ گاؤں میں ہے اتنے ہوٹل نہیں ہیں کہ آنے والے مہمانوں کے لئے کھانے کا انتظام کیا جا سکے اس لئے مختصراً دسویں شعبان کی شب میں بعد العشاء مولانا اسماعیل سنبھلی صاحب کی صدارت میں جلسہ کر لیا گیا جس میں مہتمم جامعہ نے رپورٹ سنا دی اس کے بعد مولانا یوسف بنوری نے ایک زوردار تقریر فرمائی پھر مولانا اسماعیل سنبھلی نے اپنے مخصوص انداز میں وعظ فرمایا جس سے حاضرین باغ باغ ہو گئے ۱۴ چودہ فضلاء کو دستار کے ساتھ اسناد دی گئیں ۱۲ بجے جلسہ ختم ہوا۔ اس سال ربیع الاول میں مولانا عبدالجبار (اعظمی) کا اور شوال میں مولانا عبدالرؤف (پشاوری) کا تقرر ہوا (روداد ۱۳۶۸ھ صفحہ ۱۱) مولانا فضل الرحمن صاحب مولانا اسلام الحق صاحب اور مولانا قاضی اطہر مبارک پوری جامعہ سے الگ ہو گئے۔ ۱۳۶۹ھ کی روداد میں ان کا نام نہیں علیحدگی کا ذکر بھی نہیں۔

جامعہ میں عام طلبہ کے علاوہ پچاس ۵۰ یتیم بھی رکھے گئے جن کا پائی پائی کا خرچ جناب سیٹھ حاجی یوسف گارڈی پورا کرتے رہے۔ (ایضاً صفحہ)

۱۳۶۹ھ اس سال بھی شعبان تک مولانا محمد یوسف صاحب بنوری جامعہ میں رہے اور صدر مدرس رہے۔ گزشتہ سال چند اساتذہ کے چلے جانے سے

جو خلا پیدا ہوا تھا اس کو نئے تقرر سے پُر کیا گیا۔ مولانا عبدالقدوس صاحب
کا ربیع الاول میں اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب (پشاوری) کا دوبارہ شوال میں
ہوا مولانا محمد بانڈوی کابلی کا اسی سال کسی مہینہ میں تقرر ہوا۔ مولانا یوسف صاحب
شوال میں حج کو گئے تو وہاں سے پاکستان چلے گئے پھر جامعہ نہیں آئے۔ مولانا محمد
صاحب بھی رمضان سے الگ ہو گئے۔

سالانہ جلسہ اس سال بھی قدیم طرز پر نہ ہو سکا۔ اس سال بھی وہی معذرت
کی گئی ہے۔ رات کو بعد العشاء جلسہ ہوا جس میں مہتمم صاحب کی رپورٹ کے بعد
محمد یوسف صاحب بنوری نے تقریر فرمائی پھر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب
دارالعلوم دیوبند نے وعظ فرمایا جلسہ قاری صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا
انتیس طلبہ کو دستار دستور سے نوازا گیا۔ (روداد ۱۳۶۹ھ صفحہ ۱۱)

۱۳۷۰ھ مولانا محمد یوسف صاحب بنوری جیسا کہ معلوم ہوا اس سال تشریف
لائے ۷۰ھ کی روداد میں لکھا ہے کہ ان کی جگہ خالی ہے ان کے
سے پہلے عربی درجہ کے مدرسین میں مولانا عبدالجبار صاحب (اعظمی) کا نام درج
لئے غالباً بخاری شریف کا درس انہی سے متعلق رہا ہوگا جامعہ کے اسی سال کے
فارغ مولانا محمد اسحاق جی ڈابھیلی سے اس گمان کی تصدیق ہوئی لیکن منصب صدار
ان کو نہیں سونپا گیا۔ تنخواہ میں کافی تفاوت رہا۔ مولانا محمد یوسف صاحب بنوری کی
تنخواہ تین سو روپے تھی اور مولانا عبدالجبار صاحب کی ایک سو پچھتر۔ رمضان
مولانا محمد بانڈوی صاحب مستعفی ہو گئے۔

سالانہ جلسہ رات کو منعقد ہوا جس میں مہتمم جامعہ (مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب
کی علالت کی وجہ سے ان کے صاحبزادہ مولانا عبدالحی بسم اللہ صاحب نے رپورٹ
پیش کی اس کے بعد مولانا عبدالمجید صاحب کی تقریر ہوئی اور دستار فضیلت

دستار بندی ہوئی۔ (روداد ۱۳۷۰ھ ص ۱)

۱۳۷۱ھ اس سال بھی مولانا عبد الجبار صاحب (اعظمی) کو صرف مدرس عربی لکھا گیا لیکن ظاہر ہے کہ بخاری شریف کا درس آپ ہی کے سپرد تھا۔ مولانا ابراہیم چپاسن کو جو ایک زمانہ سے فارسی کے مدرس تھے درجات عربیہ کا مدرس بنا دیا گیا۔ مولانا آدم پالن پوری صاحب کا اس سال تقرر ہوا لیکن تاریخ درج نہیں۔

سالانہ جلسہ ۱۰ رشعبان کی صبح کو منعقد ہوا۔ کھانے کا نظم نہیں ہو سکا۔ مہتمم صاحب کی رپورٹ کے بعد صدر جلسہ مولانا سلیمان تسیمی صاحب نے تقریر فرمائی پھر چودہ طلبہ کو سند فراغت اور دستار دی گئی (روداد ۱۳۷۱ھ ص ۱۲)

مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحبؒ کے دور اہتمام کا یہ آخری سال تھا۔ ۱۳۶۱ھ سے ۱۳۷۱ھ تک گیارہ سال آپ مہتمم رہے۔ ۱۳۶۲ھ سے ۱۳۷۱ھ تک برابر ہر سال رپورٹ میں سالانہ جلسہ کے متعلق افسوس اور دکھ کا اظہار کرتے رہے۔ مفتی صاحب کن اسباب کی بنا پر اہتمام سے الگ ہوئے اس کا کچھ ذکر روداد میں نہیں۔ اندازہ ہوتا ہے کہ کچھ ایسی بندشیں اور پابندیاں گھیرے ہوئے تھیں جن کی وجہ سے حسب منشا انتظام نہیں کر سکتے تھے۔

۱۳۷۲ھ مفتی بسم اللہ صاحب اب صرف جامعہ کے مفتی ہیں۔ آپ کی تنخواہ بھی پچاس روپیہ کم کر دی گئی۔ ۱۳۷۲ھ کی روداد جناب عبد الحی ہاشم موٹا اٹھیلا نے بحیثیت سکریٹری آف مینیجمنٹ بورڈ کے شائع کی۔ اس سال بھی مولانا عبد الجبار صاحب کو مدرس حدیث لکھا گیا صدر مدرس نہیں۔ تنخواہ بھی وہی رہی۔[1]

---

[1] ۱۳۷۲ھ کی رپورٹ میں ٹائٹل پر آپ کو سکریٹری سے پہلے مہتمم بھی لکھا گیا ہے لیکن ۱۳۷۲ھ کی روداد میں صفحہ ۲ پر اس کو بھول قرار دیا گیا ہے ۱۲

بخاری شریف پڑھانے سے قبل ہی رمضان ۴۲ھ سے الگ ہو گئے اس طرح تین سال تک یہ درس بخاری شریف کی خدمت انجام دی۔ صفر ۴۲ھ سے مولانا آدم پالنپوری گجراتی بھی الگ ہو گئے۔ ربیع الآخر میں عربی درسیات کیلئے مولانا خلیل حسین صاحب دیوبندی موجودہ مہتمم مدرسہ اصغریہ (دیوبند) مدرس مقرر ہوئے جو رمضان میں الگ بھی ہو گئے رمضان ہی میں قاری منیر الدین صاحب مدرس تجوید بھی الگ ہو گئے۔ شوال میں مولانا احمد بیات صاحب عربی کے مدرس مقرر ہوئے۔

سالانہ جلسہ ۱۰ شعبان کو بعد نماز ظہر قاری محمد طیب صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ قاری صاحب کے بیان کے بعد بارہ فضلاء کی دستاربندی ہوئی۔

(روداد ۴۲ھ ص ۱۱-۱۲)

۱۳۴۳ھ

اس سال کی روداد بھی جناب عبدالحی ہاشم موٹا سکریٹری مینیجنگ بورڈ نے شائع کی جو بہت ہی مختصر چند صفحات پر مشتمل ہے جس میں چندہ دہندگان کا سرے سے کوئی ذکر نہیں معمول یہ ہے کہ شروع میں جامعہ کی مالی، تعلیمی حالت درج ہوتی ہے۔ علم کی اشاعت اور ادارہ کی اعانت کیلئے اپیل کی جاتی ہے اصحاب خیر کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے اس روداد میں یہ چیزیں بالکل مذکور نہیں۔ شروع میں ایک مختصر بیان ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو سال سے مدرسہ کا کوئی مہتمم نہیں ہے اور لوگوں میں مدرسہ کے بارے میں خوب چرچا ہے کوئی کچھ کہہ رہا ہے اور کوئی کچھ۔ عام طور سے مشہور ہے کہ مہتمم کو کچھ اختیارات حاصل نہیں ہیں۔ اس لئے کوئی عالم مہتمم بننے کیلئے تیار نہیں ہوتا لکھتے ہیں " واقعہ یہ ہے کہ جامعہ کیلئے ایسے ایکٹ اور قاعدے بنادئے گئے ہیں جن کی وجہ سے مہتمم جامعہ اپنا ذاتی فائدہ نہیں اٹھاسکتا لیکن اس ایکٹ میں مہتمم کے فرائض اور ذمہ داریوں کی تفصیل نہیں ہے اس لئے منتظمہ اور مہتمم میں اختلاف ہوتا رہتا ہے بہت سے لوگ اس ایکٹ کے مخالف ہیں وہ چاہتے ہیں کہ اس کو ختم

کر دیا جائے لیکن منتظر اسی ایکٹ میں جامعہ کا دائرہ بھی ہے اس لئے اس کو ختم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ مہتمم جامعہ (مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحبؒ) نے انہی اختلافات کی وجہ سے ایک نائب مہتمم کی مانگ کی بورڈ نے مشہدی صاحب کو جو گیتوڑیں کھاتے کے ریٹائرڈ ڈپٹی انسپکٹر تھے منتخب کیا لیکن جب وہ جامعہ آگئے تو مخالفین کی طرف سے ناراضگی کا اظہار ہو گیا۔ مشہدی صاحب یہاں سے چلے گئے کہ مبادا کوئی انتشار ہو اور مدرسہ بدنام ہو جائے۔

مزید لکھتے ہیں "میں جامعہ کی اٹھارہ سال سے خدمت کرتا ہوں۔ جس کا کوئی معاوضہ نہیں لیا جو لوگ یہ کہتے نہیں تھکتے کہ میں نے مدرسہ برباد کر دیا انھوں نے مدرسہ کی کیا خدمت کی اس کے لئے کیا قربانی دی؟ تین مہینے کیلئے انھوں نے جب مدرسہ کا انتظام ہاتھ میں لیا تو وہ بھی مفت نہیں کر سکے اچھی خاصی تنخواہ لی اور "کامیاب سالانہ جلسہ" کے پیچھے گیارہ سو روپئے خرچ کر کے چلے گئے۔ میں مانتا ہوں کہ مدرسہ میں طلبہ کم ہو گئے ہیں لیکن اس کی وجہ ایکٹ نہیں بلکہ تقسیم ہند کی وجہ سے یہ کمی ہوئی ہے چنانچہ یہ کمی ہندوستان کے دوسرے مدارس میں بھی ہوئی ہے۔

(روداد گزشتہ ص ۶ تا ۷)

ان اقتباسات سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ وہ کون سی وجہ تھی جس کی بناء پر مفتی صاحب مدرسہ میں رہتے ہوئے اہتمام سے الگ رہے۔ ان الفاظ سے یہ صاف ظاہر ہے کہ بورڈ اور مہتمم میں ایک کشاکش تھی۔ یہی وہ اندیشہ ہے جس کے پیش نظر مفتی صاحب نے ابتداءً اہتمام قبول کرنے سے انکار کیا تھا اور یہ اندیشہ سچا ثابت ہوا اور بالآخر کنارہ کشی کا موجب بنا۔ نیز یہ کشاکشی اس قدر شہرت پذیر ہوئی کہ دو سال کی مدت گذر گئی اور کوئی ایسا عالم نہیں ملا جو جامعہ کی زمام اہتمام سنبھال کر اسے تنزل سے بچالے۔

مدرسین وملازمین

مولانا محمد تقی صاحب مہتمم کی حیثیت سے ماہ محرم میں مقرر ہوئے اور شعبان میں علیحدہ ہو گئے۔ مولانا عبدالرؤف صاحب کو صرف مدرس حدیث لکھا گیا ہے لیکن اس زمانہ کے بعض فضلاء جامعہ سے معلوم ہوا کہ مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی کے بعد جو رمضان میں علیحدہ ہو گئے تھے چند ماہ کیلئے مولانا عبدالرؤف صاحب شیخ الحدیث رہے چنانچہ اس سال ان کی تنخواہ میں بیس ۲۰ روپئے کا اضافہ بھی ہوا۔ سال گذشتہ تنخواہ ایک سو ساٹھ ۱۶۰ تھی امسال ایک سو اسی ۱۸۰ ہو گئی جبکہ مولانا عبدالجبار صاحب کی تنخواہ ایک سو پچھتر تھی۔ مولانا عبدالرؤف صاحب ۲ رصفر سنہ ۶۷ھ کو جامعہ سے الگ ہو گئے۔ ربیع الاول سنہ ۶۷ھ میں مولانا شریف حسن صاحب دیوبندی کا ایک سو نوے ۱۹۰ روپئے پر تقرر ہوا۔ عربی درجات کیلئے مولانا مسعود حسن صاحب کا ربیع الاول میں تقرر ہوا۔ شوال میں الگ ہو گئے۔ شوال سنہ ۶۷ھ میں مولانا عبدالغفور صاحب کا عربی درجات کیلئے تقرر ہوا۔ قاری عبدالجلیل صاحب ربیع الاول میں مقرر ہوئے جمادی الاولیٰ میں الگ ہو گئے پھر شوال میں تجوید کیلئے قاری احمد نورگت کا تقرر ہوا اسی شوال میں مولانا عبدالحی بسم اللہ صاحب جامعہ سے الگ ہو گئے مولانا عبداللہ صاحب ربیع الآخر میں مدرس اردو مقرر ہوئے۔

(ایضاً ص ۶)

سالانہ جلسہ کے احوال اس سال کی رپورٹ میں درج نہیں سوائے اس مختصر جملہ کے جو اوپر ذکر ہوا۔ اس سال پانچ طلبہ فارغ ہوئے جن کے نام روداد میں درج ہیں۔ بقیہ درجات کی مجموعی تعداد لکھنے پر اکتفاء کیا گیا ہے حالانکہ گذشتہ سالوں میں ہمیشہ تمام طلبہ کے نام درج ہوا کرتے تھے طلبہ کی مجموعی تعداد ایک سو اکاسی ۱۸۱ ہے جبکہ سال گذشتہ دو سو چھیالیس ۲۴۶ تھی اس سے قبل سنہ ۶۵ھ میں دو سو چھپن ۲۵۶ تھی۔ یاد رہے کہ تقسیم ہند کا واقعہ سنہ ۶۶ھ میں پیش آیا تھا اس لئے طلبہ کی کمی کی وجہ تقسیم ہند

کو قرار دینے میں تامل ہو سکتا ہے ۔

ایکٹ کا خاتمہ

ایکٹ کی وجہ سے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کوئی عالم اہتمام کیلئے تیار نہیں ہو رہا تھا اور جامعہ روبزوال تھا اس لئے ہمدردانِ جامعہ نے اس ایکٹ کو توڑنے کی کوشش شروع کی[1]۔ ڈابھیل و سملک کے اعیان جیسے مولانا عبد الحق میاں صاحب سملکی۔ مولانا محمد اسمٰعیل بابا صاحب ڈابھیلی۔ ابراہیم محمد تراب صاحب ڈابھیلی۔ حافظ یوسف محمد بانا صاحب سملکی۔ جناب رشید احمد موٹا ڈابھیلیا صاحب ڈابھیلی۔ مولانا عبد الحی بسم اللہ صاحب ڈابھیلی۔ مولانا محمد سعید بزرگ سملکی اور مجلس شوریٰ کے ارکان نے اس کے لئے بڑی جدوجہد کی۔ ڈابھیل و سملک کی تینوں انجمنوں نے اپنا بھرپور تعاون دیا۔ اس کے لئے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ سیوہاروی کو دعوت دی گئی۔ ان کو بلا کر لایا گیا اور جامعہ میں حضرت مدنیؒ کی صدارت میں ایک بڑا جلسہ منعقد ہوا۔ گاؤں کی تمام ذمہ دار جماعتوں نے حضرت مدنیؒ اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کو حَکَم مان لیا ایکٹ کو توڑنے اور نیا ضابطہ تیار کرنے کا پورا اختیار ان دونوں حضرات کو دیدیا گیا۔ اس جلسہ میں ایکٹ کے موافق اور مخالف دونوں فریق کے اتفاق سے اس ایکٹ کو توڑ دیا گیا۔ اس ایکٹ میں بعض ایسی باتیں بھی تھیں جن کو ختم کرنے کیلئے صدر جمہوریہ کے دستخط کی ضرورت تھی اس اہم کام کو مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے انجام دیا۔ مولانا جامعہ کے سابق مدرس تھے اس جامعہ سے ان کو قلبی تعلق تھا۔ جمعیۃ العلماء کے ناظم عمومی ہونے کی وجہ سے بھی اس اسلامی ادارہ سے ان کو خاص دلچسپی تھی جو ان کے آکھولیا کے

---

[1] ان واقعات کا ذکر رپورٹ میں درج نہیں۔ یہ تفصیلات موجودہ مہتمم مولانا محمد سعید بزرگ سے معلوم ہوئیں ۱۲ مرتب۔

جامعہ انتہائی عروج سے انحطاط کی آخری منزل کے قریب جا پہونچا تھا ۔

جس وقت جلسۂ عام میں پرانا دستور منسوخ کیا گیا اور نئے دستور کی منظوری حاصل کرنے کی تجویز پاس کی گئی اسی وقت مولانا مدنیؒ نے اہتمام کیلئے مولانا محمد سعید بزرگ کا نام پیش کیا لیکن مولانا بزرگ نے صاف لفظوں میں یہ کہہ دیا کہ حضرت آپ کا ہر حکم سر آنکھوں پر لیکن مدرسہ کے اہتمام کے متعلق آپ مجھے حکم نہ دیں میں اس کو قبول کرنے سے معذور ہوں ۔

حضرت مدنیؒ نے اسی وقت مولانا محمد ایکھلوایا صاحب کو جو افریقہ سے آئے ہوئے تھے اہتمام سپرد کر دیا ۔ ایکٹ ختم ہو جانے کی وجہ سے دوسرے دستور کی منظوری تک جامعہ کا کنٹرول ضلع کلکٹر کے ہاتھ میں تھا ۔ تنخواہ اور دوسرے تمام امور کلکٹر کی اجازت کے بغیر انجام نہیں دئے جا سکتے تھے اس لئے مہتمم بالکل پابند اور محض ایک واسطہ کی حیثیت رکھتا تھا ۔ مولانا محمد ایکھلوایا صاحب کو افریقہ جانا تھا لیکن کلکٹر نے یہ کہہ دیا تھا کہ جب تک آپ دوسرا مہتمم مقرر نہ کر دیں اور وہ میرے پاس آکر اس ذمہ داری کو قبول نہ کر لے اس وقت تک آپ افریقہ نہیں جا سکتے ۔

اس مرحلہ پر پھر مولانا محمد سعید بزرگ صاحب کو اہتمام کیلئے آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی ۔ ان ہی دنوں بمبئی میں جمعیت کی تعلیمی کانفرنس ہوئی تھی اور جمعیۃ العلماء کے اکابر مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی وغیرہ بمبئی آئے تھے اس موقع سے یہاں بھی تشریف لائے ۔ ان حضرات نے مولانا محمد ایکھلوایا صاحب سے یہ بات طے کر دی کہ آپ مولانا محمد سعید بزرگ صاحب کو دیکر چلے جائیے ۔ یہ بات مولانا محمد سعید بزرگؒ کی عدم موجودگی میں طے پائی تھی جب ان کو علم ہوا تو مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ کے ساتھ نواپور کے ایک پروگرام میں شرکت کے لئے ساتھ ہو گئے ۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ نے ہمت دلائی اور فرمایا کہ تم تنہا نہیں ہو تمہارے پیچھے ایک بڑی جماعت ہے اگر تم نے اس کو قبول نہیں کیا تو ہم ہمیشہ کے لئے اس ادارہ سے مایوس ہو جائیں گے اور زندگی بھر افسوس رہیگا

لیکن مولانا محمد سعید بزرگ نے ان سے بھی معذرت کر دی کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا ۔

مولانا محمد ایکھلوایا صاحب کو افریقہ جانا تھا اس لئے انھوں نے مولانا عبد الحی بسم اللہ صاحب کو کسی طرح آمادہ کر لیا اور کلکٹر کے سامنے پیش کر دیا۔ انھوں نے یہ عہدہ قبول کر لیا اور وہ افریقہ چلے گئے ۔

سنہ ۱۳۷۴ھ اس سال مہتمم مولانا محمد بن ابراہیم ایکھلوایا صاحب تھے۔ آپ ہی نے اس سال کی روداد شائع کی صدر مہتمم کی حیثیت سے مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری نے ماہ جمادی الاولیٰ سے شعبان تک کام کیا ۔

مدرسین مولانا ابراہیم چیناسن صاحب صفر میں جامعہ سے الگ ہو گئے مولانا عبد اللہ کاپودروی مدرس عربی جمادی الاخریٰ سے علیحدہ ہوئے (سال گذشتہ مدرس اردو غالباً یہی مولانا عبد اللہ صاحب مقرر ہوئے تھے وہاں کوئی نسبت نہیں لکھی گئی) رمضان میں مولانا افضل الرحمٰن صاحب (پشاوری) مدرس حدیث جامعہ سے الگ ہوئے ۔ مدرس عربی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کا صفر سے اور مولانا عبد الحی بسم اللہ صاحب مدرس عربی کا جمادی الاخریٰ سے تقرر ہوا۔ صدر مدرس مولانا شریف حسن صاحب ہی رہے ۔

سالانہ جلسہ ۹ شعبان کو سالانہ جلسہ مولانا مفتی مہدی حسن صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ دستور قدیم کے مطابق بہت سے لوگوں کو دعوت نامہ بھیجا گیا۔ مہتمم جامعہ کی رپورٹ کے بعد مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری نے طلبہ کو نصیحت کی بعد مولانا سلطان حسن اور مولانا نذیر احمد پالنپوریؒ کے بیانات ہوئے۔ اخیر میں صدر جلسہ مفتی مہدی حسن صاحب کی تقریر ہوئی بعد ازاں فضلاء کو دستار فضیلت اور سند دیکر جلسہ ختم ہوا۔ (روداد ۱۳۷۴ھ صفحہ ۲ تا ۴)۔

۱۳۶۵ھ

۲ ربیع الآخر ۱۳۶۶ھ سے مولانا عبدالحق بسم اللہ صاحب مہتمم ہوئے اور رجب ۱۳۷۱ھ تک رہے، ان سالوں کی روداد ان کو شائع کرنی چاہیے تھی لیکن حالات کی ناسازگاری کے باعث وہ مختصراً بھی کسی سال کی روداد شائع نہ کر سکے، ۱۳۶۵ھ تا ۱۳۶۸ھ ان چار سالوں کی مشترکہ رپورٹ مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ نے مہتمم ہونے کے بعد اکٹھا شائع کی، انہی سے یہ حالات لئے جا رہے ہیں۔

اس سال بھی صدر مدرس مولانا شریف حسن صاحب ہی رہے۔ امتحان سالانہ اور جلسہ کا حال روداد میں مذکور نہیں، پانچ طلبہ فارغ ہوئے۔ ذی قعدہ ۱۳۶۵ھ میں مولانا عبدالحلیم صدیقی صاحب کا شیخ الحدیث کے منصب پر تقرر ہوا اسی ماہ قاری سعید الحق صاحب کا بھی درجہ تجوید میں تقرر ہوا (روداد ۱۳۶۵ھ تا ۱۳۶۸ھ ص ۱)۔

۱۳۶۶ھ

صدر مدرس اس سال مولانا عبدالحلیم صدیقی صاحب رہے مولانا موصوف کے نام کے نیچے مولانا شریف حسن صاحب کو بھی ایضاً کا نشان بنا کر صدر مدرس بتایا گیا ہے مگر دونوں کی تنخواہ میں بہت تفاوت ہے اول کی تین سو اور ثانی کی ایک سو دس ہے۔ مولانا محمد الیکلوایا کے بعد ۲ ربیع الآخر ۱۳۶۶ھ سے مولانا عبدالحق بسم اللہ صاحب مہتمم ہوئے، مدرس بھی رہے۔ اس سال فقط تین طالب علم فارغ ہوئے (روداد ص ۴۸ و ص ۹۳) امتحان سالانہ اور جلسہ کا روداد میں کوئی تذکرہ نہیں۔

اس سال متعدد حضرات نے رجسٹر معائنہ میں اپنے تاثرات تحریر فرمائے۔

نقل معائنہ

جناب مولانا محمد ابراہیم خلیل منتظم و مورخ اوقاف بھوپال

سابق پروفیسر نارمل کالج بھوپال

بحمد اللہ تعالیٰ ایک آرزوئے دیرینہ آج پوری ہوئی۔ محسن دوست ...... حکیم لطیف محمد خاں صاحب بھوپالی کے ساتھ اپنے شفیق مخلص ..... استاذ جناب الحاج الحافظ عبد الحلیم صاحب صدیقی مدظلہٗ شیخ الجامعہ ڈابھیل کی خدمت میں اتفاقیہ پہونچا۔ جامعہ ڈابھیل کی فضا میں جو جو مفید اور بلند و مستحکم عمارات دیکھیں وہ بانیان جامعہ کی دینی فیاضی اور علمی قربانیوں کا ثبوت ہیں۔

مدرسہ کے نصاب میں مفید کتابیں ہیں اور اس کے مقصد عالی میں تکمیل علوم دینی بزبان عربی ہے موجودہ تعلیمی فضا یقیناً اطمینان بخش ہے۔ لیکن بلحاظ ضرورت وقت اس مرکز میں اضافۂ طلباء اور ترقی نصاب کی بہت گنجائش ہے خداوند وہ دن لائے کہ یہاں طلبہ کم سے کم پانچ سو ہوں اور علوم حدیث و فقہ و تفسیر کی تکمیل کے ساتھ یہاں کے فارغ التحصیل اپنے علم و عمل سے ہندوستان میں اتحاد و اتفاق و نشر و اشاعت اسلام کیلئے پھیل جائیں۔

موجودہ اسٹاف اور شیخ الجامعہ نیز مہتمم صاحب جامعہ قابل مبارکباد ہیں اور اس منزل میں مستحق امداد ہیں کہ موجودہ فضاء میں کیا فنڈ کی صفائی اور ترقی مدرسہ کے سامان فی الحال آپ کو حاصل نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ڈابھیل اور ملک کے مسلم ممبران کو توفیق دے کہ اس تعلیم گاہ اور تربیت اسلامی کے اعلیٰ مرکز کو جو مغربی ہندوستان

کا صرف ایک ہی جامعہ ہے مستقل کوششوں سے جلد تر اس بلندی پر لے آئیں جس کا مستحق ہے۔

ابراہیم خلیل غفرلہٗ ۲۰ دسمبر ۱۹۵۶ء
(مولوی فاضل پنجاب)
۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ (از رجسٹر معائنہ ۱۳۳)

نقل معائنہ

حکیم حاذق طبیب کامل جناب لطیف محمد خان صاحب

طبیب بھوپال پیری گھاٹ بھوپال

الحمد للہ والمنۃ! اس مرتبہ سیر و سیاحت کی منزل اس مقدس اور مقبول جامعہ میں مقدر تھی جہاں شیخ الجامعہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جیسے عالم اور مجاہد موجود ہیں۔ جہاں کی ابتدائی اور بنیادی علمی اور عملی خدمتیں حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی سے خاص تعلق رکھتی تھیں۔ بہر صورت یہ جامعہ اپنی چھوٹی سی عمر میں بڑے بڑے کام کر چکا ہے اور اس کے فارغ التحصیل ہندوستان کے علمی و اقتصادی فرائض انجام دے رہے ہیں۔

یہ مدرسہ اس انقلابی دور میں بھی دارالعلوم دیوبند کے بعد میری نگاہوں میں ایک ایسی ممتاز شخصیت اور ایسی تعمیری اور افادی امتیازات رکھتا ہے جس کی مثال گجرات کے سوا اب ہمیں کہیں نظر نہیں آتی۔

۱- یہاں طلباء کی جوق در جوق پنجوقتہ نماز میں حاضری ایک ایمان افروز نظارہ ہے۔

۲- یہاں بعد مغرب تمام طلباء کا اجتماعاً مطالعہ اور تکرار اسباق کیلئے ۱۰ بجے شب تک ان کا مصروف ہونا ایک بڑی تنظیم ہے۔

۳- یہاں تقریباً دو سو بچوں کیلئے عصر سے پہلے کھانا تیار ہو جانا اور مغرب سے پہلے ان سب کا کھانے سے فارغ ہو جانا ایک اچھا انتظام ہے۔

۴- یہاں سب اساتذہ شفیق ہیں۔ مہتمم صاحب جامعہ بحیثیت ایک سرپرست کے ہر طالب علم کیلئے ہمدرد ہیں۔

۵- یہاں کا کتب خانہ قابل اطمینان حد تک ایک اعلیٰ علمی کتب خانہ ہے اس میں اب بھی وہ کتابیں موجود ہیں جو غالباً ہر جگہ نہیں مل سکتیں۔

۶- یہاں کے جناب مفتی صاحب انتہائی مخلص بزرگ اور مدرسہ نیز اہل وطن کے لئے ایک اخلاقی علمی اور روحانی طبیب ہیں۔

میری دعا ہے کہ یہ جامعہ زیادہ سے زیادہ ترقی کرے۔

حکیم لطیف محمد خاں

۲۰ر دسمبر ۱۹۵۲ء ۱۰ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ھ

(از رجسٹر معائنہ ص ۱۳۵)

نقل معائنہ

جناب زبیر صاحبؒ

الحمد للہ تعالیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علی نبیہ وآلہ واصحابہ:

مدت کے بعد دفتر جامعہ اسلامیہ میں حاضری کا موقع نصیب ہوا اور عزیز محترم مولانا عبدالحئی صاحب سامنے ملے جن کو آنے جانے والوں سے ملنے اور استقبال سے کچھ

نصیب نہ تھی تو خود مولانا محترم سے کوئی خاص بات چیت نہ ہو سکی، مگر ادھر سے طلباء کی کثرت سے جو خوشی محسوس کی تھی وہ جامعہ کی عمارت کی زبوں حالی دیکھ کر دب گئی۔ دفتر میں پانی ٹپک رہا ہے۔ کئی حجرے جگہ جگہ سے شکستہ ہو رہے ہیں۔

باورچی خانہ دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ خواہ مخواہ مطبخ بنا دیا گیا ہے۔ بہت ہی خستہ حالت میں ہے۔ ڈر یہ ہے کہ اگر عمارت کی طرف سے اتنی ہی بے توجہی رہی تو یہ شاندار عمارت خدانخواستہ کھنڈر کی صورت ہو جائے گی۔ ویسے اصحاب خیر اور علم دوست حضرات کی مسلم قوم میں کمی نہیں۔ خداوند عالم حضرات اہل مال کو اس کام کی طرف جلد از جلد دھیان دے۔

الحمد للہ جامعہ کی مقبولیت بدستور رہی ہے جو طلباء کے اژدحام سے معلوم ہو رہا ہے مگر عمارت کی تجدید ضرور قابل توجہ ہے۔ سال تعلیم شروع رہا ہے اس وجہ سے قدیم طلباء پورے حاضر نہیں ہیں مگر قدیم کی جگہ نئے لے رہے ہیں۔ اساتذہ و کارکنان قابل اعتماد ہیں۔ فی الحال تو تجدید و مرمت پر توجہ کی ضرورت ہے۔

احقر زبیر غفرلہ ۲۵ر۵ر۵۷ء
(مطابق شوال ۱۳۷۶ھ)
(از رجسٹر معائنہ ص ۱۳۱)

۱۳۷۷ھ

اس سال مولانا شریف حسن صاحب پھر صدر مدرس رہے۔ مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی کا کوئی تذکرہ نہیں۔ کب گئے یہ بھی معلوم نہیں۔ کل چار طلبہ فارغ ہوئے (ایضاً ص ۴) روداد میں سالانہ جلسہ اور امتحان کا ذکر تو نہیں لیکن رجسٹر معائنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰ر شعبان ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۸ر فروری ۱۹۵۸ء کو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی سالانہ جلسہ میں شرکت کے لیے تشریف لائے تھے اور مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے خیالات ظاہر فرمائے۔

نقل معائنہ مجاہد ملت حضرت
مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زمانہ گزرا کہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں خادم الطلبہ کی حیثیت میں خدمت علم دین میں مصروف تھا۔ آج عرصہ کے بعد پھر حاضری کا موقع ملا۔ سالانہ اجلاس کے موقع پر طلبہ کی استعداد اور ذوق علم و فن کا جائزہ لیا۔ طبیعت بہت مسرور ہوئی اگرچہ اُس دور میں اور اس دور میں زمین و آسمان کا فرق ہے تاہم مہتمم صاحب (مولانا عبدالحق بسم اللہ) کی توجہ اور خلیقانہ انتظام اور اساتذۂ کرام کے ایثار اور حسن تعلیم کی بدولت مدرسہ کا نظم و نسق اور تعلیمی ارتقاء قابل ستائش ہے خدائے برتر سے دعا ہے کہ اس کا نظم و نسق جلد از جلد اس اسلوب اور نہج پر قائم ہو جائے جسکی بنیاد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب (مدنی) نور اللہ مرقدہٗ نے ڈالی اور اس خاکسار نے مرتبہ دستور بنیادی بناکے مدرسہ کو صحیح معنی میں جامعہ اسلامیہ کی حیثیت پیدا کرنے کی سعی کی۔

حق تعالیٰ مہتمم صاحب اور اساتذۂ کرام اور اہل خیر کو بیش از بیش خدمت کا موقع مرحمت فرمائے اور ان کی موجودہ سعی کو سعی مشکور بنائے۔

خادم ملک و ملت

محمد حفظ الرحمٰن کان اللہ لہٗ

۸ رشعبان المکرم [illegible] مطابق ۲۸ رفروری [illegible]

(از رجسٹر معائنہ ص ۱۴۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عکس تحریر مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی

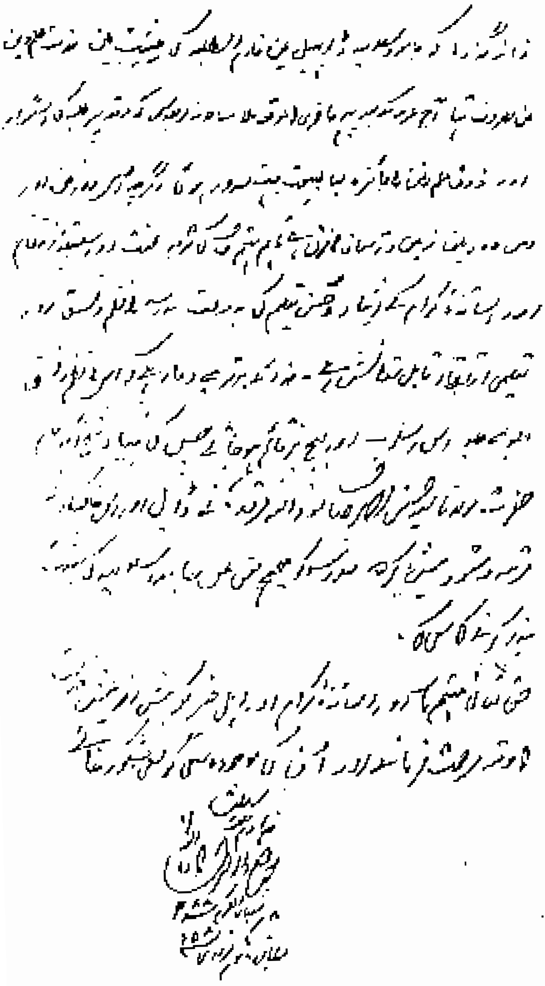

[illegible]

[illegible]

فقط

محمد حفظ الرحمن [illegible]

[illegible]

۱۳۷۸ھ | یہ سال بھی حسب سابق رہا۔ چھ طلبہ فارغ ہوئے (ایضاً صـ۱۲۳)۔

اس سال ۱۰ رشعبان ۷۸ھ کو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سالانہ جلسہ کیلئے تشریف لائے۔ رجسٹر معاینہ میں لکھتے ہیں آج تاریخ ۱۰ رشعبان ۷۸ھ احقر جامعہ حاضر ہوا۔ جامعہ کی تعلیمی کارگزاری کا تحریری رپورٹ اور تقسیم انعامات کی صورت میں سامنے آیا۔ دل مسرور ہوا۔ حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ باوجود ناسازگار حالات کے جامعہ اپنی جگہ قائم اور معروف تعلیم ہے یہ کارکنوں کی محنت اور جفاکشی اور شغف تعلیمی ہے کہ نامانوس مصارف کا مقابلہ کرتے ہوئے اس چشمۂ فیض کو قائم رکھے ہوئے ہیں دعا ہے کہ حق تعالیٰ ان کی نیتوں میں برکت اور توفیق میں زیادتی عطا فرمائے اور حالات کو سازگار بنائے۔

محمد طیب مدیر دارالعلوم دیوبند ۱۰ر ۸ر ۷۸ھ

(از رجسٹر معاینہ صـ۱۴۳)

یہ تین سال سے کچھ زائد از ربیع الآخر ۷۵ھ تا رجب ۷۸ھ مولانا عبدالحق بسم اللہ صاحب کا دور اہتمام تھا اس پر جامعہ کا دور ثانی ہم ختم کرتے ہیں۔

جامعہ کا دورِ ثانی ایک نظر میں

جامعہ کا یہ دور ثانی ۶۱ھ سے شروع ہو کر ۷۸ھ پر ختم ہوا۔ جس میں جامعہ کا اہتمام شروع میں گیارہ سال حضرت مفتی اسماعیل بسم اللہؒ کے سپرد رہا پھر چند سال ایسے بھی گذرے جن میں کوئی مہتمم نہیں تھا اس کے بعد دو سال مولانا محمد ایکھلوایا صاحب مہتمم رہے بعدہٗ تین سال مولانا عبدالحق ابن مفتی اسماعیل بسم اللہؒ نے اہتمام کیا۔ اس سترہ سالہ دور میں فضلاء کی کل تعداد ______

تین سو پچاسی ۳۸۵ ہے جبکہ چودہ ۱۴ سالہ دور اول میں فضلاء کی تعداد چھ سو پچپن ۶۵۵ تھی۔ اس دوسرے دور میں تعمیر بلکہ مرمت کے کسی کام کا بھی ذکر نہیں ملتا۔ اس دور میں بھی جامعہ کو اچھے اچھے ملک کے نامور اساتذہ میسر ہوئے اگرچہ قیام طویل نہیں رہ سکا۔

جامعہ کا دورِ ثالث

(از ۹۷ھ تا حال ۱۴۰۴ھ)

مولانا محمد سعید احمد بزرگ مدظلہ کا دورِ اہتمام

اہتمام مولانا محمد سعید بزرگ تک کس طرح پہنچا اس کی تفصیل ان سے اس طرح معلوم ہوئی واقعات میں ربط کیلئے لکھتا ہوں۔ مولانا عبدالحئی بسم اللہ صاحب نے تین سال اہتمام کیا۔ اس زمانہ میں مدرسہ کی حالت ناگفتہ بہ تھی کانگرس کی اجازت کے بغیر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لئے مدرسہ کی حالت ابتر ہوتی چلی جا رہی تھی انتظام پر کنٹرول نہیں تھا تنخواہ بھی کبھی ماہ دو ماہ بعد ملتی اہتمام برائے نام ہونے کی وجہ سے بدنامی ان کی ہو رہی تھی۔ انھوں نے مکہ جانے کا پروگرام بنالیا کوشش کی اور کامیاب بھی ہو گئے لیکن ان کے لئے بھی یہی دشواری تھی کہ جب تک کسی کو یہ عہدہ سپرد نہ کرلیں جا نہیں سکتے تھے اس لئے انھوں نے ڈابھیل و سملک کے معزز لوگوں کو ایک رات جمع کیا۔ پچاسوں آدمیوں کا یہ مجمع پہلے تو حاجی ابراہیم میاں صاحب (مولانا بزرگ کے خسر اور مولانا عبدالحق میاں اور مولانا شفیع میاں کے والد بزرگوار) کے پاس پہونچا۔ ان کو ساتھ لیکر مولانا بزرگ کے گھر پہنچے۔ رات کے گیارہ بجے کا وقت تھا۔ ان کو

پیشکار سرکے ہر طرح کا دباؤ ڈالا کہ یہ عہدہ آپ کو قبول کرنا ہوگا۔

مولانا محمد سعید بزرگ نے بہت اصرار اور دباؤ کے بعد یہ جواب دیا کہ مجھے کچھ مہلت ملنی چاہئے۔ اپنے خیر خواہوں سے مشورہ کے بعد جواب دوں گا۔ ابھی جو لوگ ان کے والد مرحوم کے زمانہ میں ان کے ہمدرد اور خیر خواہ تھے زندہ تھے ان سے مشورہ کرنا تھا۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اور اکابر جمعیۃ سے بھی رائے لینی تھی۔ سب سے رائے مشورہ کے بعد اہتمام کیلئے تیار ہوگئے۔ لیکن مہتمم کی تنخواہ اس کی پوسٹ کے لحاظ سے بہت کم تھی اس سے زیادہ تنخواہ سملک اسکول سے مل رہی تھی جس کے وہ مدرس تھے مگر مولانا عبدالحق میاں، مولانا شفیع میاں اور جناب یوسف نانا مرحوم نے اپنے یہاں بلا کر بہت سمجھایا کہ تنخواہ کا مسئلہ پھر حل ہو سکتا ہے۔ سردست اہتمام کو قبول کر لینا چاہئے ہم ہر طرح مدد کیلئے تیار ہیں۔

ان سب کے بعد تیار ہو کر کلکٹر کے ہاں گئے وہاں بھی تنخواہ کی بات کی کہ اس پوسٹ اور عہدہ کے شایان شان نہیں اس کو زیادہ کیجئے ورنہ میں بغیر تنخواہ کے کام کروں گا۔ کلکٹر نے جواب میں کہا میں اس تنخواہ کو بڑھا نہیں سکتا اس لئے کہ مجھ کو اس کا اختیار نہیں پہلے سے یہی تنخواہ چلی آ رہی ہے۔ اور آپ کو تنخواہ لینی ضروری بھی ہے چاہے وہ چند پیسے ہی کیوں نہ ہوں ہاں میں آپ کی سہولت کیلئے پانچ ہزار کی رقم پیشگی دیدوں گا آپ اطمینان سے مدرسہ کا انتظام چلائیے خرچ کیجئے اور تمام حساب اپنے پاس رکھئے۔

اس گفتگو کے بعد جامعہ آ کر مولانا عبدالحئی بسم اللہ صاحب سے چارج لیا یہ ۱۳ رجب ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۳ جنوری ۱۹۶۱ء کا واقعہ ہے۔ مولانا احمد بزرگ نے چارج کے وقت جو چیزیں چھوڑی تھیں ان میں سے بیشتر چیزیں ناپید تھیں فقط ایک ٹاٹ کا حصہ چٹائی دارالاہتمام میں موجود تھی از سر نو مدرسہ بسانا تھا تیرہ سال تک مزید نئے دستور کی منظوری تک جامعہ کا نظام کلکٹر کے زیر نگرانی چلتا رہا۔

اہتمام سنبھالتے ہی چار سال کی بقیہ رپورٹ شائع کرنے کی فکر ہوئی کلکٹر سے اس کی منظوری ایک مشکل کام تھا اپنے طور پر روپیہ کا انتظام کر کے تین مہینے میں چار سال کی رپورٹ شائع کردی اور مہینہ کی پہلی تاریخ کو تنخواہ دینے کا بھی بندوبست کرلیا۔ کلکٹر کے یہاں سے چک پاس کرانے میں جو وقت صرف ہوتا تھا مدرسین کو اتنی تاخیر سے تنخواہ ملتی تھی اب یہ پریشانی خیر خواہوں کے تعاون سے دور ہوگئی۔

نئے دستور کو منظور کرانے کی کوشش جاری تھی کہ جناب عبدالحی پٹیل صاحب نے عدالت میں یہ رٹ داخل کردی کہ تعلیم الدین کا نام مدرسہ سے نکال دیا جائے اس پر بحث ہوئی۔ اس سلسلہ میں مہتمم صاحب بمعیت جناب ابراہیم نواب اور جناب یوسف نانا کے ساتھ احمد آباد گئے وہاں سے ایک معزز شخص جناب غلام حسین قریشی صاحب کو لیکر عدالت میں حاضر ہوئے۔ جج کا رخ دوسرا تھا لیکن قریشی صاحب نے پورے اعتماد اور قوت کے ساتھ یہ کہدیا کہ آپ کو جو فیصلہ کرنا ہو کر دیجئے ہم آگے کارروائی کریں گے اس جملہ کا بڑا اثر ہوا اس کی رائے بدل گئی اس نے تعلیم الدین کے باقی رکھنے کے حق میں فیصلہ صادر کردیا۔ اور دستور بھی منظور کرلیا۔ یہ دستور حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی کا مرتب کیا ہوا تھا۔ یہ دستور منظور نہ ہوتا اور تعلیم الدین کا نام نکل جاتا تو اس ادارہ کو جو نسبت اس کے بانی مولانا احمد حسن بھام سملکی سے حاصل تھی وہ منقطع ہوجاتی اور شاید یہ کوئی بنیادی تعلیم گاہ بن جاتا۔

دستور کی منظوری کے بعد مدرسہ آزاد ہوگیا۔ کلکٹر کی پابندی ختم ہوگئی۔ اس موقع پر ایک جلسہ کیا گیا تھا جس میں کلکٹر بھی حاضر ہوا تھا۔ مولانا محمد سعید بزرگ صاحب کو اہتمام لئے ہوئے تین سال ہوئے تھے۔ اس نے انتظام دیکھ کر تعریف کی

اور لوگوں کے سامنے نئے دستور کے مطابق جامعہ کو چلانے کیلئے اختیار کلی اس بورڈ کے حوالہ کیا جو ایک سال کیلئے قائم کیا گیا تھا۔ سال گذرنے پر مستقل طور پر مجلس شوریٰ کا انتخاب ہوا اور اب تک اس ضابطہ کے مطابق ہر پانچ سال پر انتخاب ہوتا رہتا ہے۔

مولانا محمد سعید بزرگ صاحب نے لوگوں کے بہت اصرار کے بعد اہتمام قبول کیا تھا اس لئے پورے اختیار اور استقلال کے ساتھ انتظام کیا اصحاب خیر اور ہمدردوں نے بھی پورا تعاون کیا۔ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی یہ بات پورے طور پر صادق ہوئی کہ تمہارے پیچھے ایک بڑی طاقت ہے بزرگوں کی توجہات، ان کی دعاؤں اور ہمت افزائیوں نے بہت کام کیا ورنہ اتنی پستی سے اٹھا کر کسی ادارہ کو ترقی دینا آسان کام نہیں تھا۔

مولانا احمد بزرگ صاحب نے بمبئی میں ایک موقع سے یہ بات جناب گارڈی سیٹھ صاحب سے کہی تھی کہ ابھی آپ لوگ جو چاہیں کر لیں لیکن آئندہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ لوگ ہمارے ہی گھر کے آدمی کو رات میں اٹھا کر مہتمم بنائیں گے اور انتظام اس کے ہاتھ میں دے دیں گے۔ اس پیشین گوئی کی بھی پوری پوری تصدیق ہوئی۔

پورا اختیار مل جانے کے بعد تعمیرات اور عمارات کی مرمت کی طرف توجہ کی۔ تقریباً بیس سال کی مدت ایسی گذری کہ کسی عمارت کو چونا دینے اور رنگ روغن کرانے کی بھی نوبت نہیں آئی تھی کوئی نئی تعمیر کیا ہوتی جو کچھ تھا وہ مولانا احمد بزرگؒ کے زمانہ کا بنا ہوا تھا یا اس سے پہلے مولانا احمد حسن بھام کے دور کا۔ ان تعمیرات کی تفصیل سال بسال پیش کی جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

طلبہ پر کنٹرول کرنے، ان کی نگرانی اور اخلاقی اصلاح و تربیت کیلئے بہت محنت اور جانفشانی کرنی پڑی اس کے لئے رات کو مدرسہ آنا پڑا تو اس سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔ رات دن کی محنت اور پوری جدوجہد کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر جامعہ کو ترقی

کی راہ پر گامزن کر دیا اور آج وہ دن آیا کہ جامعہ اپنی تعمیرات و ترقیات کی وجہ سے ہر وارد و صادر کو دعوتِ نظارہ پیش کرتا ہے۔[1]

اس موقع پر مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب گرامی نقل کرنا بہت مناسب ہوگا۔ وہ بعینہٖ یہ ہے۔

المدینۃ المنورہ

۲۵ر شعبان المعظم ۱۳۸۱ھ — عزیز کرم مولوی محمد سعید صاحب بزرگ سلمہٗ

۲۴ر فروری ۱۹۶۲ء - روز شنبہ — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اس سے قبل ایک خط اپنی علالت کا ارسال کر چکا ہوں۔ اس کے بعد مولانا محمد میاں صاحب زاد فضلہم کے مکتوب گرامی سے اچانک یہ خوشخبری موصول ہو کر دل اور آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد مرحوم کی جگہ اب آپ کو جامعہ اسلامیہ کے اہتمام کیلئے منتخب فرمایا فبشریٰ لکم۔ میرے لئے اس سے زیادہ مسرت کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس منصب پر آپ فائز ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے انشاء اللہ جو خیر آپ کو بلا طلب عطاء کی ہے وہی اس میں خود آپ کی مدد فرمائے گا اگر میں زندہ رہ گیا تو آں عزیز کو جو تعلیمی مشورے یا نظامی سلسلہ میں ضروری امور ہوں گے ان سے ضرور آگاہ کرتا رہوں گا۔ گھبرا کر کام نہ چھوڑیں اور اس کو عظیم دینی خدمت تصور کریں بالخصوص اس قحط الرجال کے زمانہ میں دینی امور میں تاخر بہت نامناسب ہے واللہ تعالیٰ ناصرکم اور اپنے والد مرحوم کی روح کو اس خدمت سے خوش کر دیں۔ سب احباب سے سلام۔ فقط والسلام

بندہ محمد بدر عالم عفی عنہ

---

[1] یہ تفصیلات مولانا محمد سعید بزرگ مہتمم جامعہ سے معلوم ہوئی ہیں۔

۱۳۷۹ھ مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہٗ نے ۱۳ رجب ۱۳۷۹ھ مطابق جنوری ۱۹۶۰ء کو چارج لیا ابھی چونکہ گزشتہ چار سالوں کی رپورٹ باقی تھی اس لئے اسی کو امسال شائع کیا گیا۔ ۷۹ھ اور ۸۰ھ کی دو سالہ یکجا روداد ۸۰ھ کے ختم کے بعد شائع ہوئی اسی سے یہ حالات ماخوذ ہیں۔

شعبان ۸۰ھ میں قاری سعید الحق صاحب مستعفی ہوگئے ان کی جگہ قاری رمضان صاحب ذیقعدہ میں مقرر ہوئے۔ شوال میں مولانا شوکت علی صاحب (کوکنی) عربی کے مدرس رکھے گئے۔ سالانہ جلسہ کا ذکر روداد میں نہیں۔ مولانا محمد سعید بزرگ صاحب سے معلوم ہوا کہ ۲۲ شعبان کو جلسہ ہوا تھا جس میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی تشریف لائے تھے۔ اس سال آٹھ طلبہ فارغ ہوئے۔

(روداد ۷۹ - ۸۰ھ صفحہ ۱۰ - ۱۱ - ۳۴)

۱۳۸۰ھ اس سال سالانہ جلسہ ۳۰ جنوری ۱۹۶۱ء کو مولانا محمد سعید مہتمم جامعہ حسینیہ راندیر کی صدارت میں ہوا صبح کو آٹھ بجے جلسہ شروع ہوا۔ رات ہی سے باہر کے مہمان آچکے تھے۔ منڈپ بھرا ہوا تھا۔ قراءت و نظم کے بعد مہتمم صاحب نے تعلیمی چھوٹی رپورٹ سنائی۔ دس فضلاء کی دستاربندی ہوئی انعامات اور سندیں دی گئیں پھر مہمان خصوصی مولانا ابوالوفا شاہجہاں پوری نے سیرت کے موضوع پر مسحور کن وعظ فرمایا دعا پر جلسہ ختم ہوا۔ (ایضاً ص ۱)

اس رپورٹ میں مہتمم جامعہ نے قوم کے سامنے وہ سارا پروگرام پیش کردیا جو ان کے پیش نظر تھا نیز جو جو اصلاحات اب تک کرچکے ہیں ان کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ سب سے پہلے تحریر لکھا ہے کہ میں اس عظیم ادارہ کی ذمہ داری قبول کرنے کا بالکل اہل نہیں مجھے یہ بات معلوم ہے لیکن بزرگوں کے مشورہ اور دوستوں کے حسن ظن کی بناء پر مجبوراً قبول کرلیا ہے۔ اور اللہ کا نام لے کر کام شروع کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے

دعا کریں کہ اس بارِ گراں کے اٹھانے کی طاقت اور ہمت مجھے عطا فرمائے۔

اصلاحی اقدامات

پھر لکھتے ہیں:۔

۱۔ تعلیمی سال کے شروع ہونے پر ہم نے دار الاقامہ کے حجروں میں ایک درجہ کے طلبہ کو ایک ساتھ رکھا ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے مل کر سبق کی تکرار کر سکیں اور ایک دوسرے کیلئے افادہ و استفادہ آسان ہو۔ ہم جماعت طلبہ میں ساتھ رہنے سے محبت اور ربط پیدا ہو۔

۲۔ اب تک یہ دستور تھا کہ تمام طلبہ اپنے اپنے برتن میں مطبخ سے کھانا لاتے تھے اور کھا کر خود ہی برتن دھلتے تھے۔ اس میں ان کا بہت سا وقت ضائع ہو جاتا تھا۔ اب نیا انتظام یہ ہوا ہے کہ تمام طلبہ کو ایک ہی جگہ بٹھا کر کھلا دیا جاتا ہے۔ اس سے طلبہ کو بہت سہولت ہو گئی ہے۔ کھانے کے معیار کو بھی بلند سے بلند تر کر دیا گیا ہے۔ ہر وقت کھلانے سے پہلے کھانے کی جانچ کر لی جاتی ہے۔ اگر کوئی شکایت ہوتی ہے تو فوراً تنبیہ کی جاتی ہے۔ برتن بھی اچھے سے اچھے خریدے گئے ہیں۔

۳۔ طلبہ کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کیلئے ایک نیا قانون یہ بنایا گیا ہے کہ سہ ماہی اور ششماہی امتحانات میں اول نمبر سے کامیاب ہونے والے طلبہ کو ہر ماہ ایک روپیہ بطور انعام دیا جاتا ہے تاکہ طلبہ میں مسابقت کا جذبہ پیدا ہو۔ اس روپیہ کا انتظام الگ سے کیا گیا ہے مدرسہ کے فنڈ سے اس کا تعلق نہیں۔

۴۔ روزانہ مغرب و عشاء کے بعد سبق یاد کرنے کیلئے ہر طالب علم کو درسگاہ میں بیٹھنا ضروری قرار دیا گیا ہے اس کے لئے باقاعدہ نگراں مقرر کر دئے گئے ہیں۔

۵۔ تمام طلبہ پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ پابندی سے ادا کریں اس کا بھی انتظام کیا گیا ہے چھوٹے بچوں کو نماز سکھانے کا بھی الگ سے دو عالموں کی

گرانی میں انتظام ہوا ہے۔ وہ عملاً بچوں کو نماز کا طریقہ سکھاتے ہیں۔

- اردو کا ذوق اور اس میں مہارت پیدا کرانے کیلئے انجمن جمعیۃ الطلبہ قائم کر دی گئی ہے جس میں ہر ہفتہ طلبہ ایک دن اردو میں تقریر کرتے ہیں۔

- فضول خرچی سے بچانے کیلئے یہ انتظام کیا گیا ہے کہ والدین کی طرف سے جو رقم آتی ہے اس کو آفس میں جمع کر لیا جاتا ہے پھر ہفتہ میں ایک روز حسب ضرورت اس میں سے دیدی جاتی ہے۔

- مدرسین اور ملازمین کی سہولت کیلئے "بچت اسکیم" قائم کی گئی ہے۔ ہر مہینہ تنخواہ سے تین یا پانچ روپئے جمع کر لئے جاتے ہیں تاکہ ہنگامی ضرورت کے وقت اسی رقم سے مدرسین اور ملازمین اپنی ضرورت پوری کر لیں۔ سوال کی ضرورت نہ پیش آسکے۔

- طلبہ کو رات میں پڑھنے کیلئے باقاعدہ روشنی کا انتظام کیا گیا ہے اور ایک ایسے سپروائزر کا تقرر کیا گیا ہے جو طلبہ کو اسکالرشپ اور والدین کے یہاں سے آئی ہوئی رقم تقسیم کرے۔ طلبہ کی نگرانی کرے ان کی شکایتوں کو دور کرے۔

- ہر جماعت کیلئے درسگاہ متعین کر دی گئی ہے کیونکہ طلبہ کے ادھر سے ادھر آنے جانے میں بڑا انتشار ہوتا ہے اور وقت بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ اساتذہ گھنٹہ ہونے پر بدل جاتے ہیں۔ طلبہ اپنی جگہ پر رہتے ہیں۔ ہر درسگاہ میں کتابیں رکھنے کے لئے الماریاں رکھوا دی گئی ہیں۔ دار الاقامہ میں بھی کوئی طالب علم نہیں جا سکتا۔ اس نظام سے طلبہ پر کافی کنٹرول ہو گیا۔

ضروریات جامعہ

ضروریات جامعہ کے تحت تنفیذ کیلئے کتابوں کی فراہمی دار الاقامہ کی مرمت، مطبخ کی تعمیر، درسگاہ کی مرمت، نئی وائرنگ، طلبہ کے لئے ناشتہ اور امتحان میں کامیاب ہونے والوں کو انعام دینے کی طرف قوم کو متوجہ کیا ہے

اسی سال بعض حضرات کی امداد سے مسجد قدیم کی مرمت کا کام بھی انجام پا گیا۔
(روداد مذکور صفحہ ۳۱)

اس سال ہندوستان کے مشہور محدث علامہ کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ نے جامعہ کو تشریف آوری سے نوازا حضرت موصوف نے ان الفاظ میں اپنے تاثرات ظاہر فرمائے۔

نقل معائنہ محدث جلیل علامہ کبیر مولانا ومخدومنا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہٗ

بعد حمد وصلوٰۃ آج بتاریخ ۲۹ رشوال ۱۳۸۰ھ مجھے حسن اتفاق سے جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین میں حاضری کا شرف حاصل ہوا مدتوں سے اس درسگاہ کی زیارت کا اشتیاق تھا اور کئی بار ایسا ہوا کہ قریب آ کر بعض عوارض کی وجہ سے حاضری کا ارادہ فسخ کرنا پڑا۔ الحمدللہ کہ میں نے اپنے دو روزہ قیام میں مدرسہ کو اچھی طرح دیکھا۔ حضرات مدرسین سے تفصیلی ملاقاتیں ہوئیں۔ یہ مدرسہ اس وقت جو دینی اور تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے اس کو دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی۔

مہتمم مدرسہ جناب مولانا محمد سعید بزرگ صاحب کی ہمت میں حق تعالیٰ برکت عطا فرمائے وہ جس محنت اور جانفشانی سے نظامت کی خدمت انجام دے رہے ہیں وہ بہت زیادہ قابل تعریف ہے اور امید کی جاتی ہے کہ ان شاء اللہ بہت جلد یہاں کا تعلیمی معیار حسب سابق بہت اونچا ہو جائے گا اور سارے انتظامات پورے طور پر ٹھیک ٹھیک ہو جائیں گے۔ اس طرح توقع ہے کہ چند ہی دنوں میں یہ درسگاہ گجرات کی ایک مثالی درسگاہ بن جائے گی۔ حقق اللہ آمالنا۔ وانا الفقیر الیہ تعالیٰ حبیب الرحمٰن الاعظمی مئو اعظم گڑھ

۱۲ اپریل ۱۹۶۱ء (از رجسٹر معائنہ صفحہ ۱۵)

۱۳۸ھ

اس سال جامعہ سے پانچ عالم سات حافظ تیار ہوئے اور گیارہ طلبہ نے قرآن شریف ناظرہ ختم کیا۔ سالانہ امتحان کے بعد فضلاء کو دستار و سند دی گئی اور عام کامیاب ہونے والے نیز ہر درجہ میں اول آنے والوں کو انعامات تقسیم کیے گئے (روداد ۸۱ھ ص ۹)۔

سالانہ جلسہ کا ذکر روداد میں نہیں ملا۔ لیکن تاریخ کے لحاظ سے ٹھیک جلسہ کے ایام میں مولانا سعید احمد اکبرآبادی اور مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی جامعہ میں مہتمم صاحب کی دعوت پر تشریف لائے۔ غالباً یہ تشریف لانا جلسہ ہی کیلئے تھا رجسٹر معائنہ میں ان کے تاثرات درج ہیں۔

نقل معائنہ

مولانا سعید احمد اکبرآبادی و
مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی

[1] آج کم و بیش بتیس ۳۲ برس کے بعد مولانا محمد سعید بزرگ صاحب کی دعوت پر جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کو دیکھنے اور اس کے کاموں کا جائزہ لینے کا موقع ہوا تو یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ مولانا محمد سعید صاحب اپنے رفقاء کی امداد و اعانت سے اس مدرسہ کو نہ صرف بحسن و خوبی قائم رکھے ہوئے ہیں بلکہ شب و روز اس کو ترقی دینے میں ساعی و کوشاں ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ مدرسہ مسلمانان گجرات کیلئے تعلیم دین و تربیت اسلام کا ایک قابل قدر اور مثالی ادارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کے کارکنوں اور معاونین کو مزید ہمت و توفیق اور استقلال

---

[1] مولانا اکبرآبادی ۸۰ھ تک یہاں مدرس تھے۔ ۸۱ھ کی روداد میں نام نہیں۔

دعوات عطا فرمائے۔

سعید احمد اکبرآبادی ۱۱ جنوری ۶۲ء
عتیق الرحمٰن عثمانی 〃 جنوری ۶۲ء

(ماخوذ رجسٹر معائنہ صفحہ ۱۵)

ایک بڑی خوشخبری

جس کے دستور مرتبہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی کی منظوری کی کوشش جاری تھی وہ ۱۵ر ذی قعدہ ۸۱ھ مطابق ۲۱ر اپریل ۱۹۶۲ء کو پاس ہو کر مل گیا۔ اب جامعہ اس کڑی پابندی سے آزاد ہو گیا جو ترقی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ تھی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

مہتمم صاحب لکھتے ہیں " مینجنگ بورڈ نے جس طرح اب تک ہمارا ساتھ دیا ہے اگر آئندہ بھی اسی طرح اس کی ہمدردیاں ہمارے ساتھ رہیں تو جامعہ بہت تیزی کے ساتھ منزل مقصود کی طرف قدم بڑھاتا رہے گا۔ بورڈ نے رائے مشورہ کیلئے ایک ورکنگ کمیٹی بنادی ہے جس میں مہتمم کے علاوہ یہ حضرات شامل ہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب رانديری، مولانا محمد شفیع میاں سملکی، جناب رشید احمد موٹا ڈیپٹیلی، جناب ابراہیم محمد نواب یہ حضرات پوری دلچسپی سے جامعہ کے تمام کاموں میں حصہ لیتے ہیں اور ہر طرح مدد کرتے ہیں۔ (روداد ۸۱ھ صفحہ ۲)۔

تنظیم مکاتب

اس سال جامعہ نے تنظیم مکاتب کی اسکیم پیش کی۔ یعنی مکاتب کی تعلیم میں ہم آہنگی اور نظام افادیت پیدا کرنے کیلئے مختلف دیہاتوں کے مکاتب کو جامعہ سے ملحق کر لیا۔ جامعہ ان کی تعلیمی رہنمائی کرے گا۔ جامعہ سے اساتذہ امتحانات کیلئے بھیجے جائیں گے۔ وہ امتحانات کے بعد جو خامیاں ہوں گی ان کی طرف نشاندہی کریں گے۔ سات مکاتب میں یہ سلسلہ شروع ہو گیا جامعہ نے مکاتب کی تعلیم کا نصاب بھی متعین کر دیا ہے۔ جہاں صرف ایک مدرس ہیں وہاں کا ڈھنگ اور جہاں چند

مدرسین بھی وہاں کا لگ۔ امید ہے کہ دیگر مکاتب بھی اس الحاق کو پسند کریں گے اور اس سے بنیادی تعلیم کا معیار بلند ہوگا۔

نئی وائرنگ سال گذشتہ اس کی ضرورت ظاہر کی گئی تھی۔ اس سال اہل خیر حضرات کی توجہ سے طلبہ کے حجروں، مسجد، درسگاہوں اور اساتذہ کے کمروں میں نئی فٹنگ ہوگئی۔

چائے ناشتہ کا انتظام گذشتہ سال اس کی بھی ضرورت ظاہر کی گئی تھی۔ سال رواں میں جامعہ کی طرف سے اس کا انتظام کرلیا گیا۔ طلبہ عزیز نماز فجر کے بعد مسجد میں تلاوت کرتے ہیں ادھر چائے ناشتہ تیار ہوجاتا ہے، تلاوت سے فارغ ہوکر چائے ناشتہ کرلیتے ہیں۔ پھر ضروریات سے فارغ ہوکر درسگاہ میں حاضر ہوجاتے ہیں، اس طرح ان کا قیمتی وقت ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے اور غریب و نادار طلبہ بھی چائے ناشتہ سے محروم نہیں رہتے۔

ضروریات جامعہ اس عنوان کے تحت درجات صنائع (ہنر و حرفت) کے کھولنے کی ضرورت بتائی گئی ہے تاکہ فضلاء جامعہ علم دین کی خدمت و اشاعت کے ساتھ اپنے ہاتھ سے کچھ کام کرکے اپنی معیشت کو سدھار سکیں۔ تنخواہ کی قلت کی وجہ سے سلسلۂ تعلیم و تعلم سے کنارہ کش نہ ہوجائیں۔ بلکہ اس کام کی وجہ سے جم کر تعلیم و تبلیغ کا کام انجام دے سکیں۔

درجۂ حفظ کے طلبہ کیلئے ایک خاص انتظام درجۂ حفظ کے طلبہ کیلئے ایک خاص انتظام یہ ہوا کہ وہ عشاء کے بعد جلد سو جاتے ہیں، صبح کو فجر سے ایک گھنٹہ قبل ان کو اٹھا دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے اسباق صبح کے سنانے کے وقت تک پختہ کرلیا کریں، اس کے لئے اساتذہ مقرر کردئے گئے ہیں۔ (روداد ۱۴۰۸ھ تا ۱۴۰۹ھ)۔

سنہ ۱۳۸۲ھ

۵ر شوال کو جامعہ کھل گیا۔ ۱۰ر شوال سے درجات حفظ، اردو، فارسی اور ابتدائی عربی کی تعلیم شروع ہو گئی ۱۴ر شوال سے بقیہ درجات عربیہ کی تعلیم بھی شروع ہو گئی۔

سالانہ امتحان

سالانہ امتحان ۱۵ر رجب کو شروع ہوا اور ۲۲ر رجب کو ختم ہوا درجات عربیہ میں تہتر ۷۳ فارسی میں پچپن ۵۵ اردو میں چونتیس ۳۴ حفظ میں ترسٹھ ۶۳ ناظرہ میں اکسٹھ ۶۱ طلبہ نے امتحان میں شرکت کی۔

فارغین

نو ۹ طلبہ دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے۔ سات ۷ قاری ہوئے۔ چھ ۶ حافظ ہوئے۔ سترہ ۱۷ طلبہ نے ناظرہ قرآن شریف ختم کیا۔

سالانہ جلسہ

۲۶ر رجب سنہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۵ر دسمبر سنہ ۱۹۶۲ء کو جینگ بورڈ کے ممبر اور جمعیۃ علماء گجرات کے صدر مولانا عبد الرحیم صادق راندیری کی صدارت میں سالانہ جلسۂ دستار بندی منعقد ہوا شام ہی سے دور دراز کے لوگ کافی تعداد میں پہنچ چکے تھے۔ ۸ بجے صبح جلسہ شروع ہوا۔ قرأت و نظم اور مہتمم صاحب کی رپورٹ پیش کرنے کے بعد ۸ فضلاء کی دستار بندی ہوئی۔ تجوید سے فارغ ہونے والوں کو سندیں دی گئیں پھر گجرات کے شیریں بیان واعظ مولانا محمد اشرف صاحب راندیری نے سیرت نبوی پر ایک مؤثر وعظ فرمایا اس کے بعد جلسہ دعا پر ختم ہوا۔ صبح اور دوپہر میں تمام شرکاء جلسہ کیلئے کھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔

اساتذہ وملازمین

شوال سنہ ۸۳ھ میں مولانا خیر الرحمٰن صاحب مدرسے سے علیحدہ ہوئے۔ مولانا ابراہیم پالنپوری، مولانا ابراہیم اندوری درجات عربیہ میں اور مولانا عبد الغفور نقشبندی درجۂ فارسی میں مقرر ہوئے۔ جمادی الاخریٰ میں جناب (منشی) محمد حبیب صاحب کا تقرر ہوا۔

(روداد سنہ ۸۳ھ ص ۱۲-۱۳)

حادثات وفات

اس سال جامعہ اپنے تین مخلصین سے محروم ہوا ۔

۱۔ مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری (آپ کی وفات یکم محرم ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۶ جون ۱۹۶۱ء کو ہوئی) مولانا مرحوم تجربات کے تجربہ کار عالم و فاضل تھے۔ جامعہ کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق تھا آپ نے جامعہ کی (صدر مہتمم کی حیثیت سے) خدمت بھی کی نیز ہمیشہ جامعہ کے کاموں میں خلوص دل سے حصہ لیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس مخلص ہمدرد کے ساتھ بھی اپنی خصوصی نوازش کا معاملہ کرے اور جنت الفردوس میں اونچا مقام[1] عطا کرے۔

۲۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ (یکم ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۲ اگست ۱۹۶۲ء کو آپ کی وفات حسرت آیات ہوئی) مولانا کی وفات سے ہندوستان کے جن مختلف اداروں کو ناقابل تلافی نقصان پہونچا ہے ان میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل بھی ہے۔ جامعہ سے مولانا کا بہت قدیم تعلق تھا۔ علامہ انور شاہ صاحب کے ساتھ جو قافلہ علماء کرام کا یہاں آیا تھا اس میں آپ بھی تھے۔ یہاں سے جانے کے بعد بھی جامعہ سے آپ کو بے پناہ محبت تھی۔ جب بھی آپ کو جامعہ کی خدمت کیلئے زحمت دی گئی آپ نے بخوشی اسے قبول فرمایا۔

جامعہ کے پچھلے اختلافات کو دور کرنے اور نئے دستور کو مرتب کرنے میں مولانا مرحوم نے بہت کوشش کی تھی جب جامعہ کا نیا دستور بن گیا تو مولانا نے اپنی بہت سی مشغولیتوں کے باوجود نئی مجلس شوریٰ کی ممبری کا قبول فرمائی تھی لیکن افسوس صد افسوس کہ اس مجاہد جلیل اور مقرر اعظم کے مشوروں سے ابھی جامعہ فائدہ

---

[1] مولانا کا کسی قدر تفصیلی تذکرہ ص۲۸۵ پر ملاحظہ ہو۔

بھی نہیں اٹھا سکا تھا کہ آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہہ دیا اور جامعہ ہمیشہ کیلئے اپنے ایک بڑے محسن اور بہترین مشیر سے محروم ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ نے قرآن پڑھ پڑھ کر بار بار روح پرفتوح کو ایصال ثواب کیا۔ بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوں کہ الٰہی امت مسلمہ کے اس عظیم مجاہد اور ہمارے مہربان سرپرست کو اپنی خاص نعمتوں سے نواز دے اور ان کی خدمات کو قبول فرما کر درجات عالیہ میں مزید ترقی عطا فرما۔[1]

۳۔ مولانا محمد ابراہیم ایکھلوایا:۔ آپ صوفی صاحب کے نام سے مشہور رہے تھے۔ تقریباً ۵۴ سال تک جامعہ کی خدمت کی۔ ابتدائی درجات کے استاذ تھے۔ جامعہ کے مختلف ادوار میں صبر و استقامت کے ساتھ طلبہ کو فیض پہنچاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مخلصانہ خدمات کا بہترین بدلہ عطا فرمائے (آپ مولانا محمد ابراہیم ایکھلوایا مہتمم جامعہ کے سوا ہیں)۔ (روداد ۸۲ھ صفحہ ۱۱)۔

آمد مولانا مسیح اللہ خان صاحب مدظلہ

ذی الحجہ ۸۲ھ میں حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب مدظلہ خلیفہ حضرت تھانوی نے جامعہ کو حاضری کا شرف بخشا۔

معاینہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

---

[1] مولانا مرحوم کا تذکرہ صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

نقل معائنہ

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفیٰ والصلاۃ والسلام علی رسولہ المصطفیٰ، امابعد!

بندہ ۱۲ رذی الحجہ ۱۳۹۳ھ یوم شنبہ کو جلال آباد مظفر نگر یوپی سے گودھرا کیلئے احباب کی دعوت پر روانہ ہوا وہاں سے ۲۰ رذی الحجہ چہارشنبہ کو روانگی سملک ڈابھیل کیلئے ہوئی۔ محترم جناب مولانا (محمد) سعید صاحب زید مجدہم و مشفقم مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی یاد آوری پر پہلی مرتبہ حاضری کا موقع ہوا۔ شب کو عزیز طلبہ کو خطاب کا موقع ہوا۔ جس میں عرض کیا گیا کہ تصوف بمعنی حصول تہذیب اخلاق باطنہ کا اہتمام معین تحصیل علم ہے جس کو مختلف طرق ادلہ آیات واحادیث سے ثابت کیا نہ کہ بزمانہ تحصیل علم بمعنی المذکور مانع وحارج ہے۔ صبح بعد ناشتہ مدرسہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین میں بمعیت محترم مولانا (محمد) سعید صاحب مہتمم مدرسہ حاضری کا اتفاق ہوا وہاں کا نظم ونسق امور تعلیمی و انتظامی مختلف شعبہ کتب خانہ و دفتر و نظام باورچی خانہ طلباء کیلئے نظام طعام اور صفائی سے خاص مسرت ہوئی۔ طلباء کی شب میں بھی خاص نگرانی کا اہتمام ہے جس کے لئے ایک مخصوص آدمی کا تقرر ہے۔ صبح کو بعد صلوٰۃ فجر تلاوت قرآن پاک کا التزام ہے مدرسہ میں تعلیم نہایت پرسکون طریقہ پر مشاہدہ میں آئی اساتذہ کرام حسب جماعت ماشاء اللہ انہماک و تفہیم میں سلامت و متانت و وقار کے ساتھ متوجہ تھے۔

غرض جملہ امور میں تعلیمی و انتظامی وغیرہ جو شعبے بھی متعلق تھے خاص نظام مشاہدہ میں آیا یہ سب محترم مولانا (محمد) سعید احمد زید مجدہم کی ماہرانہ عمدگی نظام پر شاہد عین ہے اور جناب ممدوح کی خاص فکر خاص دلچسپی کما ینبغی اہتمام کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو

جزا و جزیل عطا فرمادیں اور تادیر قائم رکھیں۔ حالات زمانہ کا تقاضا ایسے مدارس کے بقا کو اور زیادہ موکد کر دیتا ہے یہ زمانہ کا بھی تقاضا ہے کہ مدارس عربیہ کی خدمات واسعہ درسے سنجے فرمائیں زیادہ سے زیادہ جملہ اہل خیر حضرات لازم زندگی جانیں۔ اس مدرسہ مسعودہ کی اہل خیر حضرات عموماً اور حضرات مقامی خصوصاً مالی امداد سے دریغ نہ فرمائیں۔ زیادہ سے (زیادہ) مالی خدمت فرما کر ذخیرۂ آخرت کا باعث و عنداللہ ماجور رہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مدرسہ کو فتن و شرور سے محفوظ فرما کر زیادہ سے زیادہ افادہ کا وسیلہ بنائیں۔

احقر محمد شفیع المفتی عفی عنہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ

(از رجسٹر معائنہ صفحہ ۱۵۶)

سنہ ۱۳۸۲ھ

اس سال حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے حرمین شریفین کی زیارت کا شرف حاصل کیا اس موقعہ پر تین ماہ کے لئے مولانا محمد شفیع میاں صاحب نے مدرسہ کا انتظام سنبھالا۔

مدرسین

مدرسین کی مجموعی تعداد ۱۷ سترہ رہی۔ سات ۷ عربی میں دو ۲ فارسی میں ایک ۱ اردو، دو ۲ تجوید اور پانچ ۵ حفظ میں۔ اس سال مولانا عبدالغفور نقشبندی کو ناظم کتب خانہ مقرر کر دیا گیا۔ اردو فارسی میں مولوی قاسم آفندی کا یکم شوال سے تقرر ہوا۔ مولانا شریف حسن صاحب یکم شوال سے علیحدہ ہوئے۔ آپ ہی شیخ الحدیث تھے (یہاں سے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے)۔

سالانہ امتحان

درجات عربیہ کے ۷۶ چھہتر، درجات فارسی کے ۶۹ انہتر، اردو کے ۴۷ سینتالیس، درجات حفظ کے ۸۰ اسّی، ناظرہ کے ۴۹ انچاس اور درجات تجوید کے ۱۲۵ ایک سو پچیس طلبہ نے سالانہ امتحان دیا۔

فارغین

۶ چھ عالم، ۱۸ اٹھارہ حافظ، ۱۰ دس قاری جامعہ سے اس سال فارغ ہوئے۔ ۲۰ بیس طلبہ نے ناظرہ ختم کیا۔

سالانہ جلسہ

۵ر شعبان ۱۳۸۳ھ ۲۲ر دسمبر ۱۹۶۳ء بروز یکشنبہ سالانہ جلسہ زیر صدارت مولانا اسعد صاحب مدنی مدظلہ ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند مدرسہ کے کمپاؤنڈ میں منعقد ہوا۔ شب میں طلبہ کی انجمن جمعیۃ الطلبہ کا سالانہ اجلاس بھی مولانا موصوف کی صدارت میں ہوا۔ طلبہ کے پروگرام کے بعد صدر جلسہ نے طلبہ اور دور دراز سے آئے ہوئے مہمانوں کو خطاب کیا۔

صبح کا اجلاس ۸ بجے شروع ہوا جس میں نظم و قرات اور رپورٹ کے بعد انعام اور سند و دستار تقسیم ہوئی بعدہٗ مولانا ابوالوفاء شاہجہاں پوری کا سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر نہایت مؤثر وعظ ہوا۔ ۱۲ بجے جلسہ ختم ہوا۔ رات اور دن دونوں وقت جامعہ کی طرف سے کھانے کا انتظام کیا گیا۔

سالانہ خرچ

سالانہ خرچ اسّی ہزار بتایا گیا ہے۔

حادثہ وفات

اس سال کے اہم حادثات میں سب سے بڑا حادثہ مولانا محمد بن موسیٰ میاں کا سانحہ وفات ہے۔ مولانا کا انتقال ۱۹ر اپریل ۱۹۶۳ء مطابق ۲۱ر ذی قعدہ ۱۳۸۲ھ کو جوہانسبرگ میں ہوا۔ (تاریخ دارالعلوم دیوبند ج۲ ص۱۵۴)۔

جامعہ کے ساتھ مولانا مرحوم کا تعلق بہت پرانا تھا۔ مولانا کی مخلصانہ مدد اور خاص دیکھ بھال سے جامعہ کی ترقی میں کافی مدد ملی تھی۔ مولانا اپنی مالی اور علمی مدد سے ہمیشہ نوازتے رہے مولانا ایک دور اندیش اور پرہیزگار رہنما تھے ہند و پاک کے تمام دینی حلقوں سے خاص تعلق تھا مولانا کی وفات جامعہ ڈابھیل اور دوسرے بہت سے علمی اداروں کے لئے باعث رنج و غم ہے۔ مجلس علمی ڈابھیل و کراچی آپ ہی کی قائم کردہ ہے جس نے علامہ کشمیری کی نیز دوسرے علماء و محققین کی قابل قدر تصنیفات کو شائع کرکے نام کیا آپ نے جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) میں رانڈر ہال انسٹی ٹیوٹ قائم کیا جس کا مقصد اسلامی اور عصری علوم

کی تعلیم ہے۔

مرحوم کی خبر وفات سن کر جامعہ کے مدرسین، ملازمین اور طلبہ نے اپنے اس محسن کے ایصال ثواب کیلئے قرآن کریم ختم کیا اور دعا کی اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات وغیرہ قبول فرماکر اپنے خاص جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

دوسرا حادثہ حافظ عبدالحق بسم اللہ کی وفات ہے۔ مرحوم نے لگ بھگ چالیس سال تک جامعہ کے مختلف شعبوں میں کام کیا۔ زندگی میں سادگی اور امانت داری کا وصف نمایاں تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔

تیسرا حادثہ محسن ملت مولانا احمد حسن بھام کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہے۔ مولانا مرحوم کے انتقال کے بعد بھی اخیر تک مرحومہ کو اپنے شوہر کے لگائے ہوئے اس دبستان علم سے گہرا تعلق تھا۔ بڑی نیک دیانتدار بیوی تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا کرے۔ (روداد ۱۳۸۳ھ ص ۲ تا ۱۰)

۱۳۸۴ھ مطبخ کی تعمیر

۱۳۸۴ھ میں مطبخ کی تعمیر کی ضرورت ظاہر کی گئی تھی اسی سال رجب ۱۳۸۴ھ میں ایک بلڈنگ کی بنیاد امیر تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے ہاتھوں رکھی گئی۔ اس میں باورچی خانہ، ہال، گودام اور دارالطعام (ڈائننگ ہال) سب کچھ ہوگا (آگے چل کر اس کے اوپر دو منزلیں اور بنائی گئیں اور اب یہ عمارت دارالاقامہ (بورڈنگ) کے نام سے یاد کی جاتی ہے اس کی تکمیل میں تیرہ لاکھ روپے صرف ہوئے ہیں۔

درجات خیاطی و گھڑی سازی کا افتتاح

۱۳۸۴ھ میں صنائع کے درجات کھولنے کیلئے اپیل شائع ہوئی تھی اس سال بحمدہ تعالیٰ دو درجے خیاطی اور گھڑی سازی کے شروع ہوگئے۔ سلائی میں پچاس طلبہ نے داخلہ لیا اور گھڑی سازی کے درجہ میں بارہ طلبہ نے۔ مزید اور درجات کھولنے

[illegible]

جائیں گے (یہ درجات چھٹی کے بعد دونوں میقاتوں کے بیچ میں قائم ہوتے ہیں اور بالکل اختیاری ہیں)۔

غلہ اسکیم جامعہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر غلہ اور اناج جمع کرنے کا کام بھی شروع کیا گیا (در اصل یہ سلسلہ بانی جامعہ مولانا محمد حسن بھامیؒ کا جاری کردہ ہے جو بند ہو چکا تھا۔ ہم نے پھر اس کو زندہ کیا) مولانا مرحوم نے شروع میں یہ دستور بنایا تھا کہ ہر گھر میں ایک مٹکا رکھوا دیا تھا۔ گھر کی عورتیں پکانے کے واسطے جب آٹا یا چاول لینے جائیں تو ایک مٹھی آٹا اور چاول اس مٹکے میں ڈال دیتیں۔ پھر مدرسہ کا ملازم اسے لے آتا۔ ہم نے یہ طریقہ رکھا ہے کہ اناج تیار ہونے پر چندہ کر کے جمع کر لیا جائے۔ ڈابھیل، سملک اور آس پاس کے بہت سے ہمدردوں نے اس کام سے دلچسپی لی۔ اور اللہ کے فضل سے اناج کی ایک بڑی مقدار جمع ہو گئی (یہ سلسلہ برابر جاری ہے ہر سال غلہ کی خاصی مقدار چندہ سے جمع ہو جاتی ہے بعض حضرات اناج کے بجائے روپیے بھی دے دیتے ہیں)۔

مدرسین اس وقت مدرسین اور ملازمین کی تعداد ستائیس ۲۷ ہے جن میں انیس ۱۹ مدرس ہیں۔ امسال ماہ جمادی الاولیٰ میں مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی (تلمیذ علامہ انور شاہ کشمیری) شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لائے۔ ماہ شوال میں مولانا آدم ٹالعیپوری مدرس عربی اور مولانا قاری حفیظ الرحمٰن صاحب مفتاحی (اعظمی) صدر مدرس درجہ تجوید بھی تشریف لائے۔ ماہ شعبان سے قاری رمضان صاحب اور ماہ رمضان سے مولانا عبد الغفور صاحب سواتی جامعہ سے الگ ہوئے۔ مفتی اسماعیل محمد گورا راندیری (مفتی رنگون) بھی اسی سال تشریف لائے۔ جامعہ میں افتاء کا کام آپ کے سپرد رہا۔ (روداد سنہ ۵۸ھ صفحہ ــ و صـــ ۱۰)۔

نقل معائنہ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب (حضرت جی)

امیر تبلیغ نظام الدین دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ حق تعالیٰ شانہ کے فضل و کرم سے آج جامعہ عربیہ ڈابھیل کی زیارت نصیب ہوئی اساتذہ اور طلبہ سے مل کر مسرت ہوئی اور کتب خانہ کی زیارت سے اور مسرت میں اضافہ ہوا۔ حق تعالیٰ شانہ مدرسہ کو ہر طرح کی ترقیات ظاہریہ و باطنیہ سے مالا مال اور اس کے اندر منہمک اور مشغول ہونے والوں کی بھرپور مدد فرمادیں۔

بندہ محمد یوسف غفرلہ پنجشنبہ ۲۱ رجب ۸۲ھ

(از رجسٹر معاینہ صفحہ ۵۹)

سالانہ امتحان اور جلسہ

سالانہ امتحان میں چار سو بہتر ۴۷۲ طلبہ نے شرکت کی۔ پانچ ۵ عالم، دس ۱۰ حافظ، دس ۱۰ قاری ہوئے۔ پچیس ۲۵ طلبہ نے قرآن ناظرہ ختم کیا۔

سالانہ جلسہ زیر صدارت مولانا اسعد صاحب مدنی ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند ۸ ر شعبان ۱۳ ر دسمبر ۱۹۶۳ء کو جامعہ کے صحن میں منعقد ہوا۔ مولانا ابوالوفا شاہجہاں پوری کا وعظ ہوا۔ انعام اور دستار و سند تقسیم کئے گئے۔

(روداد ۸۳ھ صفحہ ۵)

نقل معاینہ

حضرت مولانا فخرالحسن گنگوہی مدرس حدیث دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و صلوٰۃ کے بعد احقر فخرالحسن دارالعلوم دیوبند سے راندیر کے ہیرودا اجلاس میں شرکت کیلئے حاضر ہوا اس کے بعد جامعہ ڈابھیل کی مشہور درسگاہ میں حاضری کا موقع نصیب ہوا یہاں پہونچ کر جمعیۃ الطلبہ کے جلسہ میں شرکت کا موقع ملا۔ طلباء کی عربی اور اردو تقریریں اور مکالمے سنا جس سے اندازہ ہوا کہ جامعہ ڈابھیل اپنے مقصد میں کامیاب ہے طلبہ نے اچھی اور کامیاب تقریریں کیں امید ہے کہ حضرات ارکان مدرسہ اور ارباب حل وعقد مدرسہ کی ترقی اور فلاح کیلئے اس سے زیادہ کوشش فرمائیں گے حق تعالیٰ اس ادارہ کی مدد کرنے والوں کی مدد کرے۔

فخرالحسن (گنگوہی)

(مدرس) دارالعلوم دیوبند ۱۴ ر دسمبر سنہ ۶۲ء (۱ ر شعبان سنہ ۱۳۸۲ھ)

(از رجسٹر معاینہ ص ۱۵۸)

ضروریات جامعہ اس عنوان کے تحت از سرِ نو مسجد کی تعمیر، مطبخ کے اوپر طلبہ کی رہائش کیلئے کمروں کی تعمیر، مولانا احمد بزرگ، مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی اور مفتی گجرات مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ کے فتاوی کو مرتب کرکے کتابی شکل میں شائع کرنے۔ ماہانہ پرچہ "الدین" اور پریس "معین الدین" کو جاری کرنے نیز مستقل واٹر ورکس اور بڑی ٹنکی کے تعمیر کا پروگرام پیش کیا گیا ہے۔ طلبہ کیلئے لباس اور بجلی کے خرچ کیلئے بھی ترغیب دی گئی ہے (روداد سنہ ۸۲-۸۳ھ ص ۵)

وفات مولانا محمد یوسف صاحب امیر تبلیغ

مطبخ کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کیلئے مولانا محمد یوسف صاحب جامعہ تشریف لائے تھے جامعہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے۔ جامعہ کیلئے دعا بھی کی تھی کسے معلوم تھا کہ اتنی جلد آپ ہم کو داغ مفارقت دے جائیں گے۔ (مولانا کی وفات ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۲؍اپریل ۱۹۶۵ء بروز جمعہ وقت ۲ بجکر ۱۰ منٹ پر لاہور پاکستان میں ہوئی (سوانح مولانا یوسف ص ۷۴۳)؛ موجودہ وقت میں تبلیغی تحریک کے روح رواں کی وفات ملت مسلمہ کے حق میں بہت بڑا نقصان ہے اور ہم سب کیلئے انتہائی رنج و غم کا سبب ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور جوار رحمت میں مقام خاص عطا کرے۔ (روداد ۸۵ھ ص ۴)۔

۱۳۸۵ھ

اس سال بھی حسب دستور جامعہ ترقی کے منازل طے کرتا رہا۔ طلبہ کی تعداد چار سو چھبیس ۴۲۶ رہی۔ سالانہ امتحان میں چار سو گیارہ ۴۱۱ نے شرکت کی۔

فضلاء و فارغین

بارہ ۱۲ عالم، بائیس ۲۲ حافظ، دس ۱۰ قاری تیار ہوئے۔ دس ۱۰ طلبہ نے ناظرہ قرآن کریم ختم کیا۔

سالانہ جلسہ

۳؍شعبان ۸۵ھ مطابق ۲۸؍نومبر ۱۹۶۵ء کو بعد نماز عشاء نو تعمیر شدہ دارالطعام (ڈائننگ ہال) میں سالانہ جلسۂ دستار بندی منعقد ہوا جس کی صدارت ہندوستان کے مایۂ ناز محدث حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی مدظلہ نے فرمائی۔ بارش کی وجہ سے جلسہ ہال میں رکھا گیا۔ ہال بھی کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، باہر بھی بہت مجمع تھا۔ قرأت و نظم کے بعد رپورٹ پیش کی گئی پھر مولانا ابوالوفا شاہجہانپوری کا وعظ ہوا۔

نقل معائنہ

محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ

بعد حمد و صلوٰۃ ۔ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین میں حاضری کا یہ دوسرا موقع ہے میں یہاں کی علمی و تعلیمی فضا سے بہت متأثر ہوا یہ درسگاہ ہمارے اساتذہ کرام کی یادگار ہے اس لئے ہم کو غیر معمولی محبت ہے اور خوش ہیں کہ اس کے ذریعہ بانیوں کی تمنائیں پوری ہوں مدرسہ (میں) بڑی خاصی تعداد بیرونی طلبہ کی تعلیم حاصل کر رہی ہے جن کی کفالت مدرسہ کرتا ہے خوش قسمتی سے مدرسہ کو ہمارے محترم دوست جناب مولانا محمد ایوب صاحب (اعظمی) کی خدمات حاصل ہوگئی ہیں جن کی وجہ سے مدرسہ کا تعلیمی معیار بلند اور اس کا پایۂ عظمت و وقار بہت اونچا ہوگیا ہے۔ حق تعالیٰ اس درسگاہ کو بقاء و قیام اور ترقی نصیب فرمائے۔

حبیب الرحمٰن الاعظمی مئو اعظم گڑھ

۴ رشعبان المعظم ۱۳۹۵ھ (مطابق ۱۹ رنومبر ۱۹۷۵ء)

معلوم ہوتا ہے اسی وقت مولانا عبد الحفیظ بلیاوی مدرس دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مرتب مصباح اللغات بھی تشریف لائے تھے رجسٹر معائنہ میں لکھتے ہیں۔

(بعد حمد و صلوٰۃ) الحمد للہ کہ ایک مدت کی تمنا کے بعد آج پہلی مرتبہ ادارۂ جلیل میں حاضری کا شرف حاصل ہوا کارکنان مدرسہ اور حضرات مدرسین نے اس ذرۂ بے مقدار کی جو پذیرائی کی اس سے دل بہت متأثر ہوا کتب خانہ کی بھی سیر کی جناب ناظم صاحب کتب خانہ کے حسن ذوق کی وجہ سے کتب خانہ کے نظم و ترتیب سے دل بہت محظوظ ہوا بعض کتابوں سے کچھ فائدہ بھی اٹھایا۔

اپنے اکابر کا قائم کردہ یہ گلشن خدا کرے ہمیشہ شاداب رہے اور تشنگان علم کی سیرابی کا زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو

احقر عبد الحفیظ بلیاوی غفرلہٗ مدرس دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲ر شعبان المعظم ۱۳۹۵ھ

(از رجسٹر معاینہ ص۱۵۹)

مدرسین اس سال جامعہ کے مدرس عربی مولانا عبد اللہ پٹیل (کاپودروی) شعبان سے الگ ہوئے۔ شوال میں مولانا ابراہیم سنگاروی مدرس عربی مقرر ہوئے۔

تعمیرات عربی قدیم درسگاہ اور دار الاقامہ کے حجروں کی مرمت اس سال اہل خیر حضرات کی توجہ سے بحمدہ تعالیٰ ہوگئی۔ غسل خانوں کی اصلاح۔ مال گودام کی مرمت نیز عمارتوں کی رنگائی کا کام بھی انجام پایا۔ انور بلڈنگ کی مرمت اور رنگائی کے ساتھ اوپر کی خالی جگہوں پر چار کمروں کی تعمیر کا کام بھی تکمیل کو پہنچا فالحمد للہ علی ذالک۔ مرمت اور رنگائی کے ان کاموں پر پینتالیس ہزار سے زیادہ رقم خرچ ہوئی۔

(روداد ۹۵ھ ص۶)

سالانہ خرچ تعمیر کے ساتھ سالانہ خرچ دو لاکھ اکتیس ہزار سات سو بانوے (۲۳۱۷۹۲) ہوا۔ (ایضاً ص۸)

عظیم حادثہ جامعہ کے ایک قدیم استاذ بلکہ استاذ الاساتذہ ہندوستان کے مشہور عالم صاحب طرز مصنف حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی رح کا حادثۂ ارتحال جامعہ کیلئے ایک عظیم سانحہ ہے۔ (مولانا کا انتقال ۵ر رجب ۱۳۸۵ھ کو مدینہ منورہ میں ہوا۔ تاریخ دار العلوم دیوبند ص۱۴۱)۔

مولانا مرحوم نے جامعہ کی سترّہ سال خدمت کی تھی۔ حدیث و فقہ کی تعلیم کے ساتھ اپنے استاذ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر بخاری "فیض الباری" کے نام سے چھپا

مثنیٰ بلڈنگ — اضافہ و درستی کے بعد ۱۳۱۵ھ
اب اسی میں بیسیوں کمرے ہیں، اسی میں کتب خانہ، دفتر محاسبی
دارالاہتمام و دفتر ہیں۔ اسی کے ایک کمرے میں جریدہ الداعی ہے

جامعہ کا عظیم کتبخانہ جس میں تقریباً ۳۰ ہزار کتب / جلدیں

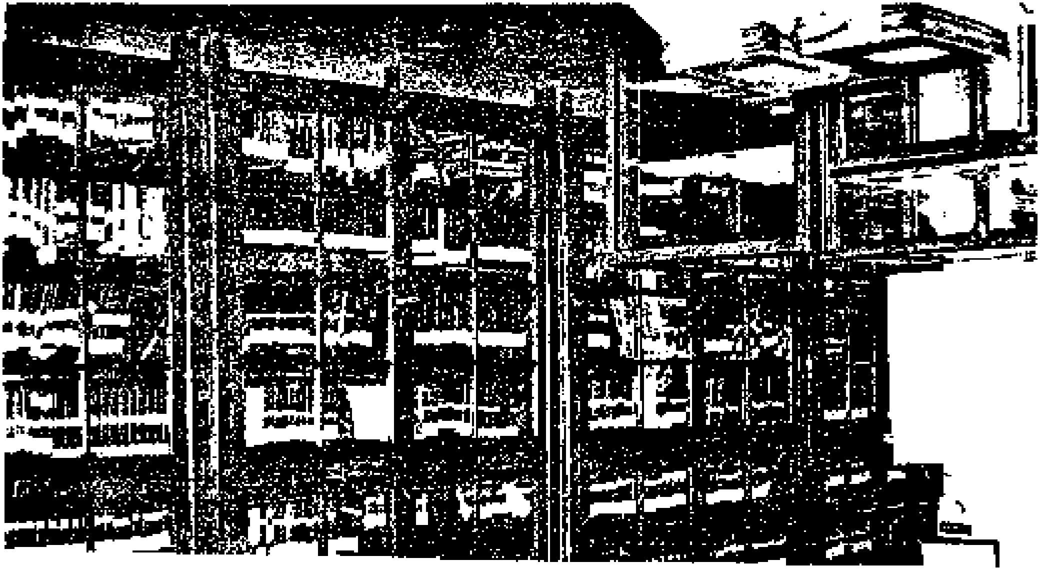

بڑی عرق ریزی اور جانکاہی سے مرتب کی جس کو مجلس علمی ڈابھیل نے چار جلدوں میں قاہرہ مصر سے شائع کیا یہ مولانا کا جلیلی عظیم کارنامہ ہے جو علمی دنیا میں محتاج تعارف نہیں۔ مولانا مرحوم کو جامعہ سے قلبی تعلق تھا برابر جامعہ کے حالات معلوم کرتے رہتے اور اس کے حق میں دعا فرماتے رہتے تھے (مولانا کا خط مہتمم جامعہ کے نام گذر چکا ہے)۔

آہ افسوس! ہم ایک مربی اور شفیق استاذ اور محدث اعظم سے محروم ہو گئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح جوار نبوی میں جگہ عطا فرمائی اسی طرح اپنے ہاں آغوش رحمت خاص میں جگہ عطا فرمائے۔ (روداد ۸۵ھ ص ۱۲)

۱۳۸۶ھ اس سال چار سو پچیس طلبہ نے داخلہ لیا۔ بقیہ حالات سال گذشتہ کے طریقہ پر رہے۔

مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوری کی تشریف آوری

ربیع الاول ۱۳۸۹ھ میں مصلح الامت مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوری خلیفہ حضرت تھانوی نے جامعہ کو اپنے ورود مسعود سے مشرف فرمایا۔ واپس جا کر اپنے تاثرات قلمبند کر کے ارسال فرمائے وہ یہ ہیں۔

(نقل مکتوب حضرت شاہ وصی اللہ صاحب فتحپوری رحمۃ اللہ علیہ)

بخدمت جناب مہتمم صاحب ناظم صاحب اراکین و ممبر صاحبان جامعہ اسلامیہ ڈابھیل دامت عنایاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں نے آتے وقت یہ عرض کیا تھا کہ بمبئی پہونچ کر کچھ لکھ کر بھیجوں گا۔ اس سلسلہ میں آپ حضرات سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں وہاں آپ حضرات کی دعوت پر اس وجہ سے بھی حاضر ہوا کہ وہ میرے اکابر کی اور اساتذہ کی جگہ تھی چنانچہ میں نے وہاں پہونچ کر طلباء اور اساتذہ کی جو حالت دیکھی اس کا میرے قلب پر اچھا اثر ہوا۔ ان کی وضع تواضع مسکنت

ادب اور احترام ساری ہی چیزیں بیحد پسند ہوئیں۔ چنانچہ ایک عربی اور دینی مدرسہ کو جیسا ہونا چاہئے الحمد للہ میں نے جامعہ اسلامیہ کو ایسا ہی پایا۔ بلاشبہ یہ چیزیں اساتذہ اور اراکین کی دینداری اور اخلاص کا ثمرہ ہیں اس پر میں آپ حضرات کو مبارکباد دیتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے جامعہ کی ظاہری اور باطنی ترقی کیلئے دعا کرتا ہوں۔ بعض عوارض کی بنا پر وہاں قیام بہت ہی قلیل رہا جس کا مجھے بھی افسوس ہے۔

والسلام کمسک الختام

وصی اللہ عفی عنہ ۲۷ ربیع الاول ۸۲ھ

سلیمان بلڈنگ کرلا بمبئی ۷۰ (رجسٹر معائنہ صفحہ ۱۶۱)

فارغین بارہ عالم، سترہ قاری، اکیس حافظ اس سال تیار ہوئے آٹھ ناظرہ خوانوں نے قرآن ختم کیا۔

سالانہ جلسہ سالانہ جلسہ کے موقع پر فخر المحدثین حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند و صدر جمعیۃ علماء ہند نیز مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوری اور فدائے ملت مولانا اسعد مدنی ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند تشریف لائے۔ مولانا فخر الدین صاحب نے اپنے قلم سے معائنہ تحریر فرمایا۔ مولانا ابوالوفاء اور مولانا اسعد مدنی صاحبان نے دستخط فرمائے۔

نقل معائنہ حضرت مولانا فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(حمد و صلوٰۃ) امابعد! احقر حسب طلب حضرت مہتمم صاحب جامعہ ڈابھیل کے جلسہ دستار بندی کے موقع پر حاضر ہوا۔ جامعہ کے احوال کے متعلق احقر ایک عرصہ سے اپنے معلوم کو مشاہد کرنے کا متمنی تھا سو بحمد اللہ امسال یہ تمنا پوری ہو گئی میں نے یہاں آ کر وہ سب

عکس تحریر مولانا فخر الدین احمد شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند

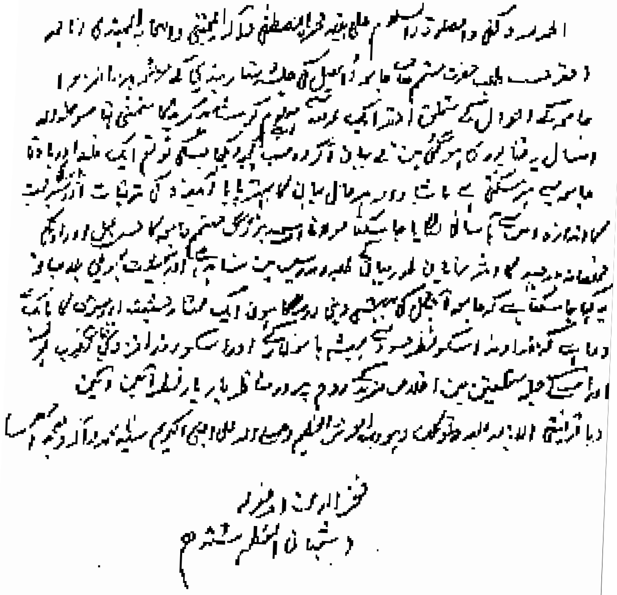

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ محمد المصطفیٰ وعلیٰ آلہ المجتبیٰ واصحابہ المہتدین اما بعد

حضرت مصنف [illegible] مولانا محمد اسماعیل صاحب [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اور آپ کے حلقہ متعلقین میں [illegible] آمین ثم آمین

دعا [illegible] ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم [illegible] وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الکریم سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

فخر الدین احمد غفرلہ

[illegible] شعبان المعظم [illegible]

پھر دیکھا جس کی توقع ایک مخلص یادگار جامعہ سے ہو سکتی ہے۔ ماشاء اللہ ہر حال یہاں کا بہتر پایا۔ آئندہ کی ترقیات اور جامعہ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے۔ مولانا محمد سعید بزرگ (شیخ محمد سعید بزرگ ہیں) مہتمم جامعہ کا حسن عمل اور ان کی مخلصانہ جد و جہد کا اثر نمایاں طور پر یہاں کے طلبہ و مدرسین میں مشاہد ہے اور بحیثیت مجموعی بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جامعہ آج کل کی بہت سی دینی درسگاہوں (میں) ایک ممتاز حیثیت اور شرف کا مالک ہے دعا ہے کہ خداوند اس کو نظر حسود سے ہمیشہ مامون رکھے اور اس کو روز افزوں ترقیات نصیب ہوں اور اس کے جملہ متعلقین میں اخلاص مزید کے روح پرور مناظر بار بار نظر آئیں۔ آمین

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم وصلی اللہ علی النبی الکریم سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

فخر الدین ۲ شعبان ۸۲ھ

ابو الوفاء ، اسعد غفرلہ

معاینہ حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی مدظلہ

ذی قعدہ ۸۲ھ میں حضرت مفتی محمود صاحب مفتی اعظم دار العلوم دیوبند تشریف لائے تھے۔ رجسٹر معاینہ میں آپ کی تحریر بعینہ یہ ہے۔

حامداً ومصلیاً! احقر آج اس مدرسہ میں حاضر ہوا اساتذہ کرام اور ارباب اہتمام سے نیاز حاصل کیا۔ بعد العصر کتب خانہ میں کچھ دیر کیلئے بیٹھنا ہوا۔ طبیعت بہت مسرور ہوئی حق تعالیٰ اساتذہ کرام کے اخلاص و استقامت میں ترقیات عطا فرمائے اور طلباء کو بیش از بیش علوم سے منتفع فرمائے اور اس فیض و چشمہ رحمت کو جاری رکھے مکاروہ سے محفوظ فرمائے۔

احقر محمود غفی عنہ ۲۰/۱۱/۸۲ھ (رجسٹر معاینہ صفحہ ۱۶۲)

سالانہ خرچ

سالانہ خرچ بخیریت کے ساتھ تین لاکھ سے تجاوز ہوا۔

وفیات

اس سال کی روداد میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوری خلیفہ حضرت حکیم الامت (متوفی ۱۲ رجمادی الاخریٰ ۱۳۸۶ھ ۱۹۶۶ء) اور حاجی یوسف تانا متعلق جامعہ کے ٹرسٹی نیز مولانا احمد اسپیچی کالا کا بیوی سابق استاذ جامعہ کی وفات پر رنج وغم کا اظہار کیا گیا ہے۔ (روداد ۱۳۸۶ھ ص۱۱)

۱۳۸۶ھ سفر مہتمم

اس سال مہتمم جامعہ نے جامعہ کے واسطے سرمایہ کی فراہمی کیلئے مختلف ممالک کا سفر کیا۔ ۱۶؍ ستمبر ۱۹۶۶ء کو یہاں سے روانہ ہو کر ری یونین پہنچے وہاں حاجی سلیمان بلبلیہ صاحب نے میزبانی کا حق ادا کیا۔ مہتمم صاحب کے بھتیجے مولانا رشید احمد بزرگ نے ملازمت سے طویل رخصت لیکر ساتھ دیا۔ ری یونین میں مقیم جامعہ کے خیرخواہوں نے بہت دلچسپی لی اور بھرپور مدد کی۔ خصوصاً حاجی محمد سلیمان بلبلیہ، حکیم غلام حسین بانکوڈورا، قاری محمد جوکسی، عبداللہ پانگڑا وو، مولوی یوسف سفلیہ، حاجی اسماعیل توتلی، حاجی یوسف کارا۔

۱۶؍ اکتوبر کو ری یونین کے میزبانوں کے ساتھ موریشش ہو کر پہنچے جہاں جناب یوسف بامسفوڑ صاحب میزبان بنے چھ روز قیام کرکے ۲۲؍ اکتوبر کو جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) کیلئے روانہ ہوگئے وہاں آزاد ویل مدرسہ ٹرسٹ کی طرف سے (جو تین گاؤں کے اشخاص پر مشتمل ہے) نانا میموریل ہال میں ایک جلسہ بلایا گیا جس سے جامعہ کی امداد کا خوب چرچا ہوا۔ مولانا محمد ابراہیم ایکھوایا، حاجی ابراہیم بھاکڑا، حاجی ابراہیم ڈونی، حاجی اسماعیل پانڈور، محمد سلیمان مفتی، محمد بھائی کوڑا، مولانا ابراہیم میاں، حافظ عبدالرحمٰن میاں، حاجی سعید ڈابے، سعید بھائی موسیٰ، ان حضرات نے بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

شہر ٹرانسوال (جنوبی افریقہ) میں جب جانا ہوا تو وہاں مسلک مسلم ایسوسی ایشن

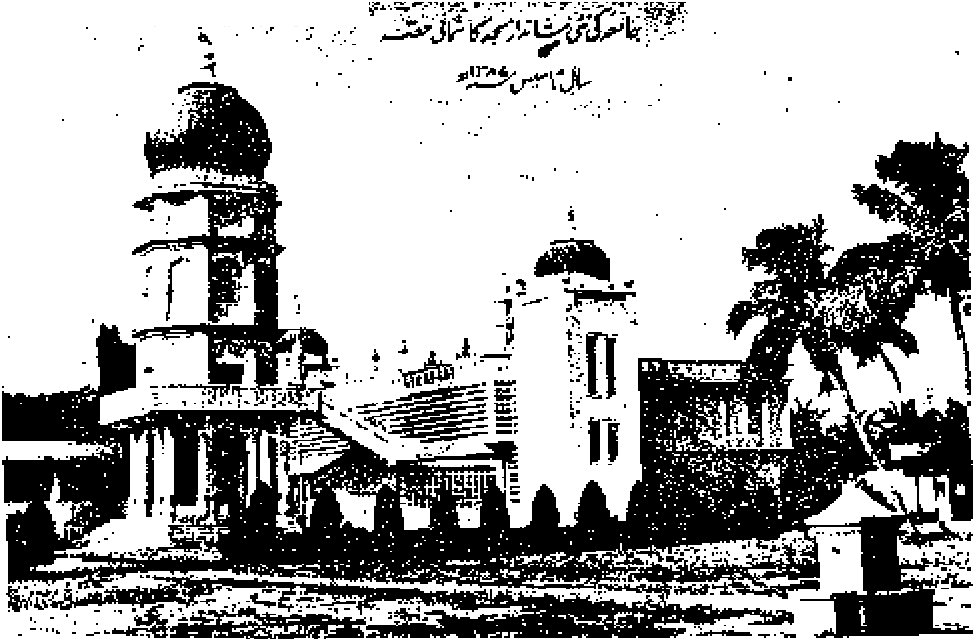

جامعہ کی نئی شاندار مسجد کا شمالی حصہ

سالِ تاسیس ۱۳۸۶ھ

کی طرف سے استقبالیہ جلسہ ہوا، رخصت ہوتے وقت الوداعی جلسہ بھی کیا گیا۔

افریقہ میں چار ماہ قیام رہا، ڈابھیل سملک کے رئیسوں اور جامعہ کے ہمدردوں نے دل کھول کر مدد کی مختلف حضرات نے اس طرح بھی مدد کی کہ کسی نے دو قاریوں کی تنخواہ کی ذمہ داری لے لی، کسی نے ایک استاذ حدیث یا عربی کے استاذ کی تنخواہ اپنے ذمہ لے لی۔ چند بزرگوں نے مل کر پانچ حفاظ کے اساتذہ کی تنخواہ کی ذمہ داریاں قبول فرمالیں۔

تعمیر دارالاساتذہ کی ذمہ داری

اساتذۂ جامعہ کیلئے مستقل کوارٹر ہونا بہت ضروری ہے واٹر ورکس کی ضرورت بھی پہلے ظاہر کی جا چکی ہے۔ جوہانسبرگ کی ڈابھیل مدرسہ ٹرسٹ نے اس کے تعمیر کی ذمہ داری قبول کی۔ اس کیلئے گارڈی اینڈ سنس (روہانٹ ویرا) نے اپنی زمین جو جامعہ سے متصل ہے ہبۃً عطا کی۔ علاوہ ازیں محمود بھائی موسیٰ اسحاق جی، مولانا محمد ایکھلوایا اور حاجی ابراہیم یوسف ماکڑا نے بھی اپنی اپنی زمینیں جامعہ کیلئے وقف کیں۔

چارپائیوں کی ذمہ داری

منشی اینڈ سنس (ٹیلیپورٹ) کی طرف سے جامعہ کے ہر طالب علم کیلئے چارپائی دینے کا اعلان کیا گیا۔

ٹائپ رائٹر

حاجی غلام محمد اسماعیل پٹیل کاپودرا نے ایک خوبصورت انگلش ٹائپ رائٹر جامعہ کو عطا فرمایا۔

نئی مسجد کی تعمیر

جس مسجد کی تعمیر کیلئے کئی سالوں سے اعلان کیا جا رہا تھا اس کی تعمیر امسال اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اصحاب خیر کی توجہ سے شروع ہوگئی۔

انگریزی کلاس کی ابتداء

سلائی اور گھڑی سازی کے درجات کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ امسال انگریزی کا درجہ بھی کھل گیا یہ بھی زمانہ کی ایک ضرورت ہے۔ اس کو بھی صنائع کی طرح خارج اوقات میں رکھا گیا ہے۔

فارغین اس سال دس عالم، اٹھارہ قاری، بیس حافظ جامعہ سے نکلے اور دس طلبہ نے ناظرہ قرآن ختم کیا۔

سالانہ جلسہ ۲ رشعبان ۱۳۴۶ھ کو سالانہ انعامی جلسہ ۸ بجے شروع ہوا اس موقع سے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ اور مولانا اخلاق حسین قاسمی مدظلہ تشریف لائے۔

نیابت اہتمام حضرت مہتمم صاحب کے سفر ممالک کے زمانہ میں آپ کے برادر خورد جناب مولانا رشید احمد بزرگ صاحب نے اہتمام کی ذمہ داری سنبھالی۔

مدرسین مولانا ابراہیم اندوری، مولانا محمد قاسم آنسوی، مولانا ابراہیم شکاروی، یہ حضرات مدرسین درجات عربیہ صفر سے علیحدہ ہوئے۔ مولانا اسماعیل محمود بسم اللہ مدرس فارسی جمادی الثانیہ سے الگ ہوئے۔ مولانا ابراہیم پٹنی، مولانا (مفتی) اسماعیل حسین کچھولوی، مولانا آدم یوسف لونت درجات عربیہ کیلئے اور مولانا عبدالرشید ونتی فارسی کیلئے مدرس مقرر ہوئے۔

وفات مولانا علی محمد تراجوی رح اس سال علاقہ کے مشہور عالم مدرسہ مفتاح العلوم تراج کے بانی، جامعہ کے قدیم رکن مجلس شوریٰ مولانا علی محمد تراجوی کا انتقال ہوا۔ مولانا کو جامعہ سے گہرا تعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائے۔

(مولانا کا انتقال ۲ رذیقعدہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۶ رفروری ۱۹۲۸ء میں ہوا)

ذی الحجہ سنہ کو مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ ہردوئی خلیفہ حضرت تھانوی رح جامعہ تشریف لائے۔ رجسٹر معائنہ میں لکھتے ہیں۔

◆

معائنہ:

مولانا ابرار الحق صاحبؒ ہردوئی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم! آج پہلی مرتبہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل حاضر ہوا غرض حاضری مدرسہ اور اکابر مدرسہ کی زیارت اور استفادہ تھی مکرم و محترم مولانا محمد سعید بزرگ مہتمم جامعہ اسلامیہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ صاحب موصوف نے بہت ہی شفقت و محبت سے مدرسہ کو دکھلایا۔ طلبہ و اساتذۂ کرام مدرسہ کے بارے میں احقر حضرت اقدس مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا جو ارشاد گرامی ہے اس سے ناکارہ بھی حرف بحرف متفق ہے۔

درجات حفظ و تجوید میں حاضری کی سعادت ملی ماشاء اللہ ذوق و شوق سے طلبہ اور اساتذہ کو مصروف پایا تقریباً سو کے اب طلبہ حفظ میں ہیں ان کیلئے تجوید کا بھی نظم ہے مگر موجودہ طلبہ کے لحاظ سے اساتذۂ مجودین کی کمی ہے اس کیلئے ایک اہم گزارش بطور مشورہ کے عرض ہے اساتذۂ حفظ و ناظرہ ہی کے ذریعہ تجوید کے ساتھ تعلیم قرآن پاک کا سلسلہ شروع فرمایا جائے تاکہ جملہ طلبہ تجوید کے ساتھ قرآن پاک جلد ختم کرسکیں۔

اساتذۂ کرام درجۂ حفظ میں اگر تجوید کی خامی ہو تو وہ بذریعہ قراء مجودین مدرسہ اپنی کمی کو خارج از اوقات مدرسہ میں پوری فرماتے رہیں۔

مدرسہ کے مجموعی حالات سے بیحد مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ اس کو ترقیات سے نوازیں اور اس چشمۂ فیض کو ہر قسم کے شرور و فتن سے مامون رکھیں۔

ناکارہ ابرار الحق عفی عنہ خادم دعوۃ الحق ہردوئی یوپی

۲۴ ذی الحجہ سنہ ۲۰ھ ۲۶ مارچ سنہ ۲۰ء

(از رجسٹر معائنہ صفحہ ۱۹۵)

۱۳۸۸ھ اس سال بھی مسجد کی تعمیر جاری رہی۔ دیگر حالات سال گزشتہ ہی کی طرح رہے۔

واٹر کولر حاجی حسن پٹیل مرحوم کی صاحبزادیوں کی طرف سے مرحوم کے ایصال ثواب کیلئے ایک واٹر کولر پانچ ہزار پانچ سو اسی روپے کی قیمت کا موصول ہوا جو جامعہ کے دار الطعام میں رکھا گیا۔

فارغین پندرہ ۱۵ علماء، چھ ۶ قراء، اٹھائیس ۲۸ حفاظ جامعہ سے اس سال فارغ ہوئے۔ بارہ ۱۲ ناظرہ خواں طلبہ نے قرآن پاک ختم کیا۔

فتاوی جامعہ کے دار الافتاء سے مفتی اسماعیل محمد کوڑ صاحب واعظی نے ۷۳۵ سوالات کے جوابات لکھے۔

مدرسین مولانا احمد بات صاحب مدرس عربی رمضان سے، مولانا محمد آدم صاحب ٹانک بوری مدرس عربی شوال سے، مولانا عبد الغفور صاحب نقشبندی ناظم کتب خانہ اور قاری حفیظ الرحمن صاحب اعظمی صدر مدرس درجہ تجوید رمضان سے علیحدہ ہوگئے۔ مولانا محمد اشرف صاحب پشاوری کا تقرر ذی قعدہ سے، مولانا احمد خان پوری، مولانا ابرار احمد ظہیری صاحبان شوال سے، مولانا عبد العزیز صاحب سورتی ناظم کتب خانہ رمضان سے، مولانا سید رسول صاحب مدرس اردو شوال سے مقرر ہوئے۔ قاری محمد ایوب صاحب ترکیسری کا نام بھی اس سال فہرست میں درج ہے۔

سالانہ جلسہ ۱۱ رشعبان کو سالانہ جلسہ دستار بندی ہوا۔ رات کے افتتاحی جلسہ میں مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی مدظلہ نے وعظ فرمایا۔ صبح کے اجلاس میں مولانا ابو الوفاء شاہجہاں پوری نے اپنے ملفوظات سے مجلس کو فیض یاب کیا۔ سکریٹری جمعیۃ علماء ہند مولانا اسعد مدنی مدظلہ نے بھی تقریر فرمائی۔

(روداد سنہ ۱۳۸۸ھ صفحہ ۱۰۵)

وفیات

جامعہ کے ایک بڑے محسن، مجلس شوریٰ کے رکن جناب ابراہیم محمد نواب ڈابھیلی کا واقعۂ وفات جامعہ کیلئے ایک بڑا نقصان ہے۔ آپ کی وفات پر پورا ڈابھیل سوگوار ہے۔ آپ جامعہ کی تعمیرات کمیٹی کے بھی رکن تھے آپ کی وفات سے جامعہ ایک مخلص جاں نثار رہنما سے محروم ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم دین کے ایک دردمند داعی بھی تھے قریب ہر سال میں تبلیغی جماعت کے ساتھ کافی جدوجہد کی، اس سلسلہ میں بیرون ہند ترکی اور شام وغیرہ کا سفر بھی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت میں اعلیٰ مقام نصیب کرے۔

جامعہ کے سابق رکن مولانا عبدالرحیم صاحب راندیری کی وفات بھی جامعہ کا ایک افسوسناک حادثہ ہے۔ ان کے علاوہ مصلح الامت حضرت مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوری (متوفی ۲۲ شعبان ۱۳۸۷ھ)، علامہ ابراہیم بلیاوی صدر مدرس دارالعلوم دیوبند و سابق استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (متوفی ۲۴ رمضان ۱۳۸۷ھ)، مولانا سید مبارک علی استاذ دارالعلوم دیوبند اور مولانا عبدالجلیل کیرانوی کی وفیات پر بھی رنج و غم کا اظہار کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام پر اپنی بے پایاں رحمتیں نازل فرمائے۔ (ایضاً ص ۱۰)

۱۳۸۹ھ درجۂ حفظ کیلئے نیا ضابطہ

درجۂ حفظ کے طلبہ تعطیل کلاں میں طویل مدت تک گھر رہ کر بہت کچھ یاد کیا ہوا بھول جاتے ہیں۔ اس لئے اس سال یہ طے ہوا کہ ان کو شعبان کے اخیر تک تعلیم دی جائے گی اور شوال کے شروع ہی سے ان کی تعلیم جاری ہوجائے گی۔ چنانچہ اس سال اس پر عمل درآمد شروع ہو گیا اور ۵ شوال سے ان کی تعلیم شروع ہو گئی۔ دوسرے درجات کی تعلیم بارہ شوال سے شروع ہوئی لیکن یہ سلسلہ برابر جاری نہیں رہ سکا اور درجۂ حفظ کی تعلیم دوسرے درجات کے ساتھ ہی شروع اور ختم ہوتی ہے۔

وائرنگ کلاس

اس سال صنائع میں وائرنگ کلاس کا اضافہ ہوا۔ مدرسہ کے وائرنگ میں طلبہ کو بجلی سے متعلق امور سکھلاتے ہیں جس کی آج گھر گھر ضرورت ہے۔

مدرسین

ذی قعدہ سے مولانا عبد العزیز ناظم کتب خانہ الگ ہوگئے۔ مولانا احمد دیولہ صاحب شوال سے مدرس اردو مقرر ہوئے۔

مسجد کی تعمیر

مسجد کی تعمیر تین سال سے جاری ہے۔ اب تک تقریباً چار لاکھ روپئے صرف ہو چکے ہیں۔

فارغین

پندرہ ۱۵ عالم، گیارہ ۱۱ قاری، بیس ۲۰ حافظ جامعہ سے تیار ہوئے۔ بیس ۲۰ طلبہ نے ناظرہ قرآن کریم ختم کیا۔

سالانہ جلسہ

۱۰ / شعبان بروز جمعرات صبح سالانہ جلسۂ دستار بندی منعقد ہوا جس میں مہمان خصوصی کے طور پر مفتی محمود الحسن گنگوہی مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مولانا سید اسعد مدنی اور مولانا ابو الوفا شاہجہاں پوری نے شرکت فرمائی۔

سالانہ خرچ

تعمیرات کے ساتھ اس سال تین لاکھ اکانوے ہزار ایک سو ساٹھ (۳۹۱۱۶۰) روپئے صرف ہوئے۔

وفیات

جامعہ کے مفتی مولانا مولوی اسماعیل گوراندیری رحمۃ اللہ علیہ کا ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ کو انتقال ہوا۔ مفتی صاحب اپنی خندہ پیشانی اور ملنساری کی وجہ سے ہر دلعزیز تھے۔ اپنی قابلیت کیلئے ہند اور بیرون ہند میں مشہور رہے۔ مفتی صاحب کی وفات نہ صرف جامعہ کیلئے بلکہ پورے مسلم گجرات کیلئے ایک بڑا نقصان ہے کہ آپکی وفات سے گجرات کے مسلمان ایک صحیح رہنما سے محروم ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جامعہ کے ایک اور خادم ابراہیم محمود بسم اللہ سفیر جامعہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پہونچ گئے۔ مرحوم جامعہ کی محبت میں اس کی خدمت کیلئے رات دن سفر کی زحمت اٹھا کر مہمانان رسول کیلئے روپئے اور غلہ کی فراہمی میں کوشاں رہتے تھے اللہ تعالیٰ ان مرحومین

کی نیکیاں قبول فرماکر جنت میں بلند درجات عطا فرمائے۔ (روداد سنہ مذکور)

سنہ ۱۳۹۰ھ

۶؍ شوال سے حفظ و ناظرہ کے درجات کھل گئے پھر ۱۴؍ شوال سے بقیہ درجات کی تعلیم شروع ہوئی۔ ۵۰۰ طلبہ نے داخلہ لیا۔

درجۂ جلد سازی

اس سال صنائع میں ایک نئے درجہ کا اضافہ ہوا۔ سالاں گھڑی سازی وائرنگ اور انگریزی کے درجات سے طلبہ فائدہ اٹھا رہے تھے اب جلد سازی کا درجہ بھی قائم ہو گیا۔ اس سال ستر طلبہ نے اس میں داخلہ لیا۔

مدرسین

مولانا عبدالعزیز کی علیحدگی کے بعد کتب خانہ کا انتظام مولانا محمد خانپوری صاحب مدرس عربی کے سپرد ہوا۔ پھر شوال میں مولانا موسیٰ آدم بھکوڈیا کا تقرر نائب ناظم کتب خانہ کی حیثیت سے ہوا۔ صفر میں مولانا غلام محمد نرولوی صاحب مدرس عربی کا تقرر ہوا۔

فتاویٰ

مفتی اسماعیل گورا کے انتقال کے بعد افتاء کا کام جامعہ کے مدرس عربی مفتی مولانا اسماعیل حسین کچھولوی صاحب کے سپرد ہوا اس سال دارالافتاء سے گیارہ سو چھپن سوالات کے جوابات دیئے گئے۔

شعبۂ نشر و اشاعت

جامعہ میں تقریباً تین سال سے شعبۂ نشر و اشاعت قائم ہے اب تک دو کتابیں (۱) ہجرت اور اسلام (۲) نماز مومن کی معراج ہے کے نام سے اور دو ہینڈبل (۱) قربانی کے مسائل (۲) رمضان کے احکام کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

فارغین

اس سال دورۂ حدیث سے اٹھارہ، قراءت سے گیارہ، حفظ قرآن کریم سے تیئیس، ناظرہ قرآن سے گیارہ طلبہ فارغ ہوئے۔

سالانہ جلسہ

۹؍ شعبان کی شب میں طلبہ کا جلسہ ہوا، جس میں طلبہ نے قراءت، نظم، اردو اور عربی تقریریں نیز مکالمے پیش کئے۔ صبح جلسۂ دستار بندی

اجلاس میں مولانا اسعد مدنی دامت برکاتہم اور مولانا ابو الوفاء شاہجہانپوری نے شرکت فرمائی ۔

سالانہ خرچ تعمیرات کے ساتھ چار لاکھ چھ ہزار پانچ سو ستاسی ۴۰۶۵۸۷ روپے خرچ ہوئے ۔

دیگر حالات جامعہ کے دیگر حالات مثلاً نظم و تعلیم، بسلسلہ تربیت، اتفاق، مکاتب حسب دستور رہے طلبہ کو انعام دینے کیلئے کتابیں اور روپے بھی اصحاب خیر کی طرف سے ملتے رہتے ہیں ۔

بعض اصحاب خیر مستقلاً کچھ اساتذہ کی پوری تنخواہ عطا فرماتے ہیں ان کے نام کا تذکرہ اسی سال کی روداد میں تفصیل سے کیا گیا ہے یعنی: بینڈرسن انسٹیٹیوٹ کی طرف سے دو قاریوں کی تنخواہ، حاجی آدم سیدات کی طرف سے حدیث شریف کے ایک استاذ کی تنخواہ ۔ حاجی یعقوب لمبر ٹرسٹ (جوہانسبرگ) کی طرف سے بھی ایک استاذ حدیث کی تنخواہ برابر ہر مہینہ ملتی رہتی ہے ۔ درجہ حفظ کے چار استاذ کی تنخواہ مندرجہ ذیل حضرات کی طرف سے موصول ہوتی ہے ۔

۱۔ حاجی احمد بے مات صاحب (سینٹ پیئر) ۲۔ حاجی حسن دیندار صاحب (سینٹ پیئر) ۳۔ محمد نسیم جی صاحب (سینٹ پیئر) ۴۔ احمد ابراہیم کلانی (سینٹ ڈینس) ۔

وفات ذی الحجہ میں مولانا محمد آدم فلاپوری مدرس حدیث کا انتقال ہو گیا ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ مولانا اپنی علمی قابلیت سے بڑے بڑے مسئلوں کو آسانی حل فرما دیتے تھے ۔ نرم مزاج، بہترین اخلاق سے آراستہ، ملنسار اور خندہ جبیں واقع ہوئے تھے ۔ دو ایک سال سے بیمار رہتے تھے، جب کبھی طبیعت کا حال کوئی پوچھتا تو کہتے کہ الحمد للہ، "رضنا بالقضاء" آپ کا شیوہ تھا ۔ آپ کی وفات سے جامعہ کو ایک بڑا صدمہ پہنچا ۔ اسکنہ اللہ تعالیٰ جنۃ الفردوس ۔

ضروریات جامعہ اس عنوان کے تحت ایک نئی بلڈنگ "دارالقرآن" کی ضرورت ظاہر کی گئی ہے۔ کیونکہ صنائع کے درجات کھل جانے اور حفظ کے اساتذہ کے بڑھ جانے سے اندر بلڈنگ ناکافی ہوگئی ہے۔ نیز طلبہ کی کثرت کی وجہ سے دارالاقامہ بھی ناکافی ہوگیا ہے۔ اس میں توسیع اور اوپر ایک منزل مزید بنانے کی ضرورت بتائی گئی ہے۔

محرم ۱۴۱۲ھ میں ہند اور عالم اسلام کی مشہور شخصیت حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی تشریف آوری ہوئی حالات معلوم کرنے کے بعد آپ نے تحریر فرمایا۔

نقل معائنہ:

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد!

آج بتاریخ ۱۲ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ کو رفقاء و علماء کی ایک جماعت کے ساتھ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا اس سے پہلے بھی دو ایک بار حاضری ہوئی ہے لیکن اس مرتبہ مہتمم جامعہ مولانا سعید بزرگ صاحب کی عنایت سے کسی قدر اطمینان و تفصیل کے ساتھ جامعہ کے مختلف شعبوں اور عمارتوں کو دیکھنے اور اس کی وسعت اور جدید ترقیات سے واقف ہونے کا موقع ملا جو کچھ دیکھا اس سے دلی مسرت ہوئی اور اس سے اندازہ ہوا کہ اس قلیل عرصہ میں جامعہ نے کتنی ترقی کی اور اس میں کس قدر توسیع و اضافہ ہوا۔ تھوڑا سا وقت کتب خانہ میں بھی گزرا مختلف درجوں پر گزرتے ہوئے نظر ڈالی خاص طور پر مسجد کی عمارت اور طرز تعمیر دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ یہ مسجد جب ان شاء اللہ مکمل ہو جائے گی تو ایک فنی تحفہ اور تعمیر کا ایک نمونہ ہوگی دارالطعام کی عمارت بھی دیکھی

اس کے انتظامات بھی، ہر چیز سے حسن ذوق اور حسن انتظام کا اظہار ہوتا ہے۔ تعالیٰ اس جامعہ سے ان مقاصد کی تکمیل فرمائے جن کیلئے اس اولوالعزمی اور بلند خیالی ساتھ یہ سب انتظامات کئے گئے ہیں اور اس تعلیمی انحطاط میں کمی ہو جو اس وقت ارے تمام مدارس اور دینی حلقوں میں تیزی سے آرہا ہے۔

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

خاکسار ابوالحسن علی ندوی بقلم محمد مرتضیٰ ناظم کتب خانہ ندوۃ العلماء

۲۱/۱/۹۰ھ (از رجسٹر معائنہ ص ۱۴۶)

۱۳۹۱ھ اس سال کے حالات بھی بیشتر سال گذشتہ ہی کی طرح رہے۔ طلبہ کی تعداد پانچ سو ستر ۵۷۰، اساتذہ اور ملازمین کی تعداد اکاون ۵۱ رہی۔ سالانہ خرچ تعمیرات کے ساتھ چار لاکھ سے متجاوز رہا۔

فارغین تیرہ ۱۳ طلبہ نے دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی، انیس ۱۹ قاری اور اٹھارہ ۱۸ حافظ ہوئے، گیارہ ۱۱ بچوں نے ناظرہ قرآن مجید ختم کیا۔

سالانہ جلسہ سالانہ جلسہ میں حضرت مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوری، فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی اور حضرت مولانا قاضی زین العابدین میرٹھی رونق افروز ہوئے۔ شاعر خوش الحان جناب ساجد صدیقی نے جلسہ کی رونق دوبالا کردی۔

نقل معائنہ

حضرت مولانا قاضی زین العابدین صاحب میرٹھی مدظلہ

رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد! عرصہ دراز سے دارالعلوم جامعہ اسلامیہ

ڈابھیل میں حاضری کا شوق تھا کیونکہ یہ میرے اکابر کی تاریخی یادگار ہے اور یہاں کا ذرہ ذرہ دیدۂ منتظر۔ الحمد للہ آج یہ شوق پورا ہوا اور محب محترم حضرت مولانا محمد سعید بزرگ کی دعوت پر جامعہ کے سالانہ جلسہ کی تقریب میں شرکت کا موقع ملا۔ جامعہ نہ صرف مفاخر معنوی بلکہ محاسن ظاہری کا بھی مجمع و مخزن ہے طلبہ مختلف بلاد و اقالیم کے یہاں آکر کتاب و سنت کے چشمۂ صافی سے سیراب ہوتے ہیں اور اپنے اپنے وطن جاکر گلشن اسلام کے باغبان ثابت ہوتے ہیں۔ رات افریقی طلبہ کی انجمن کا جلسہ تھا جس میں سات زبانوں میں تعلیمات اسلام کے مختلف پہلوؤں پر طلبہ نے روشنی ڈالی اور اسلام کی عالمگیری کا عملی مظاہرہ کیا۔

دارالطلبہ میں طلبہ کی رہائش و آسائش کے جتنے بہترین انتظامات نظر آئے دوسری جگہ دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

کتب خانہ میں بھی درسی وغیر درسی عربی فارسی اردو انگریزی وغیرہ کی کئی ہزار کتابیں بڑے سلیقہ اور حسن انتخاب کے ساتھ جمع کی گئی ہیں۔ مخطوطات و نوادر کا بھی خاصہ ذخیرہ موجود ہے۔

جامعہ کی مسجد خصوصیت کے ساتھ آنے والے ہر شخص کو اپنی دلربائی اور دلکشی کی وجہ سے دعوت نظر دیتی ہے، سادگی، نفاست اور حسن و جمال سب کچھ یہاں یکجا کر دیا گیا ہے مسجد کا منارہ خصوصیت کے ساتھ جاذب قلب و نگاہ ہے نیز اس منارہ کو اس طرح کارآمد بنایا گیا ہے کہ اس کے اندرونی حصہ میں دارالافتاء کی جگہ نکالی گئی ہے جہاں سے احکام اسلام کے انوار پھوٹ پھوٹ کر گجرات اور دوسرے صوبوں اور علاقوں میں سالکان راہ دین کی رہنمائی کرتے ہیں۔ جامعہ کے موجودہ صدر المدرسین حضرت مولانا محمد ایوب صاحب (اعظمی مدظلہ) بھی بلند پایہ عالم اور بزرگ ہیں۔

بہرحال مدرسہ ظاہری و باطنی اور مادی و معنوی حیثیتوں سے قابل قدر ہے میں اس کیلئے جامعہ کی مجلس شوریٰ کے ارکان اور حضرت مولانا محمد سعید بزرگ صاحب مہتمم جامعہ

جو قابلِ مبارکباد سمجھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو کامیاب سے کامیاب تر فرمائے اور جامعہ اسی طرح ترقی کی منزلیں طے کرتا رہے اور اپنی علمی و دینی تاریخی حیثیت و شہرت کو قائم رکھے۔

(قاضی) زین العابدین استاذ تفسیر و تاریخ اسلام
جامعہ کالج جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی
۱۰ر شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ (از رجسٹر معائنہ ص۱۲۲)

فتاویٰ بارہ سو انتالیس (۱۲۳۹) سوالات کے جوابات اس سال دارالافتاء سے دیئے گئے۔

مدرسین شوال ۱۳۹۱ھ میں مولانا یوسف کاوی صاحب کا تقرر ہوا۔ عربی کے مدرس ہونے کے ساتھ دارالافتاء میں بھی کام کرتے ہیں۔

رمضان میں اعتکاف کا روحانی سلسلہ

اس سال شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کے ارشاد سے حضرت کے خلیفہ اور جامعہ کے مفتی مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی نے رمضان میں اعتکاف کا سلسلہ شروع فرمایا۔ حضرت شیخ الحدیث کے یہاں شب و روز کے معمولات کے مطابق یہاں پر بھی معمولات جاری رکھے گئے۔ مختلف گاؤں سے بہت سے حضرات (نوے ۹۰ افراد) پورا رمضان مبارک اعتکاف کے ساتھ گذارنے کیلئے یہاں تشریف لائے۔ ذاکرین و شاغلین کی ایک جماعت جمع ہو گئی۔ ذکر و شغل، تلاوت و دعا میں مشغول دیکھ کر مسجد جامعہ ایک خانقاہ معلوم ہونے لگی ان معتکفین کے افطار و سحری اور خورد و نوش کا سارا خرچ اصحاب خیر کی طرف سے پورا ہوا (الحمد للہ) یہ روحانی سلسلہ اب تک جاری ہے اس سلسلہ کو حق تعالیٰ ہمیشہ قائم رکھے۔

برتنوں کی خریداری جامعہ کے قدیم محسن متقی اینڈ سنس (نیلسپروٹ جنوبی افریقہ)

کی طرف سے شیخ اور دارالعلوم پہنچے ۔ مفتیین کے برتن قرار دیے گئے جن میں تین نسخوں کی تعداد میں ۔ جامعہ کیلئے برتنوں کا مسئلہ نیک تربیت نام کیلئے حل ہوگیا ۔ اللہ تعالیٰ اس صدقۂ جاریہ کا ثواب موصوف کو پہنچاتا رہے ۔ (اس ترمیم کی ہر کتاب پر مزید روپے صرف ہوئے ۔ روداد ۱۳۹۲ھ صفحہ ۹) ۔

تعمیرات | قدیم مدرسہ کا دفتر اور دارالحدیث کی چھت پہلے کھپریل کی تھی پھر ۱۳۸۴ھ میں مولانا محمد بزرگ نے ٹین کی ہموار کی تھی ۔ اب وہ ٹین بوسیدہ ہو گئی تھی ۔ اس لئے برسات میں پانی ٹپکتا تھا ۔ اس سال رمضان ۱۳۹۲ھ سے ٹین کی نئی چھت بنانے کا کام شروع ہوا اور بحمد اللہ تعالیٰ اختتام کو پہونچا ۔

پراویڈنٹ فنڈ | مجلس شوریٰ کے فیصلہ کے مطابق ملازمین کیلئے مستقبل کی ضروریات کے پیش نظر ماہ شوال سے پراویڈنٹ فنڈ کا سلسلہ شروع کیا گیا ۔ تنخواہ سے تین فیصد رقم وضع کرکے اس میں جامعہ کی طرف سے دو فیصد کا اضافہ کرکے پانچ فیصد جمع کرلی جاتی ہے جو اختتام ملازمت کے وقت ادا کردی جائے گی ۔ (روداد ۱۳۹۲ھ صفحہ ۱۰) ۔

۱۳۹۲ھ سفر مہتمم | اس سال مہتمم جامعہ مولانا محمد سعید بزرگ صاحب نے افریقہ زیمبیا ہوتے ہوئے حج کا سفر اختیار فرمایا ۔ ان دنوں جامعہ کا انتظام نیابۃً مولانا آدم پیسانی صاحب مشوارڑی اور جناب حافظ احمد ... نے سنبھالا ۔

مدرسین | مولانا ابراہیم جتنا پامپوری رمضان سے اور قاری محمد ایوب صاحب تاتکیسوری ذی الحجہ سے الگ ہوئے ۔ قاری محمد علی ساولدی صاحب ... نئے مدرس بحیثیت ... مقرر ہوئے ۔

فارغین | تکمیل حفظ ... قاریان و عالمین ... اس سال ... طلبہ نے ناظرہ ختم کیا

سالانہ خرچ | طلبہ کے قیام و طعام اور دیگر ضروریات پر دو لاکھ چھتیس ہزار سات سو تیس (۲۳۶۷۳۰) روپے اور تعمیرات پر ایک لاکھ باون ہزار

عربی فارسی قدیم درسگاہ
جس کی بنیاد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے دست مبارک سے رکھی گئی
نئی عمارت کی تعمیر ۱۲۹۱ھ میں ہوئی

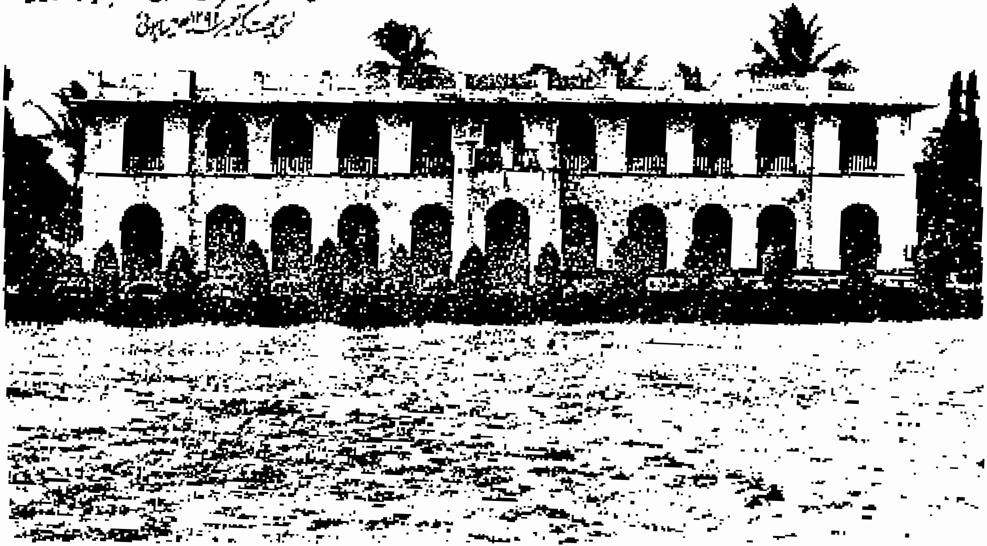

نوسو چورانوے (۱۵۲۹۹۴) روپے صرف ہوئے۔

فتاویٰ اس سال سات سو ۷۰۰ کی سوالات کے دارالافتاء سے جوابات بھیجے گئے۔ ماہنامہ "البلاغ" اور "امید" میں ہر ماہ جو جوابات بھیجے جاتے ہیں وہ ان کے سوا ہیں۔

تعمیرات بورڈنگ (جدید دارالاقامہ) کے اوپر بارہ ۱۲ کمرے تیار ہوگئے۔ مطبخ اور گودام کیلئے بھی آٹھ ۸ کمرے بورڈنگ سے متصل مکمل ہوگئے۔ ان کے اوپر دو ۲ منزلوں میں چوبیس ۲۴ کمرے جلد ہی تیار ہونے والے ہیں۔ دارالقرآن کی تعمیر بھی اسی سال شروع کر دی گئی یہ عمارت دو منزلہ ہوگی جس میں بارہ ۱۲ درسگاہیں ہوں گی۔ دارالاساتذہ اور دواڑوکس کی تعمیر کے لئے بھی انتظامات ہو رہے ہیں۔

(روداد ۹۲ھ ص ۱۲ تا ۱۰ و ص ۸۵)

۱۳۹۳ھ

اس سال حسب معمولات کے سوا جو خاص خاص انتظامات کئے گئے یہ ہیں۔

پلنگ کی خریداری ۸۸ھ میں مہتمم صاحب نے افریقہ کا سفر اختیار فرمایا تھا اسی سفر میں متقی اینڈ سنس (ویلسپروٹ) کی طرف سے تمام طلبہ کے واسطے چارپائی کے انتظام کا اعلان ہوا تھا، اسی سال پچیس ۲۵ ہزار کی لاگت سے اسٹیل اسپرنگ والی لوہے کی چارپائیاں خرید کر طلبہ کو دی گئیں (حاجی محمد متقی اینڈ سنس ہی کی طرف سے یہ چارپائیاں خریدی گئیں) (روداد ۹۳ھ ص ۶)

کولر واٹر ایک کولر کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اس سال ایک اور کولر خریدا گیا تاکہ طلبہ کو دارالطعام اور درسگاہ دونوں جگہ ٹھنڈا پانی مل سکے۔

مستحق فنڈ کا قیام ایسے نادار طلبہ جن کو کوئی وظیفہ دینے والا نہیں جن کے والدین ہر ماہ جیب خرچ کیلئے کچھ نہیں بھیج پاتے ایسے طلبہ کو کافی دقت کا سامنا تھا، اس ضرورت کا احساس کر کے جامعہ کے بہی خواہوں کو اس طرف متوجہ کیا گیا

کی توفیق سے ایک مستقل امدادی فنڈ "مستحق فنڈ" کے نام سے جاری ہو گیا۔ اس فنڈ سے غریب نادار طلبہ کو اسکالرشپ ہر ماہ دی جاتی ہے! اسی فنڈ سے ایسے ضرورت مند طلبہ کو کپڑے بھی سلا کر دیے جاتے ہیں۔ سلائی کا کام جامعہ کے درجۂ خیاطی سے انجام پاتا ہے۔ اسی فنڈ سے بیمار ہونے والے طلبہ کو ڈاکٹر کے مشورہ کے مطابق بازار سے دوا بھی خرید کر دی جاتی ہے۔ ویسے معمولی بیماریوں کیلئے جامعہ کے سامنے ــــ گارڈن کی چیریٹیبل اسپتال ــــ جو مفت خدمت کیلئے وقف ہے کافی ہوتا ہے۔

اساتذہ کیلئے سہولتیں

پراویڈنٹ فنڈ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے جس کا قیام اساتذہ کی سہولت کیلئے ہوا ہے۔ اس کے علاوہ جامعہ اپنے اساتذہ کیلئے جو مدرسہ میں رہنا چاہیں ضروری اشیاء کے انتظامات کے ساتھ کمرہ دیتا ہے اور جو اساتذہ فیملی کے ساتھ گاؤں میں رہنا چاہتے ہیں ان میں بعض کو بغیر کرایہ مکان فراہم کرتا ہے اور بعض کو معمولی کرایہ پر مکان دلا دیتا ہے۔ (اب جامعہ نے کوارٹرز اساتذہ تعمیر کرالیے ہیں جو کافی ہیں)

جامعہ میں اناج تیل وغیرہ کا سیزن میں اسٹاک کر لیا جاتا ہے۔ فیملی کے ساتھ رہنے والے اساتذہ کو مہینہ کے شروع میں حسب ضرورت قیمت خرید پر یہ چیزیں دی جاتی ہیں۔ ان کی قیمت اس مہینہ کی تنخواہ سے وصول کر لی جاتی ہے۔ اس طرح بازار سے ان اشیاء کی خریداری سے فرصت مل جاتی ہے اور بازار سے کفایت دام پر یہ چیزیں مل جاتی ہیں۔ ہنگامی ضرورت کے وقت کسی مدرس کو قرض کی ضرورت پیش آ جائے تو جامعہ اس کی بھی سہولت دیتا ہے پھر آئندہ تھوڑا تھوڑا وصول کیا جاتا ہے۔

طلبہ کیلئے سہولتیں

مہتمم صاحب لکھتے ہیں "جب میں نے جامعہ کا چارج لیا اس وقت مدرسہ سرکار کے زیر نگرانی چلتا تھا سرکاری بجٹ کے مطابق خرچ کرنا پڑتا تھا۔ سرکاری سستے غلہ کی دوکان سے جو اناج ملتا تھا وہی طلبہ کو کھلایا جاتا تھا آپ کو معلوم ہے کہ سرکاری دوکان سے کیسا اناج ملتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا

نہیں ہوتا کہ کھانے کے کام میں لایا جاسکے اس لئے ناچیز نے الگ سے انتظام کرکے پرانا غلہ کو اس کے موسم میں سال بھر کی ضرورت کے بقدر خریدنا شروع کر دیا اب تک بحمداللہ وہی سلسلہ جاری ہے جس سے طلبہ کو اچھا کھانا ملتا ہے ۔

کنسیشن فارم

طلبۂ جامعہ کیلئے ریلوے کنسیشن فارم ملتا رہتا تھا لیکن اچانک ریلوے کی طرف سے یہ نوٹس ملا کہ تمہارا ادارہ پرائیوٹ ہے اس لئے ریلوے سے کنسیشن فارم نہیں مل سکے گا ۔

بندہ نے نوٹس ملتے ہی کوشش پیروی شروع کی دہلی تک خط و کتابت کی اور تعلق والوں سے مل ملا کر کنسیشن فارم کی بحالی کی کوشش کی بحمداللہ وہ کوشش کامیاب رہی اور ریلوے کی طرف سے قابلِ اطمینان اطلاع موصول ہوئی اور کنسیشن فارم جاری ہو گیا اور اب تک جاری ہے ۔

النادی العربی

جمعہ کی شب میں طلبہ کا تقریری پروگرام ہوتا ہے جس کا قدیم زمانے سے سلسلہ جاری ہے اس کا ذکر اس تاریخ میں بھی ہو چکا ہے ۔

اس سال اس میں شعبۂ عربی کا اضافہ ہوا ۔ عربی مدارس میں طلبہ عربی زبان کے ذریعہ علم دین حاصل کرتے ہیں ۔ قرآن و حدیث کی زبان بھی عربی ہے ۔ علوم و فنون کی کتابیں بھی عربی ہی زبان میں داخلِ درس ہیں ! اس لئے اس سے فائدہ اٹھانے کیلئے عربی میں مہارت پیدا کرنا عربی بولنے اور لکھنے پر قدرت حاصل کرنا از بس ضروری ہے اسی ضرورت کے لئے "النادی العربی" قائم کی گئی ۔ اس انجمن میں طلبہ عربی میں تقریر کرتے ہیں اس کے لئے عربی ادب کے ایک ماہر استاذ کا تقرر ہوا ہے ۔ لکھنے کی مشق کیلئے "صوت الاسلام" کے نام سے ایک ماہانہ جداری پرچہ بھی جاری کیا گیا ہے ۔

تعمیرات

دارالاقامہ

طلبہ کی رہائش کیلئے جو عمارت زیر تعمیر تھی وہ تکمیل کو پہونچ گئی۔ اب ایک طویل عالی شان بلڈنگ جو چار سو ۴۰۰ طلبہ کی رہائش کیلئے کافی ہے تیرہ ۱۳ لاکھ کے خرچ سے بن کر تیار ہو چکی ہے، نیچے ایک وسیع ہال ہے جس میں پانچ سو طلبہ ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا سکتے ہیں۔ نیچے دوسری طرف باورچی خانہ اناج جمع کرنے کیلئے متعدد کمرے ہیں۔ ان کے اوپر دو منزل میں کمرے ہیں ہر کمرہ میں سات ۷ طلبہ رہ سکتے ہیں ساتھ ہی غسل خانہ اور بیت الخلاء کا بھی انتظام ہے۔

دارالقرآن اور دارالاساتذہ

دارالقرآن[1] کی تعمیر جاری ہے، جلد ہی مکمل ہونے والی ہے۔ دارالاساتذہ کی تعمیر کا کام بھی شروع ہو چکا ہے اس بلڈنگ میں تیس ۳۰ اساتذہ اہل و عیال کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ سب سے اوپر پانی کی ٹنکی ہوگی جو دارالاساتذہ اور جامعہ کی ضروریات کیلئے کافی ہوگی۔

شعبۂ کتابت

اس سال جامعہ میں شعبۂ خوشخطی بھی کھولا گیا جس کے لئے ایک ماہر خوشخط کاتب کی خدمات حاصل کی گئیں۔ تاکہ طلبہ اردو، عربی خوشخط لکھ سکیں جو ایک قابل قدر فن لطیف ہے۔

فضلاء

اس سال اٹھائیس ۲۸ عالم، آٹھ ۸ قاری، اکیس ۲۱ حافظ جامعہ سے نکلے بیس ۲۰ طلبہ نے ناظرہ قرآن ختم کیا۔

فتاوی

دس سو چودہ (۱۰۱۴) استفتاءات کے جوابات پورے سال میں دئے گئے۔

---

[1] اس کی بنیاد ۱۹ر صفر ۱۴۱۳ھ ۲۵ر مارچ ۱۹۹۳ء کو شیخ الحدیث مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی اور دیگر اساتذۂ جامعہ کے ہاتھوں رکھی گئی۔ (رجسٹر سرکلر)

سالانہ خرچ سالانہ خرچ اس سال مجموعی اعتبار سے چار لاکھ سے متجاوز رہا۔

مدرسین وملازمین مولانا محمد رشید بزرگ صاحب بحیثیت نائب مہتمم ۱۵ رجب سے مقرر ہوئے۔ شوال میں مولانا شوکت علی اعظمی صاحب، مولانا ابوبکر غازیپوری صاحب عربی درجات میں اور مولانا موسیٰ بسم اللہ صاحب درجہ فارسی میں مقرر ہوئے مولانا حمید رنگی صاحب، محمود ڈوکی مدرس فارسی رمضان سے اور قاری غلام صاحب مدرس تجوید ذی الحجہ سے الگ ہوگئے۔

حادثات وفات

وفات حاجی ابراہیم میاں سملکی آپ کی وفات جو اسی[1] سال کے شروع میں ہوئی جامعہ کے حق میں ایک بڑا سانحہ ہے موصوف بانیٔ جامعہ مولانا احمد حسن بھام کے ساتھیوں میں تھے اور شروع دور میں مدرسہ کے خزانچی بھی رہے مولانا احمد حسن بھام کے فوت ہو جانے پر اہتمام کی ذمہ داری سنبھالی تھی۔ آپ کو جامعہ سے آخری سانس تک بیحد محبت تھی جامعہ کے خلاف کوئی بات سننا گوارہ نہیں تھا ضعیفی کے باوجود جب تک جامعہ آسکتے تھے برابر آتے رہے حق گوئی آپ کا شیوہ تھا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب کرے۔

وفات حکیم مولانا سلیمان کھنبھوسی حکیم صاحب رکن مجلس شوریٰ جامعہ ڈابھیل کے انتقال سے بھی جامعہ ایک بڑے خیرخواہ

---

[1] آپ کی وفات ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۴ فروری ۱۹۷۳ء کی شب میں ہوئی۔

محروم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور جامعہ کی خدمت کا پورا پورا اجر عطا فرمائے۔

دو طالب علموں کی وفات

جامعہ میں ملیریا بخار کی وبا پھیل گئی جس میں دو معصوم بچے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو والدین کے لیے ذخیرۂ آخرت اور ذریعۂ شفاعت بنا دے۔

(روداد سنہ ۹۳ھ ص ۳ تا ۱۱ و ص ۱۲۶)

سنہ ۱۳۹۴ھ

اس سال شعبۂ نشر و اشاعت کی طرف سے "داڑھی کا فلسفہ" مصنفہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ شائع کی گئی۔

فتاویٰ

پانچ سو ستانوے (۵۹۷) استفتاوات کے جوابات دارالافتاء سے اس سال روانہ کئے گئے۔

فارغین

پندرہ عالم، تیئیس حافظ اس سال جامعہ سے فارغ ہوئے۔ ساتؐ طلبہ نے ناظرہ قرآن کریم ختم کیا۔

مدرسین

اس سال شعبان میں مولانا ابرار احمد صاحب دھولیوی، مولانا ابراہیم صاحب چشتی، مولانا احمد صاحب دیولوی جامعہ سے الگ ہوئے۔ مولانا رشید احمد بزرگ صاحب جمادی الاولیٰ میں نیابت اہتمام سے الگ ہوئے اور شوال سے درجۂ حفظ میں مدرس مقرر ہوئے۔ محرم میں مولانا عبدالاول صاحب سامرودی مدرس فارسی، شوال میں قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری مدرس تجوید اور مولانا ابراہیم اٹالوی مدرس اردو، فارسی، انجمہ سے مولوی فضل الرحمٰن اعظمی مدرس عربی مقرر ہوئے۔

سالانہ خرچ

تعمیرات میں دو لاکھ بیاسی ہزار چار سو سترہ (۲۸۲۴۱۷) روپے اور دیگر ضروریات میں تین لاکھ تیئیس ہزار چھ سو چورانوے (۳۲۳۶۹۴) روپے خرچ ہوئے۔

(روداد سنہ ۹۴ھ ص ۳ تا ۷ و ص ۱۱ و ص ۱۲۴)۔

سالانہ جلسہ

۲۹ رجب ۹۴ھ مطابق ۱۹ اگست ۷۴ء کو مسجد جامع میں جلسہ انعام و دستار بندی منعقد ہوا۔ (رجسٹر سرکلر)

۱۳۹۵ھ

اس سال مدرسہ گیارہ شوال کو کھلا۔ پانچ سو پینتالیس (۵۴۵) طلبہ کا داخلہ ہوا۔

سالانہ خرچ

اس سال تعمیر میں تین لاکھ اٹھاون ہزار آٹھ سو چھتیس (۳۵۸۸۳۶) روپے اور دیگر ضروریات میں تین لاکھ ایک ہزار چھ سو چودہ (۳۰۱۶۱۴) روپے خرچ ہوئے۔ (روداد ۹۵ھ صفحہ ۲)۔

افتاء کی تعلیم

مہتمم صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ ہمارے دل میں برسوں سے یہ تمنا اور آرزو موجزن تھی کہ دورۂ حدیث سے فارغ ہونے والے فضلاء مدارس کیلئے گجرات ہی کے کسی مدرسہ میں فقہ، حدیث اور تفسیر میں کمال پیدا کرانے کیلئے تخصص کے شعبے قائم کئے جاتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ جب سے مدرسہ کا انتظام میرے ہاتھ میں آیا یہ تمنا اور بڑھ گئی اور اس سلسلہ میں اکابر علماء اور بزرگان دین سے صلاح و مشورہ کا سلسلہ قائم کیا چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی مدظلہ سے ہم نے یہ درخواست کی کہ آپ شعبۂ افتاء کی سرپرستی قبول فرمالیں ہم جامعہ ڈابھیل میں یہ شعبہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے ہماری درخواست کے جواب میں جو خط ارسال فرمایا وہ بعینہٖ یہ ہے۔

باسمہٖ تعالیٰ

مکرم و محترم .... زید فضلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حق تعالیٰ نے قلب میں بہت اچھی تجویز ڈالی مفید ہے اہم ہے ضروری ہے بلکہ درس نظامی اور ہمارے مدارس کا لب لباب ہے ضرور شروع کیا

یہ ناکارہ جو خدمت کرسکتا ہے بالکل حاضر ہے ہرگز دریغ نہیں۔ والسلام

احقر محمود غفرلہٗ ۸ر ۷ر ۱۳۹۳ھ

دارالعلوم دیوبند

حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ کے سرپرستی قبول کرلینے کے بعد یہ شعبہ اس سال سے ائم ہوگیا۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ ہی نے نصاب بھی متعین فرمادیا۔

(روداد ۹۵ھ تا ۹۶ھ)

ضروریات جامعہ اس عنوان کے تحت کتب خانہ کیلئے جس میں بائیس ہزار کتابیں موجود ہیں ایک بڑے ہال کی ضرورت ظاہر کی گئی ہے۔ بجلی کا نظام خراب ہونے کی وجہ سے جنریٹر کی ضرورت بھی ظاہر کرکے قوم کے حساس اصحاب خیر کو اس جانب متوجہ کیا گیا ہے۔

فضلاء اس سال تیرہ عالم، اکیس حافظ تیار ہوئے، گیارہ طلبہ نے ناظرہ قرآن کریم ختم کیا۔ (ایضاً)

انعامی جلسہ اس سال سالانہ جلسۂ دستار بندی نہیں ہوا۔ ۸ر شعبان ۹۵ھ ۱۷ر اگست ۷۵ء کو بوقت صبح انعامی جلسہ زیر صدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی مدظلہ منعقد ہوا۔ (رجسٹر سرکلر)

وفیات

وفات جناب احمد موسیٰ نانا بھائی آپ تقریباً ۱۵ رسال سے مینیجنگ کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے جامعہ کی خدمت کررہے تھے۔

وطن آپ کا ڈابھیل ہے لیکن برسوں سے قیام بمبئی میں تھا۔ ۲ر ۶ر ۷۶ء کو آپ کا انتقال

ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

وفات حافظ قاری محمد معصوم بزرگ

مہتمم جامعہ کے برادر بزرگ قاری محمد معصوم صاحب انگلینڈ کے شہر بولٹن میں ۲ر۹ر۸۵ء کو اللہ کے پیارے ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نے جامعہ میں صدر شعبہ تجوید کی حیثیت سے کام کیا تھا سنہ ۷۲ء میں انگلینڈ چلے گئے تھے۔

وفات مولانا محمد اکھلوایا صاحب سابق مہتمم جامعہ

مولانا محمد ابراہیم اکھلوایا صاحب ڈابھیلی جنوبی افریقہ سے مدینہ منورہ تشریف لے جارہے تھے راستہ میں نیروبی (کینیا) ایرپورٹ پر دل کا دورہ پڑا اور وہیں ۱۷ر۱۱ر۸۵ء کو راہئ ملک بقا ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۵ سال تھی آپ جامعہ کے مہتمم رہ چکے ہیں۔ آپ نے ۱۲ مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی جنوبی افریقہ میں رہتے ہوئے جامعہ ڈابھیل کیلئے بہت محنت کیے تھے اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کی خدمات قبول فرماکر بلند درجات عطا فرمائے نیز جامعہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین (ایضاً ص)۔

سفیر کا تقرر

اس سے قبل روداد میں کہیں مستقل سفیر کا ذکر نہیں ملا۔ ابنائے جامعہ اور بہی خواہان مدرسہ رمضان المبارک میں سرمایہ کی فراہمی کا کام انجام دے لیتے ہیں۔ مدرسین حضرات بھی تعاون فرماتے ہیں۔ لیکن اس سال باقاعدہ ایک سفیر کا تقرر ہوا۔ حالات کے تقاضہ سے ایسا ہوا تھا زیادہ دنوں تک یہ سلسلہ نہیں رہا۔ جامعہ کی ضروریات ہمدردان جامعہ کی مخلصانہ توجہ سے پوری ہوجاتی ہیں۔

جامعہ ڈابھیل میں شیخ الازہر کی تشریف آوری

دنیا کی سب سے قدیم اور بڑی اسلامی یونیورسٹی "جامعہ ازہر مصر" کے شیخ ڈاکٹر عبد الحلیم محمود صاحب ۱۱ر نومبر ۱۹۷۵ء ۶ر ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ کو جامعہ میں رونق افروز ہوئے اس موقع پر ہندوستان اور گجرات کے دیگر اکابر علماء بھی تشریف فرما ہوئے۔ عوام کا ایک بہت بڑا مجمع اکٹھا تھا مقامی علماء کے علاوہ محدث جلیل علامہ کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہٗ اور فدائے ملت حضرت مولانا اسعد صاحب مدنی مدظلہٗ اور جنرل شاہ نواز صاحب خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ جلسۂ عام کی صدارت مولانا اعظمی صاحب نے فرمائی۔

شیخ الازہر کا عہدہ ملک مصر کا ایک سرکاری عہدہ بھی ہے اس لئے شیخ الازہر کی آمد سرکاری حفاظت میں ہوئی تھی، شیخ کے ساتھ مصر کے دیگر ذمہ دار حضرات بھی تھے۔ ان حضرات کی آمد کے وقت جامعہ کی رونق قابل دید تھی۔

جامعہ کی طرف سے شیخ الازہر کو اعزازی عمامہ دیا گیا۔ اس "عمامۃ الفضیلۃ والتکریم" کو شیخ الازہر کے سر پر ہندوستان بلکہ دنیا کے مسلّم ماہر حدیث مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی مدظلہٗ نے باندھا جس کو شیخ الازہر نے بخوشی قبول فرمایا۔ مجلس علمی ڈابھیل کی طرف سے شائع شدہ علمی کتابیں شیخ الازہر کو ہدیۃً پیش کی گئیں۔

جامعہ کی طرف سے شیخ الازہر کو سپاس نامہ پیش کیا گیا جس میں جامعہ کا تعارف کرایا گیا اور جامعہ ازہر سے ربط و تعلق کی درخواست کی گئی۔ یہ کلمۃ الترحیب خوبصورت چھپا ہوا حاضرین جلسہ میں تقسیم کر دیا گیا تھا مولانا ابوبکر صاحب غازیپوری نے جلسہ میں اس کو پڑھ کر سنایا۔ ڈابھیل و سملک بستی کی طرف سے بھی سپاسنامے پیش کئے گئے۔

جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ کے پروگرام کے بعد شیخ الازہر نے عربی زبان میں تقریر کی جس کی ترجمانی شیخ المشائخ حضرت مولانا اعظمی نے کی۔ شیخ الازہر نے ضروری اور مفید باتوں کے ساتھ یہ اعلان بھی کیا کہ جامعہ ازہر ہندوستان میں دو مندوب (استاذ) بھیجے گا اور چند ہندوستانی طلبہ کیلئے اپنی سیٹیں منظور کی جائیں گی۔ شیخ الازہر کا یہ پروگرام بہت ہی کامیاب رہا۔ اخبارات نے تعریف کے ساتھ اس کی رپورٹ شائع کی۔ شیخ نے مصر جا کر ایک سو پینتیس قیمتی کتابیں جامعہ کیلئے ارسال فرمائیں۔

(ایضاً ص ۱۳)

شیخ الازہر نے جامعہ ڈابھیل اور اس کے انتظام و اہتمام سے واقفیت حاصل کی کتب خانہ بھی دیکھا خوش ہوئے اور مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے تاثرات ظاہر فرمائے۔

نقل معائنہ شیخ الازہر

بسم الله الرحمن الرحيم

لقد سعدنا اليوم بزيارة الجامعة الاسلامية تعليم الدين دابهيل وسرنا ما وجدنا فيها من نظام وما اتسم به طلبتها من آداب وعلم وسرنا بتقوى الاساتذة وعلمهم ونرجو الله سبحانه ان يكلل اعمال المشرفين على هذه الجامعة بالنجاح والتوفيق .

واني اشكر للسيد المدير والسادة الاساتذة ما طوقوني به من لبس العمامة واضرع الى الله العلي القدير ان يجعلني اهلا لهذه العمامة .

وشكر الله لكل من ساهم في العمارة جدا وجزاهم خير ما يجزى

عکس تحریر ڈاکٹر عبدالحلیم محمود شیخ الازہر

بسم الله الرحمن الرحيم

لقد سعدنا اليوم بزيارة: الجامعة الإسلامية تعليم الدين دابيل

وسررنا بما وجدنا فيها من نظام وما أحسسنا به من طلبتها من أدب وعلم

وسررنا بتفوق الأساتذة وعلمهم

جزى خيرا الله جميعا من يتكفل بكل أعمال المشرفين على هذه الجامعة فنيا ونواحي من التوجيه

وإني أشكر للسيد المدير وللسادة الأساتذة ما طوقوني به من جميل الحفاوة وأتضرع إلى الله العلي القدير أن يجعلني أهلا لرضوانه ونعمائه

وشكر الله لكل من ساهم في الحفاوة بنا وجزاهم خير ما يجزي به عباده الصالحين

عبد الحليم محمود
شيخ الأزهر

۷۵/۱۱/۱۱

عبادہ الصالحین

عبد الحلیم محمود شیخ الازہر

۱۱ر ۱۱ر ۷۵ء

(از رجسٹر معاینہ ص۱۹)

اس موقعہ پر جلسہ کی صدارت کیلئے فخر المحدثین حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ تشریف لائے تھے آپ نے رجسٹر معاینہ میں یہ سطریں تحریر فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین میں میری حاضری پہلے بھی ہو چکی ہے۔ میں اس کے مدرسین وطلباء کے علمی نشاط اور تعلیم وتعلم سے دلچسپی کا حال بہت دنوں سے جانتا ہوں۔

جامعہ میں شیخ الازہر کی تشریف آوری کے موقع پر اپنی موجودگی کو اپنی سعادت سمجھتا ہوں مدرسہ جو عظیم الشان تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے اس کے لئے اس کے ارکان وکارکنان مستحق مبارکباد ہیں۔

اس مدرسہ کے ذریعہ جو خدمت انجام پا رہی ہے وہ بہت بڑی اسلامی خدمت ہے ہمارا فرض ہے کہ ارکان مدرسہ کے ساتھ ہر قسم کے تعاون کیلئے تیار رہیں۔

حبیب الرحمٰن الاعظمی ۱۲ر نومبر ۱۹۷۵ء

(ایضاً ص۱۲)

سن ۱۳۹۶ھ۔ درجہ تجوید میں سہولت

درجہ تجوید میں داخلہ کیلئے یہ سہولت پیدا کردی گئی ہے کہ کسی جامعہ کا فاضل صرف تجوید کی تعلیم حاصل کرنا چاہے تو اس کو صرف تجوید کیلئے بھی داخلہ مل سکتا ہے۔ جامعہ کے ایک فاضل

نیروبی میں امسال داخلہ مل بھی گیا ہے۔ دیگر مدارس کے فضلاء کو بھی یہ سہولت حاصل ہوگی، قیام وطعام کی ساری سہولتیں جو دیگر عام طلبہ کو دی جاتی ہیں ان کو بھی ملیں گی۔

مدرسین کیلئے ایک اور سہولت

حضرات مدرسین اور ملازمین کو جامعہ کی طرف سے جو متعدد سہولتیں حاصل ہیں ان کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے مثلاً پراویڈنٹ فنڈ، قیمت خرید پر اناج، شکر اور تیل وغیرہ کی فراہمی، بوقت ضرورت قرض کا ملنا۔ اس سال سے ایک اہم اور خاص سہولت یہ حاصل ہوگئی کہ جامعہ کی افریقہ کمیٹی کے دو اہم رکن عالیجناب الحاج موسیٰ بھڑھانیا صاحب اور الحاج جناب ابراہیم ماکڑا صاحب یہاں تشریف لائے تھے جامعہ کے حسن انتظام سے خوش ہو کر یہ اعلان کیا کہ ہم افریقہ کے مدرسہ ٹرسٹ کی طرف سے رمضان کی دوہری تنخواہ بھیجا کریں گے تاکہ مدرسین رمضان اور عید کی ضروریات سے بے فکر ہو کر یکسوئی سے رمضان مبارک گذار سکیں۔ جزاہم اللہ خیراً۔ (روداد سنہ ۹۱ھ ص ۳)۔

فارغین

پندرہ ۱۵ طلبہ دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے، تجوید کی سند نو ۹ کو ملی، پچیس ۲۵ حافظ ہوئے، چودہ ۱۴ نے قرآن ناظرہ ختم کیا۔

سالانہ جلسہ

۱۱ر شعبان سنہ ۹۲ھ کو جامعہ کی عالی شان مسجد میں سالانہ جلسہ دستار بندی ہوا جس میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند تشریف لائے آپ ہی کے ہاتھوں سے فضلاء کی دستار بندی ہوئی، پھر بیان ہوا۔ (ایضاً ص ۴)

تعمیرات

اس سال عمارت دارالقرآن جس کی تعمیر جاری تھی مکمل ہوئی۔

سالانہ خرچ

طلبہ کی ساری ضروریات پر تین لاکھ ستاسی ہزار چار سو اٹھاون (۳۸۷۴۵۸) روپے خرچ ہوئے۔ (ایضاً ص ۵)۔

دارالقرآن [illegible]

جس سے حفاظ و [illegible] نکلتی ہیں

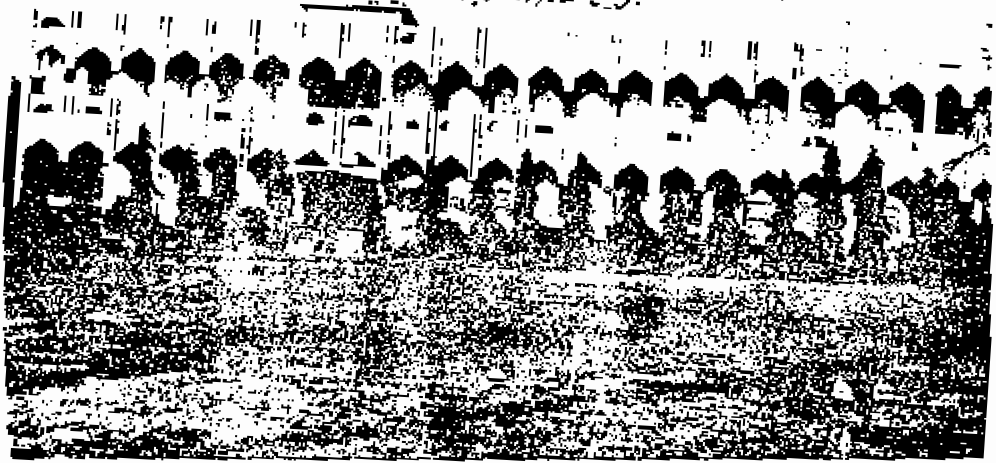

عربوں کا ایک قافلہ

اس سال ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ حکومت سعودیہ کا ایک پانی کا جہاز (المدینہ) نہ معلوم کس طرح طوفان کا شکار ہو کر ٹوٹ پھوٹ کے قریب ساحل سمندر (گجرات) میں آ پھنسا۔ اس پر سوار سب عرب مسلمان تھے زیادہ تر مصر کے معلوم ہوتے تھے۔ حکومت ہند نے ان کی مدد کی اور جہاز سے اتار کر ان کو جامعہ ڈابھیل بھی پہنچایا گیا جامعہ نے ان کی ضیافت کا حق ادا کیا ان کو اعزاز و اکرام کے ساتھ اطمینان دلایا گیا نیز ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کیلئے ایک جلسہ کیا گیا جس میں ان کو تسلی دی گئی اور اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا تذکرہ کیا گیا کہ آپ لوگوں کو صحت و سلامتی کے ساتھ جہاز سے اتار دیا اور آپ ان شاء اللہ خیریت و عافیت کے ساتھ اپنے وطن پہنچ جائیں گے۔

جواب میں ان میں سے ایک صاحب نے جو دنیا سے قریب تھے تقریر کی اور اسلامی وحدت و اخوت کا تذکرہ کیا۔ جامعہ کا شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ مسلمان کہیں بھی مسلمان سے ملتا ہے تو یہی سمجھتا ہے کہ میں اپنے بھائی سے مل رہا ہوں اپنے بھائی کے گھر کو اپنا گھر سمجھتا ہے ہم بھی آپ سے مل کر یہی سمجھتے ہیں کہ اپنے گھر میں اور اپنے لوگوں میں ہیں رجسٹر معائنہ میں اپنے احساس کو ان لفظوں میں درج کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

ان الاسلام الحنیف جمع المسلمین فی مشارق الارض ومغاربہا علی التعاطف والرحمۃ وما لاقیناہ نحن طاقم السفینۃ السعودیۃ "المدینۃ" وعددنا ۲۲ بحارا مسلما من کرم منکم یشعرنا ان الاسلام العظیم بخیر وسیظل بخیر ولاننا بینکم لم نشعر بأننا ترکنا بحرًا ولا فارقنا اھلا۔

والسلام علیکم ایہا المسلمون فی ڈابھیل من جمیع طاقم السفینۃ المدنیۃ الشجعان و رجالہا۔

خلیل محمد عودہ ۸/ ۲/ ۲۶ م

(از رجسٹر معائنہ ص ۱۵۱)

نصاب دارالافتاء کا افتتاح

مفتی تیار کرنے کیلئے جس شعبہ کے کھولے جانے کا اعلان پہلے ہو چکا ہے اس پر عمل شروع ہو گیا

حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی صدر مفتی دارالعلوم دیوبند نے ۱۰ شوال ۱۳۹۶ھ مطابق ۴ اکتوبر ۱۹۷۶ء بروز یکشنبہ جامعہ کی مسجد میں ظہر کے بعد اس شعبہ کا افتتاح کرتے ہوئے ایک سبق پڑھایا اس کے بعد ایک نہایت مؤثر اور اہم تقریر فرمائی جس میں اس کام کی اہمیت اور ضرورت پر روشنی ڈالی اور ہماری اس پیش قدمی پر خوشی ظاہر فرمائی عصر کی اذان کے ساتھ دعا پر یہ مجلس ختم ہوئی ۔

اس شعبہ میں داخلہ کے ضابطے اور نصاب وغیرہ کی تعیین حضرت مفتی صاحب مدظلہ ہی نے فرمائی ہے ہمارا ارادہ ہے اور ہم کوشش بھی کر رہے ہیں کہ اس شعبہ کے طلبہ کا سالانہ امتحان بھی حضرت مفتی صاحب ہی دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء کے طلبہ کے ساتھ لیں اور آپ طلبہ کی صلاحیت پر اطمینان ظاہر فرما دیں اس کے بعد ہی مفتی کی سند کسی طالب علم کو دی جائے ۔ (ایضاً ص۹)

وفات مولانا عبدالحی بسم اللہ رحمہ

جامعہ کے سابق مہتمم اور مدرس نیز مفتی گجرات حضرت مفتی اسماعیل بسم اللہؒ کے بڑے فرزند مولانا عبدالحی بسم اللہ صاحب جو "ری یونین" میں دینی تعلیم میں مشغول تھے ۱۰ جولائی ۱۹۷۷ء کو دورۂ قلب کے عارضہ میں رحلت فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ آپ کے انتقال سے جامعہ کو سخت نقصان پہونچا اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے ۔

وفات مفتی مہدی حسنؒ

نیز حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب شاہجہانپوری جو برسوں راندیر (سورت) میں قیام پذیر رہے تھے اور گجرات کے مسلمانوں کی دینی خدمت انجام دیتے رہے تھے انتقال فرما گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اس وقت آپ دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی تھے ۔

[illegible] کا انتقال فرمانا جانا علمی دنیا کا ایک بڑا نقصان ہے اس خبر سے جامعہ کو بہت صدمہ پہونچا اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے (ایضاً صـ) مفتی صاحب کا انتقال ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ کو ہوا (تاریخ دارالعلوم دیوبند صـ ۲۵۸/۲)۔

کلمات اکابر

اس سال حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری مدظلہ (خلیفہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ فتحپوریؒ و مولانا شیخ محمد زکریاؒ) جامعہ تشریف لائے نیز مولانا عمران خان ندوی (جانشین حضرت مولانا یعقوب صاحب مجددی بھوپالی) کا بھی ورود ہوا۔ رجسٹر معائنہ میں ان اکابر نے یہ تحریر فرمایا۔

نقل معائنہ مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔

اما بعد! یہ ناکارہ کل ۷ ر جمادی الاخری کو مدرسہ جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل ضلع سورت پر اپنے بعض احباب و اکابر کی زیارت کی غرض سے حاضر ہوا اس سے قبل بھی سنین ماضیہ میں کئی بار تھوڑی تھوڑی دیر کیلئے حاضری کی سعادت اس ناکارہ کو حاصل ہوئی ہے کل کی حاضری میں احقر نے خود ہی طے کرلیا تھا کہ کم از کم شب و روز یہاں قیام کروں گا چنانچہ اس مدت قیام میں اس جامعہ کو اس سیہ کار نے ذرا تفصیل سے دیکھا دار الحدیث اور دوسری درسگاہیں، دار الافتاء مطبخ مطعم ساری ہی چیزوں کو دیکھ کر بیحد مسرت ہوئی۔ اساتذۂ کرام بالخصوص حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ایوب صاحب متعنا اللہ بطول بقائہ و مفتی محمد اسماعیل صاحب مدظلہ اور حضرت ناظم و مہتمم مولانا محمد سعید بزرگ دامت برکاتہم سے خوب خوب ملاقاتیں رہیں۔ اسی طرح طلبہ کی تعلیمی و اخلاقی حالات وضع قطع بھی دیکھا۔ الحمد للہ مدرسہ ہٰذا کی ساری ہی چیزیں لائق صد تحسین اور کارکنان مدرسہ لائق صد مبارکباد

ہیں۔ ماشاء اللہ سارا کام اسلاف کے طریق پر ہو رہا ہے اور ان کے انوار نمایاں طور پر نظر آرہے ہیں صرف گجرات کیلئے نہیں بلکہ مسلمانان عالم کیلئے یہ دینی درسگاہ ایک نعمت عظمیٰ ہے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس نعمت کے شکر کی توفیق عطا فرمائیں اور اس کے بقاء واستحکام کی سعی میں سب کو لگائے رکھیں۔ ؏

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

فقط والسلام

بندہ عبد الحلیم جونپوری نزیل ڈابھیل ۲۹ ؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ

حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب دام مجدہٗ کے تاثرات کی یہ عاجز بھی تائید کرتا ہے حضرت مولانا محمد سعید صاحب بزرگ کی مہربانیاں تشکر سے بالاتر ہیں۔

محمد عمران خان ندوی

امیر دار العلوم تاج المساجد بھوپال

۱۴ ؍ جون ۷۶ء

(از رجسٹر معائنہ ص ۱۲۳)

۱۳۹۶ھ۔ دار الاساتذہ کی تکمیل

اس سال دار الاساتذہ کی تعمیر تقریباً مکمل ہو چکی ہے۔ شوال سے ان شاء اللہ مدرسین کو رہنے کیلئے دیدی جائے گی اس کے اوپر پانی کی ٹنکی بھی تیار ہو گئی ہے جس میں پچیس ہزار گیلن پانی سما سکتا ہے۔ پائپ لائن کا کام بھی پورا ہو چکا ہے۔ ۲۰ ؍ محرم ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۲ ؍ جنوری ۱۹۷۶ء بروز جمعرات بعد العصر حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم کے مبارک ہاتھوں اس کا افتتاح ہو چکا ہے ان شاء اللہ اس ٹنکی سے مدرسہ کی ساری ضرورت پوری ہو جائے گی۔

(روداد ۹۶ھ ص ۶)

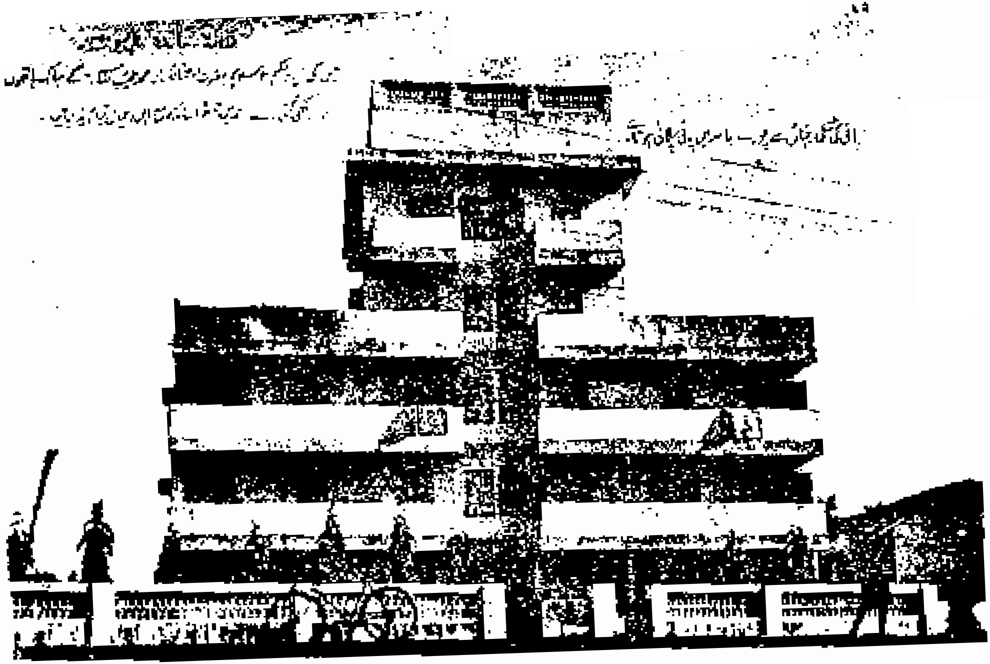

نصابِ تعلیم میں ترمیم

مجلس شوریٰ کے فیصلہ کے بموجب اس سال نصابِ تعلیم پر غور و خوض اور اس کو مفید سے مفید تر بنانے کیلئے باہر کے علماء کرام کو دعوت دی گئی۔ دو دن تک غور و خوض اور بحث و تحقیق کے بعد ایک ایسا نصاب مرتب کیا گیا جس سے طلبہ میں قرآن پاک کے ترجمہ و مطلب اور حدیث پاک سے خوب مناسبت ہو جائے۔ اس کیلئے بعض کتابیں کم کی گئیں اور حدیث و قرآن سے متعلق کتابوں کا اضافہ کیا گیا۔ ابتدائی عربی سے قرآن کریم سے متعلق کتابیں داخل کی گئیں پھر دو سالوں کے بعد احادیث کے انتخابات نصاب میں داخل کئے گئے۔ امید ہے کہ طلبہ میں ان دونوں سے خاص تعلق بڑھ جائے گا اور قرآن و حدیث سے جو ہمارا سب سے بڑا سرمایہ ہیں کافی شغف ہو جائے گا۔ قرآن و حدیث کی تعلیمات ذہن و دماغ میں رچ بس جائیں گی جس سے طلبہ کی زندگی تعلیمات اسلامیہ سے آراستہ و پیراستہ ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (روداد ۱۳۹۲ھ صہ ۲)

درجۂ حفظ میں ایک خاص اہتمام

اس سال درجۂ حفاظ کے طلبہ کے بارے میں یہ خاص انتظام کیا گیا ہے کہ ان کو دارالاقامہ میں دیگر درجات کے طلبہ سے الگ کمروں میں ٹھہرایا گیا ہے۔ ان کے لئے عشاء کے بعد فرصت کر دی گئی ہے تاکہ جلد سو جائیں۔ فجر سے ایک گھنٹہ قبل ان کو اٹھا دیا جاتا ہے دو اساتذہ اس کے لئے خصوصی الاؤنس کے ساتھ مقرر ہیں جو وقت مقررہ پر طلبہ کو بیدار کر کے مسجد میں لاتے ہیں اور فجر تک ان کی پڑھائی کی نگرانی کرتے ہیں صبح کے وقت جبکہ ذہن کو کامل سکون اور ہر طرح کی یکسوئی حاصل ہوتی ہے قرآن پاک کا حفظ بہت مضبوط ہوتا ہے اس سے درجہ حفظ کی تعلیم میں پختگی پیدا ہو گئی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

(ایضاً صہ ۱)

فتاوی

اس سال جامعہ کے دار الافتاء سے ایک ہزار تراسی (۱۰۸۳) سوالوں کے جوابات ارسال کیے گئے۔

دار الافتاء کے طلبہ کا امتحان

جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے نصاب دار الافتاء کا افتتاح حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی مدظلہ کے ہاتھوں ہو چکا ہے۔ ہم نے یہ کوشش کی تھی کہ ہمارے طلبہ کا امتحان حضرت مفتی صاحب طلبہ دار العلوم کے ساتھ لیں۔ الحمد للہ یہ کوشش کامیاب ہوئی، حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے ہماری یہ درخواست قبول فرمائی۔ ہم نے رجب میں اپنے طالب علم کو دار العلوم دیوبند بھیج دیا وہاں دار العلوم کے طلبہ کے ساتھ امتحان ہوا، حضرت مفتی صاحب خوش ہوئے اور اپنی سند پر دستخط فرما کر طالب علم کو عنایت فرمائی۔ اس سے ہمیں بھی پورا اطمینان ہو گیا کہ اس شعبہ کی ہماری تعلیم قابل اعتماد ہے۔ اس سے امید ہے کہ ایک اہم دینی خدمت انجام پائے گی اور جامعہ کی نیک نامی ہوگی۔

(ایضاً ص ۳)

سالانہ خرچ

طلبہ کی ضروریات پر تین لاکھ چوہتر ہزار چار سو دس (۳،۷۴،۴۱۰) روپے اور تعمیرات زیر نگرانی پر بیاسی ہزار چار سو آٹھ (۸۲،۴۰۸) روپے خرچ ہوئے (ایضاً ص ۲)۔

فضلاء

اس سال نو عالم، چھ قاری، پچیس حافظ ہوئے، دس طلبہ نے قرآن ناظرہ ختم کیا۔

سالانہ جلسہ

۲ر شعبان ۹۶ھ بروز یکشنبہ جامعہ کی مسجد میں سالانہ جلسہ دستار بندی ہوا، جس میں مہمان خصوصی کے طور پر حضرت مولانا محمد رضا اجمیری شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ راندیر تشریف فرما ہوئے، آپ کے ہاتھوں فارغ ہونے والے طلباء کی دستار بندی کی گئی (ایضاً ص ۳)۔

مدرسین مولوی اسماعیل چاسوی اور مولوی سلیمان چترکسی شوال سے درجۂ حفظ میں مدرس مقرر ہوئے۔ (ایضاً ش۱۱)

وفیات جامعہ کے قدیم فاضل نیز سابق شیخ الحدیث و صدر المدرسین جامعہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کا ۳ر ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۷ر اکتوبر ۱۹۷۷ء کو انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد خاص تھے۔ علامہ کشمیری کا علمی رنگ آپ میں جھلکتا تھا۔ جامعہ کیلئے یقیناً یہ بات قابل فخر ہے کہ آپ جیسا نادرۂ روزگار فرزند پیدا کیا۔ آپ کی علمی زندگی کا ایک بڑا حصہ جامعہ میں ہی گذرا، تدریس کی خدمت بھی انجام دی اور مجلس علمی کے ذریعہ تصنیفی کارنامے بھی سامنے آئے۔ معارف السنن کا اکثر حصہ یہیں جمع فرمایا۔ نصب الرایہ اور فیض الباری کی طباعت کے سلسلہ میں قاہرہ گئے، دونوں کتابوں پر مقدمہ لکھا، مقالے لکھ کر مصر میں شائع کرائے قیام پاکستان کے زمانہ میں بھی جامعہ کو برابر یاد رکھا اس لئے آپ کی ذات سے جامعہ کو جو انس و محبت ہو سکتی ہے ظاہر ہے جس کے نتیجہ میں آپ کی وفات کا غم بھی جامعہ اور اہل جامعہ کو زیادہ محسوس ہوا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی علمی دینی اور ملی خدمات کو حسن قبول عطا فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب کرے۔ قرآن خوانی اور ایصال ثواب کے بعد بقیہ دن جامعہ میں تعطیل کر دی گئی۔

اسی سال جمادی الثانیہ میں جامعہ کے سابق شیخ الحدیث مولانا شریف حسن صاحب دیوبندیؒ حال شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کا سانحۂ ارتحال بھی موجب رنج و غم ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی جوار رحمت خاص میں جگہ عطا فرمائے۔

آمد بزرگان اسی سال جامعہ کے قدیم فاضل مولانا جمال الدین لبیب انوری مدظلہ بانی و ناظم مدرسہ اسلامیہ بڑا قبرستان مالیگاؤں بمعیت مولانا عبد القادر صاحب مدظلہ مالیگانوی ممبر شوریٰ دار العلوم دیوبند جامعہ تشریف لائے جامعہ کو دیکھ کر اپنی

تاثرات مندرجہ ذیل الفاظ میں تحریر فرمائے۔

نقل معائنہ

مولانا جمال الدین صاحب نوری

مورخہ ۱۱ر جون سنہ ۸۶ء مطابق ۲۳/۹/۰۶ھ کو اپنی مادر علمی درسگاہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں نصاب تعلیم اور برائے ملاقات اساتذہ و رفقاء حاضری کا موقع ملا۔ الحمد للہ جامعہ کے ظاہری و معنوی حسن نے متحیر کر دیا۔ اللہم جزائے خیر دے مولانا المحترم محمد سعید صاحب بزرگ سملکی کو کہ آپ کو قدرت نے جو جذبہ محبت و الفت علوم شرعیہ سے دیا ہے اسی کا مظاہرہ جامعہ کے در و دیوار، درسگاہ و دیگر مقامات سے بخوبی ہو رہا ہے۔ شب و روز طلبہ قرآن و حدیث اور یاد الٰہی میں مشغول ہیں، چند چیزیں یہاں خاص دیکھنے میں آئی ہیں جو دیگر مدارس عربیہ میں نہیں ہیں۔ یہاں نہایت پختہ روشن بورڈنگ، تعلیم کی تمام حوائج ضروریہ کا بہترین انتظام نیز کتب خانہ میں کتابوں کی بے نظیر عمدہ ترتیب قابل اساتذہ کا اجتماع عظیم۔

خدا کرے کہ جملہ متعلقین مدرسہ کا موجودہ جذبہ تعلیم و تعلم اور ارکان کا حسن انتظام قائم و دائم رہے بلکہ اس میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہو کیوں کہ حسب ارشاد مولانائے روم

اے برادر بے نہایت درگہ است   ہر چہ بر وے می رسی بر وے مایست

آگے بڑھتے رہنا ضروری ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

الراقم ابو الکمال جمال الدین الحبیب النوری
بانی و ناظم مدرسہ اسلامیہ بڑا قبرستان مالیگاؤں ناسک

المؤید۔ عبد الغفار رحمانی مالیگانوی رکن شوریٰ دار العلوم دیوبند   (از رجسٹر معائنہ ص ۱۴۴)

تجویز نصاب تعلیم سے متعلق میٹنگ میں شرکت کیلئے مولانا مرغوب احمد صاحب مدظلہ استاذ حدیث دارالعلوم باقیات الصالحات ویلور مدراس تشریف لائے تھے۔ آپ نے مدرسہ کو دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا اور دعائیں دیں۔

نقل معائنہ

مولانا صبغۃ اللہ صاحب بختیاری مدظلہ

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد!

اللہ کے فضل و کرم سے مجھے جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات میں حاضری کا شرف حاصل ہوا جو معہد کا نصاب تعلیم اور طرز تربیت کے لحاظ سے نہایت ممتاز ادارہ اساتذۂ کرام ذی علم، متقی، متبع سنت، ان کی کا صحیح اندازہ ہوا اور حضرت مہتمم صاحب مولانا محمد سعید احمد بزرگ دام مجدہم سے مل کر تمام حالات معلوم کرکے مسرت کا احساس ہوا، جس توجہ اور انہماک سے طلبہ کی تربیت کے کام ہو رہے ہیں وہ قابل قدر ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ مزید ترقیات نصیب کرے اور یہاں کے اساتذہ و تلامذہ میں خلوص نیت، دین کی خدمت کا جذبہ پیدا فرمائے اور صرف گجرات ہی نہیں بلکہ ہندوستان بھر کیلئے ایک مثالی درسگاہ بنادے اور اسلام اور مسلمانوں کی بیش از بیش خدمت کرے۔ والسلام

احقر خادم سید شاہ صبغۃ اللہ بختیاری قاسمی

استاذ حدیث مدرسہ باقیات الصالحات ویلور تامل ناڈو

۵ ربیع الاخری سنہ [illegible]ھ

از رجسٹر معائنہ جامعہ

۱۳۹۸ھ۔ قراءت سبعہ کا افتتاح

روایت حفص رح کی تجوید کا سلسلہ جامعہ میں قائم ہی تھا جس کیلئے تین اساتذہ کام کرتے ہیں۔ اس سال سے قراءت سبعہ کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔ اس شعبہ کے اندر بھی دوسرے اداروں کے فضلاء حصہ لے سکتے ہیں ان کے قیام و طعام کا جامعہ ذمہ دار ہوگا۔ (روداد ۱۳۹۸ھ صـ ۳۰)۔

قراءت سبعہ ایک مستقل فن ہے جس میں سینکڑوں کتابیں تصنیف کی گئی ہیں، افسوس ہے عام طور سے بے اعتنائی برتی جاتی ہے اس فن شریف کی تعلیم شاید جامعہ کے ابتدائی دور میں جاری رہی ہو لیکن برسوں سے اس کا سلسلہ منقطع تھا حالانکہ یہ بھی ایک ضروری علم ہے۔ اس سے ناواقفیت کی وجہ سے انکار تک کر دیا جاتا ہے۔ ضرورت تھی کہ اس فن کی نشاۃ ثانیہ ہو۔ بحمدہ تعالیٰ جامعہ نے قرآن پاک کی اس خدمت میں بھی پیش قدمی کی۔ اللہ تعالیٰ اس شعبہ کو خوب ترقی عطا فرمائے تاکہ قرآن کریم کی اشاعت عام ہو۔

درجات میں اضافہ

درجہ فارسی اول، درجہ عربی اول اور درجہ عربی دوم میں طلبہ کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ ایک مدرس کیلئے ان تمام طلبہ کے اسباق کو سننا اور ان کو سمجھانا مشکل تھا۔ یہ ابتدائی تعلیم آئندہ کیلئے اساس اور بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ کسی طالب علم کی اگر یہ ابتدائی تعلیم کمزور ہو تو وہ آگے بھی کمزور ہی رہے گا اس لئے ضرورت تھی کہ اس کو ٹھوس، مضبوط اور مستحکم بنایا جائے بنابریں ان تینوں درجات کو دو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا اور ہر سیکشن کیلئے الگ استاذ مقرر کئے گئے تاکہ طلبہ کی یہ بنیادی تعلیم بہت مستحکم اور ٹھوس ہو اور وہ اچھے ذی استعداد عالم بن کر دین کی اچھی خدمت کر سکیں۔ (ایضاً صـ)۔

فتاویٰ

اس سال دارالافتاء سے ۹۹ سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ اخبارات اور ماہناموں میں جو شائع ہوئے وہ علاوہ ازیں تھے۔ دارالافتاء کا نصاب مکمل کر کے ایک فاضل نے مفتی کی سند حاصل کی (ایضاً صـ)۔

فضلاء دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہونے والے پندرہ ۱۵، روایت حفص پڑھ کر قاری ہونے والے تین ۳، حافظ قرآن تیس ۳۰، ناظرہ ختم کرنے والے دس ۱۰ رہے۔

سالانہ جلسہ ۲۰ شعبان کو سالانہ جلسہ دستار بندی ہوا جس میں تقریر کیلئے مولانا ارشد مدنی مدظلہ اور مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری مدظلہ تشریف لائے، جلسہ مسجد میں ہوا (ایضاً ص۸)

سالانہ خرچ طلبہ کی ضروریات پر تین لاکھ اڑسٹھ ہزار تین سو چالیس (۳۶۸۳۴۰) روپے اور تعمیر و مرمت نیز رنگائی وغیرہ پر بیالیس ہزار انہتر (۴۲۰۶۹) روپے خرچ ہوئے (ایضاً ص۸)۔

وفیات اس سال جامعہ جن حادثات سے دوچار ہوا ان میں جامعہ کے قدیم اور مخلص معاون جناب حاجی یوسف گارڈی مرحوم کے چھوٹے صاحبزادہ ابراہیم گارڈی کی وفات ہے اپنے والد کی طرح یہ بھی جامعہ کے مخلص معاون تھے۔ ان کی وفات سے جامعہ ایک بڑے معاون سے محروم ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے۔

اسی سال جامعہ کے رکن مجلس شوریٰ مولانا عبدالرحیم صاحب پورسدی کا بھی انتقال ہوا نیز شیخ الازہر ڈاکٹر عبدالحلیم محمود (جو چند سال قبل تشریف لائے تھے) کا بھی انتقال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کی مغفرت فرمائے۔

ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ میں تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ایڈیٹر مولانا اسحاق جلیس ندوی جامعہ تشریف لائے تھے طلبہ اور اساتذہ کے ساتھ ان کی مجلسیں رہیں رجسٹر معاینہ میں تحریر فرماتے ہیں

تأثرات

مولانا اسحاق جلیس ندوی

۵؍۲؍۲؍۹۹ھ مطابق ۷؍۱۱؍۲۰۰۰ء

باسمہٖ سبحانہ

ہندوستان کے دینی مدارس اسلام کے وہ قلعے ہیں جن کے ذریعہ دین و شریعت کے تحفظ و ترویج کا عظیم الشان کام اس دیار میں صدیوں سے انجام پا رہا ہے۔ دینی تعلیم کے مراکز وہ تربیت گاہیں ہیں جہاں سے دین کے داعی اور اسلام کے سپاہی تیار ہوتے رہتے ہیں، ہر دینی مدرسہ اپنی جگہ ایک اہمیت رکھتا ہے مگر بعض مدارس تعلیمی تاریخ میں شہرت دوام اور نقش دوام کا مقام حاصل کر لیتے ہیں۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کو دینی مدارس کی تاریخ میں وہی مقام حاصل ہے، آج یہاں حاضری ہوئی، یہاں کے عظیم الشان خوبصورت اور صفائی اور سایہ شجر سے آراستہ عمارتوں کو دیکھ کر متاثر ہونا تو فطری بات تھی لیکن اس حسن صورت سے کہیں حسن معانی وہ لازوال خزانہ ہے جس پر ادنیٰ غور و تدبر انسان کے قلب کو اس ادارہ کی عظمت سے بھر دے۔ یہی وہ درسگاہ ہے جہاں پر محدث وقت فرید عصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ اور نہ جانے کیسی کیسی عظیم اور نادرۂ روزگار شخصیتیں اپنی زندگی کے شب و روز گذار چکی ہیں۔ یہی وہ دیار ہے جہاں عصر صحابہؓ اور عصر تابعینؒ میں وہ قافلے آئے تھے جن کی آمد نے اس دیار میں ایمان و اسلام کی شمع فروزاں کی اور پھر صدیوں کے بعد وسط ہند کے تعلیمی مراکز سے اساتذۂ کبار کا قافلہ اسی ساحل تک پہونچا۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اپنے مخلص بانیوں اپنے خدا رسیدہ اساتذہ اپنے سنجیدہ اور باسعادت طلبہ کی وجہ سے ماضی میں بھی نیک نام رہا ہے اور دعا ہے کہ مستقبل میں بھی یہ امت کی نیک توقعات پر پورا اترے۔ مدرسہ کے مہتمم مولانا محمد سعید بزرگ اپنے والد بزرگوار مولانا احمد بزرگ

کے سچے جانشین ہیں۔ اس مدرسے کے موجودہ کارپردازان کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے اور پورے ملک کے عوام و خواص کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ جنوب کی دینی اور علمی خدمات کا قریبی جائزہ لیکر استفادہ بھی کریں اور ہمت افزائی بھی فرمائیں۔

اسحاق جلیس ندوی
مدیر تعمیر حیات ندوہ لکھنؤ

(از رجسٹر معائنہ ص ۱)

۱۳۹۹ھ ۔ تکمیل قراءت سبعہ

قراءت سبعہ کی تعلیم سال گذشتہ سے شروع ہو چکی ہے۔ جس کا تذکرہ پہلے آچکا ہے امسال تو طلبہ نے اس کی تکمیل کی جامعہ کے شعبۂ تجوید کے صدر جناب قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری کے استاذ جناب قاری محمد کامل صاحب کو اس موقع پر خصوصی دعوت دی گئی تھی۔ طلبہ کی رغبت میں اضافہ کرنے کیلئے جامعہ کے طلبہ کا ایک انعامی مقابلہ بھی رکھا گیا تھا جس میں متعدد طلبہ نے دلچسپی کے ساتھ حصہ لیا تھا اور بڑا کامیاب رہا۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اس فن کو مرکز توجہ بنا دے۔ (روداد ۱۳۹۹ھ ص ۲)

شرکاء امتحان

امتحانِ سالانہ میں مختلف درجات سے شریک ہونے والے طلبہ کی تعداد حسب ذیل ہے۔

درجات عربیہ میں ایک سو اسی ۱۸۰، درجات فارسی و اردو میں ایک سو تینتیس ۱۳۳، درجات تجوید میں دو سو نو ۲۰۹، درجات حفظ و ناظرہ میں ایک سو پینتالیس ۱۴۵، شعبۂ گھڑی سازی میں چودہ ۱۴، شعبۂ خیاطی میں تین ۳، شعبۂ جلد سازی میں سترہ ۱۷، شعبۂ وائر فٹنگ میں بارہ ۱۲، شعبۂ کتابت میں ایک سو پندرہ ۱۱۵، شعبۂ انگریزی میں پچیس ۲۵۔ (ایضاً ص ۲)

فارغین

عالم و فاضل کی سند حاصل کرنے والے اکیس ۲۱، قراءت سبعہ کی تکمیل کرنے والے نو، درجات حفص کی تکمیل کرنے والے سات ۷، حفظ قرآن پورا کرنے والے انتیس ۲۹، ناظرہ قرآن ختم کرنے والے باون ۵۲۔ (ایضاً ص ۲)۔

تبدیلی مدرسین مولوی موسیٰ احمد جی بسم اللہ مدرس فارسی اور مولوی یوسف بوریات مدرس حفظ رجب ۱۳۹۵ھ میں الگ کر دئے گئے، مولوی عثمان غنی تیلاڑوی بدرجہ اردو اور مولوی رشید احمد موٹا ڈابھیلی اور مولوی احمد بزرگ سملکی درجہ حفظ میں مدرس مقرر ہوئے (ایضاً ضمیمہ ۲۳-۲۲)۔

۱۳۹۶ھ

دارالافتاء اس سال ہند و بیرون ہند سے آنے والے دو سو چوالیس سوالات کے جوابات دارالافتاء سے ارسال کئے گئے افتاء کے درجہ سے اس سال بھی ایک طالب علم نے کورس مکمل کر کے سند حاصل کی۔ اب تک جامعہ کے دارالافتاء سے تین عالموں نے سند حاصل کی ان کے نام یہ ہیں (۱) مفتی عبد اللہ ولی کاوی فاضل جامعہ ۱۳۹۳ھ میں (۲) مفتی موسیٰ اسماعیل ہدات جلیشوری فاضل فلاح دارین ترکیسر ۱۳۹۵ھ میں (۳) مفتی یوسف محمد جی بسم اللہ ڈابھیلی فاضل جامعہ ۱۳۹۶ھ میں۔ (ایضاً ص۴)۔

اضافۂ تنخواہ مجلس شوریٰ منعقدہ ماہ محرم ۱۳۹۶ھ نے تنخواہوں کے سلسلہ میں غور و فکر کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی تھی جس نے جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ میں ہونے والی مجلس شوریٰ میں اپنی رپورٹ پیش کی جس کے پیش نظر پورے عملہ کی تنخواہوں میں معقول اضافہ ہوا اور مدرسین کے مختلف طبقات قائم کر کے ان کیلئے اسکیل بنا دیا گیا نیز ہر سال تنخواہوں میں اضافہ کا دستور بنا دیا گیا۔ اصل تنخواہ پر ۲۰ فیصد گرانی الاؤنس بھی دیا جا رہا ہے۔ (ایضاً ص۶)

ضروریات جامعہ اس عنوان کے تحت گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی کتب خانہ کی تعمیر کیلئے ہمدردانِ جامعہ سے اپیل کی گئی۔

سالانہ جلسہ ۵ رشعبان ۱۳۹۶ھ یکم جون ۱۹۷۶ء یکشنبہ کو مسجد جامعہ میں سالانہ جلسۂ دستار بندی منعقد ہوا جس میں مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی مدظلہ نظام الدین دہلی اور مولانا وحید الزماں صاحب کیرانوی استاذ حدیث و ادب دارالعلوم دیوبند نے شرکت فرمائی۔

(ایضاً ص۳)

آمد بزرگانِ ملت قاری محمد کامل صاحب مرادآبادی مدرس قراءت و تجوید مدرسہ شاہی مرادآباد ختم قراءت سبعہ اور مسابقہ قراءت میں شرکت کیلئے جامعہ تشریف لائے تھے رجسٹر معاینہ میں اپنے تأثرات ان الفاظ میں تحریر فرمائے۔

نقل معاینہ

قاری محمد کامل صاحب

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ امّا بعد!

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل جنوبی ہند کی عظیم اور مرکزی درسگاہ ہے اساطین علم و فن حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب مفسر قرآن امروہوی، عارف باللہ حضرت مولانا سراج احمد صاحب رشیدی وغیرہ نے یہاں عرصہ تک قال اللہ قال الرسول کے نغمہ جان فزا سے اس خطۂ گجرات کو گونجائے رکھا اور علم و فن کی آبیاری کی۔

مجھے بڑی مسرت ہے کہ حضرت مہتمم صاحب جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی دعوت پر طویل مدت کے بعد دوسری مرتبہ حاضری کا موقع ملا یہاں کے طلبہ، اساتذہ اور ذمہ داران مدرسہ سے بار بار ملاقات رہی مدرسہ کو نظم و ضبط نظام تعلیم و تربیت طلبہ کے اخلاق و کردار اساتذہ کی آپس کی محبت و رواداری حضرت مولانا محمد سعید احمد بزرگ صاحب کی جد و جہد اور اس معذوری و بیماری میں جامعہ کی ہمہ جہتی ترقی کیلئے ان کا قابل تقلید مجاہدہ میں نے پانچ روزہ قیام میں غور و فکر سے دیکھا اور مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تکلف نہیں ہے کہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اپنے ان خصائص میں ہندوستان کی عظیم تر اسلامی درسگاہ ہے۔

مجھے ختم سبعہ کی تقریب کی مسجد میں اور درجۂ قراءت و تجوید کے طلبہ کے مسابقۂ قراءت میں بھی شرکت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور یہ دیکھ کر بے انتہا مسرت ہوئی کہ اس

شعبہ نے اپنے قابل معزز استاذ محترم مولانا قاری احمد اللہ صاحب کی محنت اور جد و جہد سے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔

اس دور میں جب کہ فن قرأت اور تجوید عام طور پر لوگوں کی عدم توجہی کا شکار ہے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا اس شعبہ کے ساتھ یہ اہتمام دوسرے مدارس عربیہ کیلئے قابل تقلید نمونہ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جامعہ کو مزید ترقیات سے نوازے اور ذمہ داران [illegible]، اساتذہ اور طلبہ سب کو حسن توفیق بخشے۔

والسلام

احقر محمد کامل مدرس مدرسہ شاہی مرادآباد (یوپی)
۱۳ر جمادی الثانیہ سنہ ۱۱ھ ۱۱ر مئی سنہ [illegible] پنجشنبہ

(از رجسٹر معاینہ ص ۱۹۱)

اسی سال شیخ وقت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب مدظلہ خلیفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا بھی ورود مسعود ہوا تھا۔ آپ کے تاثرات ملاحظہ ہوں۔

نقل معاینہ

حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بعد الحمد والصلوٰۃ!

احقر علاقہ گجرات میں عرصہ سے بلایا جا رہا تھا۔ تقریباً تین سال سے لیکن بتقدیر ایزدی بایں روانہ ۲۳ر جمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ یوم دوشنبہ دعوت کھروڈ پر تعمیری بنیادی مسجد و مدرسہ حاضری ہو کر مضافات میں حاضری ہوتی رہی کہ سب مقامات کی فرمائشیں تھیں، اسی فرمائش پر ڈھابیل (ڈابھیل) محترم جناب مولانا سعید صاحب بزرگ کی فرمائش پر حاضری ہوئی مدرسہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین میں حاضری کی سعادت کا موقع عنایت فرمایا۔ گو مدرسہ کے دیکھنے کا موقع نہ ہوا کہ متعدد مقامات کا سفر تھا لیکن

جملہ طلبہ کی زیارت سے مدرسہ کا ماحول سامنے آگیا۔ طلباء کی سادگی کیا ہے جیسا کہ طلباء کیلئے زیب ہے۔ اور صفائی جیسا کہ اسلام کی تعلیم صفائی باطن کے ساتھ صفائی ظاہری کی ہے مشاہدہ ہو کر دل مسرور ہوا نیز ان میں نظام اور طریق نظام میں انہماک اساتذہ دیکھ کر علم کا اثر سکون کا معلوم ہوا۔ احقر کی معروضات کو نہایت سکون و سکوت کے ساتھ بغور دھیان لگانا یہ ثبوت تھا کہ تقریر اساتذہ و بغور سماعت فرماتے ہوں گے کہ حصول علم میں خاص موثر ہے ان فی ذالک لذکری لمن کان لہ قلب اور یہ سب مشاہد تھا اساتذہ کی نگرانی اور تعلیم کا۔ اور شاہد تھا محترم جناب مہتمم صاحب کے انتخاب اساتذہ کا اور یہ شہادت تھی مہتمم صاحب کے تفکرات اور مدبرانہ مزاج لطیف کی۔ یہ سب دیکھ کر دل میں ایک تازگی فرحت و نشاط تھا۔ اپنے بعض احباب سے اس کا ذکر بھی کیا۔ مجموعی حالت نہایت امید افزا۔ اللہ تعالیٰ مدرسہ کو دن دونی رات چوگنی ظاہری و باطنی علمی روحانی تعلیمی تحریکی تعمیری اخلاقی ترقی سے مزید در مزید نوازیں۔

والسلام

احقر محمد مسیح اللہ عفی عنہ

۲۹ یا ۳۰ جمادی الثانیہ ۱۳۹۹ھ یکشنبہ

(از رجسٹر معائنہ صفحہ ۱۲۲)

حادثات

وفات مولانا حمد اللہ صاحب لکھنوی

اس سال جامعہ کے استاذ حدیث مولانا حمد اللہ صاحب پشاوری ثم لکھنوی کی وفات حسرت آیات کا واقعہ جامعہ کیلئے بڑا صبر آزما پیش آیا۔ یہ واقعہ ۲۴ صفر ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۷۹ء شنبہ کو پیش آیا۔

مولانا مرحوم گیارہ سال سے جامعہ میں تدریس کی خدمت انجام دے رہے تھے خصوصیت

خوبیوں اور استعداد کے مالک تھے طلبہ کے ساتھ آپ کا سلوک نہایت مشفقانہ اور ہمدردانہ تھا، جامعہ کے ساتھ والہانہ تعلق رکھتے تھے خوش مزاج مرنجاں مرنج انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے مولانا ڈابھیل کے قبرستان انجم پیر میں لائبریری کے پیچھے برگد کے درخت کے نیچے آسودۂ خواب ہیں۔

(روداد ۱۴۱۲ھ ص۹)

آپ کی بیوہ اور صغیر السن بچوں کیلئے مہتمم جامعہ نے اصحاب خیر کی توجہ سے لاجپور میں مستقل مکان کا انتظام کر دیا ہے۔ جزاہ اللہ خیرا۔

وفات مولانا عبدالرحیم بورسدی

گجرات کے ایک دینی ادارہ "اصلاح المسلمین" کے ناظم اعلیٰ اور جامعہ کے سابق رکن مولانا عبدالرحیم بورسدی صاحب بھی انتقال فرما گئے۔ مولانا مرحوم بہت سادہ اور جفاکش انسان تھے دینی مدارس کا قیام دور دراز دیہی علاقوں میں مکاتب کا انتظام اور تعمیر مساجد آپ کا مشن تھا۔ اگر سواری نہ ملتی تو پیدل ہی طویل طویل سفر کر لیتے تھے، بڑی مشقت برداشت کرتے، کاٹھیاواڑ اور کچھ کے ایسے علاقوں میں جہاں کسی عالم کا گذر نہ ہوتا تھا خود جاتے اور لوگوں کو مکاتب و مدارس کے قیام پر آمادہ کرتے۔ آخر عمر میں فالج کے حملے سے معذور ہو گئے تھے اس کے باوجود بہت سی جگہوں کا سفر کرتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرما کر بلند مقامات عطا فرمائے۔

مولانا محمد اسماعیل نانا صاحب اور جناب ایم اے عمر صاحب جنوبی افریقہ میں جامعہ کے خصوصی معاونین اور مخلص بھی انتقال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام مرحومین کی قبروں کو نور سے بھر دے (ایضاً ص۱۰)

۱۴۱۳ھ

داخلہ ۱۱ر شوال ۱۴۱۳ھ م ۴ر ستمبر ۱۹۹۲ء سے شروع ہوا، طلبہ کی مجموعی تعداد پانچ سو آٹھ ۵۰۸ رہی جن میں امدادی چار سو انسٹھ ۴۵۹ اور غیر امدادی انچاس ۴۹ تھے۔ ۱۲ر شوال سے تعلیم شروع ہو گئی۔

سالانہ امتحان

حسب دستور تعلیمی سال پورا ہوا۔ ۲۳ر رجب سنہ ۱۴۰۱ھ سے سالانہ امتحان شروع ہو کر ۵ر شعبان کو ختم ہوا۔ سالانہ امتحان میں شریک ہونے والے طلبہ کی تفصیل حسب ذیل ہے: درجات عربیہ میں ۱۸۲، فارسی اور اردو میں ۱۱۰، تجوید میں ۲۸۲، حفظ و ناظرہ میں ۱۳۶، گھڑی سازی میں ۱۵، خیاطی میں ۲۸، جلد سازی میں ۱۸، وائر فٹنگ میں ۱۰، خوشنویسی میں ۱۲، انگریزی میں ۴۹۔

سالانہ جلسہ

۸ر شعبان سنہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۲ر جون سنہ ۱۹۸۱ء یکشنبہ کو مسجد جامعہ میں سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔ مہمانان خصوصی فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی صدر جمعیۃ العلماء ہند اور حضرت مولانا سید عابد علی وجدی الحسینی مدظلہ جلسہ کی زینت بنے۔ ان مہمانان خصوصی اور شیخ الجامعہ حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی کے ہاتھوں دستار فضیلت باندھی گئی (ایضاً ص ۲)۔

فارغین

دورۂ حدیث سے فارغ ہونے والے اسّی، روایت حفص کی سند حاصل کرنے والے ساٹھ، حافظ ہونے والے بیس، ناظرہ قرآن ختم کرنے والے پچیس، قراءت عشرہ صغیرہ کی تکمیل کرنے والے چھ۔

خدمات دارالافتاء

اس سال گیارہ سو تینتیس (۱۱۳۳) سوالات کے جوابات جامعہ کے دارالافتاء سے روانہ ہوئے نیز دو عالم مفتی ہوئے۔ مولوی ہاشم احمد بوجا جنوبی افریقہ فاضل جامعہ حسینیہ راندیر، مولوی شبیر احمد ماکرا کھجوریہ فاضل مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (ایضاً ص ۲)۔

سالانہ خرچ

قیام و طعام اور بجلی پانی پر چار لاکھ سرسٹھ ہزار چھ سو سولہ (۴٬۶۷٬۶۱۶) روپئے عمارتوں کی مرمت اور رنگائی وغیرہ پر چونتیس ہزار نو سو آٹھ (۳۴٬۹۰۸) روپئے خرچ ہوئے (ایضاً ص ۱۱)۔

اضافۂ تنخواہ

اس سال گرانی الاؤنس کو جو تیس فیصد تھا بڑھا کر پچاس فیصد کر دیا گیا۔

مدرسین

درجہ حفظ میں مولوی فرید احمد رشید احمد نانا مسلکی کا ماہ شوال میں تقرر ہوا۔

(ایضاً صـ ۲۵)

ورود علماء ندوہ

۱۸ محرم ۱۴۰۰ھ کو دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے متعدد علماء تشریف لائے جامعہ کو دیکھنے کے بعد مندرجہ ذیل معاینہ تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۷۹ء یوم دوشنبہ کو محترم مولانا محمد رابع صاحب مولانا محمد مرتضیٰ صاحب اور عزیزی مولوی عبد اللہ حسنی کے ساتھ ڈابھیل کے مشہور دار العلوم میں حاضری کا اتفاق ہوا۔ مہتمم صاحب شیخ الحدیث صاحب، مولانا ابوبکر صاحب کے ساتھ مدرسہ کو تفصیلی طور پر دیکھنے کا موقع ملا۔ الحمد للہ دار العلوم کے متعلق جملہ شعبہ جات میں ترقی اور ذمہ داری سے فرائض کے انجام دہی کا جذبہ پایا، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس دار العلوم کو علمی انتظامی طور پر مزید ترقی دے اور اس کا جو وقار و اعتبار پورے ہندوستان میں ہے وہ قائم رہے بلکہ اس میں اضافہ ہو۔

ابو العرفان ندوی، مرتضیٰ، محمد رابع، عبد اللہ
۱۰ دسمبر ۱۹۷۹ء ۱۸ محرم ۱۴۰۰ھ

حادثات

اس سال حضرت مولانا ابو الوفاء شاہجہاں پوری کی وفات ہوئی جو مسلمانانِ ہند کیلئے ایک بڑا حادثہ ہے۔ مرحوم اپنے وقت کے بہترین خطیب، سیرت کے پُرجوش مقرر اور زبردست مناظر تھے، علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے مقدمہ بہاولپور میں جو قادیانیوں کے خلاف ایک مشہور مقدمہ تھا علماء دیوبند کے وکیل تھے جامعہ کے ساتھ مولانا مرحوم کو خصوصی تعلق تھا، جامعہ کے جلسوں میں متعدد بار مہمانِ خصوصی کے طور پر مدعو رہے۔ آخری چند سالوں میں فالج کا حملہ ہو جانے کی وجہ سے

تقریر نہیں فرما سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات دینیہ و ملّیہ کو قبول فرماکر بلند درجات سے نوازے۔

جامعہ کے ایک فاضل اور سابق استاذ مولانا غلام اللہ خاں صاحب شیخ التفسیر کا حادثۂ وفات بھی جامعہ کیلئے ایک صدمہ ہے (جو ۲۶ رجب سنہ ۱۴۰۰ھ کو پیش آیا) مرحوم سنہ ۱۳۴۵ھ میں جامعہ سے فارغ ہوئے تھے۔ علامہ کشمیری وغیرہ کے شاگرد تھے۔ سالانہ امتحان میں دورۂ حدیث کی ہر کتاب میں پچاس نمبر حاصل کئے تھے فراغت کے بعد ایک سال مدرس بھی رہے اپنے استاذ مولانا حسین علی نقشبندی مجددی کے طرز پر طلبہ کو قرآن مجید کا درس دیتے تھے پاکستان میں آپ کی بڑی خدمات دینیہ علمی ادارے اور تصنیفات یادگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔[1]

اسی طرح جامعہ کے ایک اور فاضل اور سابق استاذ مولانا ابراہیم جیتامن تھانہ صاحب اگورعروی بھی راہی ملک بقا ہوئے، علیحدگی کے بعد بھی جامعہ سے برابر تعلق رکھتے تھے اللہ تعالیٰ ان کی بھی مغفرت فرماکر جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

جامعہ کے ایک قدیم خادم ابراہیم کفلیتوی (عرف دادا) کا بھی اسی سال انتقال ہوا علامہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے اب تک جامعہ کی خدمت کر رہے تھے۔ جامعہ کے ساتھ قلبی تعلق تھا باوجودیکہ جامعہ کی طرف سے پنشن مل چکی تھی لیکن ممکنہ طاقت تک برابر کام کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بھی مغفرت فرماکر سایۂ عاطفت میں جگہ دے۔

جامعہ کیلئے ایک بڑا حادثہ الحاج جناب محمد مفتی صاحب (جنوبی افریقہ) کی وفات بھی ہے۔ حاجی صاحب مرحوم بہت دیندار اور متشرع آدمی تھے ہر سال بیسیوں مدارس عربیہ سیکڑوں علماء، طلبہ اور بیواؤں کی مدد فرماتے تھے گجرات کا شاید ہی کوئی بڑا مدرسہ ایسا ہو جہاں ان کی امدادی رقوم نہ پہنچتی رہی ہوں۔ ہند و بنگلہ دیش

---

[1] تفصیلی حالات تاریخ کے آخر میں ملاحظہ ہوں۔

سے تمام مدارس کی برابر مدد کرتے رہتے تھے، جامعہ کے ساتھ حاجی صاحب مرحوم کا تعلق خصوصی تھا، شروع ہی سے جامعہ کی برابر خیر خواہی اور مدد فرماتے رہے ہر سال ایک بڑی رقم تو بھیجتے ہی تھے خصوصی مواقع پر بھی دل کھول کر مدد فرماتے تھے جامعہ میں طلبہ کیلئے پلنگ اور کھانے کیلئے استعمال کے برتن آپ ہی کی طرف سے دیے گئے تھے، اللہ تعالیٰ آپ کی ان تمام خدمات کو قبول فرماکر اپنی آغوش رحمت میں مقام خاص عطا کرے۔ (روداد ۱۴۰۳ھ ص ۸)

سنہ ۱۴۰۳ھ

اس سال داخلہ ۱۲؍شوال ۱۴۰۲ھ سے شروع ہوا۔ ۱۳؍شوال سے تعلیم شروع ہوگئی طلبہ کی مجموعی تعداد پانچ سو ستائیس ۵۲۷ رہی۔ بیرونی طلبہ جو دار الاقامہ میں رہتے ہیں چار سو اٹھتر ۴۷۸ اور مقامی انچاس رہے۔

شرکاءِ امتحان

دیگر سالوں کی طرح اس سال بھی تعلیم و امتحان کا نظام رہا سالانہ امتحان میں جو ۲۹؍رجب ۱۴۰۳ھ ۱۲؍مئی ۱۹۸۳ء سے شروع ہوکر ۲۸؍شعبان ۱۴۰۳ھ ۱۱؍جون ۱۹۸۳ء تک جاری رہا مندرجہ ذیل تعداد میں طلبہ نے شرکت کی۔ درجات عربیہ میں دو سو دو ۲۰۲، درجات فارسی و اردو میں چھیانوے ۹۶، درجات حفظ و ناظرہ میں ایک سو ساٹھ ۱۶۰، تجوید میں تین سو ۳۰۰، گھڑی سازی میں پندرہ ۱۵، خیاطی میں چوبیس ۲۴، جلد سازی میں بارہ ۱۲، ڈرافٹنگ میں بارہ ۱۲، انگریزی میں اکتیس ۳۱۔

فارغین

مفتی ایک، عالم اکیس ۲۱، قراءات عشرہ کبیرہ کی تکمیل کرنے والے آٹھ ۸، روایت حفص کی تکمیل کرنے والے نو ۹، حفاظ بیس ۲۰، ناظرہ ختم کرنے والے اکیس ۲۱۔

فتاویٰ

دار الافتاء سے اس سال ایک ہزار چھتیس (۱۰۳۶) فتاویٰ صادر ہوئے، ماہنامہ تبلیغ اور زبانی جوابات اس کے سوا ہیں۔ دار الافتاء سے مولوی شبیر علی اسماعیل ویسٹ انڈیزی (فاضل سبیل الرشاد بنگلور) نے ماہر فقہ کی سند حاصل کی۔

سالانہ جلسہ

۱۱؍شعبان ۱۴۰۳ھ ۲۳؍جون یکشنبہ کو جامعہ کی مسجد میں شاندار سالانہ جلسہ منعقد ہوا، جس میں حضرت مولانا اسعد صاحب دامت برکاتہم

صدر جمعیۃ العلماء ہند اور مفتی مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند نے شرکت فرمائی۔ شیخ الجامعہ حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اور ان خصوصی مہمانوں نے فضلاء کی دستار بندی فرمائی۔

(روداد ۱۴۲۰ھ صفحہ ۲۳ تا ۲)

سالانہ خرچ

تعمیر اور مرمت و رنگائی پر تین لاکھ نوے ہزار پانچ سو پانچ (۵۰۵،۹۰،۳) روپئے اور دیگر ضروریات پر اکتیس ہزار پانچ سو پچاس (۵۵۰،۳۱) روپئے خرچ ہوئے۔

(ایضاً صفحہ ۱)

مدرسین شوال ۱۴۲۱ھ میں قاری شبیر احمد مشواری کا درجہ قراءت میں، حافظ مولوی شبیر احمد بھوریوی کا درجہ حفظ میں تقرر ہوا، احمد میاں کاتب صاحب رجب ۱۴۲۱ھ سے الگ ہوئے (ایضاً صفحہ ۲۶-۲۷)۔

شعبہ قراءت کی ترقی
اور
لجنۃ القراء کی تشکیل

شعبہ تجوید میں قراءات سبعہ وعشرہ کی تعلیم کا جو سلسلہ گذشتہ کئی سالوں سے چل رہا ہے الحمد للہ وہ برابر ترقی کرتا رہا۔ دور حاضر میں اس کے پڑھنے اور پڑھانے کا رواج تقریباً ختم ہو گیا ہے حالانکہ اہمیت کے لحاظ سے دوسرے فنون سے یہ فن کچھ کم نہیں، اس کی ترویج اور طلبہ میں اس کا شوق و ذوق پیدا کرنے کیلئے ایک انجمن "لجنۃ القراء"

کے نام سے قائم کی گئی۔

سال میں اس انجمن کی طرف سے تین مقابلے بھی رکھے جاتے ہیں ایک سہ ماہی دوسرا ششماہی تیسرا سالانہ۔ سہ ماہی مسابقہ طلبہ ہی کی نگرانی میں ہوتا ہے، ششماہی مسابقہ اساتذہ کی نگرانی میں اور سالانہ مسابقہ باہر سے ممتحن کو دعوت دے کر ارباب انتظام کی نگرانی میں۔ ضابطہ یہ ہے کہ جو طالب علم سہ ماہی اور ششماہی مسابقوں میں اچھے نمبرات حاصل کرتا ہے اس کو سالانہ مسابقہ میں شریک ہونے کا موقع دیا جاتا ہے، اس مسابقہ میں طلبہ کی ہمت افزائی کیلئے انعامات بھی تقسیم کئے جاتے ہیں۔

اس سال سالانہ مسابقہ مولانا ابوالحسن صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم مالکی والا بروچ کی صدارت میں ہوا تھا جس میں جناب قاری انیس احمد صاحب فیض آبادی صدر مدرس شعبہ تجوید فلاح دارین ترکیسر اور مولانا قاری فضل الرحمن صاحب اعظمی مدرس حدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل نے حکم کے فرائض انجام دئے، تجوید و قراءت کی اس پر بہار رونق پر شعبہ تجوید کے صدر جناب قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری قابل مبارکباد ہیں (ایضاً ص ۲ تا ۴)۔

ایک اہم اقدام

تخصص فی الحدیث کی ابتداء کا فیصلہ

حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی مدظلہ کی نگرانی میں تخصص فی الفقہ (نصاب افتاء) کا سلسلہ کئی سالوں سے جاری ہے، ایک مدت سے درجہ تخصص فی الحدیث کے کھولنے کی دلی آرزو تھی اس کیلئے کسی ماہر فن حدیث کی سرپرستی اور نگرانی ضروری تھی، عالم اسلام کے مایہ ناز محدث حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی مدظلہ العالی سے خط وکتابت کی، موصوف نے اس ذمہ داری کو قبول فرمالیا اور اس کا نصاب بھی تیار فرماکر

ارسال فرمادیا، کچھ وقت نکال کر موصوف خود بھی جامعہ تشریف لائیں گے اور اساتذہ کو اس کے طریق کار سے متعلق ہدایات دیں گے. نصاب کی کتابیں فراہم کر کے انشاء اللہ آئندہ سال سے اس کی ابتداء کردی جائے گی، کسی بھی مدرسہ کا فاضل جو اعلیٰ نمبر سے کامیاب ہوا ہو داخلہ حاصل کر سکتا ہے قیام وطعام کی تمام سہولتوں کے ساتھ وظیفہ بھی دیا جائے گا۔

(روداد ۱۳۹۳ھ ص۷)

شعبۂ تحریر و تقریر

تقریر میں مہارت پیدا کرنے کیلئے ہر شب جمعہ میں طلبہ ایک استاذ مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی کی نگرانی میں مختلف شعبوں میں منقسم ہو کر تقریر کرتے ہیں. خاص خاص مواقع پر عام اجلاس کا اہتمام بھی کرتے ہیں، اس کا سالانہ اجلاس ۲۳؍ رجب میں منعقد ہوا جس میں بطور مہمان خصوصی حضرت مولانا محمد رضا اجمیری مدظلہ شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ راندیر تشریف لائے تھے. طلبہ نے اپنے شاندار پروگرام سے حاضرین کے دل جیت لئے اللہ تعالیٰ مزید ترقیات سے نوازے. (روداد ۱۳۹۳ھ ص۵)

تعمیرات

درجۂ حفظ کے طلبہ کے قیام کیلئے ایک مستقل نئی عمارت کی تعمیر کی منظوری مجلس شوریٰ نے گزشتہ سال دیدی تھی، چنانچہ اس سال اس کی تعمیر شروع ہو گئی. سنگ بنیاد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے استاذ شیخ محمد المجذوب اور پھر اس کے کچھ ماہ بعد حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہ کے مبارک ہاتھوں رکھا گیا۔

شیخ محمد المجذوب نے جامعہ کے معاینہ کے بعد درج ذیل الفاظ میں اپنے تاثرات قلمبند فرمائے۔

نقل معائنہ شیخ محمد مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم - بمناسبة زيارتي لجامعة الاسلامية

وتعلیم الدین) فی قریة دابھیل التابعة سورت یسرنی ان اعلن سروری من هذه الزیارة لما وجدت فی القائمین علی هذا المعهد و فی تنظیماته و فی ادارته ما من شانه ان یبعث الآمال بجیل صالح لاعلاء کلمة اللّٰه لا فی منطقته وحدها بل علی اوسع مدی من هذه القارة ان شاء اللّٰه. و ازدادنی اعجابا ما لمسته من حسن التربیة فی اوساط الطلبة الذین یغشون المسجد حتی فی صلوة الفجر.

و اللّٰه المسئول ان یوفقهم وایانا الی المزید من طاعته و التوفیق الی مرضاته فی خدمة الاسلام والمسلمین و الحمد للّٰه رب العالمین و صلی اللّٰه وسلم علی صفوته من خلقه الصادق الامین.

محمد المجذوب

المحاضر بالجامعة الاسلامیة

بالمدینة المنورة

السبت ٢٦/ ٢/ ١٤٠١ھ ٣/ ١/ ١٩٨١م

(از رجسٹر معاینہ ص ۱۹۵)

نقل معاینہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم !

امابعد ! جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل حاضری کا موقع ملا اور کئی روز ٹھہرنا ہوا ، مسجد ماشاء اللہ نمازیوں سے آباد ہے ، امام صاحب بہت اچھے مجود ہیں نماز فجر سے پہلے طلبہ کی بڑی تعداد تلاوت میں مشغول رہتی ہے دیگر اوقات میں بھی بکثرت طلبہ تلاوت کرتے ہیں ، درسگاہیں پُر ہیں ، دارالاقامہ میں قیام طلبہ کا انتظام

بہت عمدہ ہے ، مطبخ میں سب کیلئے کھانا پکتا ہے ، وعظ و تقریر سکھانے کا بھی نظم ہے ، ترمذی شریف ، ابوداؤد شریف ، جلالین شریف کے اسباق میں بھی بیٹھنے کا موقع ملا ، حضرت مولانا محمد ایوب صاحب مدظلہ شیخ الحدیث ہیں ، جو اپنے اوصاف عالیہ میں ممتاز مقام کے مالک ہیں ، علماء ادارہ کو ان پر پورا اعتماد حاصل ہے یہ جامعہ کی خوش نصیبی ہے ، طلبہ عامۃً اساتذہ کے گرویدہ ہیں ان کو اپنا مربی و محسن تصور کرتے ہیں ، ان کی خدمت و اطاعت کو ذخیرۂ سعادت سمجھتے ہیں ، اساتذہ سب ہی ہم مسلک ہیں اور باہمی مشورہ سے جامعہ کی خدمت و ترقی میں لگے ہوئے ہیں جسکی وجہ سے جامعہ خلفشار سے محفوظ ہے ۔ فالحمد للہ اللہ تعالیٰ اس گلشن علم دین کو سرسبز و شاداب رکھے بار آور فرمائے ، دینی علوم و اعمال و اخلاق کی حفاظت و اشاعت کا ذریعہ بنائے ، فتنوں کے دفعیہ کیلئے اس کی پوری نصرت فرمائے ، ہر قسم کی ترقیات سے نوازے ۔ حضرت مہتمم صاحب ہمہ تن جامعہ کی ترقی اور بہبود میں لگے ہوئے ہیں ، اساتذہ اور طلبہ کے آداب و حقوق کی پوری رعایت فرماتے ہیں ۔ اللہ پاک ان کو صحت و عافیت کے ساتھ رکھے اور عمر میں ترقی دے ۔ آمین

احقر محمود غفرلہ ۳ر۶ر۱۴۰۱ھ مطابق ۱ر۴ر۱۹۸۱ء پنجشنبہ

(از رجسٹر معائنہ جلد ثانی ص ۳)

سنہ ۱۴۰۲ھ

۱۵ ر شوال ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۶ ر اگست ۱۹۸۱ء کو مدرسہ کھلا ، داخلہ مکمل ہونے کے بعد ۱۸ ر شوال بروز بدھ سے تعلیم شروع ہو گئی طلبہ کی مجموعی تعداد پانچ سو پچاس ۵۵۰ تھی ، دار الاقامہ میں رہنے والے چار سو پچاس ۴۵۰ ، مقامی سو ۱۰۰ ۔

شرکاءِ امتحان

گزشتہ سالوں کی طرح ماہانہ ، سہ ماہی ، ششماہی امتحانات ہوتے رہے ، سالانہ امتحان میں شرکاء کی تعداد یہ تھی ، عربی کے درجات میں دو سو چار ۲۰۴ ، فارسی اور اردو میں ایک سو پانچ ۱۰۵ ، تجوید و قراءت میں دو سو ستانوے ۲۹۷ ، حفظ و ناظرہ میں ایک سو چھیالیس ۱۴۶ ، گھڑی سازی میں تیرہ ۱۳ ، سلائی میں بیس ۲۰ ، جلد سازی میں گیارہ ۱۱ ، ٹائپنگ میں آٹھ ۸ ، انگریزی میں ستائیس ۲۷ ۔

فارغین

مفتی پانچ، عالم پچیس، قراءت عشرہ صغیرہ دس، قراءت سبعہ دس، تجوید حفص سات، حافظ قرآن پندرہ، ناظرہ ختم قرآن کرنے والے پچیس۔

سالانہ جلسہ

سالانہ امتحان ۳ر شعبان ۱۴۰۲ھ ۲۷ر مئی ۱۹۸۲ء کو ختم ہو کر سالانہ جلسہ بروز اتوار مسجد جامعہ میں منعقد ہوا، حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم کی تقریریں ہوئیں، ان کے مبارک ہاتھوں سے دستار فضیلت باندھی گئی۔

(روداد ۱۴۰۲ھ ص۱۳)

فتاویٰ

پورے سال میں دارالافتاء سے سات سو اکیس سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ پانچ فضلاء جامعہ نے افتاء کا نصاب پورا کر کے سند حاصل کی، ان کے نام یہ ہیں مولوی محمد اسحاق قاضی ویسٹ انڈیزی، مولوی ہاشم ابراہیم جتاج حبشی، مولوی اسماعیل ابراہیم منشی خانپوری، مولوی جلال الدین سالار راجستھانی، مولوی عبدالصمد ابراہیم ڈیبالی جنوبی افریقہ۔ (از دارالافتاء)

مدرسین

رجب ۱۴۰۳ھ میں مولوی عبدالاول صاحب سامرودی اور ذی الحجہ میں مولانا ابوبکر صاحب نازی پوری جامعہ سے الگ ہوئے۔

مدینہ یونیورسٹی سے الحاق

ایک بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ جامعہ کی سند کو مدینہ یونیورسٹی نے تسلیم کرلیا ہے، اب جامعہ کے کسی فارغ کو الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ میں داخلہ مل سکتا ہے گزشتہ سال مدینہ یونیورسٹی کے استاذ شیخ محمد المجذوب تشریف لائے تھے ان کی توجہ سے یہ مشکل کام انجام پایا۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

(روداد ۱۴۰۳ھ ص۶)

بیرونی طلبہ کیلئے کھانے کا مخصوص نظم

دوسرے ممالک سے آئے ہوئے طلبہ ایک مدت سے یہ چاہتے تھے

کہ ان کو علیحدہ اپنے کھانے کا نظم کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس سال مجلس شوریٰ نے ان کی درخواست قبول کرلی۔ مدرسہ سے ان کو اناج تیل مسالہ وغیرہ قیمت خرید پر دیا جاتا ہے برتن اور ایک مستقل کمرہ بھی دیدیا گیا ہے، اس مطبخ میں کوئی ہندوستانی طالب علم بھی شریک ہونا چاہے تو ہوسکتا ہے (اضافہ) خوراکی فیس بقدر خرچ لی جاتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ کی تشریف آوری

جامعہ میں علمی اور روحانی فضا قائم کرنے اور طلبہ میں علمی قابلیت اور کچھ روحانیت پیدا کرنے کیلئے ایسی شخصیتوں کو دعوت دی جاتی ہے جن کے فیض صحبت سے اساتذہ اور طلبہ میں ان کمالات کو حاصل کرنے کا شوق بیدار ہو، حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی مدظلہٗ اس سال جمادی الثانیہ سنہ ۱۴۰۱ھ میں تشریف لائے، گجرات کے مختلف مدارس اور گاؤں کا دورہ بھی فرمایا، جامعہ میں عصر کے بعد کی مجلس سے اساتذہ اور طلبہ نے خوب فائدہ اٹھایا۔ ۲۵ر جمادی الثانیہ مطابق ۳۰ر اپریل سنہ ۸۱ء کو رات میں قراءت کے پروگرام کے بعد جلسۂ عام بھی رکھا گیا جس سے بستی کے لوگ بھی لطف اندوز ہوئے۔

(روداد سنہ ۱۴۰۱ھ صہ ۶ و رجسٹر سرکلر)

حضرت مفتی صاحب کی آمد پر عجیب روحانی فضا قائم ہوجاتی ہے علمی تذکرے ذکر کے حلقے سے دلوں کی دنیا میں بہار آجاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو تادیر قائم رکھے۔

حادثات

وفات حافظ ابراہیم سلّو

حافظ مولوی ابراہیم سلو نا کھیلی مدرس حفظ نے ۷ صفر سنہ ۱۴۰۲ھ مطابق ۴ر دسمبر سنہ ۱۹۸۱ء کو کینسر کی بیماری میں

انتقال فرمایا۔ جامعہ ہی میں تعلیم حاصل کی تھی اور تقریباً بارہ سال سے جامعہ کی خدمت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات دینیہ قبول فرما کر رحمت خاص سے نوازے۔

اسی ماہ جامعہ کے ایک ملازم جناب اسماعیل منصوری نے بھی ۲۷ / صفر ۱۴۰۲ھ / ۲۴ دسمبر ۱۹۸۱ء کو انتقال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی بھی مغفرت فرمائے۔

وفات حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ کا اس سال کا سب سے بڑا صدمہ بقیۃ السلف حجۃ الخلف شیخ المشائخ برکۃ العصر حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ وفات ہے۔ آپ کی وفات سے جامعہ ایک عظیم محسن اور مربی سے محروم ہو گیا۔ یہ ناقابل تلافی واقعہ ۲۹ / رجب ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۴ / مئی ۱۹۸۲ء مدینہ منورہ میں پیش آیا۔

حضرت اقدس کی ہستی پورے عالم کیلئے برکت اور رحمت تھی۔ حضرت کی ولادت ۱۱ / رمضان ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۸ء کو کاندھلہ میں ہوئی۔ آپ کا خاندان صدیوں سے علم و عمل کا گہوارہ رہا ہے۔ بڑے بڑے عالم، ولی اور بزرگ اس زمین سے اٹھے ہیں جنھوں نے نہ صرف ہندوستان بلکہ ایک عالم کو اپنے فیض سے نوازا ہے۔ ایسے عالی خاندان میں آپ نے آنکھیں کھولیں۔ ۱۳۱۷ھ میں آپ اپنے والد بزرگوار مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی کے ساتھ گنگوہ تشریف لائے۔ وہاں قطب عالم عالم ربانی حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت و شفقت سے مالا مال ہوئے۔ حضرت اقدس کی وفات ۸ / جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ تک والد صاحب کے ساتھ گنگوہ رہے۔ اب عمر شریف ۱۲ برس کی ہو چکی تھی۔ حضرت گنگوہی کی وفات کے بعد تدریس کیلئے والد صاحب کا سہارنپور آنا ہوا۔ آپ بھی والد صاحب کے ساتھ سہارنپور تشریف لائے۔ والد صاحب نے تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ یہاں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی سہارنپوری کی شفقتیں اور محبتیں خوب خوب

نصیب ہوگئیں، والد صاحب کے انتقال (۱۰ر ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ کو ہوا) کے بعد پورے طور پر آپ حضرت مولانا خلیل احمدؒ کی تربیت اور سرپرستی میں آگئے۔ حضرت استاذ نے بھی آپ کو اپنا بیٹا جیسا بنالیا، رفتہ رفتہ اس تعلق میں اضافہ ہوتا گیا، بذل المجہود شرح ابو داؤد شریف کی تالیف میں آپ نے اپنے استاذ کے کام کو اپنا کام بنالیا، اور بھرپور مدد کی، استاذ کو بھی اپنے اس شاگرد پر پورا اعتماد ہوگیا، خلافت کی دولت سے نوازا، آپ نے اس خلافت کا حق اس طرح ادا کیا کہ عرب و عجم دونوں کو اپنے ارشادات، مکتوبات اور تصنیفات سے علمی و روحانی فیض پہنچایا، آپ کے علم و عمل سے ایسی روشنی پھیلی کہ ایک دنیا اس سے منور ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے [illegible] کو روحانیت کا مقام عطا فرمایا، لاکھوں انسانوں کو گمراہی کی ظلمت سے نکال کر نور ہدایت سے آشنا کیا، آپ کو ہر وقت پوری امت کا فکر رہتا خاص طور سے دینی اداروں سے قلبی تعلق تھا، ان کی کامیابی اور ترقی سے دلی خوشی ہوتا، جامعہ ڈابھیل سے خصوصی قلبی تعلق تھا، آپ کی دعائیں اور توجہات ہر وقت جامعہ کو حاصل رہیں آپ کے مشورہ سے رمضان المبارک میں جامعہ کی مسجد میں اعتکاف کا سلسلہ جاری ہوا، اور آپ کے اعتکاف سہارنپور کے طریقہ پر یہاں بھی نظم کیا جاتا ہے۔ آپ کی وفات سے جہاں تمام دینی اداروں کو نقصان پہنچا جامعہ ڈابھیل کو بھی ایک بہت بڑا نقصان لاحق ہوا، اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، اعلیٰ علیین میں اعلیٰ مقام نصیب کرے۔

(روداد ۱۴۰۲ھ صفحہ ۲، ۳)

۱۴۰۳ھ یہ سال بھی گزشتہ سالوں کی طرح تعلیمی مراحل طے کرتا ہوا اختتام پذیر ہوا۔

سالانہ جلسہ ۱۸ر شعبان ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۲ر مئی ۱۹۸۳ء بروز یکشنبہ جامعہ کی مسجد میں منعقد ہوا جس میں مولانا سید اسعد مدنی، مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری خلیفہ حضرت مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوری و حضرت شیخ الحدیث

مولانا زکریا کاندھلوی) حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی اور مناظر اسلام امیر شریعت اڑیسہ مولانا سید محمد اسماعیل کٹکی دامت برکاتہم جلوہ افروز تھے، جن کے مواعظ حسنہ سے حاضرین جلسہ خوب مستفید ہوئے۔

فارغین دارالافتاء سے سند افتاء حاصل کرنے والے چار ۴، دورۂ حدیث سے فارغ ہونے والے ستر ۷۰، حافظ قرآن اکتالیس ۴۱، ناظرہ قرآن ختم کرنے والے سات۔

مدرسین مولانا شوکت علی اعظمی مدرس حدیث شعبان ۱۴۰۳ھ سے الگ کئے گئے۔ قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری صدر شعبہ تجوید ۱۴۰۲ھ کے اخیر میں جامعہ سے الگ ہو کر دارالعلوم دیوبند میں مدرس ہو گئے تھے، لیکن پھر شوال ۱۴۰۳ھ سے جامعہ واپس آگئے، مولانا ولی اللہ آکھوڑی مدرس فارسی رمضان سے الگ ہوئے، مولانا واجد حسین صاحب مد ظلہ مدرس حدیث۔ مولوی موسیٰ پھولوی فارغ جامعہ قاری محمد حنیف نزولوی۔ قاری اسماعیل متالا سملکی قاری عبد الرحمن بزرگ سملکی درجہ تجوید میں شوال سے مدرس مقرر ہوئے، مولوی عباس داؤد بسم اللہ ڈابھیل معین المفتی بھی شوال سے مقرر ہوئے

سالانہ خرچ طلبہ کے قیام و طعام، بجلی، پانی، تنخواہ مدرسین و ملازمین پر نو لاکھ چھیاسٹھ ہزار سات سو پچاسی روپے، اور تعمیرات پر تین لاکھ چوالیس ہزار چھ سو روپے خرچ ہوئے (روداد ۱۴۰۳ھ صفحہ)

دارالافتاء جامعہ کے دارالافتاء سے اس سال سات سو چودہ سوالات کے جوابات دیئے گئے علاوہ ازیں قاری کے جوابات ماہنامہ تبلیغ (گجراتی) میں اشاعت کے لئے دیئے جاتے ہیں۔ اس سال دارالافتاء سے چار طلباء کو مفتی کی سند دی گئی ان کے نام یہ ہیں۔ (۱) مولوی اسماعیل ابراہیم بھانا سابرودی فاضل جامعہ (۲) مولوی یعقوب محمد مفتی افریقی فاضل جامعہ (۳) مولوی عباس داؤد بسم اللہ ڈابھیل فاضل جامعہ (۴) مولوی ارشد ابراہیم اودھا فاضل دارالعلوم کنتھاریہ بھروچ ان کا سالانہ امتحان حضرت مفتی محمود صاحب مد ظلہ کی نگرانی میں سہارنپور مظاہر العلوم میں ہوا جب تک مفتی صاحب دیوبند تھے وہاں بھیجا جاتا تھا اب جب کہ مفتی صاحب سہارنپور میں ہیں طلبہ کو

رہا [illegible]۔

شعبۂ تحریر و تقریر

اس سال طلبہ نے اپنا سالانہ اجلاس جمادی الاخریٰ کے اخیر میں منعقد کیا جس میں بطور مہمان خصوصی حضرت مولانا سید احمد ہاشمی ممبر پارلیمنٹ و سابق ناظم جمعیۃ العلماء ہند مدعو تھے آپ نے طلبہ کا پروگرام سننے کے بعد رجسٹر معاینہ میں اپنے اچھے تاثرات ظاہر فرمائے۔

گجرات کا تبلیغی اجتماع

یہ پورے صوبۂ گجرات کا اجتماع ۲۸، ۲۹، ۳۰ جنوری ۸۳ء مطابق ۱۳، ۱۴، ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ کو جامعہ کے ریتیلے میدان میں منعقد ہوا۔ جہاں سورت کے تبلیغی ذمہ داروں نے پنڈال نصب کیا تھا، زمین ہموار کرنے میں جامعہ نے پورا تعاون کیا۔ مشورہ جامعہ کے دارالطعام (ڈائننگ ہال) میں ہوتا تھا جس میں صوبہ گجرات اور بمبئی کے تبلیغی ذمہ دار حضرات دوسرے صوبوں کے مخصوص ذمہ داروں کے ساتھ مشغول مشورہ رہا کرتے تھے۔ اس فکر کے ساتھ کہ اصلاح و عمل کی یہ دعوت کس طرح ایک ایک مسلمان تک پہونچ جائے۔ نظام الدین دہلی سے مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی دامت برکاتہم تشریف لائے تھے۔ اجتماع قابل دید تھا دو دن تک یہ روح پرور منظر ایمان و عمل میں تازگی اور زیادتی کا سبب بنا رہا تقریباً سو جماعتیں اللہ کے راستہ میں نکلیں ڈابھیل جیسی چھوٹی سی بستی سے بھی ستر اسّی افراد اللہ کے راستہ میں چالیس دن کیلئے نکلے۔

ایک دو روز قبل ہی سے اساتذہ اور طلبہ بھی اجتماع کی محنت میں لگ گئے تھے اجتماع کو کامیاب بنانے کیلئے اساتذہ اور طلبہ نے بھی بڑے شوق و ذوق اور ولولہ اور جوش کے ساتھ کام کیا۔ پہلے ہی مشورہ کے ذریعہ کام کو تقسیم کر دیا گیا تھا۔ مخصوصین کو کھانا کھلانے پر اساتذہ اور طلبہ ہی مامور تھے۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی مدظلہ، مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری مدظلہ[1] بھی اجتماع میں شرکت کیلئے تشریف لائے تھے، اور گجرات کے تبلیغی کام کے سب سے بڑے ذمہ دار محترم جناب قاضی عبد الوہاب صاحب مدظلہ اور دیگر ذمہ داران تبلیغ نے

---

[1] افسوس کہ آپ راہی ملک بقا ہو گئے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

آپ نے نظم وضبط اور ڈسپلن کی تعریف کی اور مسرت کا اظہار کیا، اللہ تعالیٰ اہل علم بالخصوص طلبہ کو اس کام کی طرف خصوصی توجہ کی توفیق عطا فرما کر امت میں ہدایت کو عام فرمائیں، اور ان کے ذریعہ علماء اور عوام میں مضبوط رشتہ قائم فرمائیں۔

حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہ کا دورۂ گجرات

یہ بات ایک امر مسلّم ہے کہ بزرگوں اور اصحاب دل کی صحبت سے قلب میں نورانیت اور ایمان میں جلاء پیدا ہوتا ہے۔ اصحاب علم کی صحبت علمی ذوق کو مہمیز کا کام دیتی ہے اسی مقصد کے پیش نظر جامعہ کی یہ کوشش رہتی ہے کہ علماء وصلحاء بار بار تشریف لاتے رہیں تاکہ جامعہ میں روحانیت کی فضاء زندہ اور ترقی پذیر رہے بزرگوں کی توجہ اور دعا سے ہر طرح کے ہنگاموں اور فتنوں سے حفاظت رہے۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ جو حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں ہیں اور علم ظاہری و باطنی کا ایک بہترین مجموعہ ہیں ان سے یہ درخواست کی گئی کہ وہ ہر سال جامعہ میں پندرہ / بیس یوم کیلئے تشریف لائیں تاکہ جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ استفادہ کریں اور قرب وجوار کے مدارس عربیہ بھی آپ کے فیض سے مستفید ہو سکیں۔ چنانچہ حضرت موصوف نے اس درخواست کو قبول فرمالیا اور تین سال سے برابر تشریف لاکر اپنے فیوض و برکات سے جامعہ کی فضاء کو منور و معطر فرماتے ہیں۔ اساتذہ اور طلبہ بڑے شوق سے حضرت کی مجالس میں حاضری دیتے ہیں۔ آپ کے اس دورہ سے جنوبی گجرات کے مدارس بھی مستفیض ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے سایۂ عاطفت کو جامعہ پر تادیر قائم رکھے۔ آمین۔

حضرت کی تشریف آوری اجتماع سے کچھ دن قبل ماہ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ میں ہوئی تھی۔ جدید دار الطلبہ جس کا سنگ بنیاد آپ نے رکھا تھا اس کے افتتاح میں بھی آپ شریک ہوئے۔

جدید دار الطلبہ کا افتتاح

درجہ حفظ کے طلبہ کے قیام کیلئے جو عمارت زیر تعمیر تھی اس سال بحمدہ تعالیٰ مکمل ہوئی۔ تبلیغی اجتماع

[illegible]

[illegible]

کے بروج پرور موقعہ پر اس کا افتتاح ہوا، حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری، مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی کی زیارت بابرکات سے نیز دیگر اکابر علماء و تبلیغی ارکان نے اس عمارت کے ایک گوشے میں دعائیں کیں، اللہ تعالیٰ اس کی تعمیر میں حصہ لینے والوں کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ ان کے ایمان اور جان و مال میں برکت عطا فرمائے۔ انشاء اللہ آئندہ تعلیمی سال شوال سے اس میں حدیث مقدسہ کی پڑھائی شروع ہو جائے گی۔ دارالاساتذہ اور کتب خانہ کیلئے بھی فکر جاری ہے دعا فرمائیں۔ (روداد ۱۴۰۳ھ ص) ۔

مسلسلات کا ختم

اس سال مفتی صاحب مدظلہ نے اپنے قیام ڈابھیل کے دوران جمعہ ۲۴ ربیع الثانی سنہ ۱۴۰۳ھ ۱۱ فروری سنہ ۸۳ء کو مسلسلات ختم کرائی جس میں جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ کے ساتھ جنوبی گجرات کے دیگر مدارس عربیہ کے طلبہ حدیث نے بھی شرکت کی، اللہ تعالیٰ آئندہ بھی اس سلسلہ کو جاری رکھے۔

(ایضاً)

دیگر اعیان و اکابر کی تشریف آوری

تبلیغی اجتماع اور سالانہ جلسوں کے مواقع پر جن اکابر کی آمد کا ذکر ہوا ان کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات نے بھی جامعہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم کا شرف بخشا۔

مولانا وحید الزماں صاحب کیرانوی مدظلہ ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند، مشہور واعظ خوش بیان حضرت مولانا قاری عبدالحمید ندیم صاحب پاکستانی مدظلہ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب مدظلہ مولانا شیخ محمود صاحب گوکنی مدظلہ (قدیم فاضل جامعہ تلمیذ حضرت انور شاہ کشمیری) مولانا عبدالقدوس رومی مفتی آگرہ (سابق استاذ جامعہ) ۔

صوبہ اترپردیش کے اقلیتی کمیشن کا ایک وفد صدر کمیشن جناب آصف پاشا کی قیادت میں جامعہ پہونچا اس وفد کے ساتھ گجرات اقلیتی کمیشن کے صدر جناب عبدالرؤف

ولی اللہ صاحب اور دیگر ارکان مثلاً جناب ارشاد مرزا اور نائب وزیر لنگست جناب
محمد حسین بلوچ صاحبان بھی تھے۔ یہ تمام حضرات جامعہ دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے۔ جامعہ
کے قدیم فیض یافتہ صوبہ گجرات کے نائب وزیر مملکت جناب مولوی محمد سورتی صاحب
بھی جامعہ تشریف لائے۔ طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے کچھ سیاسی مشورے بھی دیئے۔

نقول معاینہ جات

نقل معائنہ اقلیتی کمیشن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں اور میرے ساتھی ممبر اقلیتی کمیشن آندھرا پردیش کو اس ادارہ کی دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ہم سب کو اس ادارہ کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور ہماری دعائیں ہیں کہ یہ ادارہ اور ترقی کرے، ہندوستان میں اس قسم کے ادارے بہت ضروری کیونکہ مسلمانوں کی مذہبی تعلیم ان اداروں کے توسط سے ہی ہے۔ میری دعا ہے کہ یہ ادارہ بہت پھولے پھلے۔

آصف پاشا صدر اقلیتی کمیشن آندھرا پردیش

۳۱/۷/۸۲ء

نقل معاینہ مولانا محمد سورتی صاحب

نائب وزیر مملکت گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج مورخہ ۲/ اگست سنہ ۸۲ء بروز سنیچر شام کے وقت اپنے مادر علمی جامعہ

ت اسلامیہ ڈابھیل سملک کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا، برسوں کے بعد پرانی یادیں تازہ ہو گئیں اپنے اساتذہ سے ملاقات کا موقع ملا۔ جامعہ ڈابھیل اپنی پرانی روایات اور خصوصیات کا حامل ہے۔ اور اس نے اپنی پرانی تاریخی خصوصیت کو برقرار ہی نہیں رکھا بلکہ ان قدروں کو آگے بڑھانے کی سعی کی ہے۔ میری دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس گلشن نبوی کو اور مزید ترقی عطا کرے اور یہاں سے دین وملت کے ماہر کے ساتھ ساتھ قوم و ملت کے رہبر بھی پیدا ہوں۔ فقط

بندہ محمد سرورقی غفرلہ

نقل معائنہ

مولانا محمد اسماعیل صاحب کٹکی مدظلہ

امیر شریعت اڑیسہ وصدر جمعیۃ العلماء اڑیسہ

الحمد للہ علی احسانہ والصلاۃ والسلام علی خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ۔ امابعد! جمعیۃ العلماء ہند کے چوبیسویں سالانہ اجلاس کے موقع پر بمبئی آنا ہوا۔ بہت دیرینہ تمنا تھی کہ ڈابھیل کے جامعہ کو دیکھوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب احقر شرح جامی وغیرہ پڑھ رہا تھا اسی زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کا ایک جزو اہم اس سے جدا ہو کر ڈابھیل پہنچا تھا وہ وقت آج بھی اچھی طرح یاد ہے جب کہ اسپیشل ٹرین میں سوار ہو کر دارالعلوم کے اساتذہ کرام جن میں بحرالعلوم حضرت انورشاہ کشمیری اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی جیسے اساتذہ کرام رحمہم اللہ اجمعین ڈابھیل کے لیے چل پڑے۔

اس وقت احقر اگرچہ بہت چھوٹی عمر کا تھا مگر خیال یہ تھا کہ دارالعلوم اب ختم ہو گیا خداوند قدوس کی حکمتوں کو بھلا کون جان سکتا ہے۔ اس کو منظور تھا کہ ایک ثانی

دارالعلوم مغرب میں قائم ہو جہاں عموماً مسلمان اوہام پرستی اور شرک و بدعات میں مبتلا ہیں اور وہ علاقہ سنت کی روشنی سے عموماً محروم ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آخر حکیم الامت حضرت تھانوی نے حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کو ڈھاکہ سے ان کی تمام شرائط کو تسلیم کرکے بلوایا کہ دارالعلوم کی مسند شیخ الحدیثی کو زینت بخشے چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شیخ الحدیثی کے ایام میں دارالعلوم نے بہمہ وجوہ ایسی ترقی کی کہ اس کی نظیر پہلے نہیں تھی۔

خلاصہ یہ کہ ان ہی وجوہات کی بناء پر جامعہ ڈابھیل کو دیکھنے کی ایک دیرینہ خواہش تھی جو آج پوری ہوئی اس ناکارہ کے ذہن میں عربی مدارس اور اس کے طلباء کے سلسلہ میں شروع سے ایک ذہنی خاکہ رہا ہے مگر اس تخیل کو کسی جگہ بھی موجود نہ پاکر ایک مایوسی تھی اور سمجھ رہا تھا کہ شاید یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا، مگر میری خوش نصیبی پر مجھے ناز ہے کہ صد شکر کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے میری تمناؤں کو عملی شکل میں جامعہ ڈابھیل میں دکھلا دیا یہاں کی تعلیم و تربیت نظم و ضبط، تلاوت و جماعت قیام و طعام کا انتظام اساتذہ کی شفقت اور طلباء کی عقیدت کہاں تک بیان کروں

ے ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

اس کو دیکھنے کے بعد دل باغ باغ ہو گیا اور بے ساختہ حضرت مولانا محمد سعید بزرگ صاحب مہتمم مدرسہ کی عملی قابلیت کو نہ صرف داد دیا بلکہ خداوند قدوس سے عاجزانہ ایک سیوک کی یہ دعا ہے کہ رب العزت ان کے سایہ کو اس ادارہ پر تادیر قائم رکھے اور ان کو شفائے کلی عطا فرمائے کہ وہ مزید تندہی سے اس ادارہ کو چار چاند لگا سکیں۔

وما ہو علی اللہ بعزیز۔ فقط والسلام۔

ناکارۂ خلائق احقر محمد اسماعیل عفی عنہ
صدر جمعیۃ العلماء و امیر شریعت اڑیسہ
مورخہ ۱۹ر جنوری سنہ ۱۹۵۳ء

نقل معاینہ

عارف باللہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی

دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

احقر کو اس سے پہلے بھی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ہے یہ اپنی خوش نصیبی ہے کہ دوبارہ حاضری کا شرف ملا یہ جامعہ اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے ملک اور بیرون ملک میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ گجرات کے اکثر مدارس اسی جامعہ کی دین ہیں۔

اس جامعہ سے نکلنے والے طلبہ دنیا کے گوشے گوشے میں دینی خدمت انجام دے رہے ہیں، حضرت اقدس استاذ محترم مفتی محمود حسن صاحب نے جامعہ کا آنکھوں دیکھا حال اپنے معاینہ میں تحریر فرمایا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس جامعہ کو دیکھ کر دینی مدارس کے اراکین کو سبق لینا چاہئے۔

اللہ تبارک اس ادارہ کو اور تمام دینی اداروں کو وہاں رہنے والے طلبہ اور اساتذہ کو ہر قسم کے شرور و فتن سے محفوظ فرمائے۔

احقر صدیق احمد عفی عنہ
خادم جامعہ عربیہ ہتھورا
ضلع باندہ، یوپی

نقل معائنہ

سید مولانا عبدالمجید ندیم صاحب

ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ حقوق اہل سنت و جماعت پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بحمدہ تعالیٰ زندگی کے حسین موڑ پر آ گئی کہ آج بتاریخ ۱۴/۳/۸۲ء کو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی جلوہ ریزیوں کا نظارہ کر رہا ہوں، اس کی درسگاہیں دیکھنے کی سعادت ہوئی جن میں محدث عصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری، محقق دوراں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، زین العلماء سید محمد یوسف بنوری اور بادشاہ اقلیم حکمت حضرت مولانا بدر عالم نور اللہ مرقدہم مسند تدریس پر قرآن و حدیث کے رموز و معانی سمجھایا کرتے تھے جن کے نقوش پا کی تازگی و تابانی آج بھی عیاں ہے۔ حضرت مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ (مہتمم جامعہ) جو انہی اسلاف کی علمی و عملی یادوں کے امین ہیں کے ساتھ چند لمحات گذارنے کا شرف حاصل ہوا جو میری زندگی کا متاع عزیز ہیں۔

حضرت موصوف کی باتوں میں شیخ بنوری کی بیکراں شفقت کا رنگ نمایاں پایا۔ بعد عشاء جامعہ کی مسجد میں ایک نہایت باوقار جلسہ سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ قرآن و انسانیت کے موضوع پر اظہار خیال کیا حق تعالیٰ کے حضور کس زبان سے شکر بجا لاؤں کہ اس نے مجھے محض اپنے لطف و کرم سے اس مخزن علم و حکمت کے مشاہدہ کی سعادت سے نوازا اللہ تعالیٰ اس گلشن کو ہمیشہ آباد رکھے اور اس کی مہک سے عالم اسلام معطر ہو۔ آمین ثم آمین

دعاگو سید عبدالمجید ندیم

دار ورود جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ۱۴/۳/۸۲ء

حادثات

وفات حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب

رحمۃ اللہ علیہ

۶ رشوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۷ رجولائی ۱۹۸۳ء یوم دوشنبہ کو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب طاب اللہ ثراہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کا حادثہ وفات پیش آیا، آپ حضرت نانوتویؒ کے پوتے مہتمم دارالعلوم دیوبند حافظ محمد احمد صاحبؒ کے فرزند ارجمند، حضرت شیخ الہندؒ کے مرید باصفا، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ علامہ کشمیریؒ کے تلمیذ رشید، دارالعلوم دیوبند کے اٹھاون سالہ خادم، کاروانِ علم و فضل کے سالار، میدانِ خطابت کے شہسوار، مسلک دیوبند کے بہترین ترجمان تھے آپ تقریباً سو کتابوں کے مصنف بھی تھے، آپ کی وفات پورے عالم اسلام اور خصوصاً جماعت دیوبند کیلئے ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے، آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کئی بار تشریف لائے تھے، اس جامعہ کو "دارالعلوم ثانی" کے نام سے موسوم فرماتے، آپ نے یہاں مسلسلات کا درس بھی دیا تھا۔ عوام و خواص کو خطاب بھی کیا تھا، اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات دینیہ کو قبول فرما کر جنت میں بلند مقام عطا کرے۔

وفات مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

دوسرا حادثہ جو اسی سنہ کے لگ بھگ پیش آیا وہ مولانا شمس الحق افغانیؒ سابق استاذ

وشیخ الحدیث جامعہ ڈابھیل کا واقعۂ رحلت ہے۔ آپ ضلع پشاور صوبہ سرحد پاکستان کے ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے علماء سرحد و افغانستان سے فنون کی تکمیل کے بعد دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا۔ علامہ کشمیری وغیرہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ آپ نے شدھی تحریک کے خلاف دارالعلوم کے پچاس مبلغین کی قیادت کرتے ہوئے بڑا کام کیا تھا، آریوں کو مناظروں میں شکست فاش دی۔ اس تبلیغی کوشش سے ہزاروں مسلمانوں کو ارتداد سے بچالیا، آپ صوبہ قلات کے وزیر تعلیم بھی رہے۔ اس شعبہ میں بھی آپ کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔ "معین القضاۃ و المفتیین" بزبان عربی آپ کی مشہور تصنیف ہے جس نے عرب و عجم کے علماء سے خراج تحسین حاصل کی، جامعہ ڈابھیل میں دو سال سنہ ۱۳۶۷ھ سے سنہ ۱۳۶۹ھ تک شیخ الحدیث رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مغفرت و رحمت سے نواز کر اعلیٰ مقام نصیب کرے۔

سنہ ۱۴۰۳ھ

۱۲؍شوال سنہ ۱۴۰۳ھ سے مدرسہ کھلا اور ۱۵؍شوال سنہ ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۶؍جولائی سنہ ۱۹۸۳ء سے تمام درجات کی تعلیم شروع ہوگئی۔ طلبہ کی مجموعی تعداد پانچ سو گیارہ تھی۔

سالانہ جلسہ

حسب دستور تعلیم جاری رہ کر ۸؍شعبان سنہ ۱۴۰۴ھ کو سالانہ امتحان ختم ہوا، سالانہ جلسہ ۱۱؍شعبان سنہ ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۳؍مئی سنہ ۱۹۸۴ء کو زیر صدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی منعقد ہوا، جس میں مہمانان خصوصی حضرت مولانا معین الدین صاحب مدظلہم شیخ الحدیث مدرسہ امدادیہ مرادآباد، حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ صدر جمعیۃ العلماء ہند اور حضرت مولانا غلام حبیب صاحب نقشبندی مدظلہ (پاکستان) نے شرکت فرمائی اور اپنے مواعظ سے حاضرین کو استفادہ کا موقع عنایت فرمایا، نیز فضلاء کی دستار بندی فرمائی۔

فارغین

افتاء کی سند حاصل کرنے والے دو، عالم یا فضیلت کی سند حاصل کرنے والے تئیس، حفظ قرآن ختم کرنے والے انتیس ۲۹، ناظرہ ختم کرنے والے اڑتیس، قراءت سبعہ کی تکمیل کرنے والے آٹھ، اور حفص کی تکمیل کرنے والے بھی آٹھ۔

مدرسین

۲ شوال ۱۳۹۴ھ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی راہی ملک بقا ہوئے، ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ سے ادارتاً مولانا اکرم علی صاحب بھاگلپوری مدظلہ شیخ الحدیث کے منصب پر مقرر ہوئے۔

سالانہ خرچ

قیام و طعام، روشنی، پانی وغیرہ کو دس لاکھ اکیاون ہزار دو سو تہتر (۱۰،۵۱،۲۷۳) روپے اور تعمیر و مرمت پر چار لاکھ چالیس ہزار (۴،۴۰،۰۰۰) روپے خرچ ہوئے۔

لجنۃ القراء کا سالانہ جلسہ

شعبۂ تجوید کی انجمن "لجنۃ القراء" کا سالانہ جلسہ زیر صدارت حضرت مولانا قاری امیر علی صاحب مدظلہ (ناظم تعلیمات و صدر شعبۂ تجوید مدرسہ حیات العلوم مرادآباد) رجب ۱۳۹۴ھ میں منعقد ہوا جس میں حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہ نے بھی شرکت فرمائی۔

شعبۂ تحریر و تقریر کا سالانہ جلسہ

انجمن جمعیۃ الطلبہ کا سالانہ جلسہ بھی رجب ۱۳۹۴ھ میں منعقد ہوا جس میں مختلف موضوعات پر طلبہ نے تقریریں کیں، اس جلسہ میں حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم اور محترم مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی ازہری زید مجدہم (استاذ الادب ندوۃ العلماء لکھنؤ) اور محترم مولانا عبد اللہ صاحب مدظلہم مہتمم دار العلوم فلاح دارین ترکیسر نے شرکت فرمائی۔

فتاویٰ

اس سال جامعہ کے دار الافتاء سے سات سو چون (۷۵۴) سوالات کے جوابات دئے گئے، مولوی بشیر احمد دیولوی اور مولوی الیاس احمد دیولوی فضلاء جامعہ نے دار الافتاء سے سند افتاء حاصل کی۔

تعمیرات قدیم دارالاقامہ (مغربی جانب کی سفالہ پوش بارک) اس سال توڑ دی گئی، جس سے جامعہ کا درمیانی صحن مزید وسیع ہوگیا۔ دارالاقامہ کے ملبہ سے ایک جدید دارالاساتذہ مدرسہ کی زمین کے مغربی حصہ میں بنگلے کے پیچھے زیر تعمیر ہے۔ اکثر کام ہوچکا ہے، اس میں بارہ اساتذہ اہل وعیال کے ساتھ رہ سکیں گے۔

اعیان واکابر کی تشریف آوری سالانہ جلسہ کے موقع پر جو اکابر تشریف لائے تھے ان کے علاوہ حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری مدظلہ، حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی مدظلہ، حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی مدظلہ، حضرت مولانا وحید الزماں صاحب کیرانوی مدظلہ، مولانا اکرام علی صاحب بھاگلپوری (شیخ الحدیث جامعہ مفتاح العلوم مئو) نے درمیان سال میں اپنے ورود مسعود سے جامعہ کو نوازا، جامعہ کی ترقیات سے خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔

جامعہ کی جنوبی افریقہ کمیٹی کے صدر جناب الحاج موسیٰ بڈھانیہ صاحب اور اس کے فعال رکن الحاج ابراہیم باکرا صاحب بھی تشریف لائے تھے جو جامعہ دیکھ کر مسرور ہوئے۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحب مدظلہ نے اس سال بھی اپنے دورہ سے نوازا، ایک ماہ کے قریب قیام رہا، جنوبی مدارس کا دورہ بھی فرمایا، اساتذہ اور طلبہ نے خوب استفادہ کیا۔ جزاہ اللہ خیراً۔

وفیات

وفات مولانا مفتی ابراہیم سنجالوی

مولانا ابراہیم سنجالوی جامعہ کے اولین فضلاء میں تھے سنہ ۴۲ھ میں فراغت کے فوراً بعد افریقہ چلے گئے تھے وہاں علماء کے سرخیل سمجھے جاتے تھے، اخیر تک افتاء کی خدمت انجام دیتے رہے لوگوں کو آپ کے فتاویٰ پر کافی اعتماد تھا، وہاں علم کی اشاعت کا بھی بڑا کام کیا، آپ کی وفات سے جنوبی افریقہ میں کافی خلاء پیدا ہوگیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرماکر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

وفات مولانا اسماعیل گارڈی

آپ بھی جامعہ کے قدیم فاضل تھے سنہ ۴۲ھ میں فارغ ہوئے، سالانہ امتحان میں اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوئے، علمی استعداد بہت اچھی تھی، آپ کے والد صاحب جناب حاجی یوسف گارڈی نے جامعہ کے ابتدائی دور میں جامعہ کی ترقی میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا جس کی تفصیل اس تاریخ کے شروع میں گذر چکی ہے آپ نے بھی اس سلسلہ میں جامعہ کو فراموش نہیں کیا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرماکر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

وفات حاجی احمد منگیرا صاحب

جامعہ کے خصوصی معاون و محسن جناب حاجی احمد منگیرا صاحب ڈابھیل کی وفات سے بھی جامعہ کو صدمہ پہنچا ہے، مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے، طبیعت میں یکسوئی، مزاج میں سخاوت تھی، جامعہ کے بڑے خیر خواہ تھے، غریب طلبہ کی موقعہ بموقعہ مختلف قسم کی امداد کرتے رہتے تھے۔ آخری عمر میں جنوبی افریقہ اپنے صاحبزادوں کے پاس چلے گئے تھے وہیں انتقال ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرماکر جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

یہاں تک سنہ وار جامعہ کے حالات مکمل ہوئے۔

فضل الرحمٰن اعظمی
محرم ۱۴۰۹ھ

مجلس علمی ڈابھیل

علماء دیوبند کا قافلہ جب ڈابھیل پہنچا تو اس کے ساتھ علمی و تحقیقی ذوق، علم کی اشاعت کا شوق بھی یہاں منتقل ہوا، چنانچہ علامہ انور شاہ کشمیری اور مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کے زیر سرپرستی ایک مجلس علمی جامعہ کے احاطہ میں قائم ہوئی، جس کے ارکان بیشتر جامعہ کے اساتذہ ہی تھے۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مطابق اکتوبر ۱۹۳۲ء میں مجلس وجود میں آئی، اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ کتب دینیہ جو اب تک منصۂ شہود پر نہیں آسکی ہیں یا گوشۂ خمول میں پڑی ہوئی ہیں ان کی اشاعت کی جائے۔ حسن اتفاق سے مالی تعاون کیلئے اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد بن موسیٰ سملکی ثم افریقی کو اس مجلس سے منسلک کر دیا، بلکہ یہ مجلس اور اس کی ساری خدمات آں موصوف ہی کی سخاوت اور کشادہ دلی کا زندہ ثبوت ہیں، آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے کر علامہ کشمیری وغیرہ سے تلمذ کا شرف حاصل کیا، پھر شاہ صاحب کی خدمت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ اس قافلہ علمی کے یہاں لانے میں آپ اور آپ کے والد صاحب کا بڑا حصہ رہا ہے جیسا کہ تاریخ کے ابتدائی احوال سے معلوم ہوا، مولانا محمد بن موسیٰ میاں کو شاہ صاحب سے شیفتگی کے درجہ کی عقیدت تھی، شاہ صاحب کے منشاء اور خواہش کو پورا کرنا اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔ آخر تک شاہ صاحب کی ایسی خدمت کی کہ شاید و باید۔ بلکہ شاہ صاحب کے وصال کے بعد ان کی اولاد کی خدمت بھی برابر کرتے رہے۔

اس لئے یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ مجلس علمی شاہ صاحب کے ہی علمی آثار کی ایک تابندہ یادگار ہے اس مجلس کے ذریعہ دیگر اہم تصنیفات کے ساتھ علامہ کشمیری کی تالیفات کی خوب اشاعت ہوئی، اس کا دفتر جامعہ کے احاطہ میں قائم تھا، علامہ کشمیری کے داماد مولانا سید احمد رضا بجنوری مدظلہٗ اس کے ناظم تھے کئی سال تک یہاں مقیم رہے، جامعہ میں کچھ اسباق بھی اکثر پڑھایا کرتے تھے، مولانا محمد یوسف بنوری بھی تدریس کے ساتھ مجلس علمی کا کام کرتے تھے، شوال ۱۳۵۶ھ میں یہ دونوں حضرات مجلس علمی کی طرف سے حج کرتے ہوئے قاہرہ پہنچے جہاں ایک سال سے زیادہ قیام رہا ۵۸ھ میں واپسی ہوئی، مصر کے زمانۂ قیام میں مولانا بنوری نے عربی مجلات میں مقالات لکھ کر علمائے ہند اور ان کی خدمات جلیلہ کا تعارف کرایا، فیض الباری اور نصب الرایہ کی طباعت کا کام انجام پایا۔

۱۳۵۶ھ میں مولانا محمد یوسف کاملپوری یہاں مجلس علمی کے رکن کی حیثیت سے قیام پذیر تھے، مقالات کی جماعت کی و انشاء ان کے سپرد تھی، آپ بھی زبردست ادیب تھے، مولانا احمد بزرگ مہتمم جامعہ کے سفر افریقہ سے واپسی پر خیر مقدمی قصیدہ عربی میں لکھا تھا، مولانا سراج احمد صاحب رشیدیؒ کے وصال پر مرثیہ بھی لکھا تھا، اس تاریخ کے اخیر میں یہ تمام اشعار دیکھے جا سکتے ہیں، شاہ صاحب کا مرثیہ اور آپ پر ایک مقالہ بھی لکھا تھا:

(ملاحظہ ہو نفحۃ العنبر صفحہ ۲۱۲ و صفحہ ۲۱۵)

۵۲ھ اور ۵۳ھ میں مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ نے مجلس علمی کیلئے علامہ کشمیری کی تقاریر بخاری کو بہت ہی جانفشانی سے مرتب کیا، تدریس کا کام صرف نصف وقت میں کرتے تھے اور نصف تنخواہ بھی لیتے تھے۔

ادھر آخر میں محدث جلیل مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی دامت برکاتہم کی تصحیح و تعلیق سے مسند حمیدی دو جلدوں میں اور مصنف عبدالرزاق گیارہ جلدوں میں اور سنن سعید بن منصور کا کچھ حصہ دو جلدوں میں شائع کر کے مجلس علمی ڈابھیل نے

علامہ کشمیری کی دیرینہ دلی تمنا پوری کردی۔ عظیم الشان علمی خدمت انجام دی اور دنیا کے اہم علمی اداروں میں اپنا مقام پیدا کرلیا۔ مجلس علمی ڈابھیل کی مطبوعات کی ایک فہرست مختصر تعارف کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

۱۔ نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ

چار ضخیم جلدوں میں ۱۳۵۷ھ میں شائع ہوئی اس کی تصحیح اور تعلیق کا کام مجلس علمی نے مولانا عبدالعزیز پنجابی سہالوی سے کرایا جو "اطراف البخاری" کے مصنف ہیں شاہ صاحب ان کے علم پر اعتماد کرتے تھے۔ مگر ان سے یہ کام صرف کتاب الحج تک ہو سکا۔ بعد میں یہ کام مولانا محمد یوسف کامل پوری از فضلاء جامعہ نے مکمل کیا۔ اس کی تفصیل مقدمہ نصب الرایہ ص ۲۱ و ۲۲ میں ملاحظہ ہو۔

کتاب کے شروع میں مولانا محمد یوسف بنوری کے قلم سے مقدمہ بھی ہے جس میں نصب الرایہ کا اختصاص، محدث زیلعی کا علمی مقام اور صاحب ہدایہ کا تذکرہ اور شروح وحواشی کا تعارف دیا ہے۔ پھر علامہ محقق محمد زاہد الکوثری کے قلم سے بہت ہی قیمتی معلومات پر مشتمل مقدمہ بھی شامل اشاعت کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب پچاس سال کے بعد دیدہ زیب ہو کر منظر عام پر آئی۔

۲۔ فیض الباری تقریر بخاری علامہ کشمیری

یہ بھی چار جلدوں میں علامہ کشمیری رحمہ جیسے بحر العلوم کی تقاریر بخاری کا ایک مجموعہ ہے۔ مرتب تقریر مولانا بدر عالم میرٹھی کے قلم سے اس کا حاشیہ "البدر الساری" اس کی زینت کو دوبالا کر رہا ہے۔ یہ مجموعہ بڑے بڑے محدثین اور محققین کی طرف سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔ اور مجلس علمی نے اس نادر ذخیرہ کو شائع کر کے شاہ صاحب کے علوم سے استفادہ کو پورے عالم کے لئے عام کر دیا ہے۔ شروع میں مرتب تقریر مولانا میرٹھی اور مولانا محمد یوسف بنوری کے قلم سے مقدمہ بھی شامل ہے۔

۳۔ مشکلات القرآن

علامہ کشمیری نے قرآن کی آیات سے متعلق جو نادر نکات اور تحقیقات اپنی بیاضوں میں تحریر فرمائی تھیں۔ ان کی

سے یہ کتاب تیار ہوئی۔ مولانا سید احمد رضا بجنوری مدظلہ کی مجلس علمی قائم ہونے کے بعد علامہ کی حیات میں اس کی تبییض کرتے، کتب تفسیر سے اس کے حوالے نکالتے اور علامہ کو دکھاتے تھے۔ یہ کام ابھی مکمل نہیں ہوا تھا کہ علامہ کشمیری نے دوسرے رسائل لکھنے شروع کر دئے اور مولانا بجنوری ان کی تبییض میں مشغول ہو گئے اس لئے یہ کام ملتوی ہو گیا اور پھر شاہ صاحب کا وصال بھی ہو گیا۔ ۱۳۵۶ھ میں شاہ صاحب کے انتقال کے چار سال بعد ان کی پرانی حواشی سے یہ کتاب تیار کر کے لیتھو پر چھاپ کر شائع ہوا۔ [illegible] میں مولانا یوسف بنوری مدرس جامعہ و رکن خاص مجلس علمی کے قلم سے "یتیمۃ البیان" کے نام سے بہت ہی مفید نفیس تعلیق و بلیغ عربی زبان میں ایک مقدمہ بھی ہے۔ یہ کتاب دوبارہ بھی مجلس علمی نے ٹائپ سے شائع کر دی ہے۔

۴۔ اکفار الملحدین

کسی کی تکفیر کے متعلق شرعی ضابطہ کی تحقیق و تنقیح کی گئی ہے۔ یہ مسئلہ بہت سے علماء کے نزدیک بھی واضح نہیں تھا۔ اس لئے قادیانیوں کی تکفیر میں ان کو تامل تھا۔ شاہ صاحب نے یہ بات علماء اور محققین کے کلام سے ثابت کر دی کہ ضروریات دین میں سے کسی امر ضروری کا منکر کافر ہے۔ علماء کی عبارتیں ہی اس پر مشتمل ہیں۔ اپنے موضوع پر بے نظیر کتاب ہے۔ ۱۳۴۲ھ سے قبل یہ کتاب تیار ہو گئی تھی۔ بڑے بڑے علماء نے اس پر تقریظات لکھیں۔ حضرت شاہ صاحب کی نظر ثانی کے بعد مجلس علمی ڈابھیل نے ۱۳۵۰ھ میں اس کو دوبارہ شائع کیا۔

۵۔ نیل الفرقدین

رفع یدین کے مسئلہ پر بہت منصفانہ کلام ہے۔ صرف ایک مہینہ کے قریب مدت میں شاہ صاحب نے قیام ڈابھیل کے زمانہ میں ۱۳۵۰ھ میں یہ رسالہ مرتب فرمایا اور اسی سال مجلس علمی نے شائع کیا۔

۶۔ بسط الیدین

یہ نیل الفرقدین پر تعلیق ہے جو شاہ صاحب نے ۱۳۵۱ھ میں نیل الفرقدین کے حاشیہ پر تحریر فرمائی تھی۔ مجلس علمی نے اس کو رسالہ کی شکل میں اسی سال شائع کر دیا۔

۷۔ عقیدۃ الاسلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور آخر زمانہ میں نزول من السماء کے عقیدہ کو قرآن، حدیث، آثار صحابہ اور اقوال علماء سے شاہ صاحب نے اس طرح ثابت فرمایا کہ انکار کی گنجائش باقی نہیں رکھی۔ یہ کتاب سنہ ۱۳۴۲ھ میں لکھی گئی تھی۔ سنہ [illegible]ھ میں شائع بھی ہو چکی تھی۔ دوبارہ سنہ [illegible]ھ میں کراچی پاکستان سے شائع ہوئی جس پر مولانا محمد یوسف بنوری کا وقیع مقدمہ بھی ہے۔

۸۔ تحیۃ الاسلام

عقیدۃ الاسلام کا حاشیہ ہے جس میں قرآن کی بلاغت و اعجاز اور توفّی کے معنی پر تفصیلی بحث ہے۔ رسالہ کے آخر میں ایک چھوٹا رسالہ "ایناس باثبات انباء سام" حضرت الیاس علیہ السلام سے متعلق ہے۔ یہ تحیۃ الاسلام رسالہ سنہ ۱۳۵۱ھ میں لکھا گیا اور اسی سال شائع بھی ہوا۔ بعد میں مجلس علمی نے پاکستان سے عقیدۃ الاسلام اور تحیۃ الاسلام کو یکجا کر کے مولانا محمد یوسف بنوری کے مقدمہ کے ساتھ ٹائپ سے شائع کیا۔

۹۔ التصریح بما تواتر فی نزول المسیح

یہ ایک رسالہ ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخر زمانہ میں نازل ہونے سے متعلق احادیث مرفوعہ اور آثار کو جمع کیا گیا ہے۔ پچھتر مرفوع حدیثیں اور ۲۲ آثار اس کتاب میں آ گئے ہیں۔ شاہ صاحب نے ان احادیث کو منتخب کرنے کے لئے پوری مسند دوبارہ دیکھی تھی دیگر حدیث کی جتنی کتابیں مل سکیں ان کا مطالعہ کر کے حدیثوں کو جمع کیا۔ علامہ شوکانی نے بھی اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا تھا مگر اس میں صرف ۲۹ حدیثیں جمع کر سکے تھے۔ مفتی شفیع صاحب نے اس رسالہ پر مقدمہ بھی لکھا ہے۔ بلکہ وہی اس رسالہ کے مرتب بھی ہیں۔ حلب کے مشہور عالم شیخ عبد الفتاح ابو غدہ تلمیذ رشید علامہ محمد زاہد کوثری کی تحقیق و تعلیق کے بعد سنہ [illegible]ھ میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے دوبارہ شائع کیا۔ شیخ عبد الفتاح نے مرفوع احادیث اور آثار صحابہ پر کچھ اضافہ بھی کیا ہے۔

۱۰۔ فصل الخطاب فی مسئلۃ ام الکتاب

قراءت خلف الامام کے مسئلہ پر بہت جامع رسالہ ہے۔

حدیث عبادہ رضی پر تمام پہلو سے سیر حاصل بحث ہے۔ فصاعداً کی تفسیر پر ایسا کلام ہے جو کہیں نہیں ملے گا۔ سیبویہ کے حوالے امام بخاری نے ایسا مطلب تحریر کیا تھا جو احناف کے خلاف تھا اس کا جواب علامہ عینی نے بھی نہیں دیا تھا۔ احناف پر ایک قرض تھا شاہ صاحب کی عبقری شخصیت نے اس مسئلہ کو بے نقاب کیا۔ یہ بحث بہت تحقیقی ہے۔ ۱۳۴۹ھ میں یہ تصنیف مکمل ہوئی۔ اس موضوع پر شاہ صاحب نے ایک رسالہ فارسی میں بنام "خاتمۃ الخطاب فی فاتحۃ الکتاب" تصنیف فرمایا تھا جو دیوبند سے طبع ہوا تھا۔

۱۱۔ ضرب الخاتم علی حدوث العالم

تقریباً چار سو اشعار پر مشتمل عربی میں ایک رسالہ ہے جس کا موضوع ہے حدوث عالم اور وجود باری تعالیٰ۔ یہ بھی اپنے موضوع پر بے نظیر اور انوکھا رسالہ ہے ۱۳۴۴ھ میں لکھا گیا۔

۱۲۔ کشف الستر محشی

وتر کے مسئلہ پر ائمہ کے مذاہب و دلائل اور وتر کی حقیقت پر بہت محققانہ رسالہ ہے۔ امت میں اس مسئلہ میں اختلاف کے اسباب بھی مذکور ہیں۔ ضمناً دوسرے نفیس مسائل بھی آ گئے ہیں ۱۳۴۳ھ میں یہ رسالہ لکھا گیا اور ۱۳۵۳ھ میں مجلس علمی نے شائع کیا۔

۱۳۔ مرقاۃ الطارم لحدوث العالم

یہ گویا ضرب الخاتم کی شرح ہے نثر میں ہے۔ اس کو اس انداز میں لکھا گیا ہے کہ سمجھنا آسان ہو۔ ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے ۱۳۵۱ھ میں لکھا گیا اور اسی سال مجلس علمی نے شائع کیا۔

۱۴۔ خاتم النبیین

ختم نبوت کے موضوع پر فارسی میں ایک رسالہ ہے۔ اس موضوع پر دوسری کتابیں خود شاہ صاحب کی شائع ہو چکی تھیں۔ اس رسالہ سے مقصود موضوع کے بعض مخفی گوشوں کو اجاگر کرنا ہے۔ یہ شاہ صاحب کی آخری تصنیف ہے جو مرض وفات میں قلم سے نکلی ہے۔ شاہ صاحب اسے اپنے

لیے نوادر التعزیت فرماتے تھے۔ آپ کا ارادہ تھا کہ اسے اپنے مصارف سے طبع کرا کر باشندگان وطن میں تقسیم کریں گے، اہل کشمیر کی رعایت سے فارسی میں لکھی تھی لیکن ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

۱۳۵۲ھ کے اخیر میں یہ تالیف شروع ہوئی۔ وفات سے چند روز قبل تسوید سے فراغت ہوئی تھی، تبییض سے قبل پیام اجل آ پہونچا۔ مجلس علمی نے مرحوم کے ورثاء سے طلب کر کے ۱۳۵۵ھ میں شائع کیا۔

۱۵۔ نفحۃ العنبر من ھدی الشیخ الانور

مولانا یوسف صاحب بنوری رکن مجلس علمی و استاذ جامعہ اسلامیہ کے قلم بلاغت رقم سے علامہ کشمیری کے حالات و کمالات، اخلاق و شمائل درج ہوئے ہیں۔ ۱۳۵۳ھ میں چند ماہ میں ڈابھیل میں لکھی گئی۔ اس کتاب کو پڑھ کر شیخ محمد زاہد کوثری نے فرمایا تھا "ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ آپ کے شیخ میرے سامنے کھڑے ہیں" بڑے بڑے علماء نے اس کتاب کی زبان و بیان کی تعریف کی ہے۔ آخر میں عربی قصیدے بھی ہیں۔ مجلس علمی نے ۱۳۵۵ھ م ۱۹۳۶ء میں شائع کیا۔ دوسری بار مجلس علمی کراچی پاکستان نے ۱۳۸۹ھ م ۱۹۶۹ء میں اضافہ کے ساتھ شائع کیا۔

۱۶۔ بغیۃ الاریب فی مسائل القبلۃ والمحاریب

استقبال قبلہ کے موضوع پر مولانا بنوری کے قلم سے بہت ہی جامع اور جاری تصنیف ہے۔ تقریباً سو کتابوں سے استفادہ کر کے یہ کتاب تیار ہوئی ہے اکابر علماء نے اس پر تقریظات لکھی ہیں۔ ۱۳۵۳ھ میں اس کی تبییض سے فراغت ہوئی۔ اور ۱۳۵۸ھ میں قاہرہ سے شائع ہوئی۔

۱۷۔ العرف الشذی تقریر ترمذی علامہ انور شاہ کشمیری

یہ کتاب دیوبند سے طبع ہو چکی تھی شاہ صاحب کی درس ترمذی کی تقریر ہے جس کو آپ کے ایک شاگرد مولانا محمد چراغ پنجابی نے جمع کیا تھا۔ نہ شاہ صاحب کے قلم سے ہے نہ آپ نے نظر ثانی فرمائی تھی، مجلس علمی نے دوبارہ

اس کو اصلاح و اضافہ کے بعد شائع کرنے کا ارادہ کیا تھا چنانچہ مولانا بنوری نے اس کے بہت سے حصہ پر کام بھی کر لیا تھا۔ لیکن ابھی طباعت کی نوبت نہیں آئی تھی کہ حالات بدل گئے تقسیم ہند کے بعد مولانا یوسف بنوریؒ پاکستان منتقل ہو گئے۔ وہاں مجلس علمی کا دفتر بھی قائم ہوا، کافی عرصہ گذرنے کے بعد یہ محسوس ہوا کہ العرف الشذی کو شائع کرنا زمانہ کے مزاج کے مطابق نہیں ہوگا اس لئے اس کو ایک مستقل تصنیف کا رنگ دیا گیا، عرف شذی کی اصلاح کے بعد علامہ کشمیری کے آثار السنن للنیموی[1] کے اوپر تعلیق اور حاشیہ کی مدد سے اضافہ کر کے معارف السنن کے نام سے ترمذی کی شرح لکھی گئی، کام تو پرانا ہی تھا لیکن

---

[1] علامہ شوق نیموی کی آثار السنن احناف کے لئے کس قدر مفید کتاب ہے اہل علم جانتے ہیں شاہ صاحب نے اس کے حاشیہ اور بین السطور کو تعلیقات سے پر کر دیا ہے۔ مجلس علمی نے اس کا فوٹو لیا ہے اور اس کا نام رکھا ہے "الاتحاف لمذہب الاحناف" اگر اس کے حوالوں کی تخریج کی جائے تو کئی جزوں میں ایک کتاب بن جائے۔ خاص حدیث پر کام کرنے والے محدثین کو اس کے نسخے دئے گئے ہیں۔ شاہ صاحب نے اپنی اس تعلیق کا تذکرہ نیل الفرقدین میں کیا ہے لکھا ہے کہ شیخ مرحوم تالیف کے وقت اس کتاب کا کچھ کچھ حصہ میرے پاس بھیجتے تھے حتی کہ میں ان کا اس میں ساتھی تھا اور بعد میں میں نے بہت سی چیزیں اس میں بڑھائی ہیں ص۶۵۔ القول الحسن میں ابن النیموی نے اگرچہ اس سے انکار کیا ہے لیکن شاہ صاحب کی تحریر ملنے کے بعد انکار ممکن نہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ آثار السنن کی تالیف مکمل ہو چکی ہو پھر بھی مزید تحقیق و تفتیش جاری رہی ہو۔ طباعت تک مصنفین اپنی تالیفات پر کام کرتے ہی رہتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

تیار ہو گیا۔ پہلی جلد ۱۳۷۶ھ میں کراچی سے شائع ہوئی اور چھٹی جلد تک پہنچ کر رک گئی۔ اس آخری جلد کے آخر میں مولانا بنوری نے ادوار تالیف معارف السنن کے نام سے تفصیل لکھی ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کام ڈابھیل ہی میں ہوا۔ اسلوب کی تجدید اور چھٹی جلد کا کچھ کام کراچی میں ہوا۔ یہ شرح شاہ صاحب کے علوم کا مستند اور معتبر ذخیرہ ہے۔ شاہ صاحب نے اختلافی مسائل پر جو رسائل لکھے تھے ان کا خلاصہ بھی تشریح کے ساتھ اس شرح میں آگیا ہے۔ اس شرح نے شروح کی فہرست میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔ اہل نظر علماء نے اس کی بہت داد دی ہے۔ یہ بہت سی شرحوں سے بے نیاز کر دینے والی شرح ہے۔

۱۹۔ الروح فی القرآن۔ اور خوارق عادات

روح کی حقیقت پر علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ کا اردو میں ایک رسالہ ہے۔ بہت عمدہ اور فائق۔ مجلس علمی نے اسے ۱۳۵۲ھ میں شائع کیا۔ شعبان ۱۳۴۴ھ ہی میں ڈابھیل میں مولانا نے لکھا تھا۔ مولانا کا ایک دوسرا اردو رسالہ خوارق عادات بھی مجلس نے شائع کیا تھا جس میں معجزات اور نظام الٰہی پر بہت اچھی بحث ہے۔

۲۰۔ سیرت رسول کریم بنام نور البصر فی سیرۃ خیر البشر

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی کا استاذانہ انداز میں نے حضرت شاہ صاحب کے حکم سے سیرت نبویہ کے موضوع پر یہ کتاب تحریر فرمائی تھی۔ متعدد بڑے علماء نے اس کو اوسط درجے کے طلبہ کے لئے داخل درس کرنے کی سفارش کی تھی۔ ۲۰۸ صفحات پر مشتمل ہے مجلس علمی نے اسے ۱۳۵۰ھ میں شائع کیا تھا۔ اب نایاب ہے۔

۲۱۔ معارف لدنیہ

مجدد الف ثانی پر اللہ تعالیٰ نے رمضان کے اعتکاف میں جو معارف کھولے تھے ان کو بیان فرمایا ہے۔ مکتوبات کی طرح یہ بھی فارسی میں ہے۔

۲۲- حق الیقین علامہ محمود تبریزی شبستری کا فارسی رسالہ ہے جس میں اسرار و حقائق کا بیان ہے۔

۲۳- زاد الفقیر علامہ محقق ابن الہمام کا مسائل صلوٰۃ پر ایک رسالہ ہے۔ بہت مرتب اور ایسی جزئیات پر مشتمل جس سے بڑی بڑی کتابیں بھی خالی ہیں۔ مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی کا اس پر بہترین حاشیہ بھی ہے جس کا نام ہے "مستزاد الحقیر"۔

۲۴- خزائن الاسرار علامہ کشمیری نے دمیری کی کتاب الحیوان سے اقتباسات جمع کئے ہیں پھر اس پر اپنی طرف سے فوائد بھی تحریر فرمائے ہیں۔ سنہ ۱۳۵۲ھ میں یہ کتاب شائع ہوئی۔ انتخاب کا کام بیس پچیس سال قبل کشمیر میں کیا تھا۔

۲۵- البدور البازغہ یہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی حجۃ اللہ البالغہ کے طرز پر ایک تصنیف ہے یہ کتاب مخطوطہ اور نادر تھی۔ مجلس علمی نے دار العلوم دیوبند اور مکہ مکرمہ میں مولانا عبید اللہ سندھی کے پاس سے حاصل کر کے شائع کیا۔ اس کا موضوع بھی وہی اسرار شریعت اور حکومت الٰہیہ کی تشکیل ہے۔ عالم عربی کی رہنمائی کے لئے مجلس کا یہ کام بہت عظیم تھا۔ سنہ ۱۳۵۲ھ میں شائع ہوئی۔

۲۶- الخیر الکثیر یہ بھی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی معارف و حقائق کے موضوع پر ایک تصنیف ہے اور شاہ صاحب کی دیگر تصانیف سے فائق ہے۔ شریعت اور طریقت کی جامع ہے۔ کتاب نایاب تھی بہت کوشش کے بعد مجلس کو کئی مسخ شدہ نسخے ملے ان میں آپس میں اختلاف بھی تھا۔ مولانا عبید اللہ دیوبندی نے اپنا وہ نسخہ جب ارسال کیا جو ماسکو (روس) کے نسخہ سے منقول ہے تو مجلس نے اسی کو شائع کیا۔ اختلاف کے وقت اسی نسخہ پر اعتماد کیا۔ ۱۳۵۲ھ میں شائع ہوئی۔

۲۷- التفہیمات الالٰہیہ یہ بھی محدث دہلوی کی تصنیف ہے۔ اس میں مسائل اجتہادیہ میں ائمہ کے مابین اختلاف کا منشاء اور اسی

مسئلہ میں صحیح راستہ سمجھایا گیا ہے۔ کتاب وسنت میں نص نہ ملنے کے وقت رائے صحیح معلوم کرنے کے لئے ائمہ اربعہ کا طریقہ ہی عمدہ طریقہ ہے۔ اہل علم کو قیمتی نصیحتیں بھی کی ہیں۔ [illegible] (۱۴۱۲ھ) میں یہ کتاب شائع ہوئی۔

ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء

مسئلہ خلافت، خلفاء راشدین کی خلافت کی حقیقت، ان کا علمی مقام، ان کے اجتہا ستنباطات کی شرعی حیثیت وغیرہ مضامین پر کتاب وسنت اور آثار صحابہ کی روشنی میں بہترین کتاب ہے۔ اس سے قبل اس موضوع پر ایسی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اگر یہ کہا جائے [illegible] ولی اللہ صاحبؒ کی کتابوں میں سب سے اچھی اور بہتر تو غلط نہیں ہوگا۔ کتاب فارسی میں تھی اور مطبوعہ تھی مگر نایاب تھی۔ مجلس علمی نے اس کی تعریب کرا کر شائع کیا۔

یہ اٹھائیس کتابوں کے نام مختصر تعارف کے ساتھ اس فہرست سے ماخوذ ہیں جو مجلس علمی نے کتابچہ کی شکل میں چھاپا یا شائع کی تھی۔ تقسیم ہند کے بعد کراچی پاکستان میں بھی مجلس علمی کی شاخ قائم ہوئی۔ [illegible] تعاون کرنے والے مولانا محمد بن موسیٰ میاں کے اولاد و احفاد جوہانسبرگ جنوبی افریقہ رہتے ہیں اس لئے وہاں بھی اس کا دفتر قائم ہے۔ اس وقت مولانا محمد میاں مرحوم کے صاحبزادے مولانا ابراہیم میاں اس کے روح رواں ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان سے جو علمی خدمات انجام پائیں ان کے علاوہ ہندوستان سے بھی بعض بہت ہی عظیم کتابوں پر تحقیق وتعلیق کا کام انجام پایا جس کو مجلس علمی نے شائع کیا۔

المسند للحمیدی

یہ کتاب دو جلدوں میں امام بخاری کے شیخ الحمیدی کی تصنیف ہے۔ وقت کے مشہور محدث استاذنا المعظم علامہ حبیب الرحمن اعظمی متعنا اللہ بطول بقائہ نے اس کو ایڈٹ کیا اور اس پر مقدمہ لکھا ہے۔ مجلس علمی نے اس کو شائع کیا۔ ۱۳۸۲ھ سے ۱۳۸۳ھ تک طباعت مکمل ہوئی۔

سنن سعید بن منصور

محدث سعید بن منصور خراسانی مکی متوفی ۲۲۷ھ کی سنن کی جلد ثالث کی دو قسمیں ڈاکٹر حمید اللہ کو ترکی میں ملیں انھوں نے مجلس علمی کو عنایت فرمائیں۔ محدث جلیل مولانا حبیب الرحمن کی تحقیق وتعلیق کے بعد ۱۳۸۶ھ

مطابق ۱۹۶۹ء تک چھ شائع ہو چکی ہیں۔

المصنف لعبد الرزاق

امام بخاری کے شیخ کے شیخ محدث عبد الرزاق بن ہمام کی عظیم تصنیف ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ کی طرح یہ بھی حاوی اور جامع حدیث کا ایک مجموعہ ہے جس میں احادیث مرفوعہ کے علاوہ صحابہ و تابعین کے فتاویٰ بھی بڑی تعداد میں مذکور ہیں۔ فقہ حنفی کے لئے ایک مفید ذخیرہ ہے لیکن مدت سے نایاب تھا۔ علامہ کشمیری اس کی طباعت کی تمنا کرتے تھے۔ محدث اعظمی نے کئی برس کی عرق ریزی کے بعد اس کو طباعت کے قابل بنایا۔ مجلس علمی کراچی نے بیروت میں معیاری طباعت سے آراستہ کر کے گیارہ جلدوں میں شائع کیا۔ ۱۳۹۰ھ سے ۱۳۹۲ھ تک یہ طباعت مکمل ہوتی رہی۔ اس کی اشاعت سے اسلامی کتب خانہ میں ایک قیمتی اضافہ ہوا۔ مجلس علمی کی یہ گرانقدر خدمت جلیلہ کی یہ علمی خدمت اہل علم کو ہمیشہ یاد رہے گی۔

آج بھی یہ ادارہ ایک گراں قدر علمی کتب خانہ ہے۔ اور مولانا محمد شفیع میاں صاحب مدظلہ اس کے ناظم ہیں۔

جامعہ کا نصاب تعلیم

کچھ نصاب تعلیم کے متعلق

جامعہ کا نصاب تعلیم درس نظامی (جو ہندوستان کا مشہور ترین اور مفید ترین نصاب ہے) کے مطابق رہا ہے۔ جامعہ کے ضابطہ میں یہ بات طے شدہ ہے کہ اس کا نصاب دار العلوم دیوبند کے نصاب کے اصولی طور پر مطابق ہوگا۔ اس نصاب کے بارے میں یہ سمجھنا کہ اس میں جمود ہے صحیح نہیں۔ دار العلوم دیوبند کی طرح جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین کے نصاب میں بھی ترمیم و اصلاح کا کام برابر ہوتا رہا۔ جیسے جیسے نئی نئی تصنیفات منصۂ شہود پر آتی گئیں اور زمانہ کے لحاظ سے مفید ثابت ہوئیں جامعہ نے ان کو اپنے یہاں جگہ دی۔

ابتدائی دور میں منقولات کی مکمل اور محقق تعلیم کے ساتھ معقولات اعلیٰ کی تعلیم بھی ہوتی تھی جیسا کہ اس تاریخ میں پیش کردہ تقسیم اسباق سے ظاہر ہے۔ لیکن اب کم ہوتے ہوتے منطق کی آخری کتاب قطبی (فقط حصہ تصدیقات) اور فلسفہ میں ہدیہ سعیدیہ رہ گئی ہے۔ فلسفہ میں بھی جدید اسلوب پر ترتیب دی ہوئی کتاب معین الحکمت داخل نصاب ہے۔

۱۳۵۱ھ میں مولانا ناظم ندوی اور ۱۳۵۸ھ میں مولانا یوسف بنوریؒ کا تقرر ہوا۔ یہ دونوں عربی جدید کے قادر الکلام اور صاحب قلم ادیب تھے۔ مولانا بنوری قدیم و جدید کے بہترین مجموعہ تھے۔ نثر نگاری کے ساتھ بہترین اشعار بھی کہتے تھے۔ اس تاریخ میں ان کے قصائد مذکور ہیں۔ مولانا ناظم ندوی کے ذمہ خاص طور سے ادب ہی کی کتابیں تھیں تاکہ طلبہ میں ادبی ذوق بیدار ہو۔ مختصر المعانی سے قبل سفینۃ البلغاء اور البلاغۃ الواضحہ علم معانی کی جدید کتابیں ۱۳۵۵ھ سے داخل نصاب ہیں۔ نفحۃ العرب مؤلفہ مولانا اعزاز علی صاحب شیخ الادب، مختارات، قصص النبیین للاطفال، القراءۃ الراشدہ مصنفہ مولانا

ابوالحسن علی ندوی مدظلہ اور القراءة الواضحہ مصنفہ مولانا وحید الزماں کیرانوی مدظلہ داخل نصاب کی گئیں، دروس التاریخ الاسلامی اور النحو الواضح جدید تصنیفات کو بھی جگہ دی گئی۔ مشکوٰۃ الآثار اور آثار السنن للنیموی جدید انتخابات حدیث بھی لئے گئے۔ کتاب نحو اور تیسیر المنطق بھی قبول کی گئیں۔

۱۹۷۵ء میں ماہر تدریس علماء کی ایک میٹنگ بلائی گئی جس نے نصاب میں تھوڑی ترمیم کی اور اس بات پر خاص زور دیا گیا کہ طلبہ میں قرآن و حدیث سے شغف پیدا ہو اور ابتداء ہی سے قرآن و حدیث کے الفاظ زبان زد ہو جائیں۔ اس مقصد کے لئے مفتاح القرآن مصنفہ مولانا محفوظ الرحمٰن نامی بہرائچی کے پانچوں حصے نصاب میں لے لئے گئے جو درجۂ عربی ثانیہ تک مکمل ہو جاتے ہیں۔ درجۂ عربی ثالثہ سے ترجمۂ قرآن شروع کیا گیا جو عربی پنجم میں پورا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح عربی سوم سے احادیث کا انتخاب مشکوٰۃ الآثار مرتبہ مولانا محمد میاں پڑھایا جاتا ہے عربی چہارم و پنجم میں ریاض الصالحین للنووی مع آثار السنن للنیموی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس طرح آداب و اخلاق اور احکام کی بہت سی حدیثیں طلبہ کے سامنے عربی ششم سے پہلے آجاتی ہیں۔

پھر عربی ششم میں پوری جلالین مع الفوز الکبیر اور مشکوٰۃ المصابیح مکمل مع شرح نخبۃ الفکر بڑی سہولت اور بصیرت کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ طلبہ کے لئے یہ مضامین بالکل نئے نہیں رہتے۔ دورۂ حدیث تو حدیث کے لئے مخصوص ہے ہی جن میں تفسیری روایتیں بھی آتی ہیں۔ اس نصاب کے پڑھنے کے بعد قرآن و حدیث سے خصوصی تعلق پیدا ہو جانا ایک امر لازم ہے لیکن ضرورت ذوق و شوق اور محنت و مطالعہ کی رہ جاتی ہے جو طالب علم کا اپنا کام ہے۔

جامعہ کا نصاب تعلیم

مجوزہ ۲۵؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۳؍ جون ۱۹۷۴ء

سال اول اردو دینیات	اردو عربی قاعدہ۔ اردو کی پہلی، تعلیم الاسلام اول دوم۔ رسول عربی، خلافت راشدہ اول دوم، بہشتی ثمر اول دوم، املاء، تجوید، تقطیع حروف، مشق از سورۃ الزلزال تا الناس مع سورۃ الفاتحہ۔
سال دوم فارسی اول	سیرت خاتم الانبیاء، آمدن سی لفظی، تیسیر المبتدی، رہبر فارسی۔ مصدر فیوض جدید، حکایات لطیف، کریما، پند نامہ، املاء، خوشنویسی، تجوید (معرفۃ التجوید) مشق از سورۃ الفجر تا الزلزال۔
سال سوم فارسی دوم	تاریخ اسلام (مولانا عاشق الٰہی میرٹھی) مکمل، مفتاح القواعد، گلستان (باب پنجم و ششم کے علاوہ) مالابدمنہ مکمل، بوستان تا باب ششم، مفتاح القرآن اول، خوشنویسی، املاء (فارسی اردو) تجوید فیض المعرفۃ، مشق از سورۃ نبأ تا الفجر۔
سال چہارم عربی اول	کتاب الصرف، میزان و منشعب، کتاب النحو، شرح مائۃ عامل، عربی صفوۃ المصادر، القرأۃ الواضحۃ اول و ثانی، مفتاح القرآن دوم سوم، املاء اردو عربی، خوشنویسی، تجوید ضیاء القرأت، مشق پارہ عم ترتیلاً۔

سال پنجم عربی دوم	ہدایۃ النحو (کامل) بعدہٗ کافیہ بحث اسم (کافیہ پڑھنے والے طلبہ شرح جامی کا مطالعہ کیا جائے)، القراءۃ الواضحۃ ثالث مع املاء، عربی اردو انشاء مفید الطالبین بعدہٗ مرقاۃ، مفتاح القرآن چہارم و پنجم (منتخبات)، تجوید فوائد مکیہ جمال القرآن، مشق منزل اول و دوم حدراً، ترتیلاً، متفرقات۔
سال ششم عربی سوم	کنز الدقائق (کامل)، اصول الشاشی (کامل)، بعدہٗ دروس التاریخ الاسلامی اول و دوم، نفحۃ العرب بعدہٗ مشکوٰۃ الآثار، شرح ابن عقیل (کامل)، شرح تہذیب (تا خاتمہ)، بعدہٗ ترجمہ قرآن از شوریٰ تا ختم قرآن، تجوید، مقدمہ جزریہ، خلاصۃ البیان، مشق از منزل ثانی تا ختم قرآن حدراً، متفرقات انشاء۔
سال ہفتم عربی چہارم	شرح وقایہ اول و ثانی تا کتاب العتاق، نور الانوار (تا قیاس ضروری، اس کے بعد جتنا ہو سکے)، ترجمہ قرآن مجید از اول تا سورۂ یوسف، سفینۃ البلغاء مع قطبی تصدیقات، معین الحکمت بعدہٗ ہدیہ سعیدیہ تا مباحث مقامات حریری (دس مقامات) مع ریاض الصالحین اول۔
سال ہشتم عربی پنجم	ہدایہ اولین کامل مع سراجی تا ذوی الارحام۔ ترجمۂ قرآن مجید از سورۂ یوسف تا شوریٰ۔ مختصر المعانی تا ختم فن ثانی، شرح عقائد نسفی کامل مع حسامی باب القیاس، آثار السنن اول ثانی مع ریاض الصالحین ثانی۔
سال نہم عربی ششم	جلالین شریف کامل مع الفوز الکبیر، ہدایہ اخیرین کامل، مشکوٰۃ المصابیح کامل مع شرح نخبۃ الفکر۔

سال دہم دورۂ حدیث	بخاری شریف کامل، ترمذی شریف کامل مع شمائل ترمذی، ابوداؤد شریف کامل، مسلم شریف کامل، طحاوی شریف جلد اول، موطا امام محمد کامل، موطا امام مالک تا صوم، نسائی شریف کتاب الصلوۃ ختم، ابن ماجہ شریف تا ختم طہارت۔

دورۂ حدیث سے فارغ ہونے پر فاضل کی سند دی جائے گی، اس کے بعد تخصص اور تکمیل کے درجات میں سے کسی درجہ میں داخلہ چاہیں تو شرائط پورے ہونے پر داخلہ مل سکتا ہے

تخصص کے درجات یہ ہیں:

تخصص فی الفقہ والافتاء یہ شعبہ حضرت اقدس مفتی محمود صاحب گنگوہی مدظلہ کی سرپرستی میں چل رہا ہے

داخلہ کے شرائط: (۱) اس میں اسی طالب علم کو داخلہ ملے گا جو درس نظامی سے فارغ ہو اور خصوصاً ہدایہ میں اعلیٰ نمبرات حاصل کئے ہوں۔

(۲) جس مدرسہ میں تعلیم حاصل کی ہے وہاں کے نمبرات داخلہ فارم کے ساتھ بھیجنا ہوگا۔ ان کے باوجود داخلہ کے وقت خصوصی جانچ بھی کی جائے گی۔

(۳) مدرسہ کے تمام قوانین کی پابندی ضروری ہوگی۔

(۴) صفائی باطن کے لئے ذکر و اشغال بھی کرنا ہوگا۔

اس شعبہ کی تکمیل کے بعد ماہر الفقہ کی سند دی جاسکے گی۔

مدت تعلیم اگرچہ ایک سال ہی ہے، لیکن سال گذرنے کے بعد اضافہ کی ضرورت معلوم ہو اور طالب علم خود مزید مشق و تمرین کی ضرورت محسوس کرے تو ایک سال بڑھایا جاسکتا ہے۔

اس شعبہ کے اجراء کا مقصد یہ ہے کہ صاحب استعداد طالب علم اپنی استعداد کو پختہ کرسکے اور علم فقہ و فتاوی کے ساتھ اچھی خاص مناسبت پیدا ہو جائے، کتابوں سے مسائل معلوم کرنے کا سلیقہ آجائے۔

نصاب تعلیم دار الافتاء

مدت ایک سال

۱۔ برائے تدریس

۱۔ شرح عقود رسم المفتی
۲۔ الاشباہ والنظائر (فن اول)
۳۔ مقدمہ در مختار
۴۔ نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف

۲۔ برائے مطالعہ خصوصی

۱۔ فصل فی المفتی والمستفتی از کتاب القضاء من البحر الرائق
۲۔ مقدمہ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح الوقایہ (مولانا عبد الحی لکھنوی)
۳۔ النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر (〃 〃 〃)
۴۔ کتاب الجامع من الجواہر المضیئہ
۵۔ فرق باطلہ کی تردید میں لکھی گئی کتابیں

۳۔ تمرین و مشق فتوی نویسی

۴۔ تکرار کتب فقہ

کسی بھی فقہ کی کتاب کی طلباء کو تکرار کرانا۔

۴۔ تخصص فی الحدیث: ۔ اس کے سرپرست محدث جلیل مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی اطال اللہ بقاءہ ہیں، آپ ہی نے تخصص کے لئے یہ نصاب مرتب فرمایا ہے۔

نصاب تخصص فی الحدیث ۱۔ علوم الحدیث (مقدمہ) لابن الصلاح۔

۲- التقیید والایضاح للحافظ العراقی

۳- شرح البخاری للنووی القدر المطبوع منہ

۴- مقدمہ فتح الباری للحافظ ابن حجر

۵- مشکل الآثار للطحاوی۔ ہر چہار جلد

۶- شرح معانی الآثار للطحاوی اول

۷- قواعد فی علوم الحدیث (مولانا ظفر احمد تھانوی مع حاشیہ عبد الفتاح ابو غدہ)

۸- غریب الحدیث لابی عبید

۹- فتح المغیث (شرح الفیۃ الحدیث للعراقی) للسخاوی

۱۰- فتح الباری مع مراجعۃ عمدۃ القاری للعینی وفیض الباری لانور شاہ الکشمیری

۱۱- المقاصد الحسنۃ للسخاوی

۱۲- نصب الرایہ للزیلعی الحافظ کامل

طریق دراسہ

۱- علوم الحدیث لابن الصلاح (مقدمۂ ابن الصلاح) کسی استاذ کے پاس پڑھ کر قواعد فی علوم الحدیث کا مطالعہ از خود۔

۲- شرح معانی الآثار درساً اس طرح کہ طالب علم ہر بحث کو فتح الباری اور عینی میں نکال کر پڑھے۔

۳- فتح المغیث کا مطالعہ از خود کرے۔

۴- مشکل الآثار کا خود مطالعہ کرے اس کو ختم کرنے کے بعد شرح بخاری للنووی کا مطالعہ کرے۔

۵- ہفتہ میں ایک دن فتح الباری یا مشکل الآثار کی کوئی بحث پڑھ کر استاذ کو سنائے یا بیان خود کرے۔

درجۂ قراءت جامعہ میں تجوید کا بالکل شروع دور سے ہی اہتمام چلا آ رہا ہے، ہر دور میں مجوّد قرّاء رکھے جاتے رہے ہیں۔ اس وقت چار قراء کام کر رہے ہیں، درجات حفظ کے طلبہ کے علاوہ اردو دینیات سے لے کر سال ششم عربی سوم تک تجوید پڑھنا لازم

ہے۔ درجۂ سوم تک تجوید کی کتابیں مکمل ہو جاتی ہیں۔ محنتی طلبہ اس وقت تک حدر سنا کر روایت حفصؒ کی سند حاصل کر لیتے ہیں۔ جو طلبہ سند نہیں حاصل کر پاتے وہ بھی اتنا علم تو تجوید کا کر ہی لیتے ہیں کہ تلاوت صحیح کر سکیں اور نماز صحیح پڑھا سکیں۔

اس کے بعد تکمیل قراءت کے لئے طلبہ کو اختیار ہوتا ہے جو شوقین طلبہ قراءت سبعہ اور عشرہ پڑھنا چاہیں جامعہ اس کا انتظام کرتا ہے۔ جامعہ نے اس سلسلہ میں بہت فراخ دلی سے کام لیا ہے، جامعہ اسلامیہ یا کسی اور ادارہ کا فاضل صرف تجوید یا قراءت کے لئے داخلہ لینا چاہے تو اس کو بھی دیگر طلبہ کی طرح قیام و طعام کی ساری سہولتیں دیتا ہے، باذوق طلبہ اس سہولت سے برابر فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

نصاب درجۂ قراءت سبعہ متواترہ

۱- تیسیر للعلامہ الدانی
۲- حرز الامانی للشاطبی فی القراءات السبع
۳- عقیلۃ الاتراب للشاطبی فی الرسم
۴- پورے قرآن کا اجراء بطریق جمع حرفی، کچھ حصہ جمع عطفی اور کچھ جمع وقفی۔

قراءت عشرہ صغیرہ و کبیرہ

۱- الدرۃ المضیئۃ للعلامۃ الجزری
۲- الوجوہ المسفرہ للشمس المتولی
۳- ثلاثہ متممہ کا اجراء
۴- طیبۃ النشر فی القراءات العشر
۵- اسی طریق کے مطابق اجراء

درجات حفظ

درجۂ حفظ میں اس وقت سات اساتذہ کام کر رہے ہیں ہر استاذ کے پاس کم و بیش بیس طلبہ ہوتے ہیں۔ حفظ کے تمام طلبہ کو درجۂ تجوید میں

خوبی سے پڑھنا بھی لازم ہے۔ درجات حفظ میں بھی تصحیح مخارج و صفات کا کافی اہتمام کیا جاتا ہے اس لئے اب درجہ حفظ میں اچھی اساتذہ کا تقرر عمل میں آتا ہے جو قاری بھی ہوں درجات حفظ کا ہمراہ امتحان بھی ہوتا ہے تاکہ پڑھا ہوا یاد رہے۔ قرآن ختم ہونے پر آخری امتحان پورے قرآن کا دینا ہوتا ہے۔ حفظ میں پختگی کے لئے یہ ضابطہ ہے کہ مغرب کے بعد سے عشاء کی اذان تک اور صبح تہجد سے ایک گھنٹہ قبل اٹھ کر نماز صبح کے قریب تک اساتذہ کی نگرانی میں سبق یاد کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس اہتمام کی وجہ سے ہر سال جامعہ سے اچھے حفاظ کی ایک بڑی تعداد تیار ہو کر نکلتی ہے۔ اس درجہ میں داخلے کے لئے رمضان ہی سے درخواست دینا ضروری ہوتا ہے اس کے باوجود بہت سے طلبہ کو واپس جانا پڑتا ہے گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے داخلہ نہیں مل پاتا۔

دیگر درجات

زمانہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے اس کی ضرورت محسوس کی گئی کہ فضلاء جامعہ کو کچھ ایسے ہنر کی بھی ضرورت ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے معیشت کو مضبوط کر سکیں۔ قلت تنخواہ کی وجہ سے احساس کمتری کا شکار نہ ہوں۔ معاشی اعتبار سے خوشحال ہو کر دین کی بے لوث خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ جامعہ میں مندرجہ ذیل درجات کھولے گئے ہیں درجہ انگریزی، درجہ سلائی، درجہ جلد سازی، درجہ گھڑی سازی، درجہ ڈرافٹنگ۔ لیکن یہ مقصود نہیں ہیں محض رفع ضرورت کے لئے ہیں اس لئے ان کو دونوں میقاتوں کے وقفہ میں رکھا گیا ہے، اور اختیاری ہیں۔ جن طلبہ کو مستقبل میں اس کی ضرورت پڑ سکتی ہو وہ اس کو سیکھ سکتے ہیں۔ ان کے لئے الگ سے اساتذہ مقرر ہیں، اور باقاعدہ امتحانات بھی ہوتے ہیں۔

جامعہ میں داخلہ کے قواعد

۱۔ داخلہ کے وقت طالب علم کی عمر بارہ سال ہونا ضروری ہے اس سے کم عمر کے طلبہ کو داخلہ نہیں مل سکے گا۔

۲۔ حفظ میں داخلہ کے لئے ۱۵ رمضان تک جوابی لفافہ کے ساتھ درخواست آجانی چاہئے، دوسرے درجات میں داخلہ مدرسہ کھلنے کے وقت ہو سکتا ہے۔ داخلہ کے وقت سرپرست اور والد کا ساتھ آنا ضروری ہے۔

۳۔ داخلہ کے وقت ۱۵ روپے پیشگی جمع کرنا ہوگا، آخر سال میں یہ رقم واپس مل جائے گی لیکن طالب علم سال کے درمیان میں بغیر اجازت بھاگ گیا تو یہ رقم ضبط ہو سکتی ہے۔

۴۔ جن مدارس سے ہمارا معاہدہ ہے ان کا کوئی طالب علم اگر جامعہ میں داخلہ چاہتا ہے تو اس مدرسہ کے ناظم کی طرف سے اجازت نامہ لانا بھی ضروری ہے بغیر اس کے داخلہ نہیں ملے گا۔

۵۔ تمام طلبہ کو مدرسہ کا یونیفارم، سفید کرتا، پاجامہ، ٹوپی پہننا ضروری ہے۔

۶۔ تمام طلبہ کو اسلامی طریقہ کے مطابق رہنا ضروری ہے، پنج وقتہ نماز با جماعت اور درس کی حاضری اشد ضروری ہے۔

۷۔ مدرسہ کے تمام مدرسین اور ملازمین کے ساتھ عزت و احترام کا معاملہ کرنا ہوگا، کوئی شکایت ہو تو مہتمم صاحب سے عرض کرے۔

۸۔ جامعہ کی ہر چیز اپنی سمجھ کر اس کی حفاظت ضروری ہے، نقصان کرنے کی صورت میں تاوان دینا ہوگا۔

۹۔ جامعہ کے باہر کسی پروگرام میں حصہ نہیں لے سکتے، مہتمم صاحب کی اجازت ضروری ہے۔

۱۰۔ ہر جمعرات کو انجمن کے اجلاس میں تقریر سیکھنا بھی ضروری ہے، غیر حاضری موجب سزا ہوگی۔

مقررہ تعطیلات کے سوا اگر کسی کو گھر جانا ہو یا گھر والے بلانا چاہیں تو مہتمم صاحب سے درخواست کریں، درخواست کو قبول یا رد کرنے کا حق مہتمم صاحب کو ہوگا۔

نوٹس بورڈ کے ذریعہ جو اعلان شائع کیا جائے اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا، کسی ضابطہ کی خلاف ورزی پر مہتمم صاحب کو پورا اختیار حاصل ہوگا۔

جامعہ کے شب روز کا نظام عمل

صبح صادق کے بعد اول وقت میں اذان فجر ہوتی ہے، سپروائزر صاحب تمام طلبہ کو اٹھا دیتے ہیں، نماز صبح سے قبل ہی بہت سے طلبہ جامعہ کی مسجد میں آکر مشغول تلاوت ہو جاتے ہیں۔ یہ منظر ہے آنے والے مہمان اور زائر اس سے بہت متأثر ہوتے ہیں، نماز صبح کے بعد تمام طلبہ کو تھوڑی دیر بیٹھ کر بیس منٹ تلاوت کرنا ضروری ہے اس کے بعد تمام طلبہ دار الطعام (ناشتہ ہال) چلے جاتے ہیں جہاں ان کے چائے ناشتہ کا انتظام مکمل رہتا ہے۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر ضروریات سے فارغ ہو کر درسگاہ میں حاضر ہو جاتے ہیں مدرسہ کا وقت شروع ہونے سے قبل ہی اکثر طلبہ درسگاہ پہنچ جاتے ہیں صبح تعلیم کا وقت پورے سال چار گھنٹے رہتا ہے۔ اوقات موسم کی تبدیلی سے بدلتے رہتے ہیں چار گھنٹے پورے ہونے کے بعد چھٹی ہوتی ہے تو طلبہ سیدھے دار الطعام پہنچ جاتے ہیں جہاں کھانا دسترخوان پر تیار رہتا ہے، زمین پر بٹھا کر کھانا کھلایا جاتا ہے کھانے سے فارغ ہو کر جو طلبہ درجات انگریزی، جلد سازی، گھڑی سازی، سلائی، وائرنگ میں داخل ہیں وہ اپنے اپنے درجات میں چلے جاتے ہیں۔ بقیہ طلبہ ضروریات سے فارغ ہو کر دار الاقامہ میں آرام کرتے ہیں یا اخبار کا مطالعہ کرتے ہیں۔ درجات صنائع مذکورہ کے طلبہ بھی اپنے درجوں سے فارغ ہو کر آرام کر لیتے ہیں۔ دوپہر کے بعد مدرسہ کا وقت دو گھنٹہ رہتا ہے، وقت شروع ہونے سے ایک گھنٹہ قبل ظہر کی اذان ہوتی ہے۔ اس کے آدھ گھنٹہ کے بعد جماعت ہو جاتی ہے، طلبہ ضروریات سے فارغ ہو کر درسگاہ میں حاضر ہو جاتے ہیں، چھٹی

کے بعد عصر کی اذان ہوتی ہے۔ عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر تک آداب کی تعلیم ہوتی ہے، اس کے بعد طلبہ زیر انتظام مطبخ چلے جاتے ہیں وہاں کھانا حاضر رہتا ہے فارغ ہو کر اپنی ضرورت کے لئے گاؤں میں جا سکتے ہیں یا سیر و تفریح اور مناسب کھیل کود کی بھی اجازت ہے۔ مغرب کا وقت ہوتے ہی تمام کھیل بند ہو جاتے ہیں تاکہ تمام طلبہ مدرسہ کی مسجد میں حاضر ہو کر نماز ادا کریں۔ سنت اور نوافل سے فارغ ہو کر روزانہ حفظ کے تمام طلبہ کو مسجد میں اور دیگر درجات کے طلبہ کو اپنے اپنے درجات میں حاضر ہو کر سبق یاد کرنا اور بحث و تکرار کرنا لازمی ہے۔ ان تمام طلبہ کی نگرانی کے لئے اساتذہ مقرر ہیں جو سستی کرنے والے طلبہ پر زور دیتے اور نہ آنے والوں کو سرزنش کرتے ہیں۔ عشاء کی نماز سے آدھ گھنٹہ قبل اذان ہوتی ہے اس کے ساتھ ہی چھٹی ہو جاتی ہے اس آدھ گھنٹے کے وقفہ میں طلبہ وضو یا استنجا کرتے ہیں، بعض مطالعہ میں مشغول رہتے ہیں، بعض تلاوت کرتے ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد سنت و وتر سے فارغ ہو کر یٰسین شریف کا ختم ہوتا ہے، پھر اجتماعی دعا ہوتی ہے۔ اس کے بعد حفظ کے طلبہ کی رخصت ہو جاتی ہے تاکہ وہ جلد سو جائیں، لیکن بقیہ درجات کے طلبہ کو درسگاہوں میں حاضر ہو کر پڑھائی میں مشغول ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اس وقت بھی اساتذہ نگرانی کے لئے مقرر ہیں۔ تقریباً ایک گھنٹہ پر رخصت ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد طلبہ کو اختیار ہوتا ہے چاہے پڑھیں یا سو جائیں۔ آخر شب میں تہجد کی اذان سے ایک گھنٹہ قبل صرف حفظ کے طلبہ کو اٹھایا جاتا ہے۔ سحری اٹھانے کے لئے ایک مستقل دربان مقرر کیا ہوا ہے۔ مسجد میں فجر کی نماز سے کچھ پہلے تک سبق یاد کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔ اس مختصر سے ادارہ کا ہر وقت میں سبق بہت اچھی طرح یاد ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ کی وجہ سے درجہ حفظ کی تعلیم میں پختگی پیدا ہوتی اس کام کے لئے دو اساتذہ مستقل اور ایک نصف کے ساتھ مقرر رہتا۔

جمعرات کو دونوں وقت مدرسہ ہوتا ہے اور حسب معمول پڑھنے کے گھنٹے تعلیم ہوتی ہے صرف جمعہ کو تعطیل رہتی ہے۔ طلبہ کو کسی ضرورت سے اگر جانا ہو یا اپنے گھر جانے کا ارادہ ہو تو جمعہ کو ہی رخصت لینا ضروری ہے۔

دیگر مختلف شعبہ جات

شعبۂ تحریر و تقریر

طلبۂ کرام کے اندر تقریر و تحریر کی صلاحیت پیدا کرنے کے لئے ابتداء ہی سے یہ شعبہ چلا آرہا ہے اس لئے کہ اشاعت دین اور دعوت و تبلیغ کا کام بغیر اس کے نہیں ہوسکتا اس وقت بھی یہ معمول ہے کہ ہر جمعرات کو مختلف حصوں میں طلبہ منقسم ہو کر مختلف زبانوں میں تقریر کی مشق کرتے ہیں۔ فارسی اول سے لیکر دورۂ حدیث تک کے طلبہ کو اردو انجمن میں شرکت کرنا ضروری ہے، ایک ہفتہ کے بعد باری آتی ہے اس لئے جس ہفتہ اردو میں باری نہ ہو دوسری زبان والے طلبہ اپنی علاقائی زبان میں تقریر کی مشق کرتے ہیں۔ اسی طرح انگریزی، عربی، اور دیگر زبانوں کے جلسے بھی ہوتے ہیں، عشاء کی نماز پنجشنبہ کو [illegible] ہوتی ہے، سال میں خاص خاص موقعوں پر اجلاس عام بھی ہوتا ہے۔ سیرت النبی کا جلسہ اور سالانہ جلسہ اہتمام سے ہوتا ہے، باہر سے علماء بھی بلائے جاتے ہیں۔

تحریری مشق کے لئے "الدین" کے نام سے جداری ماہانہ پرچہ بھی طلبہ نکالتے ہیں تاکہ تحریر کی بھی مشق ہو مولانا احمد حسن بھام سملکی بانی جامعہ کے زمانہ میں گجراتی زبان میں ماہنامہ الدین باقاعدہ چھپ کر شائع ہوا کرتا تھا بعد میں یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ طلبہ کا یہ الدین اسی کی یادگار ہے۔ اس سال مہتمم جامعہ مولانا محمد سعید بزرگ صاحب مدظلہ کی توجہ سے ایک سال کا مجموعہ مضامین زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آیا ہے۔ اللہ کرے یہ سلسلہ آئندہ بھی باقی رہے۔

انگریزی انجمن کے طلبہ بھی بزبان انگریزی اپنے مقالات شائع کرنے والے ہیں، خدا کرے طبع ہو کر لوگوں کے لئے مفید بن سکے اور اس سے طلبہ میں آگے بڑھنے کا شوق پیدا ہو۔

انجمن القراء

تجوید و قرارت پڑھنے والے طلبہ کی بھی ایک انجمن "انجمن القراء" کے نام سے قائم ہے اس کا جلسہ بھی تین ہفتہ میں ایک مرتبہ پنجشنبہ کو بعد نماز عشاء منعقد ہوتا ہے سہ ماہی اور ششماہی پروگرام بھی ہوتے ہیں۔ جو طلبہ اس کے پروگراموں میں نمایاں درجہ

حاصل کرتے ہیں، نیز کہ ماہانہ امتحانی جلسۂ قراءت میں شرکت کا موقع دیا جاتا ہے، سالانہ جلسۂ قراءت جیسے اہتمام سے ہوتا ہے، باہر کے مجودین کو دعوت دی جاتی ہے، ان کے تجربات پر انعامات دیئے جاتے ہیں۔

کتب خانہ جامعہ کا اپنا ایک عظیم الشان کتب خانہ ہے جس میں مختلف علوم و فنون کی مختلف زبانوں میں تقریباً تیس ہزار کتابیں موجود ہیں، ان میں بعض کتب بہت نادر ہیں۔ مخطوطات کی بھی نایاب اچھی تعداد ہے۔ ہر سال کتابوں میں کافی اضافہ ہوتا رہتا ہے، یہ کتب خانہ اس اطراف میں جامعہ کی طرح بے نظیر اور وسیع کتب خانہ ہے، تین بڑے کمروں میں کتابیں رکھی جاتی ہیں، اس کے لئے ایک مستقل بلڈنگ کی تجویز بھی پاس ہو چکی ہے جلد ہی اس کی تعمیر شروع ہونے والی ہے، یہ عمارت جدید انداز پر بنے گی، اسکالرز، محققین و مصنفین کے لئے استفادہ کی تمام سہولتیں ان شاء اللہ فراہم کی جائیں گی، اس کے بعد کتب خانہ کی افادیت اور زیادہ ہو جائے گی۔

طلبہ کی لائبریری ایک دوسرا کتب خانہ طلبہ کا اپنا خاص بھی ہے جس میں درسی کتابوں کی شروحات کے علاوہ مختلف موضوعات پر طلبہ کی ضرورت کے مطابق کافی کتابیں موجود ہیں اس میں ہر سال توسیع ہوتی رہتی ہے، بہت سے ماہنامے مطالعہ کے لئے منگائے جاتے ہیں ان کو مجلد کرکے محفوظ بھی کر لیا جاتا ہے، حالات حاضرہ سے باخبر ہونے کے لئے مختلف زبانوں میں اخبارات بھی آتے ہیں، اس کتب خانہ کی بھی توسیع مزید زیر تجویز ہے۔

انگریزی بولنے والے طلبہ کے لئے الگ ایک [illegible] ہے جو افریقہ اور انگلینڈ کے طلبہ نے اپنے شوق سے کتابیں خرید کر تیار کیا ہے۔ اس میں بھی بقدر ضرورت کتابیں پہنچائی ہیں۔

تعطیلات

جامعہ میں تعطیل کلاں نصف شعبان سے قبل ہوتی ہے اور نصف شوال سے پہلے

پنجشنبہ کو دوپہر چھٹی ہے۔ عیدالاضحیٰ کے موقع پر ۱۰، ۱۱ روز کی تعطیل ہوتی ہے، ان کے علاوہ تعطیلات بہت کم ہیں۔ ۱۰ محرم اور ۱۲ ربیع الاول کو تعطیل ہوتی ہے، پھر ۲۶ جنوری اور ۱۵ اگست کو۔ ان کے علاوہ کوئی تعطیل نہیں۔ امتحانات کے لئے تقریباً ۱۵ یا ۲۰ یوم کا وقفہ ہے۔ نصاب کی تکمیل کا بہت اہتمام کیا جاتا ہے، ہر سال اساتذہ کو سرکلر کے ذریعہ اس کی تاکید کر دی جاتی ہے کہ کتابوں کے اسباق میں مقدار خواندگی اتنی مقرر کریں کہ سال کے آخر تک مناسب رفتار کے ساتھ کتابیں ختم ہو جائیں۔ گھنٹے ساٹھ منٹ کے ہوتے ہیں، درجات کے لئے درسگاہیں مقرر ہیں، اوپر کے درجات میں اساتذہ تبدیل ہوتے ہیں طلبہ اپنی جگہ پر رہتے ہیں، اس سے درسگاہوں میں کوئی انتشار بھی نہیں ہوتا اور وقت کی بھی بچت ہوتی ہے۔

مجلس شوریٰ

جامعہ کا انتظام شروع ہی سے مجلس شوریٰ کے تحت چلتا ہے، ہر پانچ سال پر مجلس شوریٰ کے ارکان کا انتخاب عمل میں آتا ہے۔ ٹرسٹی صاحبان کا تقرر سات سال پر ہوتا ہے۔ مجلس شوریٰ ہی مہتمم کا انتخاب بھی کرتی ہے۔ اور مہتمم مجلس شوریٰ کے فیصلوں کے مطابق عمل کرتا ہے، سال میں دو میٹنگ ضرور ہوا کرتی ہے، بوقت ضرورت کسی وقت بھی میٹنگ بلائی جا سکتی ہے۔

ارکان شوریٰ اور ٹرسٹی صاحبان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

پہلے جو حضرات رکن شوریٰ یا ٹرسٹی رہ چکے ہیں

۱ - الحاج مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب سملکی
۲ - مولوی اسماعیل یوسف گاروڈی صاحب ڈابھیلی
۳ - الحاج مولانا شفیع محمد صاحب تراجوی
۴ - مولانا صوفی محمد اسماعیل صاحب تقلیتوی
۵ - جناب محمد سلیمان بانسن صاحب ڈابھیلی
۶ - جناب احمد یعقوب تیا صاحب بکھلوایا ڈابھیلی
۷ - جناب محمد ابراہیم پٹیل نانا صاحب سملکی
(سنہ ۵۵ء میں یہ حضرات رکن تھے)

۸ - مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب ڈابھیلی
۹ - الحاج مولانا اسماعیل یوسف صاحب گارڈی ڈابھیلی
۱۰ - الحاج ابراہیم یوسف صاحب گارڈی ڈابھیلی
۱۱ - عیسیٰ یحییٰ ہاشم مولا صاحب ڈابھیلی
۱۲ - جناب محمد سلیمان بانس صاحب ڈابھیلی
۱۳ - حکیم نظام الدین شہاب ذلاتی صاحب
۱۴ - محمود احمد بکھلوایا صاحب
۱۵ - محمد محمود چینیا صاحب
۱۶ - سلیمان صالح جی ماکڑا صاحب
۱۷ - اسماعیل یوسف وڑی صاحب

۱۸۔ حاجی فخرالدین صاحب نوساری

۱۹۔ حاجی رضی الدین صاحب متولی جامع مسجد نوساری

۲۰۔ محمود اسماعیل گارڈی صاحب ڈابھیلی

۲۱۔ پیرزادہ محی الدین صاحب ڈابھیلی

۲۲۔ احمد یعقوب بن مرزا صاحب ڈابھیلی

۲۳۔ محمود محمد بسم اللہ صاحب ڈابھیلی

یہ حضرات بورڈ کے زمانہ میں ۔۔ ــــــــ مینیجمنٹ بورڈ کے ممبر تھے

●

۲۴۔ مولانا حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی دہلی

۲۵۔ مولانا علی محمد صاحب تراجوی

۲۶۔ مولانا عبدالرحیم صادق صاحب راندیری

۲۷۔ مولانا محمود دیندار صاحب کھلوڑی

۲۸۔ مولانا عبدالحق ابراہیم میاں صاحب سملکی

۲۹۔ مولانا محمد سعید احمد بزرگ صاحب مہتمم سملکی

۳۰۔ ابراہیم محمد نواب صاحب ڈابھیلی

۳۱۔ عبدالحق ابو ہاشم صاحب وٹا ڈابھیلی

۳۲۔ مولانا محمد شفیع ابراہیم میاں صاحب سملکی

یہ حضرات بورڈ ختم ہونے کے بعد نئی مجلس شوریٰ کے ممبر منتخب ہوگئے

●

۳۳۔ حاجی احمد موسیٰ نانا بھائی صاحب ڈابھیلی

۳۴۔ حاجی احمد حاجی یوسف بوٹا والا راندیری

۳۵ ۔ حاجی احمد موسیٰ صاحب لوناپوری

۳۶ ۔ حافظ یوسف محمد ناناصاحب سملکی

۳۷ ۔ رشید احمد محمد موٹا صاحب ڈابھیلی

مذکورہ بالا حضرات ٹرسٹی مقرر ہوئے

۳۸ ۔ مولانا عبدالصمد موسیٰ صاحب سورتی انکلیشر ضلع بھروچ

۳۹ ۔ مولانا عبدالرحیم یعقوب میاں صاحب بورسدی ضلع کھیڑا

۴۰ ۔ مولانا عبدالحی مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب ڈابھیلی

۴۱ ۔ جناب محمد محمود ایکھلوایا صاحب ڈابھیلی

۴۲ ۔ حافظ محمد امین احمد بزرگ صاحب سملکی

۴۳ ۔ حافظ اسماعیل محمد ایکھلوایا صاحب ڈابھیلی

۴۴ ۔ مولانا موسیٰ آدم ایسات صاحب سٹواڑی

۴۵ ۔ مولانا حکیم سلیمان صاحب کفلیتوی

۴۶ ۔ احمد یعقوب جی صاحب تراجوی

۴۷ ۔ جناب محمد سلیمان سنگیر صاحب ڈابھیلی

۴۸ ۔ اسماعیل ابراہیم بٹیل صاحب کالاکاچھوی

۴۹ ۔ حافظ سلیمان ابراہیم اسحاق جی صاحب ڈابھیلی

۵۰ ۔ حافظ داؤد مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب ڈابھیلی

۵۱ ۔ حاجی شیخ محمود ضیار صاحب (حافظ برادرس) سورت

۵۲ ۔ حاجی احمد ضیار صاحب بالی پوری

۵۳ ۔ مولانا سید اسعد مدنی صاحب دیوبندی صدر جمعیۃ العلماء ہند

۵۴ ۔ مولانا احمد رضا اجمیری صاحب راندیری شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ راندیر

۵۵ ۔ مولانا سیف الدین عثمانی صاحب ڈابھیلی

مولانا محمد ابراہیم اسحاق جی صاحب ڈابھیلی

رشید احمد حسن سلّو صاحب ڈابھیلی

سلیمان ابراہیم نواب صاحب ڈابھیلی

مولانا قمر الدین مولانا شمس الدین صاحبان بڑودوی

مولانا یوسف عبد اللہ پٹیل دیولوی بھروچ

(بعد میں یہ حضرات اپنے اپنے وقت پر منتخب ہوئے)

موجودہ ارکان شوریٰ وٹرسٹی صاحبان

۱۔ جناب مولانا سید اسعد مدنی صاحب دیوبند۔ صدر جمعیۃ علماء ہند

۲۔ جناب مولانا محمد رضا اجمیری صاحب شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ راندیر

۳۔ جناب مولانا عبد الصمد موسیٰ صاحب سورتی (بھروچ)

۴۔ جناب مولانا قمر الدین شمس الدین صاحب بڑودوی

۵۔ جناب مولانا محمد سعید احمد بزرگ صاحب سملکی مہتمم جامعہ

۶۔ جناب حافظ محمد امین احمد نانا صاحب سملکی

۷۔ جناب رشید احمد حسن سلّو صاحب ڈابھیلی

۸۔ جناب سلیمان ابراہیم نواب صاحب ڈابھیلی

۹۔ جناب مولوی یوسف عبد اللہ پٹیل صاحب دیولوی (بھروچ)

ٹرسٹی صاحبان

۱۰۔ جناب مولانا محمد شفیع میاں صاحب سملکی

۱۱۔ جناب حاجی شیخ محمود حافظ عمر فیار صاحب سورت

۱۲۔ جناب حاجی احمد اینف منیار صاحب عالی پوری

۱۳۔ جناب محمد سلیمان منگیرا صاحب ڈابھیل

۱۴۔ جناب رشید احمد محمود مومنا صاحب ڈابھیل

(یہ ٹرسٹی حضرات بھی مجلس شوریٰ میں شمار ہوتے ہیں)

جنوبی افریقہ کی کمیٹی

بانی جامعہ نے جب سرمایہ کی فراہمی کیلئے افریقہ کا سفر اختیار فرما تھا اس وقت جنوبی افریقہ میں ڈابھیل وسملک اور اس کے اطراف کے تقریباً تیس گاؤں کے باشندوں پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی اس کا نام ہے "ڈابھیل مدرسہ ٹرسٹ" وہاں جامعہ کی املاک کا انتظام اسی ٹرسٹ کے زیر نگرانی ہے اس کمیٹی کے ارکان اس وقت مندرجہ ذیل حضرات ہیں:۔

۱۔ جناب حاجی محمد سلیمان منشی صاحب صدر

۲۔ جناب حاجی موسیٰ بڑھانیا صاحب سکریٹری

۳۔ جناب حاجی ابراہیم ماکڑا صاحب

۴۔ جناب مولانا عبدالقادر ملک پوری صاحب

۵۔ جناب مولانا محمد ایوب صاحب کاجوی

۶۔ جناب حاجی محمد ابراہیم صاحب مورنی

۷۔ جناب حاجی احمد یوسف پانڈور صاحب

۸۔ جناب حاجی محمد سعید نواب صاحب

۹۔ جناب حاجی محمد سعید کاچھلیا صاحب

پانچ سال پر ان کا بھی انتخاب ہوتا ہے، انتخاب کے لئے تیس گاؤں کے نمائندے جمع ہوجاتے ہیں۔ ان گاؤں کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ ڈابھیل ۲۔ کالاکاچھا ۳۔ لاجپور ۴۔ بجم پور ۵۔ تراج ۶۔ باکھنگ

۷۔ بارڈولی ۸۔ نوساری ۹۔ نصیرپور ۱۰۔ ٹکولی ۱۱۔ سملک

- جیلاڑا ۱۳- آسنا ۱۴- بچین ۱۵- کھولوڑ (نزد ڈابھیل)
- جاجی پور ۱۷- تاڑیا ۱۸- ڈاکانیر ۱۹- بھنشی ۲۰- ڈاڑاگام
- ولیمہ ۲۲- کفلیتہ ۲۳- اکلیرا ۲۴- سامرود ۲۵- اٹاڑوا
- جلیشور ۲۷- نغیرگام ۲۸- ملدھرا ۲۹- مانک پور ۳۰- بھنک پور-

(جنرل افریقہ سے شائع شدہ رپورٹ سے یہ نام لئے گئے ہیں)

شخصیات

اربابِ اہتمام

و

اکابر شیوخِ حدیث

مولانا احمد حسن بھام سملکی رحمۃ اللہ علیہ

(فاضل مدرسہ امینیہ دہلی و بانی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل)

ولادت تقریباً ۱۲۹۹ھ ——— وفات محرم ۱۳۴۳ھ

آپ کے والد سملک کے باشندہ زراعت پیشہ بستی کے پٹیل (چودھری) تھے۔ اپنے اثر وجاہت کی وجہ سے معزز اور معروف تھے، ذی حوصلہ اور باہمت شخص تھے نیک خیال اور نیک کردار ہونے کی وجہ سے احباب و اقربا میں ممتاز رہتے، انتظامی صلاحیت کی وجہ سے اختلافی اور نزاعی مسئلوں میں لوگوں کی توجہ کا مرکز، انتہائی مہمان نواز اور علماء کے قدردان تھے، اکثر علماء اور مشائخ کا قیام آپ کے یہاں ہوتا تھا۔ کئی صاحبزادوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے عمر ثانی میں یہ مولود مسعود عطا فرمایا۔ جس کی ہمت بلند اور دل درد مند کی برکت سے صرف یہی ضلع نہیں بلکہ پورا صوبہ گجرات علم کی روشنی سے آشنا اور بدعات و جہالت کی اندھیریوں سے بیزار ہوا۔

تعلیم ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں ہوئی۔ قرآن مجید ناظرہ اور ابتدائی اردو کتابیں مکتب میں پڑھنے کے بعد مدرسہ اسلامیہ کٹھور (ضلع سورت) میں مولانا عبدالحق ہزاروی سے فارسی اور ابتدائی عربی کی کتابیں پڑھیں اسی زمانہ میں اس علاقہ کے مشہور عارف باللہ حضرت صوفی شاہ سلیمان لاجپوری[1] کے مدرسہ اسلامیہ لاجپور کی اور ان کے صاحبزو

---

[1] صوفی شاہ سلیمان صاحب کی ولادت لاجپور میں (جو ڈابھیل سے ۹ میل کی مسافت پر واقع ہے) ہوئی، تاریخ ولادت معلوم نہیں۔ لیکن تاریخی واقعات سے اتنا متعین ہے کہ ۱۲۴۱ھ [illegible]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۹) سے قبل ہوئی، ناظرہ حفظ اور ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد حافظ احمد دیوان) سے پائی۔ فارسی اور عربی کی تعلیم ریاست بچین کے قاضی حضرت فقیر اللہ سے حاصل بچپن ہی سے یاد الٰہی کا شوق تھا، اذکار و اشغال اور مجاہدہ و مراقبہ کا اعلیٰ مقام نصیب تھا، صوفی صاحب کو مولانا شاہ نظام الدین (خلیفہ مولانا جان محمد صوفی کمراوی) سے حرم چاروں طریقوں میں اجازت و خلافت حاصل تھی۔ شاہ نظام الدین کے ایک دوسرے خلیفہ حضرت مولانا جی ترکیسری بھی تھے صوفی صاحب سے ان کے بہت اچھے تعلقات تھے، صوفی صاحب کی تعظیم کرتے تھے اور صوفی صاحب کو گیروا رنگ کا کپڑا پہننے کی وجہ سے جوگی بابا کہا کرتے تھے۔

صوفی صاحب کو حاجی وارث علی شاہ اور مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی سے بھی خلافت حاصل تھی، آپ کی ذات سے بہت لوگوں کی اصلاح ہوئی کاٹھیاواڑ کے علاقہ میں آپ سے بہت سے لوگوں کو فیض پہونچا، آپ کے زمانہ میں صوفیوں کا ایک فرقہ "بھگت" نامی وحدۃ الوجود کا قائل تھا لیکن جہالت کی وجہ سے خود کو نماز اور شریعت سے برتر سمجھتا تھا۔ صوفی صاحب کے ہاتھ پر ان کو توبہ کی توفیق ہوئی، مرزا غلام احمد قادیانی سے ان کی قیام گاہ پر آپ نے مناظرہ کیا تھا، رنگون کے سفر میں وہاں مقیم گجرات کے تجار کی اصلاح کی بہت سے لوگوں نے سود کا پیشہ ترک کیا۔ لوگوں کی اصلاح، امر بالمعروف، نہی عن المنکر آپ کی زندگی کا اہم مقصد تھا ان کے نشیب و فراز اور موقع و محل سے اچھی طرح واقف تھے اس لئے مفید خدمات انجام دے سکے آپکی اور مولانا لیاقت علی صاحب کی مساعی سے نواب بچین ابراہیم صاحب کے دور میں خلافت راشدہ کا ایک چھوٹا سا نمونہ اس ریاست میں قائم ہو گیا تھا، احکام شریعت کا نفاذ ہوتا تھا شرعی قانون کے مطابق مقدمات کا فیصلہ ہوتا، حدیں جاری ہوتی تھیں، بدمعاشوں اور نشہ بازوں کو درے لگائے جاتے تھے۔

آپ نے غدر ۵۷ء کے بعد قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں ۲ ماہ سورت کے قلعہ میں قید رہے یہ خلوت معارف اور تقرب میں مزید ترقی کا باعث بنی، رہائی کے بعد مکہ معظمہ تشریف لے گئے حدود حرم شروع ہوتے ہی پا پیادہ ہو گئے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۱ پر)

بستان العلماء حضرت مولانا صوفی احمد میاں[1] لاجپوری نے تجدید کی اور باقاعدہ درس نظامی کے طرز پر تعلیم کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اطراف و جوانب سے طلبہ اکٹھا ہونا شروع ہوئے۔ مولانا احمد حسن بھام بھی لاجپور چلے آئے اور عربی کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ تعلیم شروع کی۔ مسلسل چار سال میں صرف و نحو، فقہ، اصول فقہ، منطق اور مشکوٰۃ شریف کی تعلیم حاصل کی پھر ۱۳۵۱ھ میں دہلی چلے گئے اور مدرسہ حسین بخش میں داخل ہوئے سال بھر دہلی میں قیام کرنے کے بعد مدرسہ جامع العلوم کانپور میں دو سال گذارے پھر دہلی آئے اور مدرسہ عبدالرب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۰ کا) وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ بیت اللہ شریف پر نگاہ پڑتے ہی حواس باختہ ہو گئے اور تمام شب ایک ہی جگہ بیٹھے رہ گئے صبح کو رفقاء کی مدد سے طواف کیا۔ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ سہ شنبہ کو انتقال فرمایا۔ سورت اسٹیشن کے قریب صوفی باغ کی مسجد سے متصل مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

حاشیہ صفحہ ہذا۔ [1] آپ صوفی صاحب مذکور کے صاحبزادہ ہیں، ولادت ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ کو ہوئی گجراتی اور اردو کی تعلیم لاجپور کے اسکول میں حاصل کی۔ ابتدائی فارسی والد بزرگوار سے پڑھی پھر والد صاحب کے ساتھ ۱۳۲۹ھ میں رنگون تشریف لے گئے وہاں مولانا سلطان احمد پنجابی (تلمیذ قاسم العلوم) سے عربی ادب کی کچھ کتابیں پڑھیں، بعدہٗ تکمیل کیلئے دہلی تشریف لے گئے حدیث و تفسیر مولانا رحیم بخش دہلوی سے، معقولات وغیرہ مولانا محمد اسحاق صاحب (تلمیذ مولانا عبدالحق خیرآبادی) سے حاصل کیا۔

۲۰ سال کی عمر میں فارغ ہو کر ۱۳۳۲ھ میں لاجپور آئے اور اسی سال مطابق ۱۹۱۴ء میں مدرسہ اسلامیہ لاجپور کو از سر نو جاری کیا۔ ضلع سورت کے اکثر علماء آپ سے مستفید ہوئے مولانا احمد حسن بھام سملکی (ربانی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل) مولانا احمد بزرگ سملکی (سابق مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل) مولانا احمد درویش سملکی (مدرس سابق جامعہ مذکور) مولوی حاجی ابراہیم میاں سملکی مولوی ابراہیم پٹیل کفلیتوی مولانا محمد یوسف لاجپوری مولانا مرغوب احمد لاجپوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۲ پر)۔

میں داخلہ لیا، پھر مدرسہ امینیہ میں دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی اور وطن آ گئے کچھ عرصہ تک شہر سورت میں ترادوار باڑیہ سیٹھ کے مدرسہ میں مدرس اول رہے اس کے بعد

(حاشیہ صفحہ ۳۱۳) مولانا کو زمانۂ طالب علمی ہی سے تصنیف و تالیف کا شوق تھا، آپ کی تصنیفات میں ذخیرۃ العلوم کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ کسی نئی روشنی کے شیدائی نے یہ کہہ دیا تھا کہ "عربی میں علوم ہی کیا ہیں" اس کے جواب میں آپ نے یہ کتاب شروع کی تھی جو ردیف دال تک پہنچ سکی۔ اس میں ایک سو انیس علوم وفنون کا تعارف کرایا گیا ہے اور ہر فن کی مشہور تصنیفات کی نشاندہی کی گئی ہے اگر یہ کتاب پوری ہو جاتی تو اردو تالیفات میں اپنے موضوع کی پہلی کتاب ہوتی۔ اس کے علاوہ عقد التنفیس کا ترجمہ مع اضافہ بنام "مرتبۃ الجلیہ" تصنیف فرمائی جس میں تصوف کے چھ قاعدوں کو بہت ہی بسط کے ساتھ آیات و احادیث سے ثابت فرمایا۔

بہت سی کتابوں کے شرح و تحشیہ کا کام شروع کیا تھا، اصول حدیث میں نخبۃ الفکر، اصول فقہ میں مسلم الثبوت، صرف میں شافیہ، نحو میں کافیہ اور الفیہ، معانی میں تلخیص، حکمت میں فارابی کی فصوص الحکم، منطق میں بو علی سینا کی منظوم عیون المسائل، ہیئت میں تصریح، کلام میں قصیدہ بدء الامالی کی شرحیں نہایت بسط سے لکھیں تصوف میں لوائح جامی و جواہر الحقائق، مناظرہ میں رشیدیہ، ریاضی میں خلاصۃ الحساب، حکمت میں ہدیہ سعیدیہ، منطق میں شرح تہذیب، عروض و قوافی میں عروض المفتاح، تہذیب اخلاق میں ہدایۃ الہدایہ کی شرحیں بھی لکھیں مگر ان میں سے صرف بعض تصنیفات زیور طبع سے آراستہ ہو سکیں۔

آپ ہی کے ہاتھ سے مولانا احمد حسن بھام نے مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک کا افتتاح فرمایا تھا، آپ کو صرف ۴۴ سال کی عمر مستعار مل سکی۔ ۱۰ رشعبان ۱۳۲۱ھ مطابق ۴ راگست ۱۹۰۳ء شب شنبہ کو رحلت فرمائی۔ اذ نظر الحق الی جنتہ تاریخ وفات نکلتی ہے۔

(ماخوذ از ماہنامہ دار العلوم ربیع الاول ۱۳۷۷ھ (صـ ۴۲)

ملازمت چھوڑ کر سملک آ گئے اور شعبان ۱۳۲۶ھ میں سملک کی مسجد میں تعلیم الدین کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا جو آگے چل کر جامعہ اسلامیہ کے ساتھ مشہور ہوا۔ مدرسہ کا افتتاح ایک بڑے مجمع میں اپنے استاذ مولانا صوفی احمد میاں لاجپوری کے دست مبارک سے کرایا۔ شروع میں آپ کے ساتھ صرف ایک اور مدرس تھے جو قرآن شریف پڑھاتے تھے لیکن مولانا نے جس دردمندی اور خلوص وللہیت کے ساتھ اس کام کو شروع کیا تھا اس کا تقاضا تھا کہ مدرسہ برابر ترقی کرتا رہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ طلبہ کی کثرت ہوتی گئی اور مدرسین وملازمین بڑھتے گئے۔

مولانا کی زندگی اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے وقف تھی چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر وقت ہر لمحہ اسلام ومسلمانوں کی فلاح وبہبود کی آپ کو دھن لگی رہتی تھی۔ آپ کی ہر ہر ادا میں اسلام کی خدمت کا اثر نمایاں تھا بلکہ آپ کی شکل وصورت ہی سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو کسی چیز کا عشق غالب ہے۔ اور وہ چیز تھی " دین اور علوم کی خدمت تھی۔

اس لئے مولانا مدرسہ کی ترقی اور افادیت کی وسعت کیلئے برابر فکرمند رہے، اور اس کیلئے جو صورت بھی ہو سکتی تھی اس کے عمل میں لانے سے دریغ نہ کرتے تھے۔ مولانا نے کلام بلاغت نظام کی اہمیت کا اندازہ کیا اور اس کو صحیح پڑھنے کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے ایک ماہر فن قاری کا تقرر کیا تاکہ قرآن کو صحیح پڑھنے کا رواج ہو۔

صنعت کتابت کی ضرورت محتاج بیان نہیں آپ نے اس کیلئے کانپور سے ایک تجربہ کار خوشنویس کو بلا کر درجۂ کتابت قائم کیا، تعلیم وتعلم کی زبان اردو تھی اس سے پورے طور پر اسی وقت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے جب کہ اردو بولنے اور سمجھنے پر قدرت ہو اس لئے آپ نے مدرسہ کے اندر اردو میں گفتگو کرنا لازم قرار دیا۔ اگر کسی طالب علم کو گجراتی میں بات کرتے سن لیتے تو سخت ناراض ہوتے بلکہ بعض وقت سزا بھی دیتے۔

اسلام کی تعلیم کو عام کرنے اور عوام تک پہونچانے کیلئے ایک ماہوار رسالہ "الدین" کے نام سے جاری کیا جس میں علمی، مذہبی، تاریخی اور اصلاحی مضامین شائع کرتے۔ اس رسالہ نے دین کی بیش بہا خدمات انجام دیں کتابت وطباعت کی مشکلات کے پیش نظر اس

پریس قائم کرنے کی ضرورت محسوس فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی پورا فرما دیا اور [illegible] کے نام سے سورت میں پہلا اسلامی پریس قائم ہوگیا۔ افسوس کہ مولانا کی مختصر زندگی کے ساتھ ہی یہ دونوں سلسلے بھی رخصت ہوگئے۔

مولانا ہمہ تن دین کی خدمت میں مشغول تھے مدرسہ بھی برابر ترقی پذیر تھا مگر اس کی ضرورت محسوس فرمائی کہ مدرسہ کیلئے کوئی مستقل اور وسیع عمارت ہونی چاہئے تاکہ خدمت دین کا یہ سلسلہ اور تعلیمات اسلام کا یہ حلقہ وسیع اور زیادہ سے زیادہ مفید ہوسکے۔ دراصل مولانا کے ذہن میں ایک جامعہ کا تصور تھا اور اسی کے شایان شان آپ کو زمین کی تلاش تھی اس زمانہ کے نوساری کے نائب صوبہ دار مولانا محمد علی جو ہیرا مرحوم کا بھی مشورہ یہی تھا کہ گاؤں سے باہر کوئی وسیع زمین حاصل کرلی چاہئے چنانچہ دونوں نے ڈابھیل و سملک کے ہر چہار طرف گھوم پھر کر دیکھا بڑی جدوجہد کے بعد ڈابھیل کی غربی جانب عیدگاہ کے مقابل ایک وسیع قطعہ زمین خرید لیا جس پر آج جامعہ قائم ہے۔

سب سے پہلے آپ نے اس زمین پر مسجد تعمیر کرائی ، دارالطلبہ اور درسگاہوں کیلئے سرمایہ کی ضرورت تھی آپ نے مقامی حضرات اور ان احباب خیر کے مشورہ سے جو جنوبی افریقہ میں تجارت کرتے تھے افریقہ کا سفر کیا ، وہاں پہونچ کر مسلمانوں میں جو کچھ نااتفاقی تھی اپنی حسن تدبیر سے اس کو دور فرمایا ، اور اصلاح ذات البین کے بعد جو چندہ کی اپیل کی تو ہر ایک نے دست اعانت بڑھایا اور تعمیر کیلئے ایک گرانقدر رقم جمع ہوگئی

انتقال

وطن واپسی کا قصد ہی فرما رہے تھے کہ وہاں "انفلوئنزا" کی وبا پھیل گئی جس میں مدرسہ کے بہت سے بہی خواہاں اور خود مولانا کے برادر بزرگ جناب ابراہیم حجام صاحب بھی انتقال کرگئے۔ اس سے آپ کو بے حد اور ناقابل برداشت صدمہ پہونچا بالآخر آپ پر بھی اسی مرض کا شدید حملہ ہوا جس سے آپ جانبر نہ ہوسکے اور ۲ محرم ۱۳۳۸ھ بروز پنجشنبہ واصل بحق ہوگئے اور جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ کا ایک شہر) میں مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس عظیم المرتبت پیشوا کی رحلت سے اہل افریقہ تو گویا رنج و غم و الم بن ہی گئے

ڈابھیل و سملک میں جب تار سے یہ خبر آئی تو گھر گھر ماتم کدہ بن گیا۔ اور محدث العالم محدث العالم کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ اس طرح جو آفتاب علم و ہدایت ڈابھیل و سملک سے طلوع ہوا تھا افریقہ میں جاکر ہمیشہ ہمیش کیلئے غروب ہو گیا۔ کل شیءٍ ہالک الا وجہہ

(منقول از روداد جامعہ و ماہنامہ دارالعلوم محرم سنہ ۱۳۹۲ھ)

مولانا احمد بزرگؒ

(فاضل دارالعلوم دیوبند، مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل)

ولادت غالباً سنہ ۱۲۹۹ھ ــــــــ ــ ــــــــ وفات سنہ ۱۳۷۰ھ

والد صاحب کا نام ابراہیم عرف نانا تھا۔ پیر کے لقب سے مشہور تھے۔ سملک کے باشندہ زراعت پیشہ علماء و صلحاء کے ہم نشیں، صوم و صلوٰۃ کے پابند بہت معمولی پڑھے لکھے تھے۔ بزرگوں سے عقیدت و محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے صالح ولد سے نوازا جس کا نام احمد رکھا گیا۔

مولانا احمد بچپن ہی سے اپنی نیک فطرتی کی وجہ سے بزرگ کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

تعلیم قرآن شریف ناظرہ اور اردو گاؤں کے مکتب میں پڑھنے کے بعد فارسی مولوی سید امیر میاں سملکی مقیم نوساری سے پڑھ رہے تھے کہ اتنے دور میں مدرسہ اسلامیہ رانیر کا دور جدید مولانا صوفی احمد میاں لاجپوری کے ہاتھوں شروع ہوا۔

اطراف سے دیگر طلبہ کے ساتھ مولانا احمد بزرگ بھی وہاں پہونچے سنہ ۱۳۱۲ھ کا زمانہ تھا، گلستاں بوستاں پڑھنے کے بعد محرم ۱۳۱۳ھ میں ۴۱ طلبہ نے میزان شروع کی، اس جماعت میں مولانا بزرگ کے ساتھ مولانا احمد حسن بھام سنگی، مولانا احمد درویش سملکی، حاجی ابراہیم میاں سملکی، مولانا یوسف لاجپوری، مولانا مرغوب احمد لاجپوری بھی شریک تھے، چار سال تک یہ تعلیمی سلسلہ جاری رہا۔ ہدایہ، نور الانوار اور مشکوٰۃ تک تعلیم ہو سکی پھر مدرسہ میں تعطل پیدا ہو گیا مگر استاذ کے علمی ذوق نے طلبہ میں تحصیل علم کا ایک جوش اور ولولہ پیدا کر دیا تھا۔ اس لئے طلبہ نے مختلف علمی مراکز کا قصد کیا۔ مولانا احمد بزرگ دہلی پہونچے ایک سال وہاں رہ کر دیوبند چلے گئے سنہ ۱۳۱۸ھ میں دار العلوم میں داخل ہوئے۔ چار پانچ سال تعلیم لیکر سنہ ۱۳۲۱ھ میں فارغ ہوئے[1]۔ علوم و فنون کی جملہ کتابیں اس زمانہ کے اساتذہ، مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحبؒ، مولانا حافظ احمد صاحب صدر مہتمم، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی نائب مہتمم، مولانا غلام رسول صاحب سے اور دورۂ حدیث حضرت شیخ الہند سے پڑھا، تکمیل کیلئے ایک سال مزید رہے اور سنہ ۱۳۲۲ھ میں سند حاصل کی۔

سنہ ۱۳۲۲ھ کے اخیر میں قطب وقت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بیعت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت کی خدمت میں ۹، ۱۰ ماہ تک ذکر و شغل، مجاہدہ و ریاضت میں مشغول رہے تا آنکہ ۸ جمادی الاخری سنہ ۱۳۲۳ھ کو آپ کی موجودگی میں وصال ہوا۔ اسی نسبت سے تذکرۃ الرشید مصنفہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی میں بار بار آپ کا ذکر آیا ہے۔ مولانا احمد بزرگ کے متعدد خواب اس میں مذکور ہیں۔ ان خوابوں سے شیخ کے ساتھ انتہائی تعلق کا پتہ چلتا ہے۔

اب بادل ناخواستہ واپس گھر تشریف لائے ورنہ آپ نے طے کر لیا تھا کہ علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل کے بغیر گھر نہیں جاؤں گا۔ دوران تعلیم والد ماجد کا انتقال ہو گیا، اس کی اطلاع دی گئی اور بلایا بھی گیا کہ اب گھر پر کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہیں رہا تھا لیکن آپ نے

---

[1] تاریخ دار العلوم دیوبند ۹۲/۲

اس بچارگی تاعمر کو بھی وطن سے دور ہی رہ کر برداشت کرلیا۔ دو چھوٹی بہنیں تھیں جن کی بعض رشتہ داروں نے کفالت اور پرورش کی۔

حضرت گنگوہیؒ کی تلقین کے مطابق برابر ذکر و شغل جاری رکھا۔ کبھی کبھی حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضری ہوتی رہتی تھی۔ معمولات کے بہت پابند تھے، سفر ہو یا حضر تہجد کی نماز کبھی فوت نہیں ہوتی۔ بعد میں آپ نے کلام پاک حفظ بھی کرلیا تھا تہجد میں قرآن جہراً پڑھنے کا معمول تھا اور اس کے بعد ذکر جہری کا۔ جب قرآن ختم ہوتا بہت اہتمام سے اچھا کھانا پکواتے اور گھر والوں کو کھلاتے۔ ۱۳۶۹ھ میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے ڈابھیل و سملک کے ایک مجمع عام میں آپ کو خلافت سے نوازا اور لوگوں کی اصلاح و ارشاد کی ہدایت فرمائی۔

گنگوہ سے آنے کے بعد گھر ہی پر بچوں کو پڑھاتے رہے، کچھ دنوں راندیر میں بھی تعلیم دی پھر جنوبی افریقہ چلے گئے تین چار سال وہاں رہے۔ ۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم دیوبند کا جو بڑا جلسۂ دستار بندی کا ہوا تھا اس وقت آپ افریقہ ہی میں تھے، آپ کی دستار جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) بھیجی گئی تھی۔ پھر وطن واپس ہوئے تو مولانا احمد حسن بھام نے مدرسہ تعلیم الدین کا جو ۱۳۲۳ھ میں قائم ہوچکا تھا صدر مدرس[1] بنایا۔ ۱۳۳۴ھ ۱۹۱۶ء میں مولانا حکیم محمد ابراہیم راندیری کی فرمائش اور طلبی پر رنگون تشریف لے گئے، اور سورتی جامع مسجد رنگون میں مفتی مقرر ہوئے۔ تین سالہ قیام میں افتاء، وعظ اور درس قرآن کے ذریعہ فیض پہنچایا۔

اسی زمانہ میں مبلغ قادیانیت خواجہ کمال الدین کی آمد سے رنگون میں فتنہ قادیانیت[2] نے

---

[1] محرم ۱۳۲۳ھ میں مدرسہ تعلیم الدین میں مدرس اول تھے۔ رسالہ الدین ماہ محرم ۱۳۳۳ھ ص۱۲۔

[2] رد قادیانیت پر آپ نے ایک کتاب "معرکۂ رنگون بر پیروان دجال زمن" تحریر فرماکر شائع کی جس میں مناظرہ کی تفصیل بھی مذکور ہے۔

سر اٹھایا تو مولانا نے اس کو کچلنے کیلئے خوب خوب کام کیا، امام اہل سنت مولانا عبد الشکور لکھنوی کی مواعظ کیلئے تشریف لائے تو کتب تفسیر کے حوالوں کی تلاش اور مالی سرمایہ کی فراہمی کا سہرا آپ ہی کے سر رہا، تعزیہ داری کے خلاف بھی آپ نے وہاں دیرپا خدمات انجام دیں اور اس بدعت کو مٹا کر ہی دم لیا۔

ادھر مولانا احمد حسن بھامؒ کا افریقہ میں ۱۳۳۲ھ میں انتقال ہوگیا تو لوگوں نے اہتمام کیلئے کسی ایسے عالم کی ضرورت شدت سے محسوس کی جو انتظامی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔ حاجی یوسف میاں سملکی نے جامعہ کی عالیشان درسگاہ کی تکمیل کے بعد افتتاح کیلئے جو جلسہ بلایا تھا اسی جلسہ میں قاضی رحمت اللہ صاحب راندیری نے مولانا احمد بزرگ کا نام اہتمام کیلئے پیش فرمایا اور تمام حاضرین نے اس کی تائید کی۔

۲۲ رشعبان ۱۳۳۲ھ کو رنگون سے بلا کر مہتمم بنایا گیا، آپ نے ایک اصلاحی ادارہ کی خدمت کو تجارت کی خدمت پر ترجیح دی، کیونکہ ایک ادارہ سے سیکڑوں محقق تیار ہو سکتے ہیں۔

آپ نے خلوص و للہیت اور پوری امانت و دیانت کے ساتھ ۱۳۷۱ھ تک ۳۹ سال اہتمام کیا، آپ ہی کے زمانہ میں یہ مدرسہ ایک جامعہ بنا، تعمیری و تعلیمی اعتبار سے عظیم مدارس میں شمار ہونے لگا۔

۱۳۴۶ھ میں علامہ انور شاہ کشمیری اور ان کے ساتھی جب دار العلوم سے علیحدہ ہوئے تو آپ نے بستی کے باہمت اور اہل خیر حضرات کے مشورہ سے ڈابھیل آنے کی دعوت دی، تشریف لانے پر ان کی خدمت کا حق ادا کیا، ہر طرح کی سہولتیں فراہم کیں، ایک کثیر سرمایہ کی ضرورت تھی وہ سب اللہ تعالیٰ نے اخلاص کی بدولت پورا کر دیا۔

چار سال کی مدت میں ۵۰ - ۵۵ کمرے طلبہ کی رہائش کیلئے تیار ہوگئے، اساتذہ کی رہائش کیلئے دار الاساتذہ بن گیا، سنہ ۵۰ھ میں انور بلڈنگ تیار ہوگئی جس میں کتب خانہ کے علاوہ وسیع درسگاہیں اور متعدد کمرے ہیں۔ اس طرح آپ کا دور اہتمام جامعہ اسلامیہ کی پوری تاریخ میں ایک روشن باب ہے جسے ہمیشہ یاد کیا جاتا رہے گا۔

مولانا کو قوم کی اصلاح کی بہت فکر تھی۔ تعلیم کے ذریعہ جامعہ سے جو خدمت انجام پاتی تھی اس کے علاوہ اس بات کا بھی اہتمام فرماتے تھے کہ اساتذہ جامعہ کے مواعظ و ملفوظات سے عام لوگ بھی فائدہ اٹھا سکیں۔ اس کے لئے مختلف مقامات پر کسی مناسبت سے پروگرام طے کرتے۔ آنے جانے کیلئے سواری کا انتظام کرتے۔ اس طرح سے بہت سی بستیاں بنتیں۔ لوگوں کو دین کی طرف توجہ ہوئی۔ اپنے بچوں کو دینی تعلیم کیلئے جامعہ میں بھیجنے لگے۔

درد مندی اور خیر خواہی کا کچھ اندازہ ایک روداد کے چند جملوں سے لگایا جاسکتا ہے۔ لکھتے ہیں:-

"ان عام اثرات کے سوا جس میں ہر فرد گجرات شریک ہے جامعہ کے دوسرے عملی اثرات ہیں جن سے ابھی تک میری قوم میری تمنا کے مطابق متأثر نہیں ہوسکی ہے میں اپنی قوم کا شکوہ کروں گا اور ضرور کروں گا کہ اس نے میری بہت مدد کی مگر ابھی میری وہ امداد نہیں کی جس کا میں طالب ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ گجرات کا بچہ بچہ جس طرح گجراتی پڑھنے پر مجبور ہے اسی طرح اپنی دینی تعلیم کی تحصیل کی طرف مائل ہوجائے اور ہر قبیلہ اور ہر گھر ایسا نظر آئے کہ اس کا چھوٹا اور بڑا اپنی دینی ضروریات میں مستغنی ہو" (روداد ۵۷ھ صفحہ ۲۷)۔

آپ کے سفر افریقہ کے موقع پر مولانا عثمانیؒ نے ایک الوداعی تقریر فرمائی تھی جس میں آپ کے تین اوصاف بیان فرمائے تھے "مہتمم صاحب کے تین وصف ہیں جن سے میں بہت متأثر ہوں۔ ایک قلت تکلف و تواضع، یہ اس زمانہ میں بہت کم ہے یہ اصل میں صحابہ کرام کا وصف خاص تھا۔ کانوا اعمقهم علماً واقلهم تکلفاً وابرهم قلوباً۔ دوسرا وصف اخلاص ہے جو تمام اعمال حسنہ کی روح ہے یہ وصف بھی اس زمانہ میں تقریباً نایاب ہے۔ تیسرا وصف یہ ہے کہ مہتمم صاحب کو دینی علوم کے احیاء و ابقاء کا جو قلبی شغف و شوق ہے وہ بھی اس زمانہ کے نوادر سے ہے الخ"

(روداد ۵۵ھ مختصراً)

مولانا مرغوب احمد لاجپوری نے لکھا ہے۔ مولانا احمد بزرگ سیدھے سادے بھولے بھالے بزرگ تھے تکلف و تصنع مطلق نہیں تھا لباس موٹا پہنتے تھے کفایت شعار تھے، فضول خرچی سے نفور تھے۔ جو سامنے آیا کھا لیا، لذیذ اور اچھے کھانے بھی خوب شوق سے سیر ہو کر کھاتے، قویٰ بہت مضبوط تھے، چالاکی عیاری بناوٹ اور اظہار شان سے کوسوں دور تھے۔

باوجود سادگی کے چہرے پر بزرگی اور علم کا رعب تھا، طلبہ دیکھتے ہی راستہ صاف کر دیتے صبح کو گھر سے آتے تو مدرسہ کی رقوم ایک تھیلی میں رکھ کر لاتے جو ہاتھ میں ہوتی اگر طلبہ کو سرزنش کی ضرورت ہوتی تو کبھی تھیلی ہی کو استعمال کر لیتے۔ انتظام کی اچھی صلاحیت تھی۔

علمی صلاحیت بھی بہت خوب تھی، علم فرائض میں بہت اچھی مہارت تھی۔ سراجی اکثر خود ہی پڑھاتے تھے، افتاء میں بھی مہارت تھی، امانت داری اور دیانت داری کی وجہ سے افریقہ کے تجار بہت اعتماد کرتے تھے، مقیمین افریقہ کی املاک کا انتظام جو بمبئی میں تھیں خود ہی کرتے تھے، حساب کتاب بہت صاف رکھتے تھے، ایمانداری کا وصف نمایاں تھا۔

رؤیائے صادقہ بہت ہوتے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت منامی بکثرت ہوا کرتی تھی، اپنی بیاض میں ۴۵ واقعات زیارت کے تاریخ کے ساتھ لکھے ہیں۔ ایک دفعہ بخاری شریف کے درس میں آنکھ جھپک گئی تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو گئی۔ اس کو آپ نے وہیں بخاری کے صفحہ پر تحریر فرما لیا۔

اخیر زمانہ میں فرماتے تھے کہ اب مجھ کو خواب کی بھی ضرورت نہیں جب مراقبہ کرتا ہوں زیارت کر لیتا ہوں۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

تین حج نصیب ہوئے ۱۳۲۶ھ میں حج کے بعد روضہ اقدس سے واپسی کے وقت

ہوئے گریہ طاری ہوا، خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی فرمائی کہ احمد آئندہ سال بھی ہماری زیارت کرو گے چنانچہ سنۂ آئندہ حج و زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اس دفعہ زیارت کے وقت بہت کچھ فیض حاصل ہوا۔

حقیقت میں آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی عقیدت اور کامل محبت تھی اس لئے سنت کا بہت اہتمام فرماتے تھے آخیر زمانہ میں جب کہ مدرسہ سے الگ ہو چکے تھے تو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو دیکھا کہ حضرت جوتیاں دکھا رہے ہیں۔ مقصد تو یہ تھا کہ وقت سفر قریب ہے لیکن پوچھنے پر کسی نے تعبیر یہ بتائی کہ شاید مدینہ منورہ کی زیارت کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے چند ہی دن کے بعد انتقال ہو گیا۔ سملک کے قبرستان میں آسودۂ خواب ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ رحمہ اللہ

(مفتی گجرات و مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل)

ولادت ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء ——— وفات ۲۴ اپریل ۱۹۵۹ء شوال ۱۳۷۸ھ

۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء میں ڈابھیل میں ولادت ہوئی، ابتدائی تعلیم گاؤں ہی میں ہوئی، دس سال کی عمر میں حافظ ابراہیم سلیمان لوجہ سے قرآن شریف حفظ کر لیا۔ اس کے بعد ابتدائی تعلیم کیلئے مدرسہ تعلیم الدین میں داخل ہوئے۔ پھر مشہور اشرفیہ سورت کے مدرسہ میں داخل ہو کر مولانا عبدالحق اور مولانا حسین بخش وغیرہ سے عربی کی تعلیم حاصل کی، تکمیل کیلئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ دوران تعلیم ہی شادی کی وجہ سے وطن واپس آ گئے تقریباً ڈیڑھ سال تعلیمی سلسلہ منقطع رہا۔ بعد ازاں مدرسہ امینیہ دہلی میں رہ کر حضرت مولانا کفایت اللہ دہلوی سے

خوش نویسی کی مشق کی۔ ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۴ء میں دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو کر دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔[1] یہ زمانہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ صدارت کا تھا۔ مولانا احمد بزرگ صاحب سے بھی تلمذ کا شرف حاصل تھا۔

فراغت کے بعد وطن واپس ہوئے تو ابتداءً مدرسہ تعلیم الدین میں درجہ عربی اولیٰ کے مدرس بنائے گئے تدریس کے ساتھ ساتھ اہل بدعت اور نام نہاد صوفیت کے پھیلائے ہوئے طوفان کا بھی مقابلہ کرتے رہے۔ پھر جناب حاجی یوسف گارڈی کی دعوت پر جنوبی افریقہ کے مشہور شہر جوہانسبرگ چلے گئے، وہاں شہرت بھی مل گئی تھی مگر وہاں کا ماحول آپ کی طبیعت کے موافق نہیں تھا اس لئے تقریباً تین برس میں واپس آگئے پھر نہیں گئے۔ واپسی کے دو برس بعد ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۶ء میں مدرسہ تعلیم الدین ہی میں جو ابھی ایک معمولی مدرسہ کی حیثیت میں تھا مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۳۴۸ھ / ۱۹۲۹ء میں سورتی جامع مسجد برما میں مفتی بن کر برما تشریف لے گئے، وہاں افتاء کی خدمت کے ساتھ مولانا احمد شریف رنگونی کی معیت میں جمعیۃ العلماء برما کی بنیاد ڈالی۔ اس جمعیۃ نے برما میں بہترین دینی اصلاحی اور رفاہی خدمات انجام دیا۔ مختلف اطراف میں مبلغین بھیجے گئے۔ کئی دینی مدارس قائم کئے گئے اس اصلاحی پروگرام کے مصارف کیلئے مفتی صاحب نے دوکانوں پر چندہ کیلئے بکس رکھوا دئے تھے۔ اس کی آمدنی سے تمام شعبے چلتے رہے۔ جمعیۃ العلماء دہلی کیلئے بھی وہاں سے گراں قدر رقم ہر سال ارسال کرتے رہے۔

قیام برما کے دوران رعشہ کا مرض لاحق ہوا، جس سے گردن ہلا کرتی تھی، رنگون کے علاج و معالجہ کے باوجود نفع نہیں ہوا تو وطن واپس آگئے، وطن میں بھی ڈاکٹروں کے علاج سے فائدہ نہیں ہوا تو بغرض علاج دہلی تشریف لے گئے وہاں سے بحمد اللہ صحت یاب ہو کر ڈابھیل تشریف لائے۔ پھر دوبارہ رنگون جانا ہوا وہاں شرفاء رنگون کی سلور جوبلی کے موقع پر سورتی مسجد پر چراغاں کرنے کے سلسلہ میں اختلاف ہو گیا، اس لئے ڈابھیل

---

[1] تاریخ دارالعلوم دیوبند صفحہ ۱۳۱

پہنچ گئے، وہاں تھوڑا عرصہ قیام کرکے وطن واپس آگئے تھے

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے منصب افتاء پر

رنگون و برما سے واپسی پر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں (جو اب جامعہ بن چکا تھا) اور مفتی عتیق الرحمٰن صاحب کے چلے جانے سے افتاء کی جگہ خالی تھی، منصب افتاء کے اوپر یکم ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء کو آپ کا تقرر ہوا۔[1] پھر ۱۳۶۱ھ میں مولانا احمد بزرگؒ کے مستعفی ہونے پر عہدۂ افتاء کے ساتھ عہدۂ اہتمام قبول کرنے کیلئے جب کہا گیا تو ابتداءً مفتی صاحب نے صاف صاف انکار کر دیا مگر جب اصرار بڑھا اور انکار مشکل ہو گیا تو بالآخر استاذ محترم مولانا احمد بزرگؒ سے بات کرنے کے بعد قبول فرما لیا اور ۱۳۷۱ھ تک گیارہ سال اس ذمہ داری کو نبھایا۔[2]

شعبان ۱۳۷۱ھ میں آپ نے عہدۂ اہتمام سے استعفاء دیدیا۔ اس کی وجہ مفتی صاحب کے داماد کی رپورٹ سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ اہتمام پر غیر ضروری پابندیاں تھیں۔ مہتمم کو ایسے اختیارات نہیں حاصل تھے کہ وہ مدرسہ کو خوش اسلوبی سے چلا سکے اس کی کچھ تفصیل ہم نے ان سالوں کے حالات میں صفحات گذشتہ میں تحریر کی ہے۔

اہتمام سے علیحدگی کے باوجود منصب افتاء پر آپ برابر جلوہ افروز رہے ۱۴۰۱ھ تک آپ کا نام بحیثیت مفتی روداد میں درج ہے۔

خدمات

آپ جب سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مفتی مقرر ہوئے افتاء کے ساتھ اہم کتب کا درس بھی دیتے رہے مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ دہلویؒ کے زیر تربیت افتاء نویسی کی مشق کرنے سے آپ کو افتاء سے کافی مناسبت ہو گئی تھی مفتی کا لفظ آپ کے نام کا جزء بن گیا تھا اور مفتی گجرات کا خطاب بھی آپ کو عطا کیا گیا زندگی کے آخری لمحات تک اسی کام سے متعلق رہے اس میں آپ کو بڑی شہرت حاصل

---

[1] ماہنامہ دارالعلوم فروری ۱۹۶۳ء [2] روداد جامعہ ۱۳۸۳ھ ص ۲۲ [3] ماہنامہ دارالعلوم فروری ۱۹۶۳ء ملخصاً۔

ہوئی، لوگوں کو آپ کے فتاوی پر کامل اعتماد تھا، جواب کا اعتبار پیدا کرنے کیلئے
طور پر کتب فقہ کے حوالہ کی بھی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

افتاء کی ابتداء قیام رنگون ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۴ء سے ہوئی اور اسی وقت سے آپ کے فتاوی کی افادیت کو عام کرنے کیلئے ایک ہفتہ واری گجراتی اخبار "مسلم گجرات" میں شائع ہونے لگے، آپ کے تعلقات زیادہ اہل گجرات ہی سے تھے اس لئے گجراتی زبان میں ہوا کرتے تھے تو لامحالہ جوابات بھی گجراتی میں ہوتے تھے، لیکن جب کبھی سوال اردو میں ہوتا تو جواب بھی اردو ہی میں دیتے۔

جب سے آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مفتی مقرر ہوئے، جامعہ میں آئے ہوئے سوالات کے جوابات تو لکھتے ہی تھے، ساتھ ہی "مسلم گجرات" کے ایڈیٹر کے پاس جو سوالات آتے ان کے جوابات بھی لکھتے رہتے اور یہ فتاوی "مسلم گجرات" میں شائع ہوتے رہتے اس طرح مذکورہ اخبار میں چار ہزار فتاوی شائع ہوئے ان میں سے بائیس سو فتاوی پر مشتمل تین جلدیں زیور طبع سے آراستہ بھی ہو چکی ہیں، بقیہ فتاوی بھی اللہ تعالیٰ نے چاہا تو شائع ہو جائیں گے، مسلم گجرات کے علاوہ ماہنامہ "الاصلاح" اور ماہنامہ "تبلیغ" میں آپ کے فتاوی شائع ہوتے تھے۔

وفات تک تینتیس سال کی مدت میں کل فتاوی کی تعداد ۵۵ ہزار ہوتی ہے۔

آپ کے فتاوی پر ہندوستان کے بڑے بڑے علماء نے بھی اطمینان ظاہر فرمایا ہے۔ ایک دفعہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے آپ کا فتوی دیکھ کر فرمایا تھا کہ اس [illegible] کے فتاوی سے تفقہ کی بو آرہی ہے۔

اخلاق و عادات

مفتی صاحب طبیعت کے سادہ، مخلص اور بڑے مہمان نواز تھے تقوی اور پرہیزگاری آپ کے چہرہ سے عیاں تھی، ہر ملنے والا ان کی ان صفات سے متاثر ہوتا تھا۔ حکیم جناب لطیف محمد خاں بھوپالی نے جمادی الاخری [illegible]ھ میں جامعہ کی زیارت کی تھی تو مفتی صاحب کے بارے میں تحریر معائنہ میں لکھا تھا یہاں کے جناب مفتی صاحب انتہائی مخلص بزرگ اور مدرسہ نیز اہل وطن کے لئے ایک اخلاقی علمی اور روحانی طبیب ہیں۔ ص۱۲

۱۸ رمضان ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۵۵ء کو مفتی ضیاء الحق ولوکی نے بھی مفتی صاحب سے ملاقات کے بعد یہ الفاظ لکھے تھے "آپ کے اخلاق اور خلوص نے مجھے گرویدہ بنا لیا" رجسٹر معائنہ ص ۳۸ ۔

مہمان نواز ایسے تھے کہ کسی آنے والے کیلئے خواہ وہ متعارف ہو یا نہ ہو بغیر کھانا کھلائے ہوئے ان کے گھر سے جانا مشکل تھا، تہجد اور اپنے دیگر معمولات کے پابند تھے، روزانہ ایک منزل قرآن کی تلاوت کا معمول تھا۔

اصلاح ذات البین

دینی واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ اصلاح ذات البین کی شریعت اسلام میں کتنی اہمیت ہے مفتی صاحب اپنے اثر و رسوخ سے یہ کار خیر بھی انجام دیتے تھے اطراف کے گاؤں میں کہیں جھگڑا ہوتا خواہ دو شخصوں کا انفرادی ہو یا دو جماعتوں کا تو مفتی صاحب بیچ میں پڑ کر صلح کرانے اور اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی پوری کوشش کرتے۔ بہت سے واقعات میں کامیاب بھی ہو گئے اور دو متصادم جماعتوں کو تباہ ہونے سے بچا لیا۔

آپ کے اندر استغناء کی صفت بھی تھی۔ ایک دفعہ ایسے وقت میں جبکہ آپ کو تنگی تھی برما کے ایک شخص نے چار ہزار کی رقم پیش کی تو کسی مصلحت کے پیش نظر بڑے استغناء سے آپ نے اسے واپس کر دیا۔

شوال ۱۳۷۴ھ مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۵۵ء کو شب میں آپ کا وصال ہوا، وفات کے وقت عمر شریف ۶۱ برس کی تھی۔ ڈابھیل کے قبرستان میں تالاب کے کنارے آپ کا مزار مولانا سراج احمد رشیدی کے پہلو میں ہے۔

مولانا مرغوب احمد لاجپوری رح

(فاضل مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی)

ولادت ۳ ر ذیقعدہ ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۲ ر ستمبر ۱۸۸۴ء

وفات یکم محرم ۱۳۸۲ھ مطابق ۶ ر جون ۱۹۶۲ء

۳ ر ذیقعدہ ۱۳۰۱ھ بروز پنجشنبہ لاجپور میں ولادت ہوئی۔ نام احمد میاں رکھا گیا۔ مرغوب احمد تاریخی نام ہے۔ اردو اور گجراتی کی تعلیم لاجپور کے اردو اسکول میں ہوئی۔ حفظ شروع کیا لیکن پورا نہ ہو سکا۔ ابتدائی فارسی حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب سے حاصل کی پھر آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا صوفی احمد میاں سے فارسی کی تکمیل کے بعد ۱۳۱۷ھ میں عربی شروع کی ۱۳۱۸ھ کے اختتام تک مشکوٰۃ شریف وغیرہ پڑھ لی۔ مدرسہ میں تعطل ہو جانے کی وجہ سے ۱۳۱۹ھ میں کاپودرا گئے اور جامع العلوم میں داخلہ لیا۔ ۱۳۲۰ھ میں طاعون کی وجہ سے دہلی چلے گئے۔ رمضان دہلی میں گزارنے کے بعد شوال میں دیوبند پہنچے، حضرت شیخ الہند کو شرح جامی وغیرہ کا امتحان دیا، مشکوٰۃ، جلالین کی جماعت میں داخلہ ہوا۔ مولانا شبیر احمد عثمانی آپ کے ہم درس تھے، مگر صحت کی خرابی کے باعث دیوبند چھوڑنا پڑا، دہلی میں مدرسہ مولوی عبدالرب میں بعض ہم وطن احباب کے پاس کچھ دن قیام کیا تو وہاں کا ماحول پسند آیا۔ اور وہیں رہ گئے، مولانا عبدالعلی تلمیذ قاسم العلوم سے جو مدرسہ کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے زیادہ متاثر ہوئے ۱۳۲۲ھ میں فراغت حاصل کی، مولانا عبدالعلی صاحب کو آپ کی صلاحیت پر بہت اعتماد تھا۔ مولانا شاہ ابوالخیر مجددی دہلوی نے کسی علمی کام کیلئے ایک عالم کی ضرورت

ظاہر فرمائی تو مولانا مرغوب احمد صاحب کو بھیج دیا۔ مولانا مجددی نے آپ کے کام کو پسند کیا اور دعائیں دیں۔

پھر قاری عبدالرحمن الہ آبادی کی خدمت میں تجوید کی تحصیل کیلئے حاضر ہوئے لیکن بڑے بھائی نے تار دے کر گھر بلا لیا۔ ۱۳۴۲ھ میں ایک شادی کی تقریب میں بھوپال جانا ہوا تو وہاں علامہ شیخ حسین یمنی قاضی و محدث شہر سے بھی استفادہ کیا۔

۱۳۴۴ھ میں مدرسہ اسلامیہ لاجپور کو از سر نو جاری فرمایا۔ عربی فارسی کے ساتھ اردو اور گجراتی تعلیم کا بھی انتظام کیا۔ لیکن ۱۳۴۶ھ کے بعد حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے مدرسہ پھر بند ہو گیا۔

سفر رنگون

۱۹۱۶ء ۱۳۳۴ھ میں مولانا ابراہیم رندیری کے اصرار سے رنگون کا سفر کیا اور مدرسہ تعلیم الدین صوفیہ کا افتتاح کیا۔ عربی فارسی کے مدرس اور مفتی مدرسہ مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۹ء ۱۳۳۸ھ تک وہاں رہے۔ بڑے بھائی افریقہ چلے گئے۔ گھر کوئی مرد نہ رہا اس لئے وطن واپس آ گئے۔ ۱۳۴۲ھ تک گھر ہی رہے۔ مدرسہ صوفیہ میں تعطل کی وجہ سے ناظم مدرسہ نے پھر رنگون آنے کیلئے اصرار کیا۔ مولانا کو جامع مسجد لاجپور کی جدید تعمیر کے لئے سرمایہ کی ضرورت بھی تھی جس کی فراہمی رنگون میں خاطر خواہ ہو سکتی تھی اس لئے آپ نے ۱۳۴۳ھ میں دوبارہ رنگون کا سفر کیا۔ سال ڈیڑھ سال قیام کے بعد واپس آ کر مسجد کی تعمیر شروع کر دی۔ اہل قریہ اور نواب سچین ابراہیم خان صاحب نیز اصحاب خیر کی امداد بھی حاصل ہوئی۔ ۱۳۴۷ھ میں ۴۴ ہزار کی لاگت سے شاندار جامع مسجد تیار ہو گئی۔ متعلقات مسجد کا کچھ کام رہ گیا تھا۔ سہ بارہ سفر رنگون سے اس کی تکمیل بھی ہو گئی۔

رویائے صادقہ

آپ کو طالب علمی کے زمانہ سے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام خصوصاً سید الانبیاء و امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت منام کی بھی حاصل ہوتی رہی۔ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو خواب میں دیکھا۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بار بار دیکھا۔ ان سب خوابوں کو تاریخ اور تفصیل کے ساتھ تحدیث بالنعمۃ کے عنوان سے اپنی بیاض میں تحریر

فرمایا ہے ۔

مسجد کی تعمیر کے بعد یہ خدشہ تھا کہ معلوم نہیں یہ کام عند اللہ مقبول ہوا یا نہیں یہی فکر سوار تھی کہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ بروز سہ شنبہ سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مسجد کے برآمدے میں دوگانہ ادا فرما رہے ہیں اس سے دل کو اطمینان ہوا کہ انشاء اللہ یہ عمل مقبول ہے ۔

ضیافت و سخاوت مولانا نہایت مہمان نواز اور سخی واقع ہوئے تھے ۔ علماء کرام اور مدارس کے متعلقین میں سے کوئی لاجپور آتا تو مولانا ہی کا مہمان ہوتا ۔ علماء دیوبند جو ڈابھیل آتے تھے کبھی کبھی لاجپور وارد ہوتے تو مولانا کے گھر علمی مجلس قائم ہو جاتی ۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا اہتمام بھی چند ماہ آپ سے متعلق رہا ۔ مطالعہ کے ساتھ تحریر کا ذوق بھی بہت عمدہ تھا کئی کتابوں کے مصنف ہیں ، بہت سے علماء گجرات کا تذکرہ لکھ کر ماہنامہ دار العلوم میں شائع کرایا ۔ یکم محرم ۱۳۹۲ھ مطابق جون ۱۹۷۲ء میں انتقال ہوا لاجپور ہی میں آسودۂ خواب ہیں ۔ رحمہ اللہ رحمۃ کاملۃ ۔

مولانا محمد سعید بزرگ سملکی صاحب مدظلہ

مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ مولانا احمد بزرگ سملکی سابق مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سملک کے فرزند ارجمند ہیں ، مولانا احمد بزرگؒ کا تذکرہ گزر چکا ہے ، حضرت گنگوہیؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ ان کے خصوصی تعلقات کا حال بھی معلوم ہو چکا ہے ۔

مولانا محمد سعید مدظلہ ۱۹۱۶ء (۱۳۳۴ھ) کو سملک میں پیدا ہوئے ، اپنے والد ماجد کے زیر تربیت تعلیمی مراحل طے کئے ، شروع سے اخیر تک تمام تعلیم جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

سملک میں ہوئی۔ جامعہ اسلامیہ کے قابل ذکر اساتذہ مولانا محمد ناظم ندوی، مولانا عبد القدیر کیملپوری، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا سید محمد یوسف بنوری تھے آپ نے اکتساب فیض کیا۔ بخاری شریف مولانا عبد الرحمن امروہی شاگرد رشید حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا شبیر احمد عثمانی سے پڑھی۔ ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء میں فراغت ہوئی۔

شعبان ۱۳۵۱ھ میں جب کہ آپ مدرسہ کے طالب علم تھے، اپنے والد ماجد کے ساتھ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں تھانہ بھون حاضر ہوئے تھے اگرچہ حضرت تھانویؒ طلبہ کو بیعت نہیں کرتے تھے لیکن مولانا احمد بزرگؒ کی سفارش پر خلاف معمول آپ کو بیعت سے سرفراز فرمایا۔

فراغت کے بعد مختلف دینی و ملی خدمات انجام دیتے رہے، سملک مسجد کی تولیت سنبھالی، ۱۹۳۲ء میں با عزت لوگوں کے تعاون سے سملک میں دنیوی تعلیم کیلئے اسکول قائم کیا اور اس میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ مجلس خدام الدین سملک کی تاسیس میں بھی آپ کا اہم رول رہا ہے، آپ اس کے خزانچی بھی رہ چکے ہیں۔

۱۹۵۵ء میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ایما پر دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے اور اب تک اس کی رکنیت کا شرف حاصل ہے۔

۱۹۵۲ء میں جمعیۃ العلماء ضلع سورت کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۳۷۲ھ و ۱۹۵۳ء میں حضرت شیخ الاسلام اور مولانا یوسف صاحب کاندھلوی امیر تبلیغ کی معیت میں حج کا پر لطف سفر کیا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد آپ نے اصلاحی تعلق پہلے حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب کیملپوری خلیفہ حضرت تھانوی سے قائم کیا۔ اس کے بعد حضرت مدنیؒ سے متعلق ہو گئے۔ حضرت مدنیؒ کے ساتھ آپ کا تعلق بہت عشق کا تھا

رجب ۱۳۸۲ھ جنوری ۱۹۶۳ء میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا عہدۂ اہتمام آپ کے سپرد کیا گیا۔ اس کی تفصیل ابھی تاریخ میں "جامعہ کے دور ثالث" کے زیر عنوان گزر چکی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ جامعہ بعض ناگفتنی اسباب کی وجہ سے کلکٹر کے زیر انتظام چلا گیا تھا۔ مہتمم کو

انتظام کرنے میں کافی دشواریاں درپیش تھیں، ایک پیسہ بھی کلکٹر کی اجازت کے بغیر خرچ نہ ہو سکتا تھا، مولانا عبدالحئی بسم اللہ صاحب مہتمم تھے وہ باہر تشریف لے جانے والے تھے اس لئے انھوں نے ایک رات سملک، ڈابھیل کے معزز حضرات کو جمع کیا جن میں مولانا محمد سعید کے خسر حاجی ابراہیم میاں صاحب بھی تھے اور مولانا بزرگ کے گھر پہونچے اور اہتمام قبول کرنے کیلئے کافی دباؤ ڈالا۔

آپ نے اپنے خیر خواہوں اور ہمدردوں سے مشورہ کے بعد اہتمام کو قبول فرمالیا اور اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر جامعہ کو ترقی دینے کی پوری کوشش کی۔ شدہ شدہ جامعہ گورنمنٹ کے تسلط سے آزاد ہوا، حالت یہاں تک پہونچ چکی تھی کہ چار سال سے مدرسہ کی رپورٹ بھی نہیں شائع ہو سکی تھی تقریباً بیس سال سے کسی تعمیر و مرمت کا ذکر روداد میں نہیں ملتا، بعض قدیم عمارتیں مرمت کی سخت محتاج تھیں، جو عمارتیں تھیں یا تو مولانا احمد حسن بھام کے دور کی بنی ہوئی تھیں یا پھر مولانا احمد بزرگ کے زمانہ کی۔

مولانا بزرگ مدظلہ نے زمام اہتمام سنبھالتے ہی جامعہ کے انتظام پر کنٹرول کرلیا، لوگوں نے بھرپور تعاون بھی دیا، تعلیم کا معیار بلند کیا، قدیم درسگاہ کی مرمت کرائی، ان کے حجروں کے پتھر جو ٹوٹ چکے تھے تبدیل کرائے، طلبہ کے ناشتہ کا انتظام کیا، ایک جگہ بٹھا کر تمام طلبہ کو کھلانے کا نظم کیا، طلبہ کیلئے چارپائی کا انتظام کیا، طلبہ کی رہائش کیلئے شاندار دارالاقامہ تیس لاکھ کے صرفہ سے تعمیر کرایا جس میں مطبخ، پانی گودام اور ڈائننگ ہال بھی ہے۔ مسجد جو مولانا احمد حسن بھام کے زمانہ کی بنی ہوئی تھی ناکافی اور بوسیدہ ہو رہی تھی اس کو شہید کر کے آٹھ لاکھ کے خرچ سے بے نظیر اور شاندار مسجد تعمیر کرائی جو ہر وارد و صادر کو دعوت نظارہ پیش کرتی ہے، دارالقرآن کے نام سے حفظ و قراءت کیلئے ایک عمارت بارہ کمروں پر مشتمل تعمیر کرائی۔ دارالاساتذہ جس کے اوپر پانی کی ٹنکی بھی ہے جس میں نو اساتذہ رہ سکتے ہیں اسی طرح جدید دارالاقامہ طلبہ درجہ حفظ کی رہائش کیلئے یہ

دونوں عمارتیں ابھی چند سال قبل تیار ہوئی ہیں۔ مغربی جانب کی قدیم لائن توڑ کر اس کے ملبہ سے ایک مزید دارالاساتذہ زیر تعمیر ہے جس میں بارہ اساتذہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ آئندہ کتب خانہ کیلئے ایک عالی شان عمارت بھی تعمیر ہونے والی ہے۔

اس وقت جامعہ میں جو عمارات موجود ہیں ان میں قدیم عربی درسگاہ مولانا احمد حسن بھامؒ نے جو چندہ افریقہ جا کر فراہم کیا تھا اس سے تعمیر شدہ ہے اور بیلا بلڈنگ مولانا احمد بزرگؒ کے عہد کی یادگار ہے۔ بنگلہ (قدیم دارالاساتذہ) بھی مولانا بزرگؒ ہی کے دور کی یادگار ہے اسی طرح شمالی جانب کی لائن بھی ان کے علاوہ جتنی عمارات ہیں وہ سب مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہٗ کی بے لوث خدمات کا نتیجہ ہیں، کتب خانہ کی توسیع اور معیار تنخواہ کی بلندی بھی آپ کی وسیع الظرفی کا بیّن ثبوت ہیں۔ آپ کے پچیس سالہ دور اہتمام میں جامعہ ترقی کے اعلیٰ منازل طے کر چکا ہے اور شاہراہ ترقی پر گامزن ہے۔

ابھی چند سال ہوئے آپ نے ایک ادارہ معین المدرسین کے نام سے قائم کیا ہے جس کا مقصد مکاتب اور مدارس کے قلیل تنخواہ پانے والے اساتذہ کا مالی تعاون ہے۔ اس ادارہ سے بھی وسیع خدمات انجام پا رہی ہیں۔ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور نیز دیگر اداروں کو آپ کے توسط سے کافی مدد پہنچتی ہے جنوبی افریقہ اور دیگر ممالک کے اصحاب خیر کو آپ پر کامل اعتماد ہے۔

آپ دارالعلوم کے رکن شوریٰ ہونے کے ساتھ جمعیۃ العلماء ہند صوبہ گجرات کے نائب صدر، انجمن اصلاح المسلمین صوبہ گجرات کے صدر، دینی تعلیمی بورڈ ضلع سورت و بلساڑ کے صدر اور مرکزی جمعیۃ العلماء ہند کی مجلس عاملہ کے رکن ہیں۔ دیگر بہت سے دینی اداروں سے بھی آپ کو رکنیت کا تعلق رہ چکا ہے۔

آپ نے متعدد عرب اور غیر عرب ممالک کا سفر بھی کیا ہے مثلاً حجاز مقدس، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، طائف، جدہ، بحرین، جنوبی افریقہ دو مرتبہ، انگلینڈ، ری یونین

موریشس وغیرہ تین بار حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ یاب ہو چکے ہیں۔

جامعہ کی یہ تاریخ آپ کی خدمات کی تفصیل پیش کرتی ہے، آپ ہی کی ہمت افزائی پر ناچیز کو اس تاریخ کے مرتب کرنے کی ہمت ہوئی اور ان شاء اللہ آپ کی توجہات سے زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئے گی۔ ابھی آپ نے طالبہ کے مضامین کا مجموعہ طبع کرا کر شائع کیا ہے۔ اس سے قبل علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریر بخاری کی مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی مدظلہ محدث وقت کی نظر ثانی کے بعد شائع کرا چکے ہیں، آپ پاؤں سے کافی معذور ہو چکے ہیں۔ اٹھا کر کرسی پر بٹھایا جاتا ہے پھر وہ کرسی کھینچی جاتی ہے اس کے باوجود روزانہ جامعہ تشریف لاتے ہیں، آپ نے اپنی زندگی کو جامعہ کیلئے وقف کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حسن قبول سے نوازے۔ اور جامعہ کے سر پر آپ کا سایہ عافیت کے ساتھ تادیر قائم رکھے۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء ———— وفات ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۳ء

۲۷ شوال ۱۲۹۲ھ[1] مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۸۷۵ء کو بروز شنبہ بوقت صبح اپنے ننہیال میں بمقام دودھوان جو کہ ورنوت سے بجانب شمال مغرب تقریباً چھ کوس پر ہے پیدا ہوئے ۴½ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد معظم شاہؒ سے قرآن شریف شروع کیا اور چھ برس کی عمر تک قرآن شریف کے علاوہ فارسی کے متعدد رسائل بھی ختم کر لئے۔ پھر مولانا غلام محمد صاحب (صوفی پورہ) سے فارسی و عربی میں تعلیم حاصل کی اور ابھی آپ کی عمر ۱۳، ۱۴ سال ہی کی تھی کہ ۱۳۰۵ھ میں شوق تعلیم نے لولاب سے ہزارہ اور

---

[1] کذا فی الاصل وفی نفحۃ العنبر [illegible] ذالک صـ ۱۲ مرتب

[illegible] پر غریب الوطنی کی علمی زندگی کو ترجیح دی۔ چنانچہ تین سال تک آپ ضلع ہزارہ کے متعدد علماء و فضلاء کی خدمت میں رہ کر علوم عربیہ کی تکمیل فرماتے رہے پھر جب علوم و فنون کی پیاس وہاں بھی بجھتی نظر نہ آئی تو ہندوستان کے مرکز علوم دینیہ دارالعلوم دیوبند کی شہرت سن کر آپ بھی[1] ۱۳۱۶ھ یا ۱۳۱۸ھ میں بعمر ۱۸ ؍ ۲۰ سال ہزارہ سے دیوبند کی طرف روانہ ہوگئے۔ دیوبند میں آپ نے ۳ ؍ ۴ سال رہ کر وہاں کے مشاہیر مشائخ وقت و یکتائے روزگار علماء سے فیوض علمیہ و باطنیہ کا بدرجۂ اتم استفادہ کیا اور ۲۰ ، ۲۱ سال کی عمر میں نمایاں شہرت و عزت کے ساتھ سند فراغ حاصل کیا، جن علماء سے آپ کو شرف تلمذ رہا ہے ان میں سے مندرجہ ذیل حضرات خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ قدوۃ العلماء مولانا الحاج محمود حسن (شیخ الہند) نوراللہ مرقدہٗ ، حضرت مولانا الحاج الحافظ خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب امرتسری مہاجر مدنی رحمہ، حضرت مولانا غلام رسول ہزاروی دیوبند سے فارغ ہوکر آپ قطب الارشاد حضرت مولانا الحاج رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور وہاں سے سند حدیث کے علاوہ فیوض باطنی بھی حاصل کئے اس کے بعد آپ دہلی تشریف لے گئے اور تین چار سال تک مدرسہ عالیہ امینیہ دہلی کے مدرس اول رہے۔

دہلی میں بارہ تیرہ سال قیام کے بعد بعض ضرورتوں اور مجبوریوں کے باعث آپ کشمیر تشریف لے گئے اور[2] ۱۳۴۲ھ میں آپ بعض مشاہیر کشمیر کی رفاقت میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، سفر حجاز میں طرابلس بصرہ اور مصر و شام وغیرہ کے جلیل القدر علماء نے آپ کی بہت عزت کی اور سب نے آپ کی خداداد وہبی تبحر

---

[1] تاریخ دارالعلوم میں ہے کہ آپ ۱۳۱۷ھ میں داخل ہوئے، ۱۳۲۲ھ میں فارغ ہوئے تھے اس وقت آپ کی عمر ۲۲ سال تھی ۱۲ مرتب۔

[2] مفتی کفایت اللہؒ کی ایک تحریر میں ہے کہ آپ نے ۱۳۴۲ھ میں حج فرمایا ۱۲ مرتب۔

لیاقت و قابلیت کو دیکھ کر سندات حدیث عطا فرمائیں جن میں آپ کا نام "الشیخ محمد انور بن الموذی محمد معظم شاہ الکشمیری" لکھا گیا۔

سفر حجاز[1] سے واپس آکر خواجگان بارہ مولا خصوصاً خواجہ عبدالصمد ککرو کے اصرار پر آپ نے بارہ مولا میں فیض عام مدرسہ کی بنیاد ڈالی، اور تقریباً تین سال تک آپ یہاں خلق اللہ کو فیضیاب کرتے رہے۔ اسی اثناء میں آپ کو دارالعلوم دیوبند کے جلسۂ دستار بندی کی تقریب پر مدعو کیا گیا، اور آپ دیوبند تشریف لائے۔ دارالعلوم دیوبند سے استفادۂ علوم و فنون کیا تھا۔ وہیں سے سندِ فراغ حاصل کی تھی اب اسی دارالعلوم میں مدرس[2] مقرر ہو گئے۔ سنن ابوداؤد شریف اور صحیح مسلم شریف کا درس ایک عرصہ تک بلا کسی تنخواہ کے دیتے رہے۔

چند سال کے بعد آپ کو اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال کی وجہ سے پھر کشمیر جانا پڑا لیکن دارالعلوم کی جانب سے واپسی کا شدید تقاضا ہوا اس لئے جلد ہی واپس تشریف لائے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ جو آپ کے بہت زیادہ شفیق استاذ تھے اور ساتھ ہی آپ کا بہت زیادہ احترام بھی کرتے تھے وہ اکثر آپ کے دیوبند میں مستقل قیام کی تجاویز سوچا کرتے تھے چنانچہ سب سے پہلے آپ نے حضرت شاہ صاحب موصوف کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ اور پھر اتباعاً للسنۃ نکاح کی تاکید فرمائی یہ ۱۳۴۲ھ کا واقعہ ہے جبکہ آپ کی عمر شریف ۴۴ سال کی تھی۔

بظاہر شاہ صاحب کو تجرد ہی رہنا پسند تھا اور آپ شادی کیلئے بالکل تیار نہیں تھے لیکن بسبب اتباعِ سنتِ نبوی اور اپنے مشفق استاذ کے ارشاد و اصرار پر

---

[1] دوسرے تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ پہلے قائم کیا تھا بعد میں حج کو گئے تھے ۱۲ تاریخ دارالعلوم دیوبند نفحۃ العنبر نقش دوام وغیرہ ۱۲ مرتب۔

[2] تاریخ دارالعلوم میں ہے کہ شروع ۱۳۲۰ھ میں آپ دارالعلوم میں مدرس مقرر ہوئے اور ۱۳۳۳ھ میں صدر مدرس اور جانشین شیخ الہند بنائے گئے ص ۱۲ (مرتب)

پسندی ظاہر فرمائی اور جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دار العلوم کے حسن انتظام بنگلور کے ایک اعلیٰ و شریف خاندان میں آپ کی شادی ہوگئی اس سے پہلے آپ دار العلوم میں حسبۃً للہ درس دیتے تھے اور شادی کے بعد بسبب حوائج اہل و عیال آپ نے نہایت قلیل تنخواہ قبول فرمائی۔ دار العلوم دیوبند کی خدمات کے سلسلہ میں آپ کو بیشتر ہندوستان کے اکثر مقامات میں جانا پڑا ہے اور جہاں جہاں آپ تشریف لے گئے وہاں سے دار العلوم کی امداد و اعانت میں غیر معمولی کامیابی ہوئی ایک مرتبہ دار العلوم کا وفد نواب خواجہ سر سلیم اللہ بہادر نواب آف ڈھاکہ کی خدمت میں گیا، حضرت شاہ صاحب رئیس الوفد تھے اور آپ نے نواب صاحب کو عربی زبان میں نہایت فصیح و بلیغ اڈریس دیا جس سے نواب صاحب مرحوم پر بہت گہرا اثر ہوا اور وفد مذکور نہایت کامیاب واپس ہوا وکذا۔

۱۳۴۴ھ تک آپ دار العلوم دیوبند میں بحیثیت صدر مدرس[1] و جانشین شیخ الہند درس حدیث دیتے رہے۔ اس کے بعد جب منتظمین سے بعض اصلاحات کے سلسلہ میں اختلاف ہوا تو آپ نے دار العلوم سے قطع تعلق فرمالیا اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت سے تعلق وابستہ کرلیا۔

۱۳۵۱ھ تک آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں درس حدیث دیتے رہے اور ۳ صفر ۱۳۵۲ھ کو بعارضہ بواسیر بمقام دیوبند رحلت فرمائی۔ نور اللہ مرقدہ و برد مضجعہ و رحمہ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت آخر عمر تک جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے جو زیادہ تر آپ کی ہی وجہ سے پھلا پھولا ہے قلبی شفقت رکھتے تھے، اور اس کی ترقی و کامیابی کیلئے ساعی رہے، زمانۂ قیام جامعہ اسلامیہ میں آپ سے جو کچھ علمی فیضان ہوا اس سے نہ صرف دور دراز کے طلبہ

---

[1] بلکہ رجب ۱۳۴۶ھ تک۔ تاریخ دار العلوم دیوبند صفحہ ۲۴۲ ۱۲ مرتب

آپ سے فیضیاب ہوئے بلکہ خطۂ گجرات تمام ہی فیوض ظاہری و باطنی سے بہرہ ور ہوا۔[1]

(از روداد ادارہ سنہ ۱۳۵۸ھ ص ۱۱ تا ۱۴)

آپ نے متعدد بہت اہم اور نادر کتابیں بھی تصنیف فرمائی ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل کتب و رسائل ڈابھیل میں تصنیف فرمائے ہیں۔ تحیۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام۔ یہ ۱۳۴۵ھ کی تصنیف ہے۔ (نفحۃ العنبر ص ۱۱۱) نیل الفرقدین فی مسئلہ رفع الیدین۔ یہ ۱۳۵۰ھ کی تصنیف ہے (ملاحظہ ہو اس کا مقدمہ) اسی طرح بسط الیدین لنیل الفرقدین بھی ڈابھیل کی تصنیف ہے۔ ۱۳۵۱ھ میں مکمل ہوا (ملاحظہ ہو کتاب کا دیباچہ)۔

وتر کے مسئلہ پر بے نظیر کتاب کشف الستر عن صلوٰۃ الوتر۔ یہ بھی ڈابھیل کے زمانہ کی تصنیف ہے (نفحۃ العنبر ص ۱۲۲)۔ مرقاۃ الطارم لحدوث العالم۔ یہ رسالہ بھی ۱۳۵۱ھ میں لکھا گیا۔

آپ کی تقریر بخاری فیض الباری کے نام سے چار جلدوں میں جامعہ اسلامیہ ہی کے احاطہ میں مرتب ہوئی جس کا حاشیہ البدر الساری یہیں لکھا گیا۔ اس کی طباعت اسی طرح علامہ کے دوسرے رسائل کی طباعت بھی مجلس علمی ڈابھیل کی جانب سے ہوئی۔

مشکلات القرآن۔ قرآن کے مشکل مقامات کا حل علامہ کشمیری کی بیاض سے مرتب کر کے شائع کرنے کا کام بھی ڈابھیل ہی سے انجام پایا۔

شاہ صاحب کے علوم کی اشاعت تصنیفات کے ذریعہ سے بھی یہاں سے خوب ہوئی۔ پانچ سال کی مدت میں ۲۴۱ طلبہ نے صحیح بخاری پڑھ کر جامعہ اسلامیہ سے فراغت

---

[1] ہم نے روداد سے "مختصر سوانح" کے نام سے جو کچھ لکھا گیا تھا نقل کر دیا۔ کچھ باتوں میں تاریخی اختلاف بھی ممکن ہے۔ قدیم تحریر ہونے کی وجہ سے ہم نے من وعن شائع کر دیا کہ کسی محقق کو یہ تحریر کام آ سکتی ہے۔ ۱۲ مرتب۔

حاصل کی اور ملک کے مختلف اطراف میں پھیل کر اشاعت علم اور تبلیغ دین میں مشغول ہوگئے۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۵ء —— وفات صفر ۱۳۶۹ھ / دسمبر ۱۹۴۹ء

ولادت ۱۰ محرم ۱۳۰۴ھ (۱۸۸۵ء) کو مولانا کی پیدائش بریلی کے علاقہ میں ہوئی اس وقت آپ کے والد ماجد وہاں کے ڈپٹی انسپکٹر تھے۔ نام فضل اللہ رکھا گیا، لیکن دوسرا نام شبیر احمد جو غالباً عشرۂ محرم میں پیدائش کی مناسبت سے رکھا گیا۔ زیادہ مشہور رہا۔

تعلیم ۱۳۱۲ھ میں دارالعلوم کے درجۂ قرآن کے استاذ حافظ محمد عظیم صاحب کے سامنے بسم اللہ ہوئی، قرآن مجید کے ساتھ اردو کی کچھ کتابیں بھی پڑھیں۔ ۱۳۱۴ھ میں منشی منظور احمد دیوبندی مدرس فارسی سے فارسی شروع کی۔ بعد ازاں فارسی کی اوپر کی کتابیں مولانا محمد یٰسین صاحب (والد ماجد مفتی محمد شفیع صاحب) سے پڑھیں۔ ۱۳۱۷ھ میں دارالعلوم میں عربی کی تعلیم شروع کی اور ۱۳۲۵ھ (۱۹۰۸ء) میں دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے۔ اور امتحان میں سب سے اعلیٰ نمبر کا امتیاز حاصل کیا۔

---

[1] روداد میں علامہ کے علمی وعملی کمالات پر بھی چھ صفحے لکھے گئے ہیں ہم نے شہرت کی بنا پر اس کو چھوڑ دیا۔ اس کیلئے نفحۃ العنبر، حیات انور، اور نقش دوام وغیرہ کی طرف رجوع کیا جائے۔

فراغت کے بعد چند ماہ دارالعلوم میں درس دیا پھر مدرسہ فتح پوری دہلی میں صدر مدرس ہو کر تشریف لے گئے۔ شوال ۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم میں علیا کے مدرس مقرر ہوئے۔ اسی سال اپنا مکان وغیرہ فروخت کر کے آپ نے حج کیا۔ ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۴ء سے مسلم شریف آپ کے زیر درس رہی۔ آپ کے درس مسلم کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ یہ درس ۱۳۴۴ھ تک قائم رہا۔ ۱۳۴۴ھ میں شاہ حجاز سلطان ابن عبدالعزیز بن سعود کی دعوت پر جمعیۃ العلماء ہند کی طرف سے نمائندہ بن کر گئے اور وہاں عربی میں زبردست تقریریں کیں۔ واپسی پر کچھ عرصہ صحت خراب رہی اور غالباً اسی سال آنکھ کا آپریشن بھی ہوا اس لئے اس سال ۱۳۴۴-۴۵ھ میں مسلم کا درس نہ دے سکے جس کو دورۂ حدیث کے طلبہ نے اپنا بہت بڑا خسارہ محسوس کیا۔ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ (۱۹۲۸ء) میں علامہ انور شاہ صاحب کے ساتھ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کو اپنی تشریف آوری سے نوازا۔

پانچ سال تک یہاں مسلم شریف اور ترمذی شریف کا درس دیتے رہے۔ ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء میں علامہ انور شاہ صاحب کے انتقال کے بعد جامعہ کے شیخ الحدیث بنائے گئے۔ اور ۱۳۵۴ھ تک مسلسل بخاری کا درس دیتے رہے۔ اور مولانا نے باقاعدہ بخاری کا درس یہیں دیا ہے۔ ۱۳۵۹ھ میں بھی ایک ماہ کیلئے ڈابھیل تشریف لائے۔ پھر ۱۳۶۲ھ میں تشریف لائے اور ۱۳۶۲ھ تک رہے۔ اسی دوران ۱۳۵۴ھ سے دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم بھی رہے۔ ۱۳۶۳ھ میں اس عہدہ سے مستعفی ہو گئے۔

مولانا جمعیۃ العلماء ہند کے صف اول کے لوگوں میں تھے لیکن ملک کے تقسیم ہونے سے چند سال قبل متحدہ قومیت اور کانگریس کے ساتھ جمعیت کے تعاون کے مسئلہ پر جمعیت سے اختلاف ہوا اور وہ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ ۱۳۶۵ھ میں جمعیۃ علماء اسلام کے صدر منتخب ہوئے۔ آپ نے ملک کے طول و عرض میں دورے کئے۔ تقسیم ہند سے قبل ۸ رمضان ۱۳۶۶ھ مطابق ۷ اگست ۱۹۴۷ء کو کراچی کیلئے روانہ ہو گئے۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو جشن آزادی میں شرکت کی اور وہیں مقیم ہو گئے۔ ۸ دسمبر ۱۹۴۹ء کو بہاولپور کے وزیر اعظم کی درخواست پر جامعہ عباسیہ بہاولپور کے افتتاح کیلئے تشریف لے گئے۔

علالت کے بعد بھاولپور ہی میں ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء مطابق ۲۱ صفر ۱۳۶۹ھ بروز گیارہ بجکر چالیس منٹ پر یہ آفتاب علم و فضل غروب ہو گیا۔ عمر شریف ۶۴ سال ماہ بارہ یوم کی تھی۔ جنازہ بھاولپور سے کراچی لایا گیا اور قیام گاہ واقع محمد علی روڈ آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

(ماخوذ از تجلیات عثمانی و مقالہ مولانا عتیق عثمانی و تاریخ دارالعلوم دیوبند)

فضائل و کمالات

علم و فضل، فہم و فراست، تدبر اور اصابت رائے کے لحاظ سے علامہ عثمانی کا شمار ہندوستان کے چند مخصوص علماء میں ہوتا تھا۔ وہ زبان و قلم دونوں کے یکساں شہسوار تھے۔ اردو کے بلند پایہ ادیب اور بڑی سحر انگیز خطابت کے مالک تھے۔ فصاحت و بلاغت، عام فہم دلائل، پر اثر تشبیہات، انداز بیان اور نکتہ آفرینی کے لحاظ سے ان کی تقریر و تحریر دونوں منفرد تھیں۔ حالات حاضرہ پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے اس لئے ان کی تقریر و تحریر عوام و خواص دونوں میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔ عظیم الشان جلسوں میں ان کی فصیح و بلیغ عالمانہ تقریروں کی یاد آج بھی اہل ذوق کے دلوں میں موجود ہے۔ (تاریخ دارالعلوم دیوبند صفحہ ۹۲)

سیاسی و ملی خدمات

تحریک خلافت کے آغاز میں حضرت شیخ الہند جب مالٹا سے رہا ہو کر ۱۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء میں تشریف لائے تو ان کے آخری لمحۂ حیات تک مولانا عثمانی ہی ان کی زبان و قلم رہے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے تاسیسی اجلاس علی گڑھ اور جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس دہلی وغیرہ میں جو خطبے اور پیغامات پڑھے گئے حضرت شیخ الہند کی علالت اور غیر معمولی ضعف و نقاہت کی وجہ سے ان کے حکم سے مولانا عثمانی ہی کے قلم سے لکھے ہوئے تھے اور مولانا ہی ان کے پڑھنے والے ہوتے تھے۔

آپ نے بہت سے مفید اور وسیع معلومات پر مشتمل مقالات اور رسالے تحریر فرمائے الاسلام، العقل والنقل۔ الدار الآخرۃ، اعجاز القرآن، الشہاب، معارف القرآن، تحقیق خطبۂ جمعہ، سجود الشمس، حجاب شرعی، خوارق عادات، الروح فی القرآن، ہدیۂ سنیہ قرآن مجید میں تکرار کیوں ہے وغیرہ اہل علم سے خراج تحسین حاصل کرچکے ہیں۔

لیکن آپ کی تصنیفات میں حضرت شیخ الہند کے ترجمہ پر تفسیری فوائد اور صحیح مسلم کی شرح فتح الملہم نے علمی دنیا میں آپ کو لازوال شہرت عطا کی اور عالم اسلام کی مسلّم شخصیتوں نے ان کے حق میں تعریفی کلمات لکھے۔

فوائد کی تاریخ تصنیف

حضرت شیخ الہندؒ نے ترجمہ مکمل کرنے کے بعد سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء کے فوائد لکھ لئے تھے۔ بقیہ فوائد مولانا عثمانیؒ کے قلم سے ہیں۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارے فوائد مولانا نے قیام ڈابھیل کے زمانہ میں تحریر فرمائے ہیں۔ اتنی بات تو بالکل قطعی اور یقینی ہے کہ سورۂ یونس سے اخیر قرآن تک کے فوائد ۱۳۴۹ھ سے ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ تک کے عرصہ میں لکھے گئے ہیں۔ کیونکہ سورۂ یونس کی آیت فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ کے فوائد لکھتے ہیں۔ جب بندہ یہ سطریں لکھ رہا ہے یوم عاشورا ۱۳۴۹ھ ہے اور ۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ کو فوائد کی تکمیل ہوگئی جیسا کہ اختتام پر تحریر فرمایا ہے۔ "الٰہی آج عرفہ کے مبارک دن.... تیرے کلام پاک کی ایک مختصر سی خدمت جو محض تیرے فضل و اعانت سے اختتام پذیر ہوئی ہے ۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ" مولانا انوار الحسن شیرکوٹی لکھتے ہیں" اب گیارہویں پارے سے پہلے کی تفسیر کا اندازہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا نے یہ تفسیر ۱۳۴۴ھ کے ابتدائی حصہ سے شروع کی ہوگی یا ۱۳۴۳ھ کے آخری حصہ سے۔ اس اثناء میں آپ مستقل ڈابھیل میں مقیم تھے مفسر نے سورۂ فرقان کی آیت وھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات کے فوائد میں قیام ڈابھیل کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنی مقبولیت بخشی کہ دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے جس کی تفصیل "تجلیات عثمانی" میں دیکھی جاسکتی ہے۔ علاوہ عصر حاضر کے اکابر میں اس کی

حیثیت کا اندازہ لگانے کیلئے صرف یہی واقعہ کافی ہے کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے مرض وفات میں جب مولانا عثمانی ان کی عیادت و زیارت کیلئے حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا میں نے اپنا تمام کتب خانہ وقف کردیا ہے۔ صرف دو چیزیں جو مجھے زیادہ محبوب ہیں اپنے پاس رکھ لی ہیں۔ آپ کے حواشی والا قرآن مجید اور دوسری کتاب جمع الفوائد۔

فتح الملہم

فتح الملہم کی پہلی جلد ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۳ء میں طبع ہوئی، دوسری جلد ۱۳۵۳ھ ۱۹۳۴ء میں اور تیسری ۱۳۵۵ھ ۱۹۳۶ء میں۔ یہ کام حضرت مولانا کے قیام ڈابھیل ہی کی یادگار ہے لیکن اس کی تصنیف کا سلسلہ بہت پہلے سے شروع تھا۔ مولانا ازہر الحسن شیر کوٹی کی تحقیق کے مطابق حضرت شیخ الہند کے سفر حجاز کے بعد جب مستقل طور پر مسلم کا درس آپ سے متعلق ہوا اسی وقت سے اس کی تصنیف کا سلسلہ شروع فرمادیا۔ مگر جیسا کہ مفتی عتیق الرحمن صاحب نے لکھا ہے۔ بعض موانع کی وجہ سے یہ کام تسلسل کے ساتھ جاری نہیں رہ سکا۔

ڈابھیل قیام کے زمانہ میں بھی اس کی تالیف کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ جامعہ کی متعدد رودادوں میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ ۱۳۵۲ھ کی روداد میں ہے کہ جب شاہ صاحب کا انتقال ہوگیا اور آپ سے شیخ الحدیث کی ذمہ داری قبول کرنے کی درخواست کی گئی تو آپ نے پہلے فتح الملہم کی تصنیف کا عذر کیا تھا۔ اسی طرح ۱۳۵۳ھ اور ۱۳۵۴ھ اور ۱۳۵۵ھ کی روداد میں ہے کہ علامہ عثمانی پورے انہماک سے مشغلہ تدریس اور فتح الملہم کی تالیف میں مشغول ہیں۔

اس کے علاوہ داخلی قرائن بھی اس کی شہادت دیتے ہیں کہ اس کا بہت سا حصہ یہیں لکھا گیا۔ تیسری جلد تو پوری کی پوری یہیں کی اور دوسری جلدوں میں بھی اس کی شہادات موجود ہے۔ فتح الملہم جلد اول میں مولانا خلیل احمد صاحب کو قدس سرہ لکھا ہے (۱۳۴۶ھ) جس سے ظاہر ہے کہ یہ حصہ ان کی وفات کے بعد لکھا گیا ہے۔ مولانا سہارنپوری کا انتقال ۱۳۴۶ھ میں ہوا ہے۔ مولانا عثمانی ۱۳۴۷ھ کے اخیر میں یہاں آگئے تھے۔

جلد ثانی میں کشف الستر کا حوالہ ص۲۹ پر ہے۔ اسی طرح تحلیل العرقدین کا حوالہ ص۱۶۲ پر ہے یہ دونوں کتابیں شاہ صاحب کی ڈابھیل کی تصنیفات میں سے ہیں۔ کما مر۔

تقریر بخاری علامہ عثمانی نے باقاعدہ بخاری صرف ڈابھیل ہی میں پڑھائی شاہ صاحب کے انتقال کے بعد ۱۳۵۳ھ میں پہلی بار پڑھائی اس سال مولانا عبدالعزیز صدیقی صاحب فاضل جامعہ نے جو دورۂ حدیث میں شریک تھے بڑے اہتمام سے علامہ کی تقریر قلم بند کی بعد میں علامہ نے اس پر نظر ثانی بھی فرمائی، اس کی نقل بھی اپنے لئے کرائی۔ اس تقریر کو شائع کرنے کا شرف بھی ہندوستان میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کو حاصل ہوا، جلد اول شائع ہو چکی ہے، جلد ثانی زیر ترتیب ہے۔ اسی تقریر کو کافی اضافہ کے ساتھ فضل الباری کے نام سے مولانا قاری عبدالرحمن صاحب نے پاکستان سے شائع کیا ہے اس کی کئی جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

علامہ کے علوم و فیوض کو جامعہ ڈابھیل سے خوب شائع ذائع ہونے کا موقع ملا یقیناً یہ جامعہ کی ایک ایسی خدمت ہے جس پر اس کو فخر کا حق حاصل ہے۔

حضرت مولانا سراج احمد رشیدیؒ

ولادت تقریباً ۱۲۹۳ھ ——— وفات ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ

مولانا موصوف نسباً سید تھے، عنفوان شباب ہی میں آپ کو آخرت دنیا سے پیاری ہو گئی تھی، اور اسی لئے اپنے اکابر خاندان کے برخلاف آپ نے علم عربی شروع کیا اور فارغ ہو کر میرٹھ، سردھنہ وغیرہ میں مدرس رہے کچھ عرصہ بعد آپ کی قابلیت کا اطراف میں شہرہ ہو گیا۔ اور ارباب حل وعقد دیوبند نے آپ کو دارالعلوم کی خدمت کیلئے بلا لیا۔ یہاں پہونچ کر آپ نے جمعیۃ الانصار کے فرائض کے ساتھ ساتھ خدمت درس کو بھی انجام دیا اور رسالہ القاسم کو بھی بڑے زمانہ تک نہایت دانشمندی ولیاقت کے ساتھ

زبردارانہ چلایا، آپ فطری طور پر طباع و ذکی تھے، شاعریت کا بھی آپ کو اچھا مذاق تھا فن طب میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا اور دیگر مذاہب سے مناظرہ کرنے میں بھی آپ کو کافی دستگاہ تھی، تقریر و تحریر میں آپ ماہر تھے لیکن ان سب مشاغل میں پیارا مشغلہ آپ کا درس حدیث ہی تھا اسی لئے ایک قابل طبیب ہو کر بھی آپ نے اس فن سے دلچسپی نہیں لی۔ ضمناً کسی کا اگر بوجہ اشد علاج کر دیا تو یہ اور بات ہے، دیوبند کے طویل قیام سے لے کر ڈابھیل کی آخری ساعت حیات تک آپ حدیث ہی کی تعلیم میں مشغول رہے، علم ظاہری کے ساتھ آپ قطب دوراں حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ العزیز کے مریدین با صفا میں سے تھے، اور تقریباً بیس سال سے زیادہ کے تربیت یافتہ تھے، حضرتؒ سے آپ کو والہانہ تعلق تھا اور اسی لئے بدعت سے آپ کو خاص تنفر تھا، نئی روشنی کے دشمن، قدیم روش کے حامی، با اخلاق اور بے انتہا با مروت، غریب پرور، اور نہایت متقی بزرگ تھے۔ یہ کہنا مبالغہ سے خالی ہے کہ اس دور میں آپ مجسم تبرک تھے۔ یکم ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ سے آپ کی علالت کا سلسلہ شروع ہوا اور ٹھیک یوم النحر جمعہ کے دن قبیل العصر جبکہ دنیا اپنی قربانی کی خوشیاں منا رہی تھی آپ راہ حق میں اپنی تقریباً پچھتر سالہ جان قربان کر رہے تھے، جو حالات اس مرض میں عیادت کرنیوالے دیکھتے تھے وہ جانیوالے کیلئے بشارت اور رہنے والے کیلئے قابل رشک تھے، آخری حال میں جب دماغ پر سرسامی کیفیت نے غلبہ کیا تو اس بے اختیاری کے عالم میں بھی جو کچھ زبان سے نکل رہا تھا وہ احادیث کی تقریر اور اسانید ابوداؤد کا حل تھا۔ آخر کار جو زبان صحت میں یادِ حق سے ہر وقت تر رہتی تھی حیات کے آخری لمحات تک اپنے کام میں مشغول رہی اور جب تک جسم میں حرکت رہی برابر چلا کی اور جب جسم نے حس و حرکت سے جواب دیا تو وہ بھی اپنے خالق کا نام لیکر ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(روداد دارالعلوم ۱۳۵۲ھ ص ۱۲ - ۱۴)

ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ سے وفات تک جامعہ کی خدمت کی اور بالآخر ہمیشہ کیلئے سرزمین ڈابھیل میں آ ملا۔ کے کیلئے مولسری کے درخت کے نیچے آسودۂ خواب ہیں۔ آپکی قبر سے متصل مولانا مفتی اسمٰعیل بسم اللہ کی بھی قبر ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن امروہی رحمہ اللہ

ولادت تقریباً ۱۲۷۷ھ ——— وفات ۱۳۶۷ھ

آپ کا سالِ ولادت تقریباً ۱۲۷۷ھ ہے۔ بمبئی میں پیدا ہوئے، مکہ مکرمہ میں قرآن شریف حفظ کیا، ابتدائی تعلیم بھی مکہ مکرمہ میں پائی۔ حضرت مولانا احمد حسن امروہی سے تحصیلِ علوم کی۔ آخر میں دیوبند آکر تفسیر و حدیث کے کچھ اسباق حضرت نانوتوی سے پڑھے۔ ان دونوں بزرگوں کے علمی فیوض سے ان کے تفسیر و حدیث کے اسباق میں متکلمانہ رنگ غالب تھا۔ دورانِ درس ان کی ذات ہر علم و فن خصوصاً علم کلام و مناظرہ میں یگانۂ روزگار تھی اکثر و بیشتر حضرت نانوتویؒ کے علوم و معارف کے دریا بہاتے تھے۔

حضرت نانوتویؒ کے آخری شاگردوں میں سے تھے۔ تفسیر میں ان کو خاص کمال تھا۔ مدرسہ شاہی مراد آباد، بمبئی، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اور مدرسہ جامعہ اسلامیہ امروہہ میں ساٹھ سال تک علوم دینیہ کی خدمت میں گذار دیے، اس لئے ان کے فیض یافتگان کی کثیر تعداد پائی جاتی ہے۔

سنہ ۱۳۲۳ھ میں کچھ عرصہ کیلئے دارالعلوم دیوبند میں بھی تفسیر و حدیث کے اسباق پڑھائے، آخر میں جامعہ اسلامیہ امروہہ کے شیخ الحدیث والتفسیر ہوگئے تھے حدیث و فقہ کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ تفسیر بیضاوی پر آپ کا ایک حاشیہ ہے، مطول اور مختصر المعانی پر بھی حواشی لکھے ہیں۔ شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت حاصل تھی۔ ۹۰ سال کی عمر میں ۲۴ جمادی الثانیہ ۱۳۶۷ھ کو واصل بحق ہوئے۔ اپنے استاذ حضرت مولانا احمد حسن امروہی کے پہلو میں آسودۂ خواب ہیں۔

(از تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۲۵)

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں ۱۳۴۶ھ میں تشریف لائے، اور ۱۳۶۲ھ تک رہے، [illegible] ۱۳۶۵ھ سے اخیر تک شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔

مولانا بدرِ عالم میرٹھیؒ

(رحمۃ اللہ علیہ)

ولادت ۱۳۱۶ھ ۱۸۹۸ء ——— وفات ۱۳۸۵ھ ۱۹۶۵ء

ولادت شہر بدایوں (جہاں آپ کے والد صاحب پولیس آفیسر کی حیثیت سے ملازم تھے) آپ کی ولادت ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۸ء میں ہوئی۔ آپ کے والد صاحب بہت ہی با اخلاق اور بات اور وعدے کے پکے تھے، کبھی رشوت نہیں لی، چشتیہ سلسلہ میں بیعت تھے بعد میں مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی سے تجدید بیعت کر لی تھی، اخیر عمر تک روزانہ اسّی اسّی ہزار مرتبہ اللہ کا ذکر کرتے تھے، تہجد کے پابند دیانت دار امانت دار تھے۔

ابتدائی تعلیم مولانا بدر عالم صاحب نے قرآن شریف کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اسکول میں انگریزی تعلیم تقریباً میٹرک تک حاصل کی، ایک روز الٰہ آباد کی ایک مسجد میں نماز جمعہ کیلئے تشریف لے گئے وہاں مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا وعظ تھا، اس کا ایسا اثر ہوا کہ آپ نے انگریزی کو چھوڑ کر عربی تعلیم حاصل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس وقت عمر شریف گیارہ سال تھی والد صاحب نے بہت سختی اور تادیب کی لیکن یہ اپنے ارادہ سے ٹس سے مس نہ ہوئے۔ یہ دیکھ کر والد صاحب سمجھ گئے کہ یہ کوئی راز الٰہی ہے۔ مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سارا واقعہ لکھ دیا۔

حضرت سہارنپوری نے جواباً تحریر فرمایا کہ آپ اس سعادت عظمیٰ کے حصول میں کیوں حائل ہوتے ہیں خوشی سے اجازت دیجئے۔

گیارہ سال کی عمر میں سہارنپور پہونچ گئے، حضرت سہارنپوری کی نگرانی میں انہی کی مسجد کے ایک حجرے میں قیام پذیر ہو گئے، اور مدرسہ مظاہر العلوم میں آٹھ سال تعلیم حاصل کی۔ انیس سال کی عمر میں سنہ ۱۳۳۵ھ میں فارغ ہو کر اسی مدرسہ میں معین مدرس ہو گئے۔ دو سال درس دینے کے بعد دیوبند حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ سنہ ۱۳۳۸ھ میں دورہ حدیث میں شریک ہو کر شاہ صاحب سے بخاری اور ترمذی پڑھی، آپ کے افادات نوٹ بھی کئے۔

سنہ ۱۳۴۱ھ میں دار العلوم میں مدرس مقرر کئے گئے۔ وہاں سے سنہ ۱۳۴۶ھ کے اخیر میں علامہ کشمیری کے ساتھ ڈابھیل تشریف لائے۔ یہاں علیا کے مدرس ہونے کے باوجود علامہ کے درس بخاری میں چار سال تک طلبہ کی صف میں بیٹھ کر شرکت کی۔ قیام بھی بنگلے میں اس طرح تھا کہ دونوں کے کمرے ایک ساتھ تھے، بیچ میں دروازہ بھی تھا مگر استاد کا ادب اس درجہ تھا کہ کبھی استاد نے اپنے اس شاگرد کے چھینکنے کی آواز نہیں سنی، شاہ صاحب نے اپنے ہاتھ سے حدیث کی سند خاص عطا فرمائی۔

تصنیف وتالیف

اسی دوران محقق ابن الہمام کی کتاب "زاد الفقیر" پر حاشیہ تحریر فرمایا جس کا نام "مستزاد الحقیر" ہے۔ رد قادیانیت کے موضوع پر ایک رسالہ "آواز حق" کے نام سے بھی تصنیف فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب کے انتقال کے بعد تقریر بخاری کی ترتیب کا کام آپ ہی کے سپرد ہوا۔ آپ نے سنہ ۱۳۳۸ھ میں شاہ صاحب سے بخاری پڑھی تھی لیکن اس کے بعد بھی سماعت کیا کرتے تھے۔ شاہ صاحب نے سنہ ۱۳۴۸ھ میں جو اپنے ہاتھ سے لکھ کر سند عطا کی تھی وہ مقدمہ فیض الباری صفحہ پر درج ہے۔ اس میں شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ مجھ سے تین مرتبہ تین سالوں میں مولوی بدر عالم

۱؎ جامعہ ڈابھیل کا قدیم دارالدرس مراد ہے۔

اپنے قراءت اور سماعت کی۔ حاشیہ میں مولانا بدر عالم لکھتے ہیں کہ اس کے بعد بھی کم از کم سات سال تک میں شاہ کی خدمت میں رہ کر استفادہ کرتا رہا (احسنہ) اس طرح دس سال کے اندر مختلف تقریریں شاہ صاحب کی نوٹ کی تھیں، فیض الباری کی ترتیب میں ان سب کو ملا کر ایک کر دیا ملاحظہ ہو مقدمۂ فیض ص۲۱۔ پھر بھی یہ خواہش تھی کہ شاہ صاحب کے دوسرے تلامذہ نے جو تقریریں نوٹ کی ہیں ان سے بھی استفادہ کر لیتا تو بہتر ہوتا تاکہ مجھ سے جو بات لکھنے سے رہ گئی ہو اس کی تلافی ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مولانا عبد القدیر کامل پوری اور مولانا عبد العزیز کامل پوری (جو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے فاضل اور مدرس بھی رہے ہیں) کی ضبط کی ہوئی تقریریں بھی حاصل ہو گئیں۔ ان دونوں حضرات نے تین مرتبہ صحیح بخاری شاہ صاحب سے پڑھی تھی ص۲۴۔

مولانا میرٹھی نے فیض الباری کی چار جلدیں رات دن کی محنت سے صرف دو سال ۱۳۵۴ھ و ۱۳۵۵ھ میں مرتب کیں۔ ان سالوں میں نصف وقت پڑھاتے تھے اور نصف تنخواہ بھی لیتے تھے۔ اتفاق سے ان دنوں بیمار بھی تھے، ان کے انجکشن بھی لگ رہے تھے۔ تقریر کی ترتیب کے ساتھ "البدر الساری" کے نام سے حاشیہ بھی تحریر فرمایا جس میں علم حدیث کے بہت سے فوائد آ گئے۔

اس کتاب کو اور زیلعی کی نصب الرایہ وغیرہ دیگر کتب کو شائع کرنے کیلئے مجلس علمی ڈابھیل کی طرف سے مولانا محمد یوسف بنوری اور مولانا سید احمد رضا بجنوری قاہرہ تشریف لے گئے، شوال ۱۳۵۶ھ میں یہاں سے روانہ ہوئے، پہلے حج کو گئے، حج سے فارغ ہو کر صفر ۱۳۵۷ھ کو قاہرہ پہنچے، ۱۳۵۸ھ میں واپس ہوئے۔

مولانا بدر عالم صاحب ۱۳۴۶ھ سے برابر جامعہ کے استاذ رہے، ترقی کرتے رہے یہاں تک کہ ترمذی شریف بھی پڑھائی، ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ میں یہاں سے علیحدہ ہوئے، اور بہاولنگر تشریف لے گئے، یہاں ایک معمولی مدرسہ تھا اس کو ترقی دی، اب وہ ایک شاندار بڑا مدرسہ ہے جس سے شہر کے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچا۔ وہاں صرف ایک سال قیام رہا۔

جب آپ میرٹھ سے دہلی ندوۃ المصنفین تشریف لائے تھے کہ آپ کے رفقاء مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی اور مفتی عتیق الرحمن عثمانی نے اصرار کیا تو وہاں آپ کو ترجمان السنۃ کی ترتیب کا کام سپرد ہوا۔ آپ نے پہلی جلد تیار کر دی جو ۱۹۴۶ء میں شائع بھی ہو گئی۔ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد آپ کراچی تشریف لے گئے۔ پاکستان کیلئے ایک بڑے دینی ادارے کی ضرورت تھی۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے یہ کام مولانا بدر عالم کے سپرد کیا۔ آپ نے ٹنڈو الہ یار میں یہ علمی مرکز قائم کر دیا اور جیسے دو سال اس کے لئے وقف کر دیئے۔ آج پاکستان کے بڑے اداروں میں اس کا شمار ہے۔

ترجمان السنۃ کا کام بھی باوجود تصنیفی ذمہ داریوں کے جاری رہا۔ دوسری جلد ۱۹۵۲ء میں شائع ہوئی۔ پاکستان سے جلد ہی ہجرت فرما کر دیار حبیب مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً وتکریماً تشریف لے گئے۔ وہاں پر بھی ترجمان السنۃ کا کام برابر جاری رہا۔ ۱۹۵۴ء میں حج سے واپسی کے راستہ میں کار کو حادثہ پیش آیا جس میں شہادت کی انگلی شہید ہو گئی، سر میں زخم آئے، دائیں ہاتھ پر بہت چوٹ آئی، بدن سے خون بہت زیادہ نکل گیا۔ اس واقعہ کے باعث ضعف بہت ہو گیا تھا، لیکن تصنیفی مشغلہ برابر جاری تھا۔ تیسری جلد بھی ۱۹۵۶ء میں تیار ہو کر شائع ہو گئی۔ اخیر کے چار پانچ سال تو بالکل بستر علالت پر ہی گذرے۔ پھر بھی چوتھی جلد کا کام بھی جاری رہا۔ یہ جلد بہت اہم اور خصوصیت سے معرکۃ الآراء بحث سے متعلق ہے۔ بستر پر پڑنے سے پہلے اس کا مقدمہ جو سو صفحے سے زیادہ پر پھیلا ہوا ہے ترتیب دے چکے تھے۔ یہ مقدمہ گویا اس جلد کی جان ہے۔ کتاب کا بقیہ حصہ کا مواد بھی تیار ہو گیا تھا۔ بستر علالت پر پڑے پڑے ان کو ترتیب دلوایا اور وفات سے کچھ قبل اشاعت کے لئے تلمیذ حافظ ابو معین احمد صاحب کو مسودہ عطا فرما دیا تھا۔ یہاں یہ کہنا ہے کہ آپ کی معذوری کی وجہ سے اس جلد پر باقاعدہ نظر ثانی نہیں ہو سکی۔ بہرحال ۱۹۶۱ء میں یہ جلد بھی کراچی سے شائع ہوئی۔ پھر کچھ اضافہ اور تصحیح کے بعد ۱۹۷۴ء میں ندوۃ المصنفین دہلی سے منظر عام پر آئی۔ فیض الباری اور ترجمان السنۃ آپ کی شاہکار تصنیفات ہیں۔ حضرت شاہ صاحب کی نگاہ میں ان کی بڑی وقعت اور بڑی عزت رہی تھی۔ وہ حضرت سے مزاجاً اتنا

کو ترتیب دیا ہے۔ ان کے علاوہ آپ نے مختلف رسالے تصنیف فرما کر شائع کئے۔ "آوازِ حق" بالا ذکر گذر چکا ہے۔ "خلاصۃ زبدۃ المناسک" حج کے متعلق ایک رسالہ اردو، انگریزی دو زبانوں میں شائع ہو چکا ہے۔ الحزب الاعظم کا ترجمہ بہت مشہور ہے۔

نزول مسیح پر ایک رسالہ جو در اصل ترجمان السنۃ جلد سوم ہی کا ایک حصہ ہے۔ الگ سے شائع کیا۔ اس کا بھی انگریزی ترجمہ چھپ چکا ہے۔ قیام دار العلوم کے زمانہ میں اسی موضوع پر "الجواب الفصیح لمنکر حیوۃ المسیح" بھی تصنیف فرمائی تھی، جو "مجلس علمی" کے نام سے تین حصے اصلاح کے نام کیلئے اخیر عمر میں اضافہ کرا لیے۔

سلسلۂ بیعت

پہلے آپ قدوۃ السالکین مولانا مفتی اعظم شاہ عزیز الرحمن عثمانی سے بیعت ہوئے مفتی صاحب کے انتقال کے بعد ان کے خلیفہ ارجمند مولانا قاری محمد اسحاق میرٹھی سے متعلق ہو کر خلافت حاصل کی۔ مولانا جب مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں گجرات کے جو حضرات جنوبی افریقہ میں سکونت پذیر ہیں ان کا مولانا کی طرف خاص رجوع ہوا، اور بہت سے بندگان خدا آپ کے دامن سے وابستہ ہو کر فیضیاب ہوئے۔ مولانا عشق نبوی سے سرشار تھے جب تک مسجد نبوی میں جانے کے قابل تھے روزانہ آٹھ گھنٹے پورے ادب و احترام کے ساتھ وہیں گذارتے، نہ کسی سے وہاں بات کرتے نہ نشست بدلتے۔

وفات

۵ رجب ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۵ء شب جمعہ میں آپ کا وصال ہوا۔ جنت البقیع میں امہات المومنین کے قدموں میں جگہ ملی، اس کی آپ کو بہت تمنا تھی فرماتے تھے —

ہاں جنت البقیع میں میری بھی ہو جگہ — اس کی بہت تڑپ ہے محمد کے غلام کو
مشتاق بڑی ہوس یہی دل میں عمر کے لئے — ہو جائے گر نصیب غلام غلام کو

مولانا مرحوم کا جامعہ سے بہت طویل اور گہرا تعلق تھا، اس کے حالات برابر معلوم کرتے رہتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

---

[1] یہ پورا مضمون محترم مولانا فیض احمد کی تاریخ دار العلوم اور ترجمان السنۃ جلد چہارم کے مقدمہ سے ماخوذ ہے۔ از: تفضل الرحمن اعظمی۔

مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی

رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۱ء ——— وفات یکم ربیع الاول ۱۳۸۲ھ / ۲ اگست ۱۹۶۲ء

آپ ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۱ء میں اپنے وطن سیوہارہ ضلع بجنور کے محلہ مولویاں میں پیدا ہوئے، اصل نام معز الدین تھا حفظ الرحمٰن (الف کے عدد کے ساتھ) آپ کا تاریخی نام ہے۔ آپ ایک زمیندار تعلیم یافتہ گھرانہ کے فرد تھے مکتبی تعلیم اپنے گھر ہی حاصل کی، عربی کی کچھ ابتدائی کتابیں مدرسہ شاہی مراد آباد میں پڑھیں، اس کے بعد مدرسہ فیض عام سیوہارہ میں داخل ہوئے اور وہیں درس نظامی کی تکمیل کی۔

(الجمعیۃ مجاہد ملت نمبر ص ۱۹۹)

مولانا بہت ذکی اور ذہین تھے۔ اپنی جماعت میں ہمیشہ ممتاز اور نمایاں رہتے، اس لئے اساتذہ کی توجہ کا مرکز تھے، تقریر سے دلچسپی اور اس کی تیاری کا ذوق و شوق زمانہ طالب علمی ہی سے تھا، ہفتہ وار مجلس میں بلا ناغہ سیرت کے کسی خاص موضوع پر تیاری کرکے تقریر کرتے اور اساتذہ سے داد تحسین حاصل کرتے (ایضاً)۔

فیض عام سے فراغت کے بعد ۱۳۴۰ھ میں دارالعلوم میں داخلہ لیا، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مفتی اعظم عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ سے شرف تلمذ حاصل ہوا، ایک سال فنون پڑھ کر ۱۳۴۲ھ میں دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے، پھر ایک سال بیرا صیٹ (مدارس) میں درس و تدریس اور تبلیغی خدمات انجام دیں، وہیں سے آپ

کا تصنیفی جوہر بھی کھلا، دو مختصر رسالے (۱) "حفظ الرحمٰن لمذہب النعمان" (۲) "مالابد من الاسلام" تصنیف فرمائے وہاں جو مشاہرہ ملتا تھا اس کو جمع کرکے حج و زیارت سے بہرہ مند ہوگئے۔ حج سے واپسی پر ۱۳۴۲ھ میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس ہوگئے۔

(ایضاً ص۹ و تاریخ دارالعلوم دیوبند ص۱۳۲)

ڈابھیل میں ورود

۱۳۴۶ھ میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ جب اپنے رفقاء کے ساتھ ڈابھیل تشریف لائے تو ساتھ ہی مولانا حفظ الرحمٰن صاحب بھی یہاں آگئے، اور تین سال یہاں رہے ۱۳۴۸ھ کی جامعہ کی روداد میں آپ کا نام ہے۔ ۱۳۴۹ھ کی روداد میں تذکرہ نہیں، علیحدگی کے باب میں کوئی رپورٹ بھی نہیں، مولانا سعید احمد اکبرآبادی نے بھی لکھا ہے کہ کم و بیش تین سال ڈابھیل میں قیام رہا۔

(الجمعیۃ مجاہد ملت نمبر ص۱۲۵)

جامعہ میں آپ کی خدمات

مولانا نے جامعہ میں درس و تدریس، ڈابھیل کے اطراف و جوانب میں وعظ و تحریر کے علاوہ ایک تصنیف بھی قیام ڈابھیل کی یادگار چھوڑی ہے، علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے ایماء پر اپنے پیارے موضوع سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک کتاب ۳۵۰ صفحات پر مشتمل تحریر فرمائی اس کا نام "نور البصر فی سیرۃ خیر البشر" ہے، سیرت رسول کریم کے نام سے مشہور ہے۔ اس تالیف کا مقصد اسکولوں اور کالجوں کی نصابی ضرورت کو پورا کرنا تھا، پہلا ایڈیشن جب شائع ہوا تو حضرت استاذ کی خدمت میں پیش کرکے رائے گرامی حاصل کی، علامہ کشمیری نے مندرجہ ذیل لفظوں میں تحسین فرمائی:

"نور البصر فی سیرۃ خیر البشر" مولفہ جناب مستطاب مولانا مولوی حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی دام عزہٗ احقر کے اصرار پر تالیف ہوئی ہے۔ احقر کا خیال تھا کہ کوئی متوسط سیرت النبی تالیف ہو کہ مدارس عربیہ اور مدارس قومیہ کے طلبہ بسہولت مستفید ہوسکیں، اور حدیث شریف کے متعلقین کو اجمالی بصیرت نصیب ہو اور کتب معتبرہ سے

ماخوذ ہو اور راجح حق دو مسلک کے طریقہ پر ہو، بحمد اللہ یہ مختصر کتاب ایسی ہی واقع ہوئی ہے۔ حق تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر نصیب کرے اور ان کی خدمات بارگاہِ خداوندی اور بارگاہِ نبوت میں قبول ہو۔" آمین

محمد انور شاہ عفا اللہ عنہ

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ لہ (الجمعیۃ مفتی نمبر)

تحریکِ آزادی میں سرگرمی کا آغاز

مولانا کی سیاسی سرگرمی کا آغاز ڈابھیل ہی سے ہوا۔ الجمعیۃ مجاہد ملت نمبر میں ہے "مولانا مرحوم کی قومی و جماعتی سرگرمیوں کا آغاز یوں تو ۱۹۱۱ء ہی سے ہو گیا تھا، ۱۹۲۱ء میں گرفتار بھی ہوئے تھے لیکن کانگریس کے پلیٹ فارم سے مولانا مرحوم کی سرگرمیوں کا آغاز زیادہ تر ڈابھیل ہی کے قیام سے شروع ہوا۔ حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب سے معلوم ہوا کہ انہی دنوں جب گاندھی جی نے (۱۹۲۹ء ۱۳۴۸ھ میں) ڈانڈی مارچ کی تحریک شروع کی اور نمک پر محصول کے بائیکاٹ کا پروگرام پیش کیا تو مولانا مرحوم اور مفتی صاحب گاندھی جی سے ملے اور تحریک میں اپنے پورے تعاون کی پیش کش کی جس سے گاندھی جی بہت متاثر ہوئے۔

انہی دنوں بارڈولی (ضلع سورت) میں سردار پٹیل نے کانگریس کے کارکنوں کا ایک بڑا اجتماع کیا تھا جہاں یہ طے کیا گیا کہ عدم ادائیگی ٹیکس کی بنا پر پبلک کی جو جائدادیں برٹش حکومت ضبط کر کے نیلام کر رہی ہے عوام کو ان کے خریدنے سے باز رکھنے اور نیلام کے بائیکاٹ کی ترغیب دی جائے۔ اس موقع پر مفتی عتیق الرحمٰن صاحب نے اسلامی نقطۂ نظر سے اپنا مشہور فتویٰ صادر کیا تھا۔ جس میں ضبط شدہ جائدادوں کو نیلام میں خریدنے

لہ یہ مقالہ شاہ صاحب کے قیامِ ڈابھیل کا ہے ۱۲۔

شرعی ممانعت کا حکم تھا، کیوں کہ برٹش حکومت کی طرف سے جائدادوں کی ضبطی ایک صریح ظلم تھا اور ضبط شدہ جائدادوں کا خریدنا شرعاً ظلم و عدوان کی تائید کے حکم میں آتا تھا۔

مفتی صاحب کا یہ فتویٰ سورت کے مشہور پریس "مسلم گجرات" میں چھپا تھا جس کی پاداش میں فتویٰ کے ساتھ پریس بھی ضبط کر لیا گیا۔ ان دونوں بزرگوں کی سیاسی سرگرمی سے اس وقت جامعہ ڈابھیل کے منتظمین کو بڑی پریشانی لاحق ہو گئی تھی۔ ان حضرات نے بھی اس کو محسوس کیا۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب تو جیل ہی جا چکے تھے، مفتی صاحب بھی مستعفی ہو کر وطن واپس ہو گئے۔ رہائی کے بعد پھر مولانا ڈابھیل واپس نہیں گئے۔ (ایضاً صفحہ ۱۱۳)۔

جامعہ ڈابھیل سے انقطاع اور جیل سے رہائی کے بعد مولانا نے ۱۹۳۰ء/۱۳۴۹ھ میں جمعیۃ العلماء کے اس معرکۃ الآرا اجلاس میں شرکت کی جہاں سے آپ کے قائدانہ دور کا آغاز ہوتا ہے۔ علی برادران کی رائے کے خلاف مولانا نے یہ نظریہ بڑی قوت اور زور استدلال کے ساتھ پیش کیا کہ جمعیۃ العلماء کو آزادیٔ وطن کے حصول کیلئے انڈین نیشنل کانگریس کے ساتھ غیر مشروط تعاون کرنا چاہیے، چنانچہ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنی ولولہ انگیز تقریر سے اس کی تائید کی اور بالآخر اجلاس کا یہی فیصلہ قرار پایا۔ امروہہ کے اس اجلاس میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید دہلوی جیسے اکابر بھی شریک تھے۔ (ایضاً صفحہ ۹ رصفحہ ۱۲۵)

سنہ ۱۹۳۲ء میں آل انڈیا کانگریس پارٹی کا سالانہ جلسہ دہلی میں گھنٹہ گھر کے سامنے خلاف قانون قرار دیا گیا تھا اس کے بعد مولانا حفظ الرحمٰن صاحب بھی گرفتار ہوئے تھے اسی وقت ڈسٹرکٹ جیل دہلی میں "البلاغ المبین فی مکاتیب سید المرسلین" تصنیف فرمائی تھی، کتاب تقریباً تین سو صفحات کی ہے، اب نایاب ہے۔

(ایضاً صفحہ ۶، صفحہ ۱۲۶، صفحہ ۲۰۶)

(تاریخ دارالعلوم صفحہ ۱۴۹/۲)

۱۳۴۳ھ میں جمعیت تبلیغ و تنظیم کی دعوت پر کلکتہ تشریف لے گئے۔ اس تنظیم (۱۹۲۴ء)
کے سرپرست مولانا ابوالکلام آزاد تھے۔ ڈھائی سال وہاں قیام رہا۔ درس قرآن تعلیم
خاص مشغلہ تھا۔ روزانہ صبح اور بعد نماز عشاء درس ہوتا ہے اور دل نشین انداز میں قرآن
حکیم کے مذاہب و معارف کے بیان میں جو حیثیت و حسن تھا اس کی شہرت دور دور تک
پھیلی اور مدتوں تک باقی رہی۔ (ایضاً)

خرابی صحت کے باعث کلکتہ سے واپس ہو گئے۔ کچھ عرصہ مدرسہ ... سے
وابستہ رہ کر مدرسوں کے اہتمام و نگرانی کی خدمت انجام دیتے رہے۔ پھر جب ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۱ء) میں
ندوۃ المصنفین کی بنیاد ڈالی گئی تو مفتی عتیق الرحمن صاحب کے ساتھ آپ بھی دہلی چلے گئے۔

(ایضاً)

آپ اب تک اگرچہ کئی کتابوں کے مصنف ہو چکے تھے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے لیکن اس ادارہ کے قیام کے بعد آپ کے قلم تحقیق رقم سے اعلیٰ تحقیقی اور علمی معیار کی کتابیں شائع ہوئیں جنہوں نے خود مولانا اور اس ادارہ کو بام شہرت پر پہنچا دیا۔

۱۳۵۱ھ ہی میں آپ جمعیۃ کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر ہو گئے تھے۔ ۱۳۶۱ھ میں جمعیۃ کا میرٹھ والا سالانہ اجلاس حضرت مولانا ... کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ اسی میں مولانا آزاد اور مفتی کفایت اللہ بھی تھے۔ اسی اجلاس میں آپ کی خدمات کے پیش نظر آپ کو "مجاہد ملت" کا خطاب دیا گیا اور جمعیۃ کا ناظم عمومی (جنرل سکریٹری) منتخب کیا گیا۔ زندگی کے آخری لمحات تک آپ اسی منصب پر فائز رہے۔ ۱۳۶۲ھ میں دفتر ندوۃ المصنفین دہلی سے گرفتار کر لئے گئے۔ تقریباً دو سال تک نظر بند رہ کر ۱۳۶۴ھ میں رہا ہوئے اور پھر اپنے مشاغل میں لگ گئے۔ ۱۳۶۶ھ میں دستور ساز اسمبلی اور پارلیمنٹ کے ممبر منتخب ہوئے۔

(ایضاً ص ...)

۱۳۷۰ھ سے ۱۳۸۲ھ تک مولانا سیوہاری ممبر پارلیمان رہے۔ لیکن ان مصروفیتوں کے باوجود تصنیف و تالیف کا کام بھی کرتے رہے۔ یہ مولانا کا خاص تصنیفی دور ہے۔ اس میں مولانا نے

قلم نے کئی نادرۂ روزگار، بلند پایہ تصنیفات وجود میں آئیں جن کی بدولت مولانا کا شمار صفِ اول کے مصنفین و محققین میں ہونے لگا۔ قصص القرآن (چار جلد) اسلام کا اقتصادی نظام، اخلاق و فلسفۂ اخلاق۔ یہ تینوں ضخیم کتابیں جو ادبی چاشنی، بہترین طرز نگارش، تحقیق و مطالعہ کی کدوکاوش کی وجہ سے ہر قاری سے داد و تحسین حاصل کر لیتی ہیں — اسی دور کی یادگار ہیں (ایضاً ص۱۲۴)۔ اگر مولانا کو امن و سکون کے ساتھ شور و ہنگامہ سے یکسو ہو کر تصنیف و تالیف کا طویل زمانہ میسر آتا تو پھر بات ہی کچھ اور ہوتی۔

۱۵ / اگست ۱۹۴۷ء وہ تاریخ ہے جب طویل جد و جہد اور انتھک کوششوں، ہر طرح کی جانی و مالی قربانیوں کے بعد تحریک آزادی منزل مقصود کو پہونچی، ہندوستان آزاد ہوا، خوشی کے ترانوں سے ملک کی فضا گونج اٹھی، مسرت کے شادیانے ہر طرف سنائی دینے لگے لیکن آہ کسے معلوم تھا کہ تھوڑی ہی دیر بعد فسادات کا ایک طوفان ملک پر مسلط ہونے والا ہے، اور مسلمانوں پر قیامت صغریٰ کا ایک منظر گذر جانے والا ہے۔

۲۵ / اگست کو مولانا اپنی پیاری بیٹی خالدہ کی تشویشناک حالت کی خبر سن کر سیوہارہ تشریف لے گئے، بالآخر تپ دق کی بیماری میں وہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

ابھی غم کے آنسو خشک بھی نہیں ہو سکے تھے کہ مولانا کے کان میں ان فسادات کی خبر پڑ گئی، گھر والوں کو سوگوار چھوڑ کر دہلی پہونچ گئے، اور پھر دہلی اور اس کے اطراف میں مسلمانوں کی حفاظت، ان کو بسانے، دلاسا دینے اور ان کے قدم کو ہندوستان میں جمانے کیلئے جو کچھ کیا ہے، اس کا اندازہ حضرت شاہ عبد القادر رائے پوریؒ کے اس ایک جملہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

” فسادات کے زمانہ میں دہلی کے اندر مسلمانوں کو بچانے کے سلسلہ میں مولانا حفظ الرحمن صاحب نے جو خدمات انجام دی ہیں ان کے بدلے میں اپنی پوری عمر کے اذکار و اشغال نثار کرنے کو تیار ہوں۔“ انتہی معناہ۔ (ایضاً ص۱۳۲)

ہندوستان کی آزادی اور تقسیم کے بعد جہاں فسادات کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا، وہیں مسلمانوں کے بہت سے قومی و ملی مسائل تھے جن کو حل کرنے کیلئے مولانا جیسے کسی

متحرک، وفعّال اور جری و موثر شخصیت کی مسلمانوں کو ضرورت تھی۔ ۴۷ء سے لیکر وفات ۶۲ء تک مولانا انہی گتھیوں کے سلجھانے میں مصروف رہے، مولانا کی زندگی کا یہ دور آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، مولانا زین العابدین میرٹھی کے یہ جملے کیا خوب ہیں لکھتے ہیں۔

انقلاب ۱۹۴۷ء کے بعد تو مولانا ایک شعلۂ جوالہ بنے ہوئے ہندوستان کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ تک ناچتے پھرتے تھے ملی زندگی کا کون سا گوشہ ایسا تھا جہاں مولانا مصروف عمل نہ ہوں، مسلم یونیورسٹی میں مولانا یونیورسٹی کے بنیادی مقاصد کے تحفظ کیلئے اپنی جان لڑا رہے تھے تو جامعہ ملیہ اسلامیہ میں اس کی انتظامی گتھیوں کو سلجھانے میں اپنی اصابت رائے کے جوہر دکھا رہے تھے، دارالعلوم دیوبند کو سخت سے سخت مشکلات کے بھنور سے نکالنے میں اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لا رہے تھے۔ حج کمیٹی میں حجاج کو آرام و آسائش پہنچانے کیلئے سرگرم عمل تھے، اصلاح اوقاف کیلئے وقف بورڈوں میں مولانا کی رہنمائی نشانِ منزل تھی، انجمن ترقی اردو کیلئے مولانا کی قیادت خضرِ راہ تھی، اور پارلیمنٹ کے ایوان میں آپ کا نعرۂ حق ملت کے دکھے ہوئے دلوں کیلئے سرمایۂ سکون تھا۔ (الجمعیۃ مجاہد ملت نمبر ص ۸۱)۔

خود جامعہ اسلامیہ (ڈابھیل) آپسی اختلاف کے باعث حکومت کے قبضہ میں جا چکا تھا ایک جھاڑو کی خریداری کیلئے بھی گورنمنٹ سے اجازت لینی پڑتی تھی، انتظام بالکل مفلوج ہو چکا تھا۔ ترقی کجا جامعہ کا بقا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ حضرت مدنیؒ کے ساتھ مولانا نے بھی اس کو آزاد کرانے میں اہم رول ادا کیا، نئے دستور کو منظور کرانا اور پرانے ایکٹ کو ختم کرانا بہت ہی اہم کام تھا۔ اس کے لئے صدر جمہوریہ کے دستخط کی ضرورت تھی — مولانا حفظ الرحمٰنؒ کی مساعی سے یہ کام انجام پایا۔ جامعہ کے آزاد ہونے کے بعد جو مجلس شوریٰ بنی تو مولانا مرحوم نے بھی اس کی رکنیت قبول فرمائی تھی، لیکن افسوس کہ اس کی کسی میٹنگ میں شریک نہ ہو سکے۔

مجاہد ملت ملک و ملت کی خدمت میں جان سپر تھے، مسلمانوں پر فسادات کے جو

اپنے دل پر پہاڑ ٹوٹتے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ ہولناک زخموں میں آلودہ لاشوں کو دیکھنا جلی ہوئی مسلم بستیوں سے گزرنا۔ مظلوموں کی آہ و بکا سننا ان کی زندگی کا معمول بن گیا تھا ظاہر ہے کہ جسم و صحت پر ان کا اثر پڑنا ناگزیر تھا۔ بالآخر یہ غم و الم کینسر کی شکل میں نمودار ہوا، ہر طرح کے ملکی وغیر ملکی علاج و معالجہ اور امریکہ لے جانے کے باوجود جس منزل سے سبھی کو گزرنا ہے اس کا وقت آگیا، اور ۲؍ اگست ۱۹۶۲ء مطابق یکم ربیع الاول ۱۳۸۲ھ پنجشنبہ کو صبح ۳ بجے بارگاہ تعالیٰ سے تقرب کی مخصوص ساعتوں میں وقت اور تاریخ کے طوفانوں سے کھیلنے والی پاکیزہ روح نے اس دیار فانی کو خیرباد کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دل کو سکون روح کو آرام آگیا
موت آگئی کہ دوست کا پیغام آگیا

آپ کا مزار مقدس مہندیان میں سلسلۂ ولی اللٰہی کے اکابر و محدثین کے پہلو میں ہے[1]۔

حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی

رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۳۱۹ھ — وفات شعبان ۱۴۰۴ھ

آپ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی دیوبندی کے خلف الصدق ہیں ۱۳۱۹ھ میں دیوبند میں تولد ہوئے۔ تاریخی نام ظفر الحق تھا۔ ۹ سال کی عمر میں قرآن حفظ کرلیا تھا، شروع سے

---

[1] الجمعیۃ مجاہد ملت نمبر میں اگرچہ مولانا کی زندگی کے تقریباً تمام ہی سوانح آگئے ہیں تاہم آپ کی زندگی اتنی حیرت انگیز اور قابل تقلید ہے کہ باقاعدہ آپ کی سیرت مرتب کرکے شائع کرنے کی ضرورت ہے۔

اخیر تک تمام تعلیم دارالعلوم ہی میں ہوئی ۱۳۴۲ھ میں علامہ کشمیری اور دیگر اساتذۂ حدیث سے دورہ پڑھ کر فارغ ہوئے۔ ۱۳۴۲ھ سے ۱۳۴۶ھ تک دارالعلوم میں معین المدرس رہے۔ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لائے، تدریس اور افتاء کی پانچ سال خدمت انجام دی۔ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ میں یہاں سے الگ ہوئے۔

۱۳۴۹ھ ۱۹۳۰ء میں جب گاندھی جی نے ڈانڈی مارچ شروع کیا اور نمک پر محصول کے الغاء کا پروگرام پیش کیا تھا اس وقت مفتی صاحب مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی معیت میں گاندھی سے ڈابھیل کے قریب ایک گاؤں دھاسن میں ملے تھے اور اپنا تعاون پیش کیا تھا نیز یہ اسلامی نظریہ بھی پیش کیا تھا کہ نمک پر پابندی نہیں ہونی چاہیے۔

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب تو جلد ہی ۱۳۵۰ھ میں سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے جامعہ سے الگ ہو گئے لیکن مفتی صاحب جامعہ سے منسلک رہے تا آنکہ مفتی صاحب نے جب اپنا وہ فتویٰ صادر فرمایا جس میں عدم ادائیگی ٹیکس کی وجہ سے حکومت کی طرف سے نیلام کی جانے والی جائیدادوں کی خریداری کے عدم جواز کو بیان کیا گیا تھا تو حکومت کی طرف سے جامعہ کے اندر مداخلت کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا اس سلسلہ میں مفتی صاحب اور انتظامیہ میں اختلاف پیدا ہو گیا اور یہی اختلاف علیحدگی کا سبب بنا۔

یہاں سے الگ ہو کر آپ کلکتہ تشریف لے گئے وہاں پانچ سال تک تفسیر، افتاء اور تبلیغ کی خدمات انجام دیں۔ وہاں بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸ء میں مفتی صاحب نے اپنے رفقاء کے ساتھ ندوۃ المصنفین کی قرول باغ دہلی میں بنیاد ڈالی اس ادارہ سے اسلامی علوم کی گراں قدر خدمات انجام پائیں، اب تک سو سے متجاوز مختلف علوم و فنون پر اعلیٰ کتابیں شائع ہو چکی ہیں جو اہل علم سے داد و تحسین حاصل کر رہی ہیں۔ اسی ادارہ سے ایک بلند پایہ مجلہ "برہان" بھی نکلتا ہے جو علمی طبقہ میں اپنا ایک مقام رکھتا ہے۔ مفتی صاحب شروع سے اخیر تک اس کے روح رواں رہے ہیں۔ ۴۷ء کے ہنگامہ میں لٹنے کے بعد یہ ادارہ مفتی صاحب ہی کی بلند ہمتی کے طفیل اپنا وجود قائم رکھ سکا، بلکہ مزید ترقی کی۔

مفتی صاحب جمعیۃ العلماء ہند کے کاموں میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے ساتھ برابر شریک رہے۔ ان کے انتقال کے بعد ورکنگ صدر بھی منتخب ہوئے، لیکن تادیر اس پر قائم نہ رہ سکے بلکہ جمعیۃ سے اپنا تعلق ہی ختم کرلیا، پھر مجلس مشاورت بنائی اور آخر تک اس کے صدر رہے۔

قومی خدمات کی وجہ سے حکومت کی نگاہ میں بھی مفتی صاحب کی بڑی وقعت تھی آپ کا شمار ملک کے ممتاز اہلِ علم میں ہوتا تھا بہت سے علمی اور دینی اداروں کے ممبر اور مشیر رہے۔ ایک عرصے سے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے بھی ممبر تھے۔ ۱۳۸۳ھ سے دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر منتخب ہوئے اور آخری دم تک باقی رہے۔ حالیہ بحران میں آپ مجلس شوریٰ کے برخلاف قاری محمد طیب صاحب مہتمم مدرسہ کے ہمنوا تھے۔

مرحوم دارالمصنفین اعظم گڑھ کے سیمینار فروری ۱۹۸۲ء سے واپس آرہے تھے کہ راستہ ہی میں فالج کا حملہ ہوا، چند یوم لکھنؤ میں زیرِ علاج رہ کر دہلی آگئے۔ اس وقت سے صاحبِ فراش تھے۔ ادھر چند مہینوں سے کینسر کا موذی مرض بھی لاحق ہوگیا تھا، حکومتِ وقت کی زیرِ نگرانی علاج معالجہ کے باوجود یہی مرض جان لیوا ثابت ہوا۔ اور ۱۲ر مئی ۱۹۸۴ء مطابق ۱۰ر شعبان ۱۴۰۴ھ کو روح نے قفسِ عنصری کا ساتھ چھوڑ دیا۔

رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

(از تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۲۳۲ و ماہنامہ دارالعلوم مئی ۱۹۸۴ء)

مولانا سعید احمد اکبرآبادی مدظلہٗ

۱۹۰۸ء / ۱۳۲۵ھ میں آگرہ میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد بسلسلۂ سرکاری ملازمت قیام پذیر ہوگئے تھے، آبائی وطن بچھرایوں ضلع مرادآباد اور ننھیال سیوہارہ ضلع بجنور ہے، ابتداء سے لیکر کافیہ قدوری تک کی تعلیم گھر پر مستقل اتالیق رکھ کر ہوئی پھر مدرسہ امدادیہ مرادآباد میں ایک سال پڑھا، بعدہٗ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۴۴ھ میں فارغ ہوئے، پھر اورینٹل کالج لاہور سے مولوی فاضل کیا، ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ میں علامہ کشمیری کے ساتھ جامعہ ڈابھیل آگئے دو سال رہے۔ ۱۳۴۸ھ کی رپورٹ میں آپ کا نام درج ہے اس کے بعد ذکر نہیں، اس کے بعد دہلی جاکر مدرسہ عالیہ فتحپوری میں السنۂ شرقیہ کے استاذ مقرر ہوئے، اسی دوران سینٹ اسٹیفن کالج سے ایم اے کیا اور شمس العلماء مولانا عبدالرحمن کی جگہ اسٹیفن کالج میں لیکچرار مقرر ہوئے پھر ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۹ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل بنائے گئے۔

۱۹۵۸ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں شعبۂ دینیات کے صدر منتخب ہوئے، مولانا نے اپنے زمانہ میں علمی اور انتظامی دونوں حیثیتوں سے اس شعبہ کو ترقی دی اور دوسرے اعلیٰ معیار کے شعبوں کے برابر اس کو پہنچانے کی کوشش کی اور اب دینیات کا یہ شعبہ دوسرے شعبوں کی طرح معیاری بن چکا ہے، دینیات میں پی ایچ ڈی کے شعبہ کا اجراء بھی آپ کی جد و جہد کا نتیجہ ہے۔
اس عہدے کی مدت پوری کرنے کے بعد تحقیقاتِ علمیہ تغلق آباد نئی دہلی میں علمی کاموں میں مصروف رہے، اس وقت شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند کے آپ صدر ہیں اور زیادہ تر آپ کا قیام دیوبند رہتا ہے۔

مولانا موصوف ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء سے ندوۃ المصنفین دہلی کے بلند پایہ علمی و دینی ماہنامہ برہان کے

ایڈیٹر ہیں۔ آپ کے رشحات قلم بڑے مدلل پُر مغز اور فکر انگیز ہوتے ہیں، اور قدیم و جدید دونوں حلقوں میں بڑے شوق سے پڑھے جاتے ہیں۔ آپ قدیم و جدید کا بہترین مجموعہ ہیں۔ آپ کئی بلند پایہ اور محققانہ کتابوں کے مصنف ہیں جن میں اسلام میں غلاموں کی حقیقت۔ غلامان اسلام، وحی الٰہی، فہم قرآن، مسلمانوں کا عروج و زوال، مولانا عبید اللہ سندھی اور ان کے ناقد، صدیق اکبر اور عثمانؓ "معرکۃ آرا" تصانیف ہیں۔ برہان کے ہزاروں صفحات پر نظرات و مقالات میں آپ نے قلم کے موتی بکھیرے ہیں۔ صاحب قلم ہونے کے ساتھ ایک کامیاب مقرر بھی ہیں۔

کنیڈا کی مشہور آفاق میکگل یونیورسٹی میں وزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے آپ جاچکے ہیں ایشیا، روس، افریقہ اور یورپ کے مختلف ملکوں کے دورے کر چکے ہیں، بہت سے بین الاقوامی سیمیناروں میں بھی شرکت کی ہے، ان کی صدارت بھی کی ہے، موتمر عالم اسلامی قاہرہ میں بھی شریک ہو چکے ہیں، بین الاقوامی شخصیت کے مالک ہیں، ۱۳۸۲ھ سے دار العلوم کی مجلس شوریٰ کے رکن ہیں، حالیہ بحران میں مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانیؒ کے ساتھ گہرے روابط کے باوجود آپ کی رائے مجلس شوریٰ کی حمایت میں رہی ہے بلکہ آپ کی وجہ سے مجلس شوریٰ کو بہت تقویت حاصل ہوئی ہے، یہ آپ کے اصابت فکر کی ایک روشن دلیل ہے۔

اطال اللہ بقاءہ۔

(از تاریخ دار العلوم دیوبند ص ۱۵۳ و برہان اگست ۱۹۸۳ء)

حضرت علامہ شمس الحق افغانی

رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۷ رمضان ۱۳۲۰ھ کو قصبہ ترنگ زئی پشاور صوبہ سرحد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا غلام حیدر مولانا عبد الحلیم لکھنوی کے شاگرد علوم دینیہ کے ماہر اور صاحب طرز شاعر تھے۔ مولانا موصوف کے دادا مولانا اسعد اللہ صاحب کا مر کبیر حضرت سید احمد شہید کے خلیفہ تھے ان کے ساتھ جہاد میں شہید ہو گئے۔

ابتدائی تعلیم مولانا شمس الحق صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، ۱۳۳۱ھ کو پڑھ کر اسکول میں داخل ہوئے ۱۳۳۳ھ میں فارغ ہو گئے۔ پھر ہندوستان، سرحد و افغانستان کے مختلف مشاہیر علماء سے فنون کی تکمیل کی ۱۳۴۰ھ میں علامہ کشمیری کی خدمت میں دارالعلوم دیوبند حاضر ہوئے ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۲ء میں سند فراغ حاصل کی۔ اس کے علاوہ دارالعلوم دیوبند کا امتحان ختم قرآن کی بھی تکمیل کی۔

فراغت کے بعد حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے، واپس ہندوستان آئے تو جب ان شدھی تحریک زوروں پر تھی، دارالعلوم دیوبند سے پانچ مبلغین مولانا افغانی کی قیادت میں ریاست بھرتپور بھیجے گئے، تبلیغ کا مرکز آریہ سماج کے مضبوط شہر آگرہ میں قائم کیا گیا، یہ کوشش بہت کامیاب رہی، ہزاروں مسلمانوں کو ارتداد سے بچا لیا گیا، ہزاروں ہندوؤں نے اسلام قبول کیا، آریہ سماج کے مختلف مناظروں کو شکست فاش ہوئی، پنڈت رام چندر دہلوی سے گفتگو، وہ خود شرمندہ کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ ایک سال تک دارالعلوم کے کتب خانہ میں نادر کتب کے مطالعہ میں مشغول رہے۔

نیات مسلک سلسلہ قادریہ ، نقشبندیہ اور چشتیہ میں مختلف شیوخ سے مجاز بیعت تھے ۔

درسی خدمات آپ مندرجہ ذیل مدارس میں صدر مدرس رہے ، مظہر العلوم کھڈہ کراچی ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۳ء ، مدرسہ ارشاد العلوم قصبہ علی خان لاڑکانہ سندھ ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۴ء ، مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء ، مدرسہ دار الرشاد پیر جھنڈو سندھ ــــــ ، مدرسہ دار الفیوض ہاشمیہ سجاول سندھ ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۶ء ، ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء میں دار العلوم دیوبند میں استاذ حدیث و تفسیر مقرر ہوئے ، ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء میں صوبہ قلات کے وزیر تعلیم مقرر ہوئے ۔ کچھ مدت بعد مستعفی ہو گئے ۱۳۶۳ھ میں ڈابھیل تشریف لائے سالانہ جلسہ میں وعظ ہوا ۔ شوال سے شیخ الحدیث مقرر ہوئے ۔ ۱۳۶۶ھ تک رہے (روداد جامعہ ۶۶ھ مرتب) ۔

تقسیم ہند ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء سے اپنے وطن پاکستان چلے گئے ، وہاں دوبارہ وزیر معارف قلات بنائے گئے ، آپ کی وزارت تعلیم کے زمانہ میں تمام تنازعات کا جلد از جلد قرآن و حدیث کی روشنی میں فیصلہ ہونے لگا ، ۱۳۷۵ھ میں صرف اس لئے اس عہدہ سے مستعفی ہو گئے کہ شرعی فیصلہ کے بعد ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ میں اپیل کی گنجائش باقی رکھی گئی تھی ، جس کے ارکان شرعی قانون کی پوری واقفیت نہ رکھتے تھے ، اس کو علم دین کے وقار کے خلاف سمجھا اور اتنی بڑی تنخواہ کو ٹھکرا دیا ۔

تصنیفات

۱ ۔ معین القضاۃ والمفتیین ۔ عربی زبان میں ، یہ کتاب بہت مقبول ہوئی ، جمعیۃ العلماء ہند نے قرارداد کے ذریعہ خراج تحسین پیش کیا جو اخبار الجمعیۃ میں شائع ہوئی ۔ افغانستان ، ترکی ، عراق ، مصر ، لبنان ، اور شام کے علماء نے طلب کی اور بغداد میں اس کی ایجنسی قائم ہوئی ۔

۲ ۔ شرعی ضابطۂ دیوانی مرادرو ڈھنگ کے تحت قانون داں اے ۔ کے بروہی نے بیحد پسند کیا ۔ ۳ ۔ علوم القرآن (اردو) یہ کتاب ایم اے اسلامیات کے نصاب میں داخل ہے ۔ ۴ ۔ ترقی اور اسلام ۵ ۔ سوشلزم اور اسلام ۶ ۔ سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کا موازنہ اسلام سے ۷ ۔ اسلام دین فطرت ہے ۸ ۔ عالمگیر مذہب ہے ۹ ۔ عائلی مشکلات اور ان کا

قرآنی علم ۱۰۔ مدارس کا نصاب تعلیم و پروگرام ۱۱۔ معین القضاۃ والمفتی عربی ۲ جزء ۱۲۔ متنازعہ مسائل کا تحقیقی حل ۱۳۔ بلیغ ادب، یہ کتاب نایاب ہے ۱۴۔ تصوف اور تعمیر کردار ۱۵۔ اسلامی جہاد ۱۶۔ کمیونزم اور اسلام ۱۷۔ احکام القرآن ۱۸۔ مفردات القرآن ۱۹۔ مشکلات القرآن ۲۰۔ حقیقت زمان و مکان۔

ان کے علاوہ علمی و تحقیقی مضامین بھی پاکستان کے جرائد و مجلات میں شائع ہوتے رہے۔ (ماخوذ از الرشید دار العلوم نمبر)۔

مولانا یوسف بنوری (جلال آبادی)

رحمۃ اللہ علیہ

فاضل جامعہ و شیخ جامعہ ڈابھیل

ولادت ۱۳۲۶ھ ——— وفات ۱۳۹۷ھ

پیدائش | ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء بروز جمعرات بوقت سحر ضلع مردان میں رشکئی اسٹیشن کے قریب مہابت آباد نامی بستی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے جد اعلیٰ سید آدم بنوری خلیفہ مجدد الف ثانی ضلع انبالہ کے ایک گاؤں "بنور" میں اقامت پذیر تھے اسی نسبت سے آپ بنوری کی نسبت سے مشہور ہوئے[1]

ابتدائی تعلیم | قرآن کریم اور ابتدائی تعلیم اپنے والد اور ماموں سے حاصل کی۔ امیر حبیب اللہ خان کے دور میں کابل (دار الحکومت افغانستان)

---

[1] بینات مولانا یوسف نمبر ص ۴۲

یک مکتب میں صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر متوسطات کی تعلیم پشاور اور کے اساتذہ سے حاصل کی، ان میں مولانا عبد القدیر افغانی اور شیخ محمد صالح وغیرہ ور ہیں۔ مولانا عبد القدیر جلال آباد (افغانستان) میں محکمہ شرعیہ کے قاضی مرافعہ

شاید مولانا عبد القدیر سے تحصیل کیلئے جلال آباد رہنا ہوا ہو، اسی لئے یہاں جلال آبادی مشہور تھے۔ روداد میں بھی جلال آبادی لکھا ہے اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جو اجازت نامہ فرمایا ہے اس میں بھی جلال آبادی ہی لکھا ہے۔ ورنہ جلال آبادی کہے جانے کی اس کے سوا کوئی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔

اسی زمانۂ تعلیم میں امیر امان اللہ خاں کے ایک وزیر نے جو عربی جدید سے شغف رکھتے تھے آپ کی ذہانت دیکھ کر جدید مصری ادباء کی کچھ کتابیں ہدیہ کی تھیں۔ غالباً انہی کے مطالعہ کا اثر ہوا کہ آپ ابتداء ہی سے اچھی شستہ اور سلیس عربی لکھا کرتے تھے[1]۔

اس کے بعد دار العلوم دیوبند میں داخل ہو گئے، چھتہ کی مسجد میں رہتے تھے، ۱۳۴۵ھ اور ۱۳۴۶ھ دو سال دار العلوم میں تعلیم حاصل کی[2]۔ علامہ کشمیریؒ سے انتہا درجہ کی عقیدت تھی۔ اسی[3] دوران عربی میں ایک طویل خط حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں لکھا جس میں یہ درخواست تھی کہ مجھے اپنا خادم بنالیں، شاہ صاحب نے وہ خط پڑھ کر پوچھا کہ ادب کہاں پڑھا ہے؟ عرض کیا "کہیں نہیں" فرمایا بس آپ کو حاجت نہیں آتا ہی ہے[4]۔

جامعہ ڈابھیل میں[1]

۱۳۴۶ھ[5] کے اخیر میں علامہ کشمیریؒ اپنے رفقاء کے ساتھ جب ڈابھیل تشریف لائے تو بہت سے طلبہ کے ساتھ مولانا بنوریؒ بھی

بقیہ

[1] بینات مولانا یوسف نمبر ص۳۵ [2] ایضاً [3] تاریخ دار العلوم میں یہ جو لکھا ہے کہ دار العلوم میں کبھی داخلہ نہیں لیا ص۱۶۹ یہ خلاف واقعہ ہے ۱۲ ف [4] بینات ص۴۰۸ میں ہے کہ یہ واقعہ فراغت کے بعد کا ہے ۱۲ [5] بینات ص۲۶

بھی ڈابھیل آ گئے، اسی سال شعبان سنہ ۴۸ھ میں فارغ ہوئے یہ پہلی جماعت تھی جو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے فارغ ہوئی۔ بخاری کا کچھ حصہ علامہ کشمیری نے اور کچھ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے پڑھایا تھا، آپ اپنی جماعت میں سب سے زیادہ نمبر لائے اکثر کتابوں میں کل نمبر پچاس سے بھی زیادہ نمبر حاصل کئے[1]۔

فراغت کے بعد اپنے وطن پشاور چلے گئے وہاں چار سال رہے اور جمعیۃ العلماء صوبہ سرحد کے صدر کی حیثیت سے دینی اور سیاسی خدمات انجام دیتے رہے نیز مدرسہ رفیع الاسلام بھانہ ماڑی میں تدریس کا کام بھی کیا۔ اسی دوران سنہ ۱۳۵۱ھ میں ایک ماہ کی تیاری سے پنجاب یونیورسٹی کا مولوی فاضل کا امتحان پاس کر لیا[2]۔

جامعہ اسلامیہ میں

علامہ انور شاہ کے انتقال کے بعد جب جامعہ کو لائق استاذ کی ضرورت پڑی تو نظر انتخاب مولانا بنوری پر پڑی، مجلس علمی کو بھی "العرف الشذی" کی تصحیح و تخریج اور دیگر علمی کاموں کیلئے مولانا کی ضرورت تھی، کیونکہ آپ علامہ کشمیری کے رنگ میں باوجود قلیل مدت تک ساتھ رہنے کے، رنگ گئے تھے، اس سے پہلے "ضرب الخاتم" کے حوالے "اسفار اربعہ" سے نکال چکے تھے، جس پر شاہ صاحب نے تعریف بھی فرمائی تھی۔

مولانا شوال سنہ ۵۴ھ سے جامعہ میں تشریف فرما ہوئے، ساتھ ہی مجلس علمی کے رکن بھی تھے، سنہ ۶۱ھ تک مسلسل مدرس رہے۔ درمیان میں سنہ ۵۷ھ و سنہ ۵۸ھ میں مجلس علمی کے کام سے حجاز اور مصر کا سفر بھی کیا، نصب الرایہ اور فیض الباری بھی چھپوائی، ان سالوں میں بھی برابر روداد میں آپ کا نام شائع ہوتا رہا۔ شوال سنہ ۶۱ھ میں آپ مدرس نہیں رہے اور کئی سالوں تک نہیں رہے (اس لئے کہ روداد میں نام نہیں ہے)۔

پھر سنہ ۶۵ھ میں صدر مدرس بن کر جامعہ آئے اور دو سال صدر مدرس رہے۔ اس کے بعد سنہ ۱۹۵۱ء میں مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا بدر عالم کے اصرار سے ہجرت کر کے پاکستان

---

[1] روداد جامعہ سنہ ۴۹ھ صفحہ ۱۳ [2] بینات صفحہ ۳۵۔

تشریف لے گئے، سنہ [illegible] سے سنہ ۲۶ھ تک مولانا کہاں رہے، اس کی تحقیق کہیں ملی نہیں پتا۔ تدریس سے دست بردار ہو کر صرف مجلس علمی کے کام میں مشغول ہو گئے تھے۔

جامعہ میں مولانا کی خدمات

اس عرصہ میں تدریس کے سوا جس میں آپ نے کافی شہرت حاصل کی متعدد تصنیفی خدمات انجام دیں۔ سنہ ۱۳۵۵ھ میں چند مہینے میں "نفحۃ العنبر فی حیاۃ امام العصر الشیخ انور" تحریر فرمائی۔ ایک عرب عالم نے اس کو پڑھ کر کہا "قرأت کتابک فسحرت لبیانک"۔

"بغیۃ الاریب فی احکام القبلۃ والمحاریب" اس کی تصنیف سے جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۵۶ھ میں فارغ ہوئے۔ یہ قاہرہ سے سنہ ۱۳۵۷ھ میں طبع ہوئی جب کہ فیض الباری اور نصب الرایہ شائع ہوئیں۔ یتیمۃ البیان مقدمہ مشکلات القرآن سنہ ۱۳۵۵ھ میں شائع ہوا۔

مقدمہ فیض الباری، مقدمہ نصب الرایہ قیام مصر کے دوران تحریر فرمایا۔ قاہرہ میں قیام کے دوران متعدد مقالات بھی لکھے تھے جو وہاں ماہانہ پرچوں میں شائع ہوئے جن میں علماء ہند اور ان کی خدمات کا تعارف کرایا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب عرب ہندوستان سے ناواقف تھے۔ متعدد قصائد بھی مولانا نے قاہرہ اور ڈابھیل کے قیام کے زمانہ میں تحریر فرمائے تھے جن پر اہل علم نے خوب داد دی۔[1]

تالیف معارف السنن

معارف السنن جلد ۶ کے اخیر میں مولانا نے خود "ادوار تالیف معارف السنن" کے عنوان سے اس کے تالیف کی تفصیل تحریر فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں:

"ابتداءً جب کام شروع ہوا تو تدریس کی مشغولیت بھی تھی، اور کتابوں کی کمی بھی،

---

[1] مولانا کے مقالات و قصائد کا مجموعہ پاکستان سے شائع ہو چکا ہے۔

پھر آخر دہلی کر کتابوں کا کچھ ذخیرہ بھی ہوا تو دوسری طرف معاشی بدحالی نے اطمینان کا سانس نہیں لینے دیا۔ بہرحال صاحب بستی کے عرصہ قیام درمیان میں انقطاع کیساتھ کتاب الحج تک یہ کام ہو سکا[1] ۔ اس میں "العرف الشذی" کی غلطیوں کی اصلاح بھی کی گئی اور استدراک و اضافہ بھی۔ پھر پاکستان آنا ہوا اور یہ کام آگے نہیں بڑھ سکا — جو کام ہوا تھا وہ موجودہ زمانہ کے ذوق کے مطابق نہ تھا اس لئے زمانہ کے مذاق کے مطابق پھر سے اس کو ترتیب دیا اور اسی کا نام معارف السنن رکھا گیا[2]

(معارف السنن ص ۲۴/۱)

لیکن طباعت کی نوبت بہت بعد میں آئی اس کیلئے اسباب بھی غیب سے نہایت حیرت انگیز طریقے سے مہیا ہوئے ملاحظہ ہو معارف السنن ص ۲۴/۱ (ص ۲۵/۲) ۔

اس سے معلوم ہوا کہ معارف السنن کا اصل کام ڈابھیل ہی میں ہوا ہے اس کی جلدوں کے آخر میں جو تاریخ درج ہے وہ تالیف کی نہیں طباعت کی ہے ۔

(معارف السنن ص ۲۵/۱)

مولانا سید احمد رضا بجنوری مدظلہ (جو مجلس علمی ڈابھیل کے اس وقت ناظم تھے) نے بھی لکھا ہے کہ چھٹی جلد کا کافی حصہ ڈابھیل ہی میں لکھا جا چکا تھا (انوار الباری ج ۲) مولانا یوسف صاحب نے لکھا ہے کہ کتاب الحج کا نصف سے زائد حصہ باقی تھا چھٹی جلد کی طباعت کے وقت وہ مکمل کیا گیا۔ معارف السنن ص ۲۵/۲ ۔

---

[1] بینات مولانا یوسف نمبر میں ہے کہ العرف الشذی کی تصحیح کا کام مولانا نے حج تک کر لیا تھا، تصحیح شدہ نسخہ مولانا کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے ص ۲۱۲ ۔

[2] بینات اشاعت خاص میں ہے کہ اصل مسودہ اس طرح تھا کہ عرف شذی کی عبارت قال سے لکھی تھی اور تصحیح و اضافہ اوپر سے پھر پاکستان آکر ایک شاگرد مولانا امین اللہ پشاوری سے ان کو ایک دوسرے میں داخل کر کے مربوط و مسلسل کر دیا ص ۱۳۴ ۔

چلے گئے، طبیعت کا میلان دینی اور مذہبی تعلیم کی طرف تھا، موضع ٹھٹھہ ضلع راولپنڈی میں مولانا احمد الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے جہاں نحو و صرف کی کتابیں پڑھیں، پھر الٰی ضلع گجرات کی مشہور درسگاہ میں پہنچ کر علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کی، وہاں سے آپ واں بھچراں ضلع میانوالی میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ کامل مولانا حسین علی کے پاس تشریف لائے اور موصوف سے تفسیر پڑھی اپنی ذہانت اور قابلیت سے چند ہفتوں میں استاذ کے منظور نظر شاگرد بن گئے، اسی زمانہ میں استاذ محترم کے تفسیری فوائد و نکات قلم بند کئے۔

سلسلۂ طریقت

استاذ مذکور مولانا حسین علیؒ سے بیعت ہوئے، انتقال کے بعد شیخ کے خلیفۂ اجل شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی سے روحانی تعلق قائم رکھا۔

علم حدیث کیلئے سفر

پھر آپ طویل سفر اختیار کرکے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لائے، یہاں علامہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا سراج الدین رشیدی وغیرہ سے حدیث کی کتابیں پڑھیں، سنہ ۱۳۴۴ھ میں دورۂ حدیث میں شریک ہوئے صرف ایک سال ہی یہاں رہے اس سے قبل روداد میں نام نہیں ۱۲) آپ کے رفقاء کا کہنا ہے کہ آپ نے یہاں بھی اساتذہ کی نظر میں ممتاز مقام حاصل کرلیا تھا، (دورۂ حدیث کی تمام کتابوں میں پچاس نمبر حاصل کئے تھے ساتھیوں میں سب سے زیادہ نمبر موصوف کا ہی تھا۔ ملاحظہ ہو روداد سنہ ۱۳۴۵ھ صفحہ ۱۱)۔

اسی دوران جامعہ اسلامیہ کے طلباء میں اپنے شیخ مولانا حسین علی کے طرز پر قرآن مجید کا درس دیتے رہے[1]، اسی دوران آپ دیوبند بھی گئے۔

---

[1] سنہ ۱۳۴۴ھ کی روداد میں مولوی غلام غسان کا ذکر ہے، اس وقت ان کا نام یہی تھا، پھر شوال سنہ ۱۳۴۵ھ میں نہیں آئے، شاید فارغ ہونے کے بعد ایک سال رہے اس لئے کہ شعبان سنہ ۱۳۴۵ھ میں فارغ ہوئے تنخواہ بھی صرف دس روپے تھی، کھانا بذمہ مدرسہ ۱۲ (روداد اردو سنہ ۱۳۴۵ھ صفحہ ۲۹)۔

تدریس اور آپ کی یادگار درسگاہیں

تدریسی زندگی کا آغاز غالباً بھیرہ ضلع سرگودھا سے کیا، کئی سال وہاں قرآن و حدیث اور فنون کی تعلیم دیتے رہے۔ جنوری ۱۹۳۵ء یا ۱۹۳۶ء میں راولپنڈی ہائی اسکول کے استاذ کی حیثیت سے تشریف لائے۔ اس وقت راولپنڈی میں مسلک دیوبند کی صرف دو مساجد تھیں جن میں آپ نے اپنے پرجوش خطابت سے ایک مقام پیدا کر لیا، چنانچہ آپ کو مسجد پرانا قلعہ کی خطابت پیش کی گئی اور پندرہ روپے مشاہرہ مقرر ہوا مگر آپ نے اس کو ٹھکرا دیا اور فرمایا میں فی سبیل اللہ قرآن کی خدمت کروں گا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پرانا قلعہ کی مسجد عوام و خواص کا مرکز بن گئی اور مسلک دیوبند کی بنیاد پڑ گئی، آج الحمدللہ اکثر مساجد اپنے مسلک کی ہیں۔

دارالعلوم تعلیم القرآن کی بنیاد

آپ نے ۱۹۳۹ء میں اسی مسجد میں دارالعلوم تعلیم القرآن کی بنیاد ڈالی اور عرصہ تک تفسیر و حدیث اور فنون کی تعلیم دیتے رہے۔ آزادی کے بعد یہ دارالعلوم راجہ بازار کی ایک متروکہ عمارت میں منتقل ہوا جو ایک سادھو کی تربیت گاہ تھی، اس کے متصل خالی زمین میں ایک وسیع جامع مسجد کی بنیاد رکھی، اور مسجد کے شمالی جانب تعلیم القرآن ہائی اسکول قائم کیا جس کو اسلامی تعلیم میں بنیادی حیثیت حاصل تھی، بعد میں قومی تحویل میں لے لیا گیا۔ دارالعلوم میں دورۂ حدیث تک درس نظامی کا انتظام ہے، دارالافتاء بھی قائم ہے۔

دارالعلوم حسینیہ دریہ

اس کے بعد اپنے آبائی گاؤں دریہ میں اپنی ذاتی اراضی تقریباً ۵ کنال پر ایک مسجد تعمیر کرائی اس کے ساتھ مدرسہ دارالعلوم حسینیہ قائم کیا، اسی عمارت میں گاؤں کا پرائمری اسکول بھی حکومت کی طرف سے قائم ہے لیکن آپ نے کبھی کرایہ نہیں لیا، اس کو بھی قوم کی خدمت سمجھا۔

مدرسہ اشاعت العلوم اٹک

بعد ازاں آبائی ضلع کے صدر مقام اٹک شہر میں اپنی جیب خاص سے پانچ کنال اراضی خرید کر

سفر پاکستان

جنوری ۱۹۵۱ء کو ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان پہونچے اور دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہیار (حیدرآباد سندھ) میں شیخ التفسیر مقرر ہوئے[1]، وہاں تین برس رہے، پھر وہاں سے مستعفی ہو کر کراچی آگئے اور محرم ۱۳۷۴ھ ۱۹۵۴ء میں نیو ٹاؤن میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی بنیاد رکھی اس کا نام شروع میں مدرسہ عربیہ تھا پھر مدرسہ عربیہ اسلامیہ ہوا بعد کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ ص۳۲۔ شروع میں فارغ التحصیل طلبہ کی تربیت کے لئے درجہ تکمیل کا افتتاح کیا بعد ازاں دورۂ حدیث کے درجہ کا اجراء کیا آگے چل کر درس نظامی کے تمام درجات قائم کرنے پڑے، اس طرح یہ جامعہ اوپر سے نیچے کی طرف بڑھتا گیا[2]۔ اور پاکستان میں ایک عظیم اسلامی ادارہ شمار ہونے لگا۔ اس کی وسیع و عریض خدمات سے مولانا کے خلوص کا پتہ چلتا ہے (اس جامعہ کی پوری تفصیل اسی طرح مولانا کے تفصیلی حالات و کمالات 'بینات مولانا یوسف نمبر' میں ملاحظہ فرمائیے)۔ مولانا اخیر تک اسی جامعہ سے متعلق رہے۔ اس کے بانی، اس کے شیخ، اس کے سرپرست اور سب کچھ تھے۔ یہاں بے شمار طلبہ نے آپ سے استفادہ کیا اور اعلیٰ قابلیت بہم پہنچائی۔ قیام پاکستان کے اس دور میں بھی آپ نے متعدد کتابوں پر مقدمات تصنیف فرمائے۔ اخیر میں مودودیت کی طرف متوجہ ہوئے تو اس پر بھی عربی میں کتابیں لکھ ڈالیں، رد قادیانیت میں جو خدمات آپ نے انجام دیں وہ مشہور زمانہ ہیں۔ بینات مولانا یوسف نمبر ص۴۴ اور اس کے مابعد میں ان سب کی تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں۔

مولانا کی شخصیت اتنی جامع تھی کہ آپ کی تنہا ذات میں محدث، فقیہ، مفسر، اصولی، ادیب، متکلم، مصنف، محقق، صوفی، زاہد، متوکل سب کچھ نظر آتا ہے۔ آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے ایک بے نظیر فرزند ہیں۔ علم و عرفان، معرفت و ایقان کا یہ آفتاب دل کے عارضہ میں تین دن مبتلا رہ کر ۳ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون[3]۔

---

[1] اسی وقت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری بھی پاکستان گئے تھے، اور اسی مدرسہ کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے تھے۔ [2] بینات ص۳۳ و ص۲۳۶ [3] بینات ص۸۴۔

(ماخوذ از ماہنامہ الرشید رمضان سنہ ۱۴۰۰ھ)

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب

رحمۃ اللہ علیہ

متوفی شب ۱۲ رجب سنہ ۱۴۰۰ھ اپریل سنہ ۱۹۸۰ء

ولادت آپ کی ولادت چودہویں صدی ہجری کے تیسرے عشرہ (بیسویں صدی عیسوی کے پہلے عشرہ) میں موضع دریہ[1] ضلع اٹک میں ایک زمیندار گھرانہ میں ہوئی۔ یہ گھرانہ قبیلہ اعوان سے تعلق رکھتا تھا (جامعہ کی روداد میں آپ کا نام غلام خان کیمبل پوری لکھا ہے ۱۲) آپ کا نام پہلے غلام خان تھا۔ شاہ عبدالقادر رائے پوری نے آپ کا نام غلام اللہ خان رکھا۔ والد کا نام نوروز خان ہے جو علاقہ کے صاحب حیثیت اور بااثر شخص تھے۔

ابتدائی تعلیم ناظرہ قرآن اور اسکول کی تعلیم نویں جماعت تک گاؤں ہی میں حاصل کی۔ اسکول کی تعلیم سے تنگ آکر والد صاحب کی مرضی کے خلاف گھر سے

---

[1] یہ موضع دریہ ضلع کے مشہور قصبہ حضرو کے قریب ہی واقع ہے۔ اسی قصبہ کے قریب بہبودی بھی واقع ہے جو مولانا عبدالرحمن کامل پوری کا وطن ہے۔ یہ علاقہ انیسویں صدی میں ضلع راولپنڈی میں تھا۔ اس کے بعد اس علاقہ کا ضلع اٹک مقرر ہوا۔ سنہ ۱۹۰۴ء میں ایک انگریز کمشنر کیمبل نے آکر اٹک سے پندرہ میل کے فاصلہ پر نیا شہر کیمبل پور آباد کیا جو اب علاقہ کا ضلع ہے۔ اسی کیمبل پور کو کامل پور بھی کہتے ہیں ۱۲ (تجلیات رحمانی صفحہ ۲۲)۔

ان میں مولانا عبداللطیف صاحب نعمانی مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مفتاح العلوم مئو، مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوری، مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور، مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری، قطب الارشاد شیخ المحدثین حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کے نام سرفہرست ہیں، حضرت شیخ الحدیثؒ سے بیعت ہو کر خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔

آپ نے فراغت کے بعد مظاہر العلوم میں معین مدرس کی حیثیت سے کام کیا اسی زمانہ میں مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی نے آپ سے تلمذ کیا، فراغت کے سال کسی ساتھی نے حسد کی وجہ سے زہر کھلا دیا تھا، اگرچہ اس وقت آپ کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا تھا لیکن کسی کسی وقت صحت پر اس کے مضر اثرات ظاہر ہو جایا کرتے تھے اس لئے تبدیلی آب و ہوا کیلئے وطن چلے گئے وہاں اور کی میں چند ماہ پڑھایا پھر مدرسہ قاسم العلوم ہرتل ضلع دیوریا میں چھ برس تک تعلیم دی، مشکوٰۃ تک پڑھایا، بیمار ہو کر گھر آگئے اور بزرگوں کے مشورہ پر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل شوال ۱۳۶۳ھ میں تشریف لائے، یہاں فنون کے ساتھ دورۂ حدیث کی کتابیں بھی پڑھائیں ۱۳۶۵ھ میں اہلیہ کی بیماری کی وجہ سے ایک سال کی رخصت لے کر گھر چلے گئے، وہاں احیاء العلوم میں دو سال مدرسی کی، پھر دوبارہ ۱۳۶۸ھ میں ڈابھیل آئے دو سال تک مسلم شریف اور ترمذی شریف کا درس دیا۔ جب مولانا یوسف صاحب بنوری تقسیم ہند کے بعد پاکستان چلے گئے تو بخاری جلد اول اور ترمذی آپ سے متعلق رہی اور ۱۳۷۱ھ تک آپ یہاں درس دیتے رہے۔

زمانۂ طالب علمی میں مولانا الیاس صاحبؒ کے تبلیغی مشن سے متاثر ہوئے تھے۔ قیام ڈابھیل کے دوران مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی اور مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کی صحبتوں سے اس میں اور جلا پیدا ہوئی، آپ کی تقریر پر تاثیر اور انقلاب آفریں ہوا کرتی تھی، انہی دنوں ضلع کھیڑہ میں ارتداد کی

فضا قائم تھی۔ مولانا شمس الدین صاحب بڑودوی خلیفہ حضرت شیخ الاسلام کے اصرار اور حالات کے تقاضے سے آپ نے ڈابھیل چھوڑ کر ماہ شوال سنہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۲ر جون ۱۹۴۳ء میں جامعہ عربیہ تعلیم الاسلام آنند ضلع کھیڑا کی مدرسی قبول کرلی۔ دن کو درس دیتے اور رات کو سنت کی ترویج و اشاعت کیلئے دورے کرتے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور دیگر علماء کرام کی مساعی جمیلہ سے لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچایا، ارتداد کا فتنہ دب گیا۔ شعبان ۱۳۶۷ھ فروری ۱۹۴۸ء تک آپ آنند رہے۔

۱۳ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ مطابق ۵ر دسمبر ۱۹۵۷ء کو جب شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ عالم جاودانی کو رحلت فرماگئے، اور ان کی جگہ حضرت مولانا سید فخرالدین احمد صاحب شیخ الحدیث مدرسہ شاہی دارالعلوم دیوبند کے مستقل شیخ الحدیث بنا لئے گئے تو اکابر کے حکم اور اصرار پہم استعفیٰ کے بعد آپ نے مدرسہ قاسمیہ شاہی مرادآباد کی مدرسی قبول فرمالی اور ماہ شوال ۱۳۷۷ھ میں آپ شیخ الحدیث و صدرالمدرسین اور ناظم تعلیمات کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوکر تشریف فرما ہوئے ساتھ ہی ترجمۂ قرآن کی خدمت بھی آپ کے سپرد ہوئی، ۱۴ر اپریل ۱۹۶۶ء کو مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے ایک جلسہ میں شرکت کیلئے جاتے ہوئے رکشہ کے ایکسیڈنٹ کا واقعہ پیش آیا جس سے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی، اور بہت معذور ہوگئے اب تک حدیث کی خدمت برابر انجام دے رہے ہیں۔ معذوری کے بعد ۱۳۹۰ھ سے بلامعاوضہ حسبۃً للہ کام کررہے ہیں۔

جزاہ اللہ خیراً وعافاہ

(از مقدمہ امدادالباری)

وہاں ایک جامع مسجد اور مدرسہ جامعہ اشاعت اسلام کی بنیاد رکھی جو چند سالوں میں ہی ہوگیا اور اس ادارہ کے صحن میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا، اس ادارہ میں بھی ناظرہ و حفظ تجوید مروجہ درس نظامی پڑھایا جاتا ہے۔

دورہ تفسیر آپ دورۂ تفسیر اپنے شیخ مولانا حسین علی کے طرز پر ہر سال پڑھاتے تھے، آپ کے تلامذہ مشرق بعید، براعظم ایشیا، افریقہ اور تمام ممالک اسلامیہ میں کام کر رہے ہیں، آپ کے دورۂ تفسیر میں پانچ سو فضلاء و علماء و طلباء شریک ہوتے تھے، آپ کو دورۂ تفسیر سے اس قدر شغف تھا کہ فرماتے تھے یہ میرا سالانہ ختم ہے۔

سنہ ۱۳۹۹ھ میں حج کے موقع پر سعودی حکومت کی خصوصی دعوت پر پاکستان کی جانب سے حرم شریف میں ایک ماہ تک درس دیا جس کے تمام انتظامات وزارت امور مذہبیہ سعودیہ عربیہ نے کیے تھے، انگلینڈ بھی تشریف لے گئے تھے، تقریباً چالیس مقامات پر توحید و سنت کی اشاعت میں خطاب کیا۔ تحریک آزادی میں مجلس احرار اور جمعیۃ علماء ہند کی تائید کی تھی، قیام پاکستان کے بعد علماء حق کی ہر تحریک میں پیش پیش تھے، تینوں مارشل لاء میں گرفتار بھی ہوئے، نظام اسلام کی تحریک میں پاکستان بھر کے علماء کو سڑکوں پر لانے اور شامل جلوس کرنے کا سہرا آپ کے سر ہے، سب سے پہلے علماء کا جلوس آپ ہی کی قیادت میں دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی سے نکلا، سوشلزم اور کمیونزم کی بھی شدت سے تردید کی۔ مسلک میں اگرچہ شدت تھی لیکن اخلاق بہت اونچے تھے اس لئے فرقہ بریلویہ کے لوگ بھی آپ کے ساتھ جمع ہو جاتے تھے۔

تصنیفات آپ نے متعدد تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ ۱۔ تفسیر جواہر القرآن تین جلدوں میں، ۲۔ تفسیر مختصر الجواہر و تفسیر بے نظیر، آپ کے شیخ کے فوائد مجموعہ ۳۔ قرآن مجید پر حاشیہ لکھا اور شیخ الہند کے ترجمہ کے ساتھ شائع کیا، ۴۔ جواہر التوحید مسئلہ علم غیب کی تحقیق میں، ۵۔ ماہنامہ تعلیم القرآن جاری فرمایا جس میں آپ کے متعدد تحقیقی و علمی مضامین مرقوم تھے۔

اپریل ۱۹۸۶ء کے آخری ہفتہ میں عمرہ کیلئے تشریف لے گئے تھے، واپسی میں بحرین ہوتے ہوئے دوحہ پہنچے، ۲۰ رجب ۱۴۰۶ھ ۲ مئی ۱۹۸۶ء کو عشاء کے بعد خطاب فرمانا تھا، اسٹیج پر تشریف لا چکے تھے کہ اچانک دل کا دورہ پڑا، جس میں تقریباً اس جہان سے جا چکے تھے، فوراً ہسپتال لایا گیا، وہاں کے ۱۱ بجے پاکستان کے ۲ بجے مالک حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جنازہ راولپنڈی لایا گیا، صبح آٹھ بجے لیاقت باغ میں جنازہ کی نماز ہوئی جس میں صدر جنرل ضیاء الحق کے علاوہ مرکزی وزراء، علماء اور طلباء نیز عوام کے ایک انبوہ کثیر نے شرکت کی، وہاں سے اٹک لایا گیا، یہاں بھی نماز پڑھی گئی اور مدرسہ [illegible] کے صحن میں سپرد خاک کیا گیا۔

دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کا اہتمام بڑے صاحبزادہ مولانا [illegible] صاحب کو سپرد کر چکے تھے اور اٹک کے اشاعت العلوم کا اہتمام صاحبزادہ مولانا [illegible] کو۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

ملخص از ماہنامہ الرشید رمضان ۱۴۰۶ھ بین الاقوامی [illegible] نمبر ص ۱۲

فضل الرحمن عفی

مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی مدظلہ

آپ کی ولادت قصبہ مئو ناتھ بھنجن ضلع اعظم گڈھ کے قریب ایک بستی "پورہ معروف" میں ۱۳۲۸ھ میں ہوئی، آپ نے شرح وقایہ تک کی تعلیم مدرسہ معروفیہ میں حاصل کی پھر دارالعلوم مبارکپور چلے گئے، وہاں ایک سال سے زائد رہ کر سال کے باقی ایام دارالعلوم مئو میں گذارے، اس کے بعد مظاہر علوم سہارنپور چلے گئے، ۱۳۴۷ھ میں فراغت حاصل کی اور ۱۳۴۸ھ میں فنون کی تکمیل کی، آپ نے جن اساتذہ سے علوم حاصل کئے ان میں بڑی [illegible] کا

حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی رح

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

ولادت ۱۳۱۹ھ
۱۹۰۱ء

وفات ۶ر شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۲ر جولائی ۱۹۸۳ء بروز جمعہ
بوقت پونے پانچ بجے صبح

ولادت ماہ شوال ۱۳۱۹ھ (مطابق ۱۹۰۱ء) میں آپ کی ولادت قصبہ مئو ناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ یوپی میں ہوئی۔ نام محمد ایوب رکھا گیا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے۔ محمد ایوب بن محمد صابر بن احمد بن عثمان بن دوست علی۔ یہ خاندان مئو سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں بھیتا درگاہ میں آباد تھا۔ مولانا کے والد صاحب وہاں سے منتقل ہو کر اپنے سسرال محلہ الہ داد پورہ مئو میں آکر رہنے لگے اور یہیں کے ہو گئے۔ مولانا کی ولادت اسی محلہ میں ہوئی۔

اس خاندان میں متعدد نامور اور صوفی گزرے ہیں، مثلاً مولانا فصیح الشعراء عبد الحکیم، مولانا اسمٰعیل انتشار، مولانا محمد ظہیر صاحبان۔ نزہۃ الخواطر اور تذکرہ علماء عز الزمان مصنفہ یونس بلگرامی میں ان حضرات کا تذکرہ موجود ہے۔ ان کے علاوہ مولانا محمد سلیم وفا، استاذ الشعراء و مولانا عطاء اللہ شاد وغیرہم۔ خاندان کے علماء کا روحانی تعلق حضرت صوفی ولی محمد صاحب گھوسوی[1] نور اللہ مرقدہ

---

[1] گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔

سے تھا۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم ناظرہ اور اردو کی گھر ہی پر ہوئی، پھر فارسی اور ابتدائی عربی کی تعلیم محلہ اورنگ آباد مئو میں ایک چھوٹا سا مدرسہ حکیم مولانا شاہ محمد عمر صاحب مرحوم کے احاطہ میں تھا جس میں مولانا عبد الرحمٰن صاحب اورنگ آبادی پڑھاتے تھے وہاں ہوئی، پھر مولانا عبد الغفار صاحب مئوی کی خدمت میں قرانگر ضلع بلیا جہاں وہ پڑھاتے تھے حاضر ہوئے، تقریباً سال بھر وہاں تعلیم لی۔ اس کے بعد مولانا امان اللہ صاحب (جو مولانا عبد الحی فرنگی محلی لکھنوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے) کے پاس مدرسہ مظہر العلوم بنارس حاضر ہوئے تقریباً دو سال وہاں تحصیل علم کیا۔ کافیہ، شرح جامی، کبریٰ، صغریٰ، میزان، منطق، شرح تہذیب وغیرہ ان سے پڑھی۔

بتے مراحل طے کرنے کے بعد دار العلوم دیوبند کا رخ کیا، وہاں کئی سال رہنا ہوا فنون اور درسیات کی اکثر کتابیں اساتذۂ دار العلوم علامہ بلیاوی، مولانا اعزاز علی، مولانا عبد السمیع اور مولانا رسول خان صاحب وغیرہم سے پڑھیں[1]۔ منطق و فلسفۂ قدیم کا زوال ہو چکا تھا مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ آبرو باقی تھی اس لئے اس کے پڑھنے کا شوق ہوا، اس وقت اس فن کے مشہور استاذ حضرت مولانا ماجد علی صاحب جونپوری تھے جو مینڈو ضلع علیگڈھ میں پڑھاتے تھے اور اس فن کے شائقین کے مرجع بنے ہوئے تھے، مولانا بھی ان کی خدمت میں گئے اور کئی سال رہے منطق و فلسفہ کی مشہور و متداول کتابوں کے سوا کچھ مخصوص کتابیں بھی پڑھیں جو نایاب تھیں، مثلاً محقق طوسی کی شرح اشارات اور اس پر محاکمات، افق المبین میر باقر داماد کے کچھ اجزاء اور شیخ بو علی سینا کی شفاء کے بعض اجزاء، اس وقت

---

[1] اسی زمانہ میں جب کہ آپ شرح وقایہ کے طالب علم تھے حضرت شیخ الہندؒ کے درس ترمذی میں سامع کی حیثیت سے دیگر طلبہ کے ساتھ شریک ہوئے تھے، حضرت شیخ الہند سفر حجاز کیلئے روانہ ہونے والے تھے، تبرکاً کتاب شروع کرائی تھی۔ (از افادات شیخ)

مولانا شریف حسن صاحب دیوبندیؒ

ولادت سنہ ۱۹۲۰ء ۱۳۳۸ھ ــــــــــ وفات سنہ ۱۳۹۷ھ

دیوبند کے رہنے والے تھے ۹ ر اگست سنہ ۱۹۲۰ء کو دیوبند میں پیدا ہوئے اور یہیں حافظ عبد الخالق مرحوم سے قرآن شریف حفظ کیا، پھر تین سال تک فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں بہٹ (ضلع سہارنپور) کے مدرسہ میں رہ کر پڑھیں بعد ازاں دار العلوم میں داخل ہو کر درس نظامی کے نصاب کی تکمیل کی۔ سنہ ۱۳۵۸ھ میں دورۂ حدیث سے فارغ التحصیل ہوئے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد شوال سنہ ۱۳۶۰ھ ۱۹۴۱ء میں مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔ انھیں جملہ علوم و فنون میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے فیض صحبت سے حدیث و افتاء سے خاص مناسبت پیدا ہوئی تقریباً سنہ ۱۳۶۶ھ میں مدرسہ اشاعت العلوم بریلی کے صدر مدرس بنائے گئے وہاں درس حدیث کے ساتھ افتاء کے فرائض بھی انجام دئے، وسال کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے وہاں صحیح بخاری اور جامع ترمذی زیر درس رہی، سنہ ۱۳۸۳ھ میں انھیں دار العلوم دیوبند میں بلا لیا گیا علم حدیث سے خاص شغف تھا، حضرت مولانا فخر الدین احمدؒ کے بعد بخاری شریف کے درس کو سنبھالنا ان کا بڑا علمی کارنامہ ہے۔ تادم واپسیں علامہ شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ان کی پوری زندگی درس و تدریس اور علوم دینیہ کے طلباء کی خدمت میں گزری، ان کا درس علمی مواد سے بھرپور ہوتا تھا، طلباء حدیث ان کے درس سے مطمئن ہو کر اٹھتے تھے۔ وفات سے چند گھنٹے قبل تک ان کا علمی فیضان جاری رہا۔

علم و تقویٰ اور فضائل اخلاق و شمائل میں علماء اکابر کی یادگار تھے وہ اپنے علمی تبحر اور علم حدیث سے خصوصی تعلق و شغف اور اپنی پاکیزہ نفسی کے باعث اپنے معاصرین میں ممتاز تھے ہر چھوٹے بڑے سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے ظاہر و باطن دونوں پاک تھے طبیعت نہایت مرنجاں مرنج پائی تھی۔

۱۴ اور ۱۵ جمادی الثانیہ ۱۳۸۱ھ کی درمیانی شب میں تقریباً ۱۵ سال کی عمر میں بعارضۂ قلب چند گھنٹوں کی مختصر علالت کے بعد واصل بحق ہو گئے۔

رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

قبرستان قاسمی ان کی ابدی آرام گاہ ہے۔

(از تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۱۲۸/۲)

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں آپ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ میں تشریف لائے، اور صدر مدرس کی جگہ بخاری شریف کا درس آپ سے متعلق رہا۔ ۵۱ھ تک یہ منصب آپ کے سپرد رہا ۵۴ھ میں ایک دوسرے مدرس شیخ الحدیث رہے لیکن پھر ۵۶ھ میں ان کے چلے جانے کے بعد آپ صدر مدرس بنے اور ۱۳۶۲ھ تک رہے بعد ازاں دارالعلوم دیوبند میں مدرس حدیث بن کر تشریف لے گئے۔

جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کو آپ کی خدمات حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا الحمد للہ اس وقت سے شعبان ۱۴۰۲ھ تک آپ کا فیض یہاں جاری رہا، بخاری شریف مکمل اور ترمذی شریف مکمل آپ سے متعلق رہی چند برسوں سے ضعف کی وجہ سے ترمذی شریف چھوڑ دی تھی صرف بخاری شریف کا درس دیتے تھے۔ اس بیس سالہ مدت میں آپ سے اکتساب فیض کرکے سیکڑوں علماء ہند و بیرون ہند میں دین متین کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مرض وفات

تعلیمی سال کے اختتام ماہ شعبان سے چند ماہ قبل بواسیر کی شکایت پیدا ہوئی، مختلف دوا علاج کے باوجود شکایت برابر جاری رہی، کئی بار زیادہ مقدار میں خون آیا جس نے ضعف پیدا ہو گیا پھر کچھ طاقت آگئی۔ ۱۱ر شعبان کو جلسہ کے بعد وطن تشریف لے گئے وہاں بھی علاج معالجے باوجود شکایت باقی رہی۔ رمضان سے قبل بخار میں بھی مبتلا ہوئے جس سے ضعف اور بڑھ گیا، غذا بھی نہیں ہوتی تھی، شدت ضعف کی وجہ سے رمضان کے بعض روزے بھی نہیں رکھ سکے، اخیر رمضان میں بواسیر کا آپریشن کرا دیا گیا۔ اس سے افاقہ ضرور ہوا لیکن خون کا آنا بالکل بند نہیں ہوا تاہم حالت تشویشناک نہیں تھی، عید کے دن نماز عید کیلئے نکلنے کی تیاری کر رہے تھے کہ اچانک سینہ پر شدید درد ہوا، جس کی وجہ سے عید کی نماز کیلئے نہ جا سکے، ڈاکٹر بلائے گئے، جنھوں نے اس درد کو ریاحی درد تجویز کیا علاج جاری رہا، ڈابھیل آنے کی باتیں چل رہی تھیں، منشا تھا کہ طبیعت میں افاقہ ہو جائے تو سفر کیلئے ریزرویشن کرا لیا جائے۔ مولانا نے صاحبزادوں کو جمع کرکے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ صحت ہونے پر ڈابھیل جاؤں گا، بخاری شریف کی صرف جلد اول لوں گا، اور اب تنخواہ نہیں لوں گا، صاحبزادوں نے اس رائے کی تائید کی اور اس پر خوشی ظاہر کی، سینہ کا درد وقتاً فوقتاً ہو جایا کرتا تھا دو روز سے مسلسل ۱۲ بجے درد اٹھتا لیکن انجکشن اور دوا سے افاقہ ہو جاتا، ۲ر شوال جمعہ کو بھی اسی وقت درد شروع ہوا فوراً بلائی گئی لیکن قے ہو گئی انجکشن دیا گیا لیکن اس کا کوئی اثر ظاہر

نہیں ہوا بالآخر وقت موعود قریب آگیا تو زبان پر کلمہ طیبہ کا ذکر خود جاری ہو گیا تقریباً پونے پانچ بجے (جو وہاں فجر کی جماعت کا وقت تھا) دین متین کا یہ جفاکش سالم خادم ہمیشہ کیلئے آسودۂ خواب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حادثہ کے بعد شہر میں لاؤڈ اسپیکر سے اعلان شروع ہو گیا تھوڑی دیر میں یہ خبر جاں گسل مئو شہر اور مضافات میں پھیل گئی۔ شہر میں ہڑتال رہی دوکانیں بند رہیں۔ نماز جمعہ کے بعد پونے دو بجے نماز جنازہ کا وقت مقرر تھا۔ شہر کے تمام علاقوں سے نماز جمعہ سے لوگ فارغ ہو کر شاہی جامع مسجد کٹرہ کے وسیع میدان میں جمع ہو گئے۔ پورا میدان کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ جگہ کی تنگ دامانی کی وجہ سے جامع مسجد میں بھی دور تک صفیں لگی تھیں نماز جنازہ آپ کے رفیق قدیم محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ نے پڑھائی اس کے بعد محلہ کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ وغفر لہ مغفرۃ تامۃ

۷؍شوال بروز شنبہ تار سے یہ خبر صاعقہ اثر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل پہونچی۔ جس نے بہت سے دلوں کو پژمردہ اور بے قرار کر دیا اطراف میں بھی خبر مشہور ہوئی بہت سی مساجد میں قرآن خوانی کر کے ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا۔ جامعہ اس وقت بند تھا۔ ۱۴؍شوال کو جامعہ کھلا۔ داخلہ کی کارروائی مکمل ہونے کے بعد تعلیم شروع ہو گئی تو ۱۶؍شوال کو جامعہ میں بھی قرآن خوانی کی گئی۔ ایصال ثواب اور دعا مغفرت ہوئی شیخ الجامعہ کے انتقال پر ملال پر رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ ان کے حالات زندگی اور فضائل پر روشنی ڈالتے ہوئے موصوف کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کی گئی۔ اور دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں شایان شان مقام عطا فرمائے اور ملت اسلامیہ خصوصاً جامعہ کو آپ کی وفات سے جو صدمہ لاحق ہوا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تلافی کی بہترین صورتیں پیدا فرمائے۔ جلسہ کے بعد اس دن جامعہ میں تعطیل کر دی گئی۔

یہ دونوں کتابیں مطبوعہ نہیں تھیں حضرت استاذ کے پاس کچھ اجزاء تھے طلبہ اس سے نقل کر کے پڑھتے تھے ۔

منطق و فلسفہ سے فراغت کے بعد لوٹ کر پھر دیوبند آ گئے اور دورۂ حدیث پڑھا ابھی حضرت شیخ الہند مالٹا سے رہا ہو کر تشریف نہیں لائے تھے ان کے جانشین حافظ العصر علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ تھے ان سے صحیح بخاری پڑھی، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے نسائی اور مسلم شریف، حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ سے ابو داؤد، حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہ سے مؤطائیں پڑھیں یہ ۱۳۳۸ھ کا واقعہ ہے ۔

دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد فاضل لاہور کی تیاری میں لگ گئے جس کی اس زمانہ میں بڑی قدر و قیمت تھی۔ ۱۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء میں حضرت شیخ الہند مالٹا سے رہا ہو کر آ گئے، خلافت کا مسئلہ بڑے زوروں پر تھا، دہلی میں حضرت شیخ الہند کی صدارت میں جمعیۃ العلماء کا اجلاس ہوا جس میں پانچ علماء شریک ہوئے اسی اجلاس میں ترک موالات کی تجویز پاس ہوئی انگریزوں اور بدیسی چیزوں کا مکمل بائیکاٹ کر دیا گیا۔ اس تحریک کی اہمیت کے پیش نظر فاضل لاہور کے امتحان کا ارادہ ترک کر کے تحریک میں شریک ہو گئے ۔

جب تحریک کا زور کم ہوا اور فضا اعتدال پر آئی تو خیال ہوا کہ کہیں تدریسی خدمت میں لگ جانا چاہیئے، حسن اتفاق سے کلکتہ کے مضافات میں اکرا مقام میں ایک مدرسہ "دار العلوم قدسیہ" کے نام سے مشہور تھا اس میں صدر مدرس کی جگہ خالی تھی آپ کا تقرر صدر مدرسی کیلئے ہو گیا، فنون وغیرہ کی اونچی کتابیں حصہ میں آئیں عمر ابھی بہت کم تھی اچھی طرح داڑھی مونچھ بھی نہیں آئی تھی دوسرے اساتذہ بڑی عمر کے سفید ریش تھے زیادہ دنوں سے تدریس کا کام کر رہے تھے اس لئے وہاں صدر مدرسی کے عہدہ پر کامیاب ہونا ایک مشکل امر تھا، اضطراب اور پریشانی بھی لاحق ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے کتب بینی اور مطالعہ میں محنت کی۔ کچھ ہی دنوں کے بعد اعتماد پیدا کر لیا اور مدرسین و طلبہ میں عزت و محبت کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے۔ پانچ سال وہاں قیام رہا اس مدت

مولانا عبدالجبار صاحب پشاوری (کوٹھوی)

(مدرس اول مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل)

ولادت اور ابتدائی تعلیم

آپ کی ولادت ۱۳۲۱ھ کو موضع کوٹھہ تحصیل صوابی میں جناب مولانا شاہ حسین کے ہاں ہوئی تحصیل علم کے لئے ابتداءً علاقہ کے علماء کی خدمت میں حاضر ہوئے، مولانا خلیل الرحمٰن صاحب سے زروبی میں فارسی اور صرف و نحو کی کتابوں کے بعد نورالانوار، قطبی، میر قطبی، اور دیوان متنبی تک تعلیم حاصل کی

اعلیٰ تعلیم اور فراغت

تعلیم کی تکمیل کے لئے ٹونک کے مدرسہ ناصریہ میں داخلہ لیا، مولانا سیف الرحمٰن صاحب مہاجر کابلی صدر مدرس مدرسہ ناصریہ سے کچھ کتابیں پڑھیں، مولانا موصوف جب مدرسہ فتحپوری تشریف لے گئے اور مولانا حیدر حسن خاں صاحب (جو نائب صدر تھے) شیخ الحدیث مقرر ہوئے تو انہی سے صحاح ستہ پڑھ کر سند حاصل کی۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے بیعت ہوئے

آغاز تدریس

فراغت کے بعد چند سال نوساری صوبہ گجرات میں تدریس وخطابت کا کام انجام دیا، اسکے بعد وطن تشریف لے گئے اور پشاور ہی میں درس دینے لگے اسی دوران مولانا یوسف بنوری نے آپ سے چند کتابیں پڑھیں اور مولانا حافظ محمد ادریس طوروی نے آپ سے تحریر سنبٹ اور شرح وقایہ کا درس لیا۔

مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل میں

مولانا پشاوری ۱۳۴۴ھ یا ۱۳۴۵ھ میں مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل میں مدرس عربی اور صدر مدرس بنکر تشریف

آپ کے ذریعہ عربی کی تعلیم شروع ہوئی اور آپ کی کوشش سے مشکوٰۃ شریف اور جلالین تک یہ سلسلہ پہنچا تھا کہ ۱۳۴۶ھ کے اواخر میں علماء دیوبند کا قافلہ ڈابھیل پہنچا جسکے سالار علامہ انور شاہ کشمیری تھے اور جنکی آمد سے یہ معمولی مدرسہ ایک شہرۂ آفاق جامعہ بن گیا۔

ان اکابر علماء کی موجودگی میں بھی مولانا پشاوری جامعہ کے ایک مدرس کی حیثیت سے کئی سال تشریف فرما رہے ۱۳۵۲ھ تک رودادوں میں آپ کا نام ملتا ہے، اس سال مندرجہ ذیل کتب آپ کے زیر درس رہیں، شرح وقایہ، قطبی، میر قطبی، شرح تہذیب، اصول الشاشی، نور الانوار، کافیہ، شرح جامی، اس سال شیخ الحدیث علامہ شبیر احمد عثمانی تھے علامہ کشمیری کا انتقال ہو چکا تھا، شاہ صاحب کو آپ سے انتہائی محبت تھی، فرماتے تھے اس مدرسہ کو جو ترقی ملی وہ آپ کی کوششوں اور مسلسل جد و جہد کا ثمرہ ہے، مولانا اپنی تدریسی مشغولیتوں کے باوجود حضرت شاہ صاحب کے درس بخاری شریف میں شرکت فرمایا کرتے تھے ۱۳۴۳ھ کے سفر رنگون میں آپ کو علامہ کشمیری، علامہ عثمانی اور مولانا احمد بزرگ کے ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا تھا

تلامذہ اس طویل مدت تدریس میں آپ سے سینکڑوں طالبان علم نے استفادہ کیا ان میں مولانا موسیٰ بھیات نوساری، مولانا محمد بن موسیٰ میاں سملکی ثم افریقی، مولانا مفتی ابراہیم سنجالوی افریقی قابل ذکر ہیں۔ ۱۳۵۰ھ میں آپ کو زیارت حرمین شریفین کا شرف حاصل ہوا، ڈابھیل سے واپسی کے بعد آپ نے اپنے آبائی گاؤں کوٹھہ میں مولانا عبد الصمد عرف درگئی بابا جی صاحب کے تعاون اور مشورے سے مدرسہ صوفیہ کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی اور آخر تک حسبۃً للہ تدریس و اہتمام کی خدمات انجام دیتے رہے

وفات ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ کو آپ کی روح قید تن سے آزاد ہوئی، نماز جنازہ میں عوام کے علاوہ گرد و نواح کے علماء بھی کثیر تعداد میں شریک ہوئے نماز جنازہ شیخ القرآن مولانا عبد الہادی صاحب منصوری نے پڑھائی اور پُر رقت انگیز خطاب فرمایا۔

حضرت مولانا عبد الحق صاحب مدظلہ شیخ الحدیث و بانی و مہتمم دار العلوم حقانیہ نے فرمایا، مولانا مرحوم ہمارے علاقہ میں نمونۂ اسلاف تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

(ماخوذ از ماہنامہ الحق رجب ۱۳۹۳ھ اپریل ۱۹۷۳ء)

میں دو جماعتیں فارغ ہوئیں اللہ تعالیٰ کی مدد سے اچھی مقبولیت حاصل ہوئی، آب و ہوا کی ناموافقت سے صحت خراب ہوگئی اور مدرسہ چھوڑنا پڑا۔

وہاں سے الگ ہو کر دیوریا میں دو سال رہے۔ اسی درمیان مئو ضلع اعظم گڑھ میں مفتاح العلوم کا قیام عمل میں آگیا تھا، محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی اور مولانا عبد اللطیف نعمانیؒ درسی خدمتیں انجام دے رہے تھے ان حضرات کے اصرار پر دیوریا چھوڑ کر مفتاح العلوم آگئے، اراکین مدرسہ نے انتظام و اہتمام سنبھالنے پر مجبور کیا، با دلِ ناخواستہ قبول کر لیا اور تقریباً چوبیس ۲۴ برس تک مفتاح العلوم کی خدمت کی،

نظامت کے زمانہ میں چندہ کی فراہمی کے لئے مختلف اطراف کے اسفار بھی ہوتے رہے، وعظ و تقریر کے ذریعہ لوگوں کو دین کی طرف راغب کرنے کی کوشش بھی جاری رہی، مضامین اور مقالات بھی لکھے ایک مقالہ "فلسفۂ موت" کے نام سے بہت پسند کیا گیا، الجمعیۃ نے پھر ماہنامہ مولوی نے اسے شائع کیا۔ نظامت کے ساتھ ساتھ تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ مختصر المعانی تو گویا متعین تھی اس کے علاوہ کبھی ہدایہ اولین کبھی آخرین کبھی مشکوٰۃ کبھی جلالین زیر درس رہتی۔

جامع مسجد مئو میں جمعہ کے بعد قرآن پاک کی تفسیر مدتوں بیان کی بیس سال کے عرصہ میں قرآن پاک ختم بھی کر دیا، نظامت سے سبکدوش ہو کر سات سال مفتاح العلوم کے شیخ الحدیث اور صدر مدرس بھی رہے، عوامی اصلاحی تحریک نظام الدین کی تبلیغی جماعت سے بھی منسلک رہے۔ امیر جماعت بن کر لوگوں کو اس کام سے روشناس کرایا، وہ زمانہ تبلیغی جماعت کا ابتدائی زمانہ تھا لوگوں کے کان اس طریق کار سے نا آشنا تھے آپ نے الترغیب والترہیب لابن حجر کا ترجمہ اور تشریح بھی لکھی تھی لیکن مسودہ ایک سفر میں بڑے بکس کے ساتھ چوری ہو گیا اس لئے اس کی طباعت نہیں ہو سکی۔

بعض ناخوشگوار واقعات کی وجہ سے مفتاح العلوم سے الگ ہونا پڑا، اس کے بعد ڈیڑھ دو سال ندوۃ العلماء لکھنؤ میں شیخ الحدیث رہے۔[1]

---

[1] یہ سارے حالات مولانا موصوف نے ماہ شعبان ۱۳۸۲ھ میں تحریر فرما کے مجھے عنایت فرمائے تھے ۱۲ فضل

شیخ کے اوصاف و کمالات

شیخ موصوف حضرت مولانا شاہ وصی اللہ فتحپوریؒ (خلیفۂ اجل حضرت تھانویؒ) سے متعلق تھے۔ معمولات کے بہت پابند تھے، عشاء کے بعد جلد سو جانے کا معمول تھا۔ صبح صادق سے پہلے اٹھ کر تہجد پڑھنا آپ کا دائمی معمول تھا، بیماری میں بھی تخلف اور ناغہ مشکل تھا، نماز باجماعت کا بہت اہتمام تھا گھٹنوں کے درد اور اٹھنے بیٹھنے کی تکلیف کے باوجود مسجد میں آکر جماعت سے نماز پڑھتے اور فرض نماز کھڑے ہو کر پڑھتے حتی کہ رمضان میں جب طبیعت مسجد جانے کے لائق ہوتی تو دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں آتے، تہجد کے بعد صبح کی نماز تک جہراً ذکر کرتے۔ اسی وقت ذکر کرتے ہوئے دنیا سے رخصت بھی ہوئے۔

دلائل الخیرات اور دوسرے اوراد و وظائف کا معمول تھا جس کی سختی سے پابندی کرتے، ملنسار، خندہ جبیں، متواضع و وقیع ہوتے تھے، ہر چھوٹا بڑا بے تکلف ملتا اور مجلس میں بیٹھتا تھا، طبیعت میں ظرافت بھی تھی، خشک مزاج اور بد خلق نہیں تھے، اپنے چھوٹوں سے بھی احترام کے لہجہ میں گفتگو فرماتے، درس میں بڑی دلچسپی کا سامان ہوتا، طلبہ انداز بیان میں شگفتگی کی وجہ سے کشش محسوس کرتے، علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیقات والہانہ انداز میں بیان فرماتے۔ انداز بیان ایسا سہل تھا کہ ذکی اور غبی دونوں قسم کے طلبہ یکساں فائدہ اٹھاتے۔ اختلافی مسائل میں مسلک حنفی کی برتری واضح طور پر ظاہر فرما دیتے، چہرہ پر نورانیت کے ساتھ وقار بھی نمایاں تھا طلبہ کے ساتھ بڑی شفقت فرماتے، شاگردوں کے ساتھ خط و کتابت کے ذریعہ تعلق رکھتے اور نیک مشوروں سے نوازتے۔ غالباً دو بار حج کی سعادت نصیب ہوئی، سال گذشتہ بھی اس سعادت سے بہرہ مند ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ بے پایاں رحمتیں آپ پر

قصائد

و

مراثی

نتیجہ فکر از حضرت فضل مشہدی
یکے از رفقا حضرت مرحوم سملکی
(ماخوذ از جریدہ مشہدی قدیم)

بر وفات حسرت آیات مولانا احمد حسن بھام سملکی رح

یہ سبق آموز عبرت خیز دنیا کا چلن — ہے زوال ولا فنا ہے ذات باری ذوالمنن
گل ہوئی وہ شمع افسوس ہے کہ جس کے سبب — بن گئی اندھیر خانہ دوستوں کی انجمن
نام تھا احمد حسن اور بھام تھا ان کا لقب — قوم کے پیچھے کھپایا جس نے اپنا جان و تن
عالم اہل وطن تھے مولوی احمد حسن — ماہر علم شریعت زینت بزم سخن
طالب علمانہ وہ ہندوستاں میں پھرتے رہے — جہاں ان کیلئے ملتے تھے شیخ و برہمن
جب سیاحت سے تھکے ماندے ہوئے پھر آپ تب — کانپور آخر ہوا ان کیلئے مستقل وطن
بعد اس کے شہر دلی میں رہے ہیں مدتوں — یعنی وہ دلی جو واقع ہے بدریائے جمن
کتنی تکلیفیں اٹھائیں جستجوئے علم میں — منزلیں تحصیل کی بیشک ہیں ایسی ہی کٹھن
اپنی بستی کیلئے کی وقف ساری عمر کو — آپ حاصل کر چکے جس وقت ہر علم و فن
از پئے تعلیم دین تھے بانی دارالعلوم — موضع ڈابھیل سملک میں جو تھا خود کا وطن
منہمک تھے اس کی خاطر روز و شب ہمہ سو — عزم افریقہ کیا پھر چھوڑ کر فرزند و زن
جا بجا اس کے ہی ذکر و فکر میں مصروف تھے — راہ میں اس کے لئے کیا کیا سہے رنج و محن
سب سے یکساں گفتگو تھی سیدھا پن یا ہر تغیر — خیر خواہی سب کی تھی مد نظر ستر و علن
انقلاب میں تھا از علم دین کی ترویج کا — بچوں کی تعلیم کے رکھتے تھے سینہ میں لگن
سادگی سے تھے مانوس، تھے تصنع سے بری — ان کے جیسے اور کم دیکھے گئے اہل زمن

قوم کی وہ خدمتیں کی ہیں کہ جن کی شرح سے
واقعی سچ کہہ رہا ہوں بند ہے میرا بیاں
استقلال پُر ملال صادق بالا خلاص سے
آج ثابت ہو گئی دنیا ہے یہ دار الحزن
حق کو مرضی یوں ہی تھی کیا کیجئے جز صبر کے
سامنے تقدیر کے بیکار ہے سارا جتن
گیارھویں ماہ محرم روز پنجشنبہ کا تھا
قبل مغرب چھپ گیا زیر زمیں ان کا بدن
یا الٰہی مغفرت کی چادریں ان پر چڑھا
وقف اس کے واسطے کر اپنی رحمت کے چمن
مصرع تاریخ فضلی شہدی نے یوں کہا
جنتی تھے مولوی عالم مسمّٰی احمد حسن
۱۳۲۶ھ

لہٗ ایضاً در فارسی

حسرت و صد حیف افسوس کز دار المحن
راہیِ ملک بقا شد مولوی احمد حسن
بود از قوم جواہر بعلم آمد عرب وے
خیر خواہی کرد بہر قوم خود از جان و تن
بود نیک مرد نیک سیرت عالم و محنت گزیں
سعی بیحد کرد در ترویج دین و علم و فن
فکر سال رحلتش چوں کرد فضلی شہدی
گفت ہاتف صبر کن غمگیں چرا باید شدن
اول یٰسین را آخر ہود خواں بہر ثواب
تا روانش شاد گرداند خدائے ذوالمنن
ہر دو ایں با مصرع آئندہ ضم کن بہر سال
یازدہ ماہ محرم فوت شد احمد حسن

یا ہود کے عدد ۱۴ ۔۔۔ ۱۳۲۲ ۔۔۔ ۱۳۲۲

۱۴

۱۳۲۶

بشکریہ مولانا حکیم عبدالحی صاحب کھلیتوی دامت فیوضہم

هذه القصيدة في مدح قدوة العلماء الراسخين فقيد المثال في الزمن

مولانا احمد حسن السملكی مؤسس لجامعة الاسلامية

رزقه الله عيشة راضية في جنات عالية

از قاری محمد یامین سہارنپوری مدرس شعبۂ تجوید جامعہ اسلامیہ

۱۔ ایا عینُ جودی بالدموع السواجم   علی موت شیخ باهر المجد کارم
اے آنکھ شیخ مکرم کی موت پر اشک رواں بہا جس کی بزرگی نمایاں تھی

۲۔ حمید نشا فی خدمة الدین مخلصاً   فقام بجد ثم صدق العزائم
جو قابل تعریف مخلص خادم دین تھے   محنت و جانفشانی سے خدمتِ دین کی

۳۔ منیف نبیل بارع متورّع   حریص علی الطاعات لله صارم
بزرگ مرتبہ شریف کامل پرہیزگار   طاعت کے حریص اور اللہ کی طرف مائل تھے

۴۔ دجی منکرات الشرع زالت بنوره   فبسط انوار العُلیٰ و المکارم
انکے نور سے منکرات کی تاریکی دور ہوئی اور انھوں نے بلندی اور شرافتوں کے نور کو عام کیا

۵۔ حمی الملة البیضاء فی طول عمره   ولم یالُ جهداً فی احتمال العظائم
زندگی بھر حامی ملت بیضا رہے بڑے بڑے کام کے انجام دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی

۶۔ سما بجمال ثم نفس شهامة   وشید ارکان الهدی و المعالم
تیز فہمی اور جمال میں بلند مرتبہ تھے، ہدایت کے ارکان و نقوش راہ کو بلند کیا

ن۔ نسیم الصبا بلّغ السیدہ تأدّبا   تحیاتنا من کل بَرّ و آثم
اے بادِ صبا ادب کیساتھ ان تک   ہمارے سلام ہر نیک و بد کیطرف سے پہونچا دے

ی۔ سری فیضہ شرقا وغربا وکم لہ   من الخلق داعٍ مخلص المحبۃ دائم
ان کا فیض مشرق و مغرب میں عام ہوا   بہت سی مخلوق ان سے سچی محبت کرنیوالی دعا گو ہے

م۔ مدی الدھر تبقیٰ باقیات مآثرا   ولاسیما للدین مثل الدعائم
ان کے دینی کارنامے ایک زمانہ تک   بالخصوص ستونوں کے مانند باقی رہینگے

ل۔ لوی جنبہ عن کل غرّ مکابر   وصبّر من صاقاہ عند التزاحم
اپنے ہر نا تجربہ کار معاند سے روگردانی کی   جس سے محبت کی پریشانی کیوقت اسی کو تسلی دی

ث۔ کذی منصب التجدید اعطی عزیمۃ   فما خاف غیر الحق لومۃ لائم
ایک مجدد کی طرح ارادے میں پختہ   خدا کے سوا کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرے

ی۔ یھون علی عبد منیب مصعبہ   امور صعاب لا تُرام لرائم
ایسے باعزیمت مخلص بندے پر ایسے مشکل کام بھی آسان ہو جاتے ہیں جن کا قصد نہیں کیا جاتا

احمد حسن سنبھلی

فذاک النبیل الشیخ احمد حسن لہ   ثناء جمیل حق کل الاقالم
وہ بزرگ مولانا احمد حسن ہیں   ان کی تعریف ہر جگہ کی جاری ہے

فجازاہ رب العالمین بلطفہ   جزاءً یوفّی من لدن خیر راحم
رب العالمین ان کو اپنے فضل سے   اپنی شان کے مطابق پورا پورا بدلہ عطا فرمائے

واکرم مثواہ من الخلد مرضیا   بجاہ النبی المصطفیٰ ذی المراحم
ان کو راضی کرتے ہوئے جنت الخلد میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل معزز مقام عطا کرے

فصلی علیہ اللہ ربی و سلّما   الیٰ ما جلا الاشجان مدح الحمائم
آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جبتک کبوتر شاخوں پر بولتے رہیں رحمت کاملہ نازل فرماتا رہے

(منقول از روداد مدرسہ صہ)

مرثیۃ الشیخ الاجل العارف باللہ

المفتی عزیز الرحمٰن الدیوبندی رحمہ اللہ

من الفاضل اللبیب مولانا محمد ادریس الکاندھلوی
(نزیل حیدرآباد)

الا یا عین جودی بالدماء   فان الیوم یوم للبکاء
اے چشم آنسو بہا،   کہ یہ دن رونے کا دن ہے

أصیب العلم والتقوی جمیعا   بموت الشیخ راس الاتقیاء
علم و تقویٰ دونوں پر بزرگوں کے سردار کی موت سے مصیبت آپڑی ہے

عزیز الرب ذی ورع و تقوی   فقیہ وارث للانبیاء
عزیز الرحمٰن بزرگی اور تقویٰ والے   فقیہ اور وارث الانبیاء تھے

جنید العصر نعمان الاوان   فضیل الوقت تاج الاصفیاء
اپنے وقت کے جنید اور ابوحنیفہ تھے   بزرگوں کے سرتاج اور فضیل وقت تھے

ملاذ السالکین بلا ارتیاب   عماد المتقین بلا امتراء
بلاشبہ راہ تصوف پر چلنے والوں کی جائے پناہ اور متقیوں کے سہارا تھے

فقیہ لم یزل یفتی الاناما   و یہدیہم الی رب السماء
برابر افتاء کے ذریعہ لوگوں کو اللہ کا راستہ بتاتے رہے

بارشاد التوکل و الیقین   و تعلیم المحبۃ و الوفاء
توکل و یقین کی تلقین اور محبت و وفا کی تعلیم دیتے رہے

و تذكير لأذكار الصباح   و تلقين لأوراد المساء
صبح و شام کے اوراد و وظائف یاد دلاتے رہے ۔

نہار كان يمضي في الفتاوى   و جوف الليل في ذوق التجاء
دن سارا فتویٰ نویسی میں اور رات اللہ کی عبادت میں بسر کرتے تھے

فمن يهدي الأنام سبيل رشد   و توحيد و خوف و الرجاء
اب کون لوگوں کو ہدایت، توحید اور خوف ورجاء کا راستہ بتائے گا؟

و من يهدي الأنام طريق ذكر   و إخلاص و صدق و الحياء
اور کون لوگوں کو ذکر و اخلاص اور صدق و حیاء کی تلقین کرے گا؟

أنادي الصبر يأتيني البكاء   فأبكي بالدموع و بالدماء
میں صبر کو آواز دے رہا ہوں، رونا آتا ہے، خون اور آنسو رو رہا ہوں ۔

شددت الرحال للسفر البعيد   متى رجعاك قل للأصدقاء
آپ نے لمبے سفر کو اختیار کر لیا ہے، ذرا فرمائیے تو کب لوٹیں گے؟

لقد كلفتنا هجرا طويلا   و سرت بغير وعد من لقاء
آپ نے طویل مفارقت کا بار ڈالا ہے، اور بغیر وعدۂ ملاقات کے چلے گئے ہیں،

عليك سلام ربك يا عزيز   و رحمته عليك بلا انتهاء
اے عزیز الرحمٰن آپ پر بے انتہاء پروردگار کی طرف سے رحمت و سلام عطا ہو ۔

(منقول از روداد [illegible])

هذه عدة ابيات رثيت بها المفتى الاعظم للهند المولوى الشيخ العارف بالله الحاج

عزیز الرحمٰن الدیوبندی

رحمه الله واثابه وارضاه

(از قاری محمد یامین سہارنپوری مدرس جامعہ)

قلبي تفجع اذ سمعت من الخبر   خبر الوفاة لسيدي المولى الابر
جب سے میں نے آقائی مولائی کے وفات کی خبر سنی ہے میرا دل پھٹ گیا ہے۔

بحر العلوم شريعة وطريقة   بمكارم قد زانه رب البشر
شریعت وطریقت کے آپ بحر العلوم تھے   اللہ پاک نے بڑی شرافتوں سے نوازا تھا۔

عمت فضائله نوافقه كل ما   شرقت عليه الشمس من بحر و بر
آپ کے فضائل عام تھے۔ بحر و بر سارے عالم میں پہونچے ہوئے تھے۔

ما عاش الا في النجادة والعلى   حتى مضى وشنة اثناه مستشهر
بزرگی اور بلندی میں آپ نے زندگی بسر کی   اب چلے گئے ان کی خوبیاں مشہور رہیں گی

سباق اهل الخير في طاعاته   وله الكرامات المبينات الغرر
عبادت میں آپ سب سے متقدم تھے   آپ کی کرامتیں بلند و مشہور رہیں

نور الهداية قد بدا متهللاً   حتى استنار بنوره شهب أخر
آپ نور ہدایت بن کر چمکے   آپ کے نور سے دوسرے ستارے روشن ہوئے

قطب الورى شيخ المشائخ عارفاً   رأس الاماجد من به الدهر افتخر
آپ عارف باللہ شیخ المشائخ قطب عالم تھے   بزرگوں کے ایسے سردار جن پر زمانہ کو فخر ہے

اخلاقه كالروض ضاحكة وفي   سيماه نور حاكه نور القمر
آپ کے اخلاق باغ کی طرح شگفتہ تھے   آپکی پیشانی میں ماہتاب جیسا نور تھا

ما خاب قطُّ الآملون اذا اتوا   في اربهم الا وفازوا بالوطر
امید کرنے والے جب بھی آئے اپنی ضرورت پوری کی کبھی ناکام نہیں بھیجے گئے۔

اولاه مولانا العزيز بمنّه   سمتا جميلا سار منه به السمر
اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپکو ایسی عمدہ سیرت عطا فرمائی تھی جس کا ہمیشہ تذکرہ رہے گا۔

هو في مكان لا يحاط لوصفه   من سيرة تسمو على طوق البشر
آپ کے مقام بلند کا پورا بیان نہیں ہو سکتا۔ آپ کی سیرت عام انسان کے بس سے باہر ہے

سفحت دموعي حين رحلته كما   غيمُ السماء يروم صوباً فانفطر
آپ کی وفات سے میرے آنسو   آسمان کی بارش کی طرح بہہ رہے ہیں

سقى الله العالمين ضريحه   سحب الرضا كل العشايا والبكر
اللہ تعالیٰ آپ کی قبر مبارک پر ہر صبح و شام رضا کی بارش نازل کرے

وجزاه في خلد النعيم بفضله   دار الرضاء وذلك نعم المستقر
اور اپنے فضل سے جنت الخلد میں آپ کو جگہ عطا فرمائے اور جنت بہتر ٹھکانا ہے

ثم الصلوة على النبي وآله   ما تاخت[1] الاطيار ساعات السحر
پھر درود وسلام ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب تک کہ پرندے سحر کے وقت چہچہاتے ہیں۔ یعنی ہمیشہ

وقال في الفارسية

صد دریغا کہ شیخ دوراں رفت   قبلۂ اہل دین و ایماں رفت

---

[1] كذا في الاصل واظنه ناحت.

قدسی النفس مرد حق آگاہ
آں ابرّ الرجال انساں رفت

ہم فقیہ و محدث و مفتی
چشمۂ فیض تشنہ کاماں رفت

سینہ اش از علوم گنجینہ
عامل فرض و سنن باکمال رفت

مرجع اہل علم و فضل و ہدیٰ
مشعل راہ اہل ایقاں رفت

مصدر حلم و معدن الطاف
کانِ جود و سخا و احساں رفت

ترک کردہ جہان فانی را
در جوار خدائے یزداں رفت

چوں کہ عمرش بذکر و شغل گزشت
دم آخر بذکر گویاں رفت

روح پاکش بدار خلد رسید
گو بہ عرق جبین ایماں رفت

ہر کہ دید فسردہ و گریاں
او بشوق وصال خنداں رفت

نام تاریخش آمدن از خورشید
زانکہ فیضش بجملہ انساں رفت

بر زمیں شور و شیونے افتاد
مفتیٔ ہند عزیز رحماں رفت

جا مرشد ز فقید او مشکل
رونق بزم اہل عرفاں رفت

سیرت نیکش حیات ما
گرچہ او در جنان رضواں رفت

باطنش بود نیکو ظاہر خوب
حسرتا عارف خدادان رفت

فیض او تا ابد بود باقی
کم از اہل صفا پریشاں رفت

داد حق در جوار لطفش جا
کاں بدار آمد مہماں رفت

(از روداد: [illegible])

ہدیۂ تشکر و امتنان

(از مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی ناظم مدرسہ محمدیہ عزیزیہ رنگون برما)

علامہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا احمد بزرگ کو رنگون میں جو سپاسنامہ پیش کیا گیا تھا اس میں یہ اشعار بھی تھے ۱۲ مرتب۔

مرحبا اے بلبل باغ کہن   از گل رعنا بگو با ما سخن
مرحبا اے قاصد طیّار ما   میوۂ ہر دم تبسم از یار ما
مرحبا اے نور مہر و ماہ ما   مرحبا علامہ انور شاہ ما
منطق الطیر سلیمانی بیا   بانگ ہر مرغیکہ آید می سرا
الصلا گفتیم اے اہل رشاد   کیں زماں رضواں در جنت کشاد
ایہا العشاق السقیا لکم   انتم الباقون و البقیا لکم
ایہا السالون قوموا و اشتقوا   ذاک ریحکم صبا استنشقوا
مرحبا علامۂ شبیر ما   اے نشان عزت و توقیر ما
از تو جوشش نعرۂ تکبیر ما   اے ز تو تشہیر ہم و زبیر ما
سوئے ساحل میفتادم بے خطر   موج موجش ہر زمانے صد گہر
مرحبا اے مولوی احمد بزرگ   کردہ در علم دیں کار سترگ
ہیں بیا اے طالب دولت شتاب   کہ فتوحہا ایں زماں و فتح باب
ایکہ تو طالب ز ما تو ہم بیا   تا طلب یابی از آں یار وفا

(ایضاً ص ۵۶)

اکابر جامعہ کے رنگون تشریف لے جانے پر جناب حکیم اسماعیل احسن عیش صاحب امروہوی نے جمعیۃ العلماء صوبہ برما کے جلسہ میں جو قصیدہ پڑھ کر سنایا تھا وہ بتغیر یسیر درج ذیل ہے۔

یا حبذا جلوات شیوخ زمان   بمناهل الفیضان للعطشان
کیا خوب ہے اپنے وقت کے شیوخ تشنگان علوم کیلئے سیرابی کا انتظام لے کر آئے۔

نزلوا بانواع الکرامة والهدیٰ   لشفاء قلب الهائم الولهان
حیران و پریشان قلب کی شفا کیلئے قسم قسم کی ہدایت و شرافت لے کر آئے۔

فیهم فقیهٌ عالم متفطن   متمتع بمواهب الرحمٰن
ان میں ایک نہایت ذکی اور فقیہ عالم ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی خاص بخششیں ہوئی ہیں۔

نور التقیٰ متلألئٌ فی وجهه   یدعی بانور شاه فی البلدان
نور تقویٰ ان کے چہرہ پر نمایاں ہے   ان کو انور شاہ کہا جاتا ہے۔

بدرٌ منیرٌ فی سماء فضیلة   وجبینه کالشمس فی اللمعان
آسمان فضیلت میں وہ روشن چاند ہیں اور ان کی پیشانی آفتاب کی طرح چمکدار ہے۔

انفاسه کنسائم من روضة   فیها سکون الخاطر الهیمان
جن کے سانس باغ کے بادِ نسیم کی طرح   قلب پریشان کیلئے موجب سکون ہیں۔

وحدیثه لسقیم آلام الجوی   راحٌ لراحة قلبه السکران
اور ان کی گفتگو عاشق غم کے   مدہوش دل کیلئے باعث راحت ہے

متکلم شهم ذکیٌّ بارعٌ   طلق خطیب مصقع ببیان
وہ بہت ذہین چالاک سربرآوردہ متکلم اور فصیح اللسان عمدہ خطیب ہیں۔

ورفيقه شبير احمد ماجدا   بارع له في الوعظ بالقرآن
اور ان کے ساتھی علامہ شبیر احمد   وعظ میں بے نظیر ہیں،

قمر انار الليل بعد ظلامه   بضيائه ضاءت عقود جنان
وہ ایسے چاند ہیں جنہوں نے رات کو تاریکی کے بعد روشن کر دیا ہے، ان کی ضیاء سے موتی کے ہار بھی چمک اٹھے ہیں

ويلوح في سيماه ضوء كرامة   هو سابق بالخير و الاحسان
ان کی جبین میں نور شرافت روشن ہے۔ وہ خیرات و حسن سلوک میں سبقت کرنے والے ہیں۔

شمس بانارتنا بنور رشاده   بدر افاد بجودة التبيان
ایسے آفتاب ہیں کہ نور ہدایت سے ہم کو منور کر دیا ہے اور ایسے چاند ہیں کہ خوش بیانی سے فائدہ پہنچایا ہے۔

علامة فاق الافاضل في الورى   بمعارف وحقائق و معاني
علامہ بے نظیر ہیں   حقائق و معارف کے بیان میں لاثانی ہیں

ورفيقه احمد بزرگ المحترم   فاقت فضائله على الاقران
اور ان کے ایک ساتھی مولانا احمد بزرگ ہیں جو اپنے ہمسروں میں سب سے افضل ہیں۔

ضوء السعادة ساطع في وجهه   متلألئا كسبائك العقيان
نور سعادت ان کے رخ میں روشن ہے، سونے کے ڈلے کی طرح ان کا چہرہ دمک رہا ہے

كسب المكارم من كرام زمانه   فله العلى و له سمو مكان
اپنے وقت کے اکابر سے اکتساب فیض کیا اور مقام بلند پر فائز ہوئے۔

متفقه متورع متشرع   قد حل في تقواه خير مكان
فقیہ، متدین، پرہیزگار ہیں   تقویٰ کے بہتر مقام پر پہنچے ہوئے ہیں

كم من ليالي قد سهرت تململا   مشتاق لقيا راجي السلوان
شوق ملاقات میں بہت سی راتیں بے خوابی اور پریشانی میں بسر کیں، امید تھی کہ ملاقات سے تسلی ہوگی

يا عصبة الامجاد منوا بالندى   عيش المشوق احق بالاحسان
اے گروہ بزرگاں بخشش اور احسان کرو   یہ عاشق عیش احسان کا زیادہ مستحق ہے

ودامت فضائلکم و دام نوالکم	ما کشفت جنح الدجی القمران
آپ کے فضائل و عطایا برابر قائم رہیں	جب تک شمس و قمر تاریکی دور کرتے رہیں

وسلامنا وتحیۃ من مصرنا	ما هزت الاطیار غصن البان
ہمارا اور ہمارے شہر والوں کا سلام ہو	جب تک پرندے بان کی شاخوں کو ہلاتے رہیں

(ایضاً نشتر)

اظہار حزن حزیں

بروصال شیخ الاسلام والمسلمین خاتم الفقہاء والمحدثین امام العلماء والکاملین

حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب قدس سرہٗ

الموسوم باسم تاریخی
افکار غم باز
۱۳۵۲ھ

(از مخدومنا حضرت علامہ مولوی حافظ سید مہدی حسن صاحب آزاد مفتی راندیر ضلع سورت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیوں یہ چشم تر ہے چہرہ زرد ہے	لب پہ ہر دم کیوں یہ آہ سرد ہے
یہ جگر میں دل میں کیسا درد ہے	کیوں سراپا رنج و غم پر درد ہے
نالہ و فریاد و زاری کس لئے
یہ نمایاں اشکباری کس لئے

کیا کہوں کیوں چشم تر خونبار ہے   کیا بتاؤں کیوں جگر افگار ہے
کیوں یہ دل میں زخم دامن دار ہے   کیوں یہ سر وقفِ در و دیوار ہے

ساری دنیا ہے جہانِ رنج و غم
سارا عالم ہے بیابانِ رنج و غم

جس کو دیکھو یاس کی تصویر ہے   جس کو دیکھو رنج کی تعبیر ہے
جس کو دیکھو درد کی تفسیر ہے   جس کو دیکھو حزن کی تقریر ہے

ذرہ ذرہ ہے جہاں کا مجسمِ غم
گوشہ گوشہ ہے زمانے کا الم

کوئی با چاک گریباں در خروش   کوئی گریاں ہے کوئی ششدر خموش
ہائے اس درجہ الم ناکی کا جوش   کھو گئے ہیں جس سے تاب و عقل و ہوش

یہ اثر ہے موت انور شاہ کا
غم یہ ہے اس بندۂ اللہ کا

ہو گئی اب کثرتِ غم ہو گئی   کاوشِ اندوہ پیہم ہو گئی
ساری دنیا وقفِ ماتم ہو گئی   "موتِ عالم موتِ عالم ہو گئی"

آہ وہ شیخ حدیث مصطفیٰ
اس جہاں سے آج رخصت ہو گیا

رابط آیات قرآن مجید   مشکلش را بود حلال وحید
فتح اغلاق رموزش را کلید   برکشِ ستر از غوامض آں فرید

روز و شب صبح و مسا ایں کار بود
ذہن و فکرش حل کن دشوار بود

واقف احوال و اطوار نبی   عارف انوار و آثار نبی
حافظ اقوال و اخبار نبی   ساحل دریائے اسرار نبی

ترمذی وقت و بخاری عصر تھا
وہ حدیث مصطفیٰ کا قیصر تھا

فقہ ابواب بخاری کا خبیر — راز دار شارح ابن منیر
فتح باری کے مضامین کا امیر — عمدۃ القاری کا وہ دستگیر
رونق ارشاد ساری اس کا قول
زینت سالک دراری اس کا قول

فیض جاری خیر جاری اس کے لفظ — غایت مقصود باری اس کے لفظ
حشو و زائد سے عاری اس کے لفظ — صورت باد بہاری اس کے لفظ
لفظ اس کے بحر معنی موجزن
جن پہ قرباں تابش در عدن

نام نامی جس کا انور شاہ تھا — آسمان دین کا وہ مہر و ماہ تھا
حق نیوش و حق گو و حق آگاہ تھا — پیکر صدق و صفا و اللہ تھا
یہ اسی کی موت کا ہے آج غم
یہ اسی کی موت کا ہے اب الم

بیہقی و مسلم دوراں وہ تھا — زیلعی و حاکم آراں وہ تھا
نخل بند گلشن نعماں وہ تھا — پاک باطن صاحب عرفاں وہ تھا
رومی و جامی و غزالی دور تھا
باقر و طوسی جلالی غور تھا

عارف سبع مثانی اس کا دل — بحر زخار معانی اس کا دل
اور دریائے سبحانی اس کا دل — راہ عشق حق میں فانی اس کا دل
اس کا دل اک باصفا آئینہ تھا
قلب اس کا علم کا گنجینہ تھا

رہبرِ راہِ شریعت بالیقیں　　رہنمائے دین و ملت بالیقیں
ہادیٔ جمہورِ طریقت بالیقیں　　مرشدِ عین حقیقت بالیقیں

صاحبِ عرفاں حقائق برزباں
وہ آنکھوں سے ہوا اپنی نہاں

ہاں وہ تھا تصویرِ اخلاقِ نبی　　ہاں وہ تھا تفسیرِ اخلاقِ نبی
ہاں وہ تھا تعبیرِ اخلاقِ نبی　　ہاں وہ تھا تقریرِ اخلاقِ نبی

پیکرِ بوذر و تصویرِ بلال
صورتِ اصحاب اس کا حال و قال

متقی و پارسا بحر العلوم　　فہم اس کا رہبرِ جملہ فہوم
علم اس کا ہند سے تا چین و روم　　دافعِ امراض اوہام و ہموم

ذات اس کی نازشِ برنا و پیر
ساری دنیا کیلئے بدرِ منیر

نیک صورت نیک سیرت ذی وقار　　نورِ حق اس کی جبیں سے آشکار
نازشِ اخلاف کا تھا وہ مدار　　اور وہ دورِ سلف کی یادگار

یادگارِ دفترِ ماضی و حال
عادۃً ممکن نہیں اس کی مثال

کثرتِ آشفتہ حالی ہو گئی　　واقعی تشفی بھی خیالی ہو گئی
ختم اب شیریں مقالی ہو گئی　　مسندِ تحدیث خالی ہو گئی

وہ احادیثِ نبی کا رازداں
آہ رخصت ہو گیا سوئے جناں

ہے قیامت کا سماں اس کا وصال　　انتقال اس کا جہاں کا انتقال
زندگی کا مٹ گیا دل سے خیال　　موت نے اس کا کیا جینا محال

آہ موت جانشین شیخ ہند
آہ وہ موت امین شیخ ہند

کس سے پوچھیں جاکے تاویل حدیث　　کس سے پوچھیں جاکے تعلیل حدیث
کس سے پوچھیں جاکے تفصیل حدیث　　کس سے پوچھیں جاکے تاویل حدیث

آہ وہ رفع تعارض کا کفیل
آہ وہ رفع تناقض کا کفیل

اب بتائے کون ارسال رواۃ　　اب بتائے کون اعضال رواۃ
اب بتائے کون احوال رواۃ　　اب بتائے کون اعلال رواۃ

اٹھ گیا وہ باقر فن رجال
اٹھ گیا وہ ماہر فن رجال

آہ وہ کنز الدقائق اب کہاں　　آہ وہ رمز الحقائق اب کہاں
وہ حصار نہر فائق اب کہاں　　موجزن وہ بحر رائق اب کہاں

اب کہاں شرح طحاوی کا خبیر
اب کہاں وہ حافظ فتح القدیر

وہ مبصر وہ منقد اب کہاں　　وہ محقق وہ محدث اب کہاں
رنگ کا اپنے وہ موجد اب کہاں　　وقت کا اپنے مجدد اب کہاں

اب کہاں وہ ہائے قاموس علوم
اب کہاں وہ ہائے ناموس علوم

بوعلی و باقر دوراں وہ تھا　　رازی و شیرازی ایراں وہ تھا
طوسی تحقیق حق کی جاں وہ تھا　　خط کشش بر حکمت یوناں وہ تھا

اس کی تحقیقات "صدرا" تحلیہ
اس کی تدقیقات "شمس" بازغہ

وہ اصولی و فقیہ بے عدیل   وہ محدث وہ مفسر بے مثیل
وہ ادیب نغز گو بے قال و قیل   نحوی و منطقی و ہم رنگ خلیل
مالک تخت معانی و بیاں
عبقری ماہر اور سکاکی زماں

وہ فصیح و صاحب فکر جمیل   ناظم و ناثر بلیغ بے عدیل
حال جس کا تھا معارف کا کفیل   قال جس کا تھا حقائق کی سبیل

آج تربت میں وہ محو خروش ہے
صورت شمع سحر خاموش ہے

فاضلان عصر میں وہ انتخاب   علم کا اس کے مقر ہر شیخ و شاب
ہے کہاں اس کے تبحر کا جواب   تھا مسلم نزد اہل اکتساب
بے نظیر و بے عدیل و بے مثال
اس کے فیض علم سے عالم نہال

شہسوار ملت اسلام تھا   راز دار ملت اسلام تھا
غمگسار ملت اسلام تھا   جاں نثار ملت اسلام تھا
ملت اسلام پر قرباں تھا وہ
شوکت اسلام کا خواہاں تھا وہ

قالع اصل شکوک کافرین   قاطع رگہائے زعم ملحدین
ہادم طرح و اساس مبطلین   ناقض رایات قول مفسدین
صورت اذعان تھا ایقان تھا
وہ سراپا حجت و برہان تھا

اس کی ہر تعبیر تھی باطل شکن   اس کی ہر تفسیر تھی باطل شکن
اس کی ہر تحریر تھی باطل شکن   اس کی ہر تقریر تھی باطل شکن

اس کا ہر اک جملہ باطل سوز تھا
اس کا ہر اک لفظ دل افروز تھا

پھر رد شک دیا آں امام خنجر خوں ریز و تیغ بے نیام
ثبت ختم نبوت لا کلام مظہر تجہیل مرزا بالدوام

از پئے تردید او بستہ کمر
روز و شب صبح و مسا شام و سحر

غلبۂ امراض و اسقام و علل در کلام میرزائے پر دغل
سدّ باب فتنہائے آں اضل کرد آں انور شاہ از علم و عمل

خواہی گر آگاہی بر وجہ لعین
بنگر آں اکفار ملحد را ببیں

حضرت عیسیٰ کی ثابت کی حیات چرخ پر زندہ ہیں وہ والا صفات
رد کیا آیات سے قول ممات پارہ پارہ کر دیا زعم وفات

یہ عقیدہ ملت اسلام کا
سارے عالم پر ہویدا کر دیا

دے دیا حق نے ید بیضا اسے اس زمانہ کا کیا موسیٰ اسے
رد مرزا میں ید طولیٰ اسے اس کے رد ہی کا شغف بس تھا اسے

فتنۂ مرزا کا سد باب تھا
رات دن اس کے لئے بیتاب تھا

عقل و ہوش و فطنت و فہم و ذکا جرأت و ہمت وفا صدق و صفا
بخشش و جود و رضا حلم و حیا ورع و زہد و تقویٰ و رشد و غنا

تھے یہ سب اوصاف اس کی ذات میں
حاجت بحث نہیں اوصاف میں

غیر حق سے وہ غنی حاجات میں　　کوہ صبر و ضبط در آفات میں
محو حق جلوات میں، خلوات میں　　غور و فکر وائی آیات میں
اس کا دل آئینۂ علم و عمل
اس کا دل گنجینۂ علم و عمل
نائب ختم رسالت بالیقیں　　وارث میراث ختم المرسلیں
آہ وہ گنجینۂ دین متیں　　مخزن علم و عمل برہان دیں
آہ وقف گردش افلاک ہے
آہ وہ مدفون زیر خاک ہے
خونفشاں ہے چشم انساں کی پلک　　روتے ہیں اس کے لئے جن و ملک
اس کے غم میں مبتلا اہل فلک　　حزن اس کا ہے زمیں سے عرش تک
ہے زمیں سے تا فلک اس کا ہی غم
ہے سماء سے تا سمک اس کا ہی غم
بر مزار انور عالی مقام　　رحمت باشد خدایا بالدوام
باد روحش داخل دار السلام　　در جوار مغفرت دارد قیام
ای خدا از تو دل آزاد رست
درگہت درگاہ عدل و داد ہست
قبر او از رحمت معمور باد　　در نگاہ فضل تو منظور باد
قلب او از دید تو مسرور باد　　روح او از مغفرت مغفور باد
از تو آزاد حزیں است ای خدا
جنت الفردوس کن او را عطا

منقول از روداد سنہ ۵۲ھ از صفحہ ۲ تا ۵ء

لامیۃ الرثاء

لامام المتقین وقدوۃ العلماء الراسخین نعمان اوانہ وبخاری زمانہ شیخنا الاکبر مولانا الشاہ السید محمد انور نور اللہ وجہہ یوم القیامۃ ونضر ومتعنا بعلومہ وبرکاتہ

از حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد ادریس کاندھلوی نزیل حیدرآباد

سلام علی علم الکتاب وسنۃ وحفظ وضبط بعد شیخ مبجل

کتاب اور سنت کے علم پر اور حفظ وضبط پر شیخ محترم کے بعد الوداعی اور رخصتی سلام

أُریدُ بہ نور الہدایۃ انورا کبدر وصبحٍ فی دجی اللیل الیل

شیخ محترم سے مولانا انور شاہ مراد ہیں جو بدر منیر کی طرح ہدایت کے نور تھے

لقد کان اعجاز لدین نبینا کمثل البخاری وکنحو ابن حنبل

مولانا انور شاہ بخاری اور احمد ابن حنبل کی طرح دین اسلام کا ایک معجزہ تھے۔

وکان اماما حافظا ومحدثا الیہ انتہت شد المطایا وارحل

امام اور حافظ حدیث اور محدث تھے، طلب حدیث کے لئے سفر آپ پر ختم ہوگیا

وقد کان فرداً حافظ العلوم جلہا معارف اعلام الہدی والتفضل

یکتائے زمانہ تھے علماء سابقین کے علوم ومعارف کے حاوی اور جامع تھے۔

ولما اتانی نعیہ فاض عبرتی علی النحر حتی بل دمعی محملی

جب آپ کی وفات کی خبر مجھ تک پہنچی تو بے اختیار میرے آنسو سینہ پر بہنے لگے حتی کہ میرے تلوار کے پرتلے کو تر کر دیا

اذا شاہد الخلان حزنی ولوعتی یقولون لا تہلک اسیً وتجمل

اگر احباب میرے حزن اور اضطراب کا مشاہدہ کریں تو کہیں کہ صبر جمیل اختیار کرو غم میں ہلاک مت ہو۔

بكى عالم الاسلام طرا و اعولا   لخطب جليل قد اناخ بمنزل

اس وقت پورا عالم اسلام چلا اٹھا اس لیے کہ عظیم الشان حادثہ نے منزل میں اونٹ لا کر بٹھایا ہے

بكاه مقام الدرس والوعظ حاسرا   بكته نواحى الارض والفلك العلى

مقام درس اور وعظ بھی حسرت کے ساتھ آپ پر رویا اور اطراف زمین و آسمان بھی آپ پر روئے۔

بكى العلم والاتقان خلف سريره   اذا حملوا فى نعشه باكٍ ومعول

جس وقت لوگوں نے آپ کا جنازہ اٹھایا تو رونے اور چیخنے والوں میں علم و حفظ بھی روتا ہوا جنازہ کے پیچھے جا رہا تھا

وقد غيبوا علما وحفظا وحكمة   عشية هالوا الترب فى الجدث من عل

جس وقت لوگوں نے قبر میں مٹی ڈال دی تو گویا علم اور حفظ اور حکمت کو دفن کر دیا۔

وقد شق جيب العلم والحفظ والتقى   لفقد امام بالتقى متسربل

آج علم اور حفظ اور تقوی کا گریبان چاک ہے اسلئے کہ وہ امام جو تقوی کا لباس زیب تن کئے تھا آج دنیا سے اٹھ گیا

وايتم ارباب الكمال بأسرهم   وخلفهم فى كربة و تململ

اور تمام علماء کو یتیم بنا دیا، اور سب کو بے چینی اور اضطراب میں چھوڑ دیا۔

ولو كان دفن الميت فى الصدر ممكنا   دفنتك فى صدرى و لم اتامل

اگر کسی میت کا سینہ میں دفن کرنا ممکن ہوتا تو اے شیخ میں بلا تامل تم کو اپنے سینہ میں دفن کرتا۔

فانك كنز للعلوم ركازها   واديت[لہ] خمسا للفقير بلا عجل

اسلئے کہ آپ تو علم کے کنز اور رکاز (خزینہ) ہیں اگر یہ کنز مجھے مل جاتا تو میں فوراً ہی اس کا خمس فقیر کو ادا کرتا۔

فشدت على مثواك يا شيخ مسجدا   عكفت به كالراهب المتبتل

اے شیخ تیری قبر پر ایک مسجد بناتا اور راہب کی طرح تیری قبر کا مجاور بن جاتا۔

ولكن نهانى عنه نهى نبينا   ولعن صريح منه ليس بمجمل

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت اور صریح لعنت نے مجھ کو روک دیا۔

[لہ] فيه تلميح الى قوله عليه السلام وفى الركاز الخمس

وهذا حديث في الصحيحين أسندا   وإن فاز رويت في الصحيح فحي هل
اور یہ حدیث بخاری مسلم میں مروی ہے اور جب صحیحین میں مروی ہو تو دوڑ کر قبول کرو

رواه أبو هريرة وصديقة النسا   وحبر جليل ذو اجتهاد مكمل
اور اس حدیث کو ابوہریرہ اور صدیقہ عائشہ اور حبر امت مجتہد کامل عبداللہ بن عباس نے روایت کیا ہے

توفيت يا رأس التقى وتركتني   لفقدك أرويه بدمع مسلسل
اے سردار اتقیا! آپ تو گزر گئے اور مجھ کو اس لئے چھوڑ گئے کہ آپ کی وفات کو مسلسل آنسوؤں سے روایت کروں

شرحت لنا الآثار إذ هي أشكلت   وفسرت آيات الكتاب المنزل
آپ ہمارے لئے احادیث مشکلہ کی شرح اور آیات قرآنیہ کی تفسیر فرمایا کرتے تھے ۔

وعطرت أفق الأرض من عرفك الشذي   يباري شذاه روح مسك ومندل
تمام آفاق کو اپنی مہکتی ہوئی خوشبو سے معطر کردیا کہ جس کی مہک مشک اور صندل کا مقابلہ کرتی ہے

فيا ويح نفسيا إذا عن للورى   قضية رجم الملحدين بجندل
ہائے افسوس اب اگر ملحدین کی سنگساری کا قضیہ پیش آئے تو کون رجم کا فتویٰ دے گا ۔

فقد كان رمحا سمهريا مثقفا   لقتل مسيح القادياني المخبل
قادیان کے بدحواس مسیح جیسے کیلئے آپ ایک صاف سیدھا اور چمکدار نیزہ تھے ۔

وأبيض مصقولا لشكل مسيلم   وكل متابع في نبوة مرسل
اور مسیلمہ کے حق میں سونتی ہوئی تلوار اور ہر اس شخص کیلئے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شریک ہونا چاہے

ومن يدعي الإرسال بعد نبينا   فقل ذاك دجال ولا تتأمل
جو شخص بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے تو فوراً بلا تامل اس کو دجال کہہ دو۔

ففيها أحاديث تواتر نقلها   كما قال أهل الذكر إن شئت فاسئل
جیسا کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے اگر چاہو تو اہل علم سے دریافت کرلو ۔

فمن بعده يملي ارتجالا ويشرح   معاني آثار ويشفي لسؤل
افسوس مولانا کے بعد کون شخص فی البدیہہ املا کرائے گا اور احادیث کی شرح اور سائلین کی تشفی کرے گا

ومن قصره [illegible] [illegible] بعده [illegible] وبعضها [illegible] وبعض [illegible]

اور آپ [illegible] [illegible] کو [illegible] [illegible] ہوگا۔

رؤية [illegible] [illegible] آثار [illegible] [illegible] [illegible] التنقل

اور آپ [illegible] کی [illegible] حدیث کو تمام [illegible] نے حسن اور صحیح بتایا ہے۔

ولكن [illegible] الغرابة واضحا يقول كقول الترمذي [illegible]

لیکن [illegible] حدیث [illegible] غریب [illegible] ہے امام ترمذی کی طرح میں [illegible] کہتا ہوں۔

حديث غريب [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] المتهلل

هذا حديث غريب [illegible] [illegible] مولانا السيد [illegible] [illegible]

[illegible] لا [illegible] [illegible] ولا خلف فيه [illegible] [illegible]

آپ [illegible] [illegible] اختلاف نہیں۔

[illegible] الشيخ [illegible] رواية [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] جب [illegible] دیکھے [illegible] [illegible] ہے۔

ولو [illegible] الإيمان لا [illegible] إذا [illegible] المولى [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] ہوگا۔

[illegible] [illegible] قبيل طلوع الشمس [illegible] [illegible]

[illegible] آفتاب سے پہلے [illegible] کی نماز [illegible] حدیث کی طرف ہے۔

وصل بحمد الله قبيل غروبها وصل [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] غروب آفتاب سے پہلے [illegible] نماز [illegible] اللہ [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] من [illegible] على [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] بندے [illegible] زیارت سے مشرف ہوں گے۔

[illegible]

[illegible]

تجلّی لهم نور السمٰوات والثری ۔ فلا یمکن التغلیس باصباح فاعقل

اسکے وقت جبکہ نور السمٰوات والارض کی تجلی ہوگی اس وقت اسفار ہوگا غلس اور تاریکی نہیں ہو سکتی

هنالک تبیض الوجوه وتسفر   کصبح وما الاصباح منک بامثل

اس وقت دیکھنے والوں کے چہرے صبح کی طرح روشن ہو جائنگے اور صبح ان سے زیادہ روشن نہیں ہوگی۔

علیک سلام الله یا قبر انور   ورحمته تتری کودق مجلّل

اے انور شاہ کی قبر تجھ پر اللہ کا سلام ہو اور بارش کی طرح مسلسل اس کی رحمت نازل ہو۔

بفضلک یا مولی الوری قل لروحه   ایا روح عبدی هذه الجنة ادخلی

اے پروردگار اپنے فضل سے انور شاہ کی روح سے کہدے کہ اے میرے بندے کی روح آ جنت میں داخل ہوجا

ویارب افرش من جنان لشیخنا   وادخله دارا واسعا خیر مدخل

اے پروردگار ہمارے شیخ کیلئے جنت کا فرش بچھوا اور وسیع گھر میں داخل فرما۔

وفتح له فی القبر بابا لجنة   وانزله فردوسا واکرم منزل

اور ان کیلئے قبر میں جنت کا دروازہ کھول دے اور فردوس بریں میں ان کو جگہ عطا فرما۔

واجلسه فی ضمن الائمة فی غد   علی منبر النور البهی المکلّل

اور ان کو زمرۂ علماء میں کل قیامت کے دن نور کے منبر پر بٹھلا جو یاقوت وجواہر سے مرصّع ہو

واتمم علیه نعمة وکرامة   واسمعه آیات لذکرک منزل

اور ان پر اپنے انعام واکرام کو کمل فرما، اور جنت میں اپنے کلام پاک کی آیتیں سنا۔[1]

فیستمع القرآن سمعا وینصت   وذالک حق للقرآن اذا تلی

یہ بہت غور سے قرآن سنیں گے اور خاموش رہیں گے تلاوت کے وقت قرآن کا یہی حق ہے۔

وما سمعت اُذُناه یوما بمعزف   ومزمور شیطان اللعین المضلّل

انکے کانوں نے کبھی گانا اور بہکانے والے شیطان مردود کا باجا نہیں سنا۔

---

[1] یہ سب احادیث کی طرف اشارے ہیں۔

وما زال ينهى عن سماع المعازف   وفيه حديث في البخاري فاقبل

اور برابر مولانا انور شاہؒ گانا سننے سے روکتے تھے، اس بارے میں بخاری میں حدیث موجود ہے اسکو قبول کر

ومن يشتري لهو الحديث مذا الغنا   لقد انزل الرحمن من عرشه العلي

اسی غنا کے متعلق اللہ تعالیٰ نے عرش سے "ومن يشتري لهو الحديث" والی آیت نازل فرمائی ہے۔

وان ابن مسعود على ذاك اقسما   كذاك ابن عم المصطفى المتزمل

ابن مسعودؓ نے قسم کھا کر یہ بات کہی ہے، ایسے ہی ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے

حرام باجماع الصحابة كلهم   وما حل هذا في شريعة مرسل

یہ غنا باجماع صحابہ حرام ہے، کسی نبی کی شریعت میں حلال نہیں رہا۔

وكيف يحل الله جل جلاله[1]   سماع الملاهي او غناء التغزل

اور بھلا اللہ تعالیٰ مزامیر کے سننے کو اور عاشقانہ گانے بجانے کو کیسے حلال فرما دیں گے۔

فبالعدل والاحسان الله يامر   وينهى عن الفحشا وعن كل مجهل

اس لئے کہ حق تعالیٰ عدل و احسان کا حکم کرتے ہیں، بے حیائی اور جہالت کی باتوں سے منع کرتے ہیں۔

فيا ايها الراجي سماع كلامه   عليك بتغريد القرآن كبلبل

پس اے وہ شخص جو جنت میں کلام الٰہی سننے کی امید رکھتا ہے قرآن کو بلبل کی طرح خوش الحانی سے پڑھ۔

وصم سمعها عن سماع المعازف   وكن عن سبيل المطربين بمعزل

اور اپنے کان کو مزامیر کے سننے سے محفوظ رکھو، اور گانے بجانے والوں کے راستہ سے علیحدہ رہو۔

وحكمه في ذكر الجنان وروضها   كما قلت للثوري يا خير مجزل

اے اللہ انور شاہؒ کو جنت کے باغات و محلات میں اختیار دیدے جیسا کہ تو نے سفیان ثوریؒ سے کہا۔

فدونك واختر اي قصر اردته   وزرني كل يوم مرتين لتدخل

کہ اے سفیان جس محل کو چاہے پسند کرلے   اور روزانہ دو مرتبہ میری زیارت سے مشرف ہو

---

[1] باثبات الف الجلالة وفيه زيادة عشر حسنات ۔

وسؤلي هذا منك ليس ببدعة   جرت سنة الثوري فيه باوّل
اور تجھ سے میرا یہ سوال بدعت نہیں ہے، سفیان ثوری کی سنت اس بارے میں پہلے سے موجود ہے

ويا رب ثبتني على الدين والهدى   اموت على الاسلام موت مهلل
اے میرے پروردگار مجھ کو دین اور ہدایت پر قائم رکھ، لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہوئے اسلام پر مروں۔

وفضلك ارجى لي وعفوك اوسع   فيكفيني الايمان مثقال خردل
تیرے فضل پر امید لگی ہوئی ہے اور تیری معافی میرے گناہوں سے وسیع ہے بموقت رائی کے برابر بھی ایمان کافی ہوگا۔

مرثیہ

شیخ الاسلام والمسلمین امام العلماء المتقین خاتم الفقہاء والمحدثین بقیۃ السلف
حجۃ الخلف آیۃ من آیات اللہ مولانا السید انور شاہ رضی اللہ عنہ وارضاہ واثابہ دار رضاہ
المتوفی ۳ / صفر ۱۳۵۲ھ بدیوبند

از جناب قاری محمد یامین صاحب سہارنپوری مدرس تجوید جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

خطب الم على القلوب كبير   منه الكبود تصدعت وصدور
دلوں پر بڑے رنج وغم کی خبر گزری ہے، جس سے دل اور سینے چاک چاک ہو گئے ہیں

تهمي الجفون بدمعها ودمائها   فكأنها وبل يصوب درور
پلکیں آنکھوں سے آنسوؤں اور خون سے تر ہیں، گویا زور کی بارش زور سے برس رہی ہے

صرنا كمغشي عليه تفجعا   حتى استوت آصالنا وبكور
غم واندوہ سے ہم بے ہوش سے ہو گئے ہیں یہاں تک کہ دن رات ہمارے لئے برابر ہو گئے ہیں

یا حسرتی مات الذی من فوتہ   متنا و اظلمت البلاد و دور
افسوس! وہ ذات وفات پاگئی جس کی وفات سے ہم پر موت طاری ہو گئی اور ملک تیرہ و تار ہو گیا

جلّت رزیّتنا بفقد امامنا   الیوم یوم للأناس عسیر
ہمارے امام کے انتقال سے ہماری مصیبتیں بڑھ گئیں آج کا دن لوگوں کیلئے بہت ہی کٹھن ہے

تبکی علیہ الارض ثم سماؤہا   حتی الزمان والدہر و شہور
زمین و آسمان آپ پر رو رہے ہیں، حتی کہ زمانہ۔ دن اور مہینے بھی۔

وجبالہا وسہولہا وحزونہا   وبحورہا وبرورہا و بحور
اور پہاڑ اور اس کی پستیاں اور بلندیاں، اور اس کے سمندر اور اس کی خشکی بھی

وسعودہا وخفوضہا ونجودہا   وطلولہا وتلالہا و قفور
اس کی بلندی اور پستی اور چٹانیں، اس کے ویرانے اور ٹیلے اور چٹیل میدان بھی

ووحوشہا من شجوہ وجیوشہا   وعلی الغصون والوکور طیور
اور وحشی جانور اور ان کی چراگاہیں اور پرندے اپنے آشیانوں اور شاخوں پر اس غم سے آنسو بہا رہے ہیں

ہیہات انورنا وحجۃ ربنا   ریب الزمان ینوبنا و یدور
افسوس! ہمارے انور شاہ اور ہمارے رب کی حجت ہم سے جدا ہو گئے، زمانہ کی نیرنگیاں یونہی تماشا دکھاتی ہیں۔

مولی الانام جلالۃً ومجادۃً   والملۃ ہو نورہا و سرور
بزرگی اور کمال کے اعتبار سے تمام لوگوں کے مولی اور ملت کی آنکھوں کے نور اور دل کے سرور تھے

من کامل الاعیان راس اماثل   علامۃ فی عصرہ نحریر
اعیان میں کامل اماثل کے سردار۔   اپنے زمانہ کے بے مثل فاضل علامہ تھے

من ناصری الاسلام ثم مجددی   دین النبی فسعیہ مشکور
اسلام کے ناصر اور دین نبی کے مجدد تھے ان کی مساعی مشکور رہیں۔

واجلہم واعزہم وابرہم   من حب رب قلبہ معمور
لوگوں میں سب سے جلیل و عظیم اور نیک تھے۔ آپ کا قلب اللہ کی محبت سے معمور تھا۔

من سادة غرٍّ كرام جلّة ۔ اليوم بغداد[1] لهم كشمير
آپ مکرم ومعظم سادات میں سے تھے۔ آج کشمیر ان کے لئے بغداد ہے۔

نور التقى بجبينه متلألأ ۔ ولنور وجه الصالحين ظهور
تقویٰ کا نور ان کی پیشانی پر جگمگا رہا تھا، اور صالحین کا نور چہرے سے نمایاں تھا۔

حتى تهلل وجهه فكأنه ۔ بدر توسط في السماء منير
آپ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکا۔

طود المكارم قد تهدّم والعُلیٰ ۔ من للعلوم ظهيرها ونصيرها؟
مکارم اخلاق کا پہاڑ منہدم ہو گیا، اب کون علم کا معاون و مددگار ہوگا؟

بحر العلوم معارفا وحقائقا ۔ بوجوده افتخر الورى ودهور
آپ حقائق ومعارف کے بحر ناپیدا کنار تھے آپ کے وجود پر مخلوق اور زمانہ کو فخر تھا

كم معضلات غاية فيها بدا ۔ حلٌّ شفا منها النفوس جدير
کتنے ہی مشکل مسائل میں آپ سے ایسا حل میسر ہوا جس سے نفوس کو شفا حاصل ہو گئی

شيخ الحديث وشيخ اسلام ولم ۔ يوجد له في الغابرين نظير
آپ شیخ الاسلام اور شیخ الحدیث تھے۔ علماء سابقین میں آپ کی نظیر نہیں ملتی

مقدام جمع الاصفياء والاتقيا ۔ ء والاولياء امامهم وامير
اصفیاء و اتقیاء کے پیشرو اور اولیاء کرام کے امیر اور امام تھے

قطب الاوان فريده ووحيده ۔ وفقيده بعلومه وشهير
زمانہ کے قطب اور اس کے فرید و یکتا تھے، علوم میں فقید المثال اور مشہور تھے۔

وارث العلوم اديبهم واريبهم ۔ ولبيبهم وعلى الكروب صبور
ارباب علم کے شیخ ان کے ادیب و اریب اور ذکی تھے اور مصائب پر صبر کرنے والے تھے

---

[1] حضرت شاہ صاحبؒ نے بعض کتب میں تحریر فرمایا ہے کہ ہمارے مورث اعلیٰ بغداد سے ہندوستان آئے پھر ملتان پھر لاہور اور لاہور سے کشمیر جا کر توطن اختیار کیا۔ اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

وفقیههم وملاذهم ومعاذهم   ولربه اوّابهم وشکور

ان کے فقیہ اور ماوی وملجا تھے ، اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والے اور شاکر تھے

وأراه رمس ثم ضم عظامه   تُربٌ یفوح مسکًا عنا وبخور

ان کو قبر نے چھپالیا پھر ان کی ہڈیوں سے ایسی مٹی مل گئی جو خوشبو سے مہک رہی تھی اور مہبط انوار تھی

عجباً لأربع اذرع فی خمسة   فی جوفها جبل اشم کبیر

چند ہاتھ چند بالشت قبر کے گڑھے پر تعجب ہے جس کے اندر علم و فضل کا ایک عظیم پہاڑ سما گیا۔

اولاه مولانا رضاه ودارة   دار یطیب نعیمها وحبور

حق تعالیٰ آپ کو اپنی خوشنودی اور اپنی مرضی کا وہ مکان عطا کرے جس کا آرام و راحت بہت عمدہ ہے

وسقا سحائب رحمة جید ثاله   تسقی وتعمیم ما اجاد مطیر

اور ان کی خوابگاہ کو اپنی رحمت کی بارشوں سے سیراب کرے جب تک برسنے والا بادل خلق خدا کو سیراب کرتا رہے

وعلیه من رب السماء سلامه   ما قام عبد للاله ذکور

پروردگار کا ان پر سلام ہو جب تک اس کا کوئی بندہ ذکر و عبادت کے لئے کھڑا ہو

ثم الصلوٰة علی النبی وآله   ما هزّ اغصان الریاض طیور

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر درود ہو جب تک باغ کی ٹہنیوں پر طیور نغمہ سرا ہیں ۔

تاریخ رحلته بشیخ العارفین   بدا بفکر مرتضیه ضمیر

آپ کی تاریخ وفات پسندیدہ فکر کے ساتھ شیخ العارفین حاصل ہوئی ۔

۱۳۵۲ھ

(منقول از روداد [illegible] از صفحہ [illegible] تا صفحہ [illegible])

(منقول از روداد سنہ ۵۱ھ از سنہ ۵۲ھ و صفحہ)

از جناب مولوی رضی الرحمن فضلی دیوبندی متعلم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

کیا ہوا اندھیر کیوں چھایا ہوا ہے ہر طرف — آج دنیا کی وہ رونق اور بہجت کیا ہوئی
شمع کیوں آنسو بہاتی ہے یہ اس کو کیا ہوا — اس کے چہرے کی دمک اس کی افادت کیا ہوئی
کیوں پڑی جاتی ہے دھیمی آج سورج کی چمک — اس کی تیزی اس کی حدت اور تمازت کیا ہوئی
بلبلِ جادو بیاں خاموش کیوں بیٹھی ہے آج — کیا ہوا اس کا ترنم اس کی چاہت کیا ہوئی
عندلیبِ خوش نوا کیوں مرثیہ خواں ہو گئی — عشق اس کا کیا ہوا اس کی محبت کیا ہوئی
سوچتا تھا میں یہیں اک غیب سے آئی ندا — سارا عالم[2] مر گیا انور کی رحلت کیا ہوئی
ہائے وہ علمِ نبوت کا محافظ کیا ہوا — وہ محدث کیا ہوا تصویرِ حکمت کیا ہوئی
وہ کہاں ہے جس کا اک اک لفظ تھا دریائے علم — حیف اب وہ وسعتِ علم و فضیلت کیا ہوئی
پیکرِ زہد و ورع کس جا گیا ہے چھوڑ کر — کیا ہوا صدقِ مجسم وہ صداقت کیا ہوئی
علم کا چشمہ فضیلت کا سمندر کیا ہوا — کیا ہوا بحرِ عجائب موجِ ندرت کیا ہوئی
تیرے اٹھتے ہی ہمارا خانۂ دل ڈھ گیا — ہائے اس گھر کی بنا اس کی عمارت کیا ہوئی
کس کے آگے جائیں کس سے پوچھ کر تسکیں ہو — کیا ہوئی ان کی تسلی دل کی راحت کیا ہوئی
تیری ہستی ناز کا موجب تھی دنیا کے لئے — آہ انور! تیری وہ نورانی صورت کیا ہوئی
تیرے بعد اب مسندِ تحدیث خالی رہ گئی — ہائے اس مسند کی رونق اس کی عظمت کیا ہوئی
ہے یہ پیغامِ اجل ہر علم والے کے لئے — اف! ذرا سی دیر میں دنیا کی حالت کیا ہوئی
ہائے وہ بے مثل عالم خاک میں مدفون ہے — اب وہ جودت وہ ذہانت وہ فطانت کیا ہوئی
شاہ انور چل بسا افسوس! اے اہلِ جہاں — کچھ نہ پوچھو فضلیؔ خستہ کی حالت کیا ہوئی

---

[1] کذا فی الاصل والظن ان لفظة "اب" سقط من قلم الکاتب ۱۲ ف

[2] تلمیح الی المثل السائر "موت العالِم موت العالَم"۔

خیر مقدم مہمانانِ جلسہ

از قاری محمد یامین صاحب سہارنپوری مدرس جامعہ

شکر الحمد پھر ایام بہاراں آئے | لے کے اخلاص کے جذبات کا ساماں آئے
بارک اللہ بنا جامعہ رشکِ گلشن | اہلِ ایماں بصد شوقِ فراواں آئے
جھوم کر آئی گھٹاؤں میں خدا کی رحمت | جب کہ ہر سمت سے اللہ کے مہماں آئے
حضرتِ خواجۂ کونین کے شیدائی آئے | مثلِ پروانہ سوئے شمعِ شبستاں آئے
جگمگا اٹھی فضا نورِ خدا کا چمکا | پڑھتے قرآں جب اطفالِ خوش الحاں آئے
پر بچھانے کو تیار فرشتے ہر سو | ملتِ احمدِ مرسل کے نگہباں آئے
خستہ حالی کے ہیں گو ان پہ نمایاں آثار | ہو کے پر جوش لئے جذبۂ ایماں آئے
خوش نصیبوں کو ہی ملتا ہے یہ وقتِ مسعود | تشنۂ دیں جو فیضان کے جویاں آئے
کیوں نہ جذبات مسرت سے ہوں لبریز قلوب | چھوڑ کر اپنے مشاغل کو مسلماں آئے
کوششیں بانی و ناظم کی ہوئیں مثمر | گو صعوبات کے ادوار پریشاں آئے
دیکھ کر جامعہ اور اس کی یہ شانِ تعمیر | اپنے بیگانے بصد شوق ثنا خواں آئے
منتظر آج پھر ارباب کرم ہیں بیٹھے | لے کے سینوں میں جو اک جوش کا طوفاں آئے
شکر ہے قوم میں پیدا ہوا دینی احساس | کیا عجب ہے جو گئی دولتِ ایماں آئے
رہے سرسبز سدا یہ چمنستانِ علوم | بن کے ہر ابر سدا رحمتِ یزداں آئے

لے کے پیغامِ عمل جذبۂ اخلاص کے ساتھ
تیرے یامین یہ افکار پریشاں آئے

(منقول از روداد ۸۳ھ ص۱۲)

النفحات الطيبة للجامعة العربية

نتیجۂ فکر جناب مولانا قاری حکیم محمد یامین صاحب سہارنپوری مدرس جامعہ اسلامیہ

لله جامعة روض تحاكيها　　حسناً فما غيرها شأناً يضاهيها
جامعہ کی خوبی اس شہر کیلئے ہے جو خوبصورتی میں باغ کی طرح ہے اس کی موجودہ حالت میں کوئی اس کا مماثل نہیں

شدّ الرحال اليها من له ظمأ　　من شتّى كل قاصيها ودانيها
تشنگان علوم دور و قریب امصار سے یہاں آکر اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔

قد صادفت منهلاً عذباً اذا نزلت　　اضياف خير الانام المصطفى فيها
جامعہ تشنگان علوم کے لئے ایک شیریں مورد ہے جس کو مہمانان رسول نے یہاں آکر پالیا۔

من قام يقصدها يجني مآربه　　لهمّته العليا معاليها
جو اس کا قصد کر کے چل نکلا اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے، اس کی بلند ہمت کے باعث اس کے مراتب میں ترقی ہو جاتی ہے

طلاب جامعة نالوا رغائبهم　　ذلّاً لشانئها رغماً لقاليها
طلبۂ جامعہ نے اپنے اپنے مقصد کو پالیا، جامعہ کے بدخواہوں کو خواہ کتنا ہی گراں گزرے

شيخ الحديث لها مولاي شبير　　من بالبيان لاسقام يداويها
اس کے شیخ الحدیث مولانا شبیر احمد صاحب ہیں جو اپنے بیان سے امراض کا مداوا کرتے ہیں۔

حبر يفسر قرآناً بألفاظ　　تسقي معارين ارواح معانيها
ایسے زبردست عالم جو قرآن کی ایسے الفاظ سے تفسیر کرتے ہیں جن کے معانی روحوں کو سیراب کرتے ہیں

شيخ كشمس سما في ذرى شرف　　والنفس تلمع انوار التقى فيها
ایسے شیخ ہیں جن کا مرتبہ آفتاب کی طرح بلند ہے آپ کے نفس میں تقوی کے آثار چمک رہے ہیں۔

من فی مکارمه تذکار من سلفوا   من فی مآثره طرّاً یدانیها

ان کے جیسے مکارم اخلاق میں آج کون یادگار اسلاف ہے ان کے تمام کمالات میں کون برابری کا دعویٰ کر سکتا ہے

خدم العلوم لوجه الله محتسبا   منها فوائد مستجزل لآلیها

آپ نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے علوم کی خدمت کی ہے منجملہ ان کے قرآن کے فوائد ہیں جو علوم کے موتی ہیں بیش

ومثلها شرحه من فتح ملهمه   جمّت مقاصده جلّت مبادیها

ایسی ہی ان کی شرح مسلم فتح الملہم ہے، جس کے مقاصد و مبادی نہایت کثیر ہیں۔

نجل من کان یرعی کل ذی حق   بالبر لا سیما القربی یواسیها

وہ ایسے شخص کی اولاد ہیں جو اپنے ہر صاحب حق کی خبر رکھتے تھے خصوصاً اہل قرابت کے ساتھ احسان کا معاملہ کرتے تھے

شهم ادیب نبیل "فضل رحمان"   وصال رحم باحسان یواسیها

جو نہایت ذکی ادیب اور متبحر عالم تھے اسم گرامی فضل الرحمٰن تھا، صلہ رحمی اور غم خواری کرنے والے تھے

من مثله فی خصال البر محمود   یعطی العفی مکرما لله عافیها

آہ حسن سلوک میں ان جیسا قابل تعریف کون ہوگا؟ جو سائلوں کو اکرام کے ساتھ عطا کیا کرتے تھے

ما الظنّ بالنجل نجل ماجد ورع   من فی اللیالی یناجی فی دواجیها

پھر ان کے ولد سعید کا کیا حال ہوگا جو نہایت بزرگ متورع راتوں کی تاریکیوں میں مصروف مناجات رہتے تھے

یاحسرتی لیس فینا الیوم "انورنا"   مات العلوم به فالله حامیها

افسوس! آج ہم میں ہمارے انور شاہ موجود نہیں، ان کی وفات سے علوم کی موت آ گئی اللہ ہی ان کا محافظ ہے

تنشق اکبادنا من ذکره فجعا   والعین تهمی بمجاری المدامع قانیها

ان کی یاد میں جگر شق ہوا جاتا ہے غم کی وجہ سے، اور آنکھیں سرخ آنسوؤں کے ساتھ گریہ کناں ہیں۔

این الذی یکتسی ثوب الرضا قنعا   کالعبد یرغب عن دنیا وما فیها

آہ وہ کہاں ہے جو قناعت کے ساتھ لباس رضا زیب تن کئے ہوئے تھا، دنیا و مافیہا سے بے رغبت بندہ تھا

افنی لجامعة ارضاء خالقه   فی نشر دین من الایام باقیها

جس نے اپنی عمر کے آخری ایام رضائے الٰہی کی طلب میں علم دین کی نشر و اشاعت کرتے ہوئے جامعہ کے وقف کئے

من فی فقاهته للعصر نعمان　　او فی علوم احادیث بخاریها

جو فقہ میں اپنے وقت کے ابو حنیفہ، اور علم حدیث میں مثل امام بخاری تھے۔

لو لم یکن شخصه فینا فان له　　من باقیات[۱] ستحیی من نوادیها

اگرچہ آج ہم میں وہ موجود نہیں ہیں لیکن ان کی علمی باقیات برابر اہل علم کو فائدہ پہنچاتی رہیں گی

شکرا لمجلس علم قام ینشرها　　شکرا لناظمه[۲] من کل عاطیها

مجلس علمی کا شکریہ جس نے ان کی اشاعت کی ذمہ داری لی ہے اور ہر مستفید کی طرف سے اس کے ناظم کا بھی شکریہ

قد همّ بعض اولی علم فاشغفه　　خوف الضیاع علیها من دواعیها

بعض اہل علم نے مجلس علمی کی بنیاد ڈالی تا کہ شیخ کی تصنیفات اور مسودات ضائع نہ ہو جائیں۔

جازاه رب الوری خیرا وافضل ما　　للمحسنین بطاعات یجازیها

خدائے تعالیٰ مرحوم کو اس سے بہتر بدلہ عطا فرمائے جو محسنین کو ان کی طاعت پر عطا فرماتا ہے

یبقی لجامعه فیضانه ابدا　　دوما تزید بانوار تراقیها

جامعہ پر آپ کا فیضان برابر جاری رہے گا اور جامعہ آپ کے روحانی انوار کو پاکر ترقی کرتا رہے گا

تنهل سحب فیوض منه هاطلة　　مادام یبغی علوم الله باغیها

ایسے ہی آپ کے فیوض علمیہ زوردار بارش کی طرح تشنگان علوم پر برستے رہیں گے جب تک طلبہ علوم کے طالب رہیں گے

من بعد شیخ نری الدنیا مظلمة　　من فی النوائب غیر الله کافیها

دنیا کو ہم اس شیخ العلوم کے بعد تاریک ہی دیکھ رہے ہیں۔ مصائب میں خدائے تعالیٰ کے سوا ہمارے ان مصائب کا کون کفالت کرنے والا ہے

فالصبر اولی لجمیع اذا الم بهم　　من نائبات تعاظمت فی تناهیها

جماعت کیلئے صبر ہی بہتر ہے جب کہ حوادث زمانہ ہجوم کر آئیں اور حد سے بڑھ جائیں۔

یا حبذا ثلاث ایام مضت به فینا　　تهتاج فی القلب اشواق خوافیها

آہ کیسے مبارک ایام تھے جو اپنے شیوخ کے ساتھ گزر گئے اب درد کر پوشیدہ اشواق برانگیختہ ہو رہے ہیں

---

[۱] تصانیف نادرہ کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۲ منہ

[۲] اس سے مراد مولانا احمد رضا بجنوری ہیں جو مجلس علمی کے ناظم ہیں ۱۲ -

اکرم بہا حیث وانت راس اشیاخ بشری لناظمہا طوبی لبانیہا

جامعہ بھی کیسا خوش نصیب ہے جس نے حضرت مرحوم جیسے رئیس الشیوخ کو پالیا۔ ناظم جامعہ اور بانی مرحوم کیلئے مبارکباد ہو

من قد بنا باسقاً ما کان غارسہ یجنی ینیع ثمار منہ جانیہا

بانی مرحوم نے جو پودا لگایا تھا وہ بڑھا اور آج اس کے اثمار علمیہ کو حاصل کرنیوالے حاصل کر رہے ہیں

الیوم تمتی لہا من کل ناحیۃ طابت بنہضتہ العلیا مراقیہا

آج ہر گوشۂ ملک سے اسکی طرف کھنچے چلے آتے ہیں مولانا مرحوم کی بلند ہمتی کے نتائج خوشگوار صورت میں ظاہر ہو رہے

یجزیہ خیر جزاء المخلصین لہ فی جنۃ ربنا تسمو معانیہا

خدا تعالیٰ انکو اپنی رحمت سے جنت میں ان لوگوں سے بہتر بدلہ عطا فرمائے جو اخلاص سے کام کرتے ہیں۔

ثم الصلوٰۃ علی خیر البریہ من یہدی الانام الی رشد ینادیہا

پھر صلوٰۃ وسلام بہترین مخلوق پر نازل ہو جو مخلوق کو رشد و ہدایت کی طرف بلاتے ہیں۔

محمد باہر الآیات فی نبل والآل والصحب انجام الہدی فیہا

جنکا اسم گرامی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو شرافت میں غالب معجزات والے ہیں۔ نیز آپکی آل اور اصحاب پر، جو نجوم ہدایت ہیں

والتابعین من اشیاخ واسلاف ما کانت الشمس تبدو فی ضواحیہا

اور ہمارے تمام رہنمایان اکابر و شیوخ پر جب تک آفتاب ضیا پاش عالم رہے۔

(منقول از روداد ۱۳۵۲ھ ص ۱ تا ۱۲)

منح الافکار

علی

تذکار الاخیار

(از جناب محترم حکیم قاری محمد یامین صاحب مدرس تجوید جامعہ اسلامیہ)

یہ نظم موصوف نے جلسہ دستار بندی کے موقع پر پڑھی

شکرا لمن قدموا الذین اعواننا   واللہ یأجرهم اجرا و احسانا
ہم تشریف لانے والوں کا جو دین کے مددگاروں میں، شکریہ ادا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

السابقین الی خیر و طاعات   سبق الطیور زرافات و وحدانا
جو نیک کاموں کی طرف دوڑتے ہیں جیسے پرند ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

الناهضین الی ذکر و موعظة   نیل المغانم رجالا و رکبانا
حصول حسنات کے لئے مجالس ذکر و وعظ کی طرف پیدل اور سوار اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

الفائزین بروح ثم ریحان   الحائزین نعیم الخلد رضوانا
یہی لوگ ابدی راحت و آرام پانے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور جنت الخلد کو حاصل کرنے والے ہیں

الرافعین لاعلام الهدی زمنا   المخلصین لدین اللہ ایمانا
یہی لوگ زمانہ میں ہدایت کے جھنڈے کو بلند کرنے والے ہیں جو یقین کے ساتھ دین میں مخلص ہیں

القائمين بصدق العزم في عمل   المقتبسين لنور العلم برهانا

عزم صادق کے ساتھ عمل میں لگے ہوئے ہیں، علم الٰہی کے نور کا اقتباس کرنے والے ہیں۔

علم الى من لدى رب السماء به   نبينا قد هدى جناً وانسانا

جس علم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں لیکر مبعوث ہوئے اور جن وانس کو جس کے ذریعہ رستہ بتایا

محمد سيد الكونين ذو شرف   نور الاله اضاء الكون لمعانا

ہمارے نبی سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم آپ خدائے تعالیٰ کا نور ہیں جس نے تمام کائنات کو منور کر دیا۔

من نوره اشرقت دنيا وما فيها   سبحان من صاغه نوراً فسبحانا

آپ کے نور سے دنیا ومافیہا روشن ہوئی، وہ ذات پاک ہے جس نے آپ کو نور بنایا۔

داعي الانام الى دار السلام بلى   يغشاهم اللطف لطف الله غفرانا

آپ مخلوق کو جنت کی طرف بلانے والے ہیں تاکہ خدائے تعالیٰ کا لطف بخشش کی صورت میں ظاہر ہو۔

المصطفى الهاشمي الابطحي به   قد شرف الله بين الناس عُربانا

آپ برگزیدہ ہاشمی بطحا کے رہنے والے ہیں حق تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے عربوں کو تمام لوگوں کے درمیان بزرگی عطا کی۔

ماحي الظلام امين الله مرسله   من في رسالته تكميل ما كانا

ظلمت کی تاریکیوں کو مٹانے والے اللہ کے امین اور اس کے رسول ہیں، آپ کی رسالت سے تمام شرائع کی تکمیل کر دی گئی

حتى بدا بختام الرسل موسوماً   نسخت شريعته البيضاء اديانا

یہاں تک کہ آپ کا نام ختم الرسل رکھا گیا۔ آپ کی ملت بیضاء نے تمام ادیان سابقہ کو منسوخ کر دیا۔

من عظيم على الخلق بعثته   اضحت بمولده الاعداء اخوانا

آپ کی بعثت مخلوق پر ایک عظیم احسان ہے، آپ کی ولادت باسعادت سے دشمن بھائی بھائی ہو گئے۔

العاقب الحامد المحمود ذو كرم   فاق السحائب جود منه تهتانا

تمام انبیاء کے بعد تشریف لانے والے حامد و محمود ہیں آپ صاحب جود و کرم ہیں تمام بادلوں پر آپ کی بخشش سبقت لے گئی

من ام شرع نبي الله ملتجيا   حاشا يعود من الالطاف حرمانا

جس نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر التجا پیش کی، ممکن نہیں کہ مراحم خسروانہ سے محروم رہا ہو

قد کان اجود من ریح اذا ہبّت   او من غیوث اذا انصبّت ہملانا
آپ بلا شبہ تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے اور تیز برسنے والی بدلیوں سے بھی زیادہ سخی تھے

قد علّم الناس توحیداً و طاعات   للّٰہ اذا اشرکوا باللّٰہ اوثانا
آپ نے لوگوں کو توحید و طاعات کی تعلیم دی، جب کہ مخلوق نے اللہ کے ساتھ بتوں کو شریک عبادت کیا

علیہ انزل رب العرش قرآنا   فیہ شفاء سقیم القلب حیرانا
آپ ہی پر رب عرش نے قرآن مجید نازل فرمایا جس میں ہر مریض دل کی شفا موجود ہے

یہدی سبیل رشاد من اراد بہ   رشداً فعادی عصیانا و طغیانا
یہ قرآن ہر طالب ہدایت کو ہدایت کرتا ہے جو ہدایت پالینے کے بعد نافرمانی اور سرکشی کو ترک کر دے

زکّی نفوسا و انجاہا من النجاس   فنال القلوب بہ فیضاً و عرفانا
اسی قرآن نے انسانوں کو شرک کی نجاست سے پاک صاف کیا اس کے ذریعہ قلوب کو فیضان و عرفان ملا۔

فیہ المواعظ و الاحکام و الحکم   بالبیّنات تلقّی الناس اذعانا
اس میں مواعظ و احکام اور حکمتیں ہیں۔ اس کے آیات بینات سے لوگوں نے یقین کی دولت پائی

فیہ البصائر تذکیرا و تبشیرا   زدنا اذا ما تلی الآیات ایمانا
اس میں طرح طرح کی بصیرتیں ہیں جو تذکیر و تبشیر پر مشتمل ہیں۔ اس کی آیات نے تلاوت کے وقت ہمارے ایمان کو بڑھا دیا

کادت جلود بہ ان تقشعر اذا   تالی تلاہا بحسن الصوت الحانا
جس کو سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جس وقت کوئی خوش الحان اس کی تلاوت کرتا ہے

من جاء ینقذہم من کل تضلال   کانوا علیہ و قاسی فیہ احزانا
آپ نے دنیا میں تشریف لا کر ہر طرح کی گمراہی سے لوگوں کو نجات دی اور اس راہ میں بڑی سختیاں اٹھائیں

یتلو علیہم کتاب اللّٰہ یہدیہم   دیناً حنیفاً کقصر شیّد بنیانا
آپ کتاب مقدس کی تلاوت کرتے ہیں اور لوگوں کو مضبوط محل کی طرح دین حنیف کی طرف بلاتے ہیں

ہذا محکم تنزیل بہ انہدمت   آثار شرک فاخزی اللّٰہ شیطانا
یہی وہ کتاب ہے جس سے آثار شرک ناپید ہو گئے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو رسوا کیا

انفی منقطع والجہل مندرس   والحق ابلج للمرتاب برھانا

گمراہی مٹ گئی جہالت ختم ہوئی ، اور شک کرنے والوں کیلئے حق دلیل واضح ہو کر رہا

ذکر جمیل اتم اللہ حجتہ   علی العباد بہ سرًّا واعلانا

یہ کتاب ایک ذکر جمیل ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ہر طرح اپنی حجت پوری فرما دی

حتی تمکن دین اللہ مرتضیا   من یبغ دینا سواہ یصل نیرانا

حتی کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین مکمل ہو گیا اب جو شخص اسکے سوا دین اختیار کریگا جہنم میں جائے گا

کم معجزات ازھا الخلق اذ طلبوا   حتی استفاضت وامر اللہ قد بانا

حضور نے بہت سے معجزات لوگوں کے مطالبہ پر دکھائے حتی کہ وہ مشہور ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کا امر ظاہر ہو

تفوق اعداد رمل منہ کثرتھا   او الکواکب لألاءً ولمعانا

معجزات تعداد میں ریت اور آسمان کے ستاروں سے بھی کہیں زیادہ ہیں ۔

فاصبحوا اذا راوھا مومنین بھا   وبعضھم انکروا بغضا وعدوانا

لوگوں نے معجزات دیکھ کر ایمان قبول کر لیا ، بعض نے عداوت و دشمنی سے انکار کیا

بشری لمن صدقوا تصدیق ایمان   ویل لمن کذبوا صما وعمیانا

ان کے لئے بشارت ہے جنہوں نے معجزات کی تصدیق کی اور انکے لئے تباہی ہے جنہوں نے اندھے بہرے ہو کر جھٹلایا

من بعدہ الخلفاء الراشدون لہ   قد نشروا الدین امصارا وبلدانا

آپ کے بعد خلفاء راشدین نے تمام بلاد و امصار میں دین الٰہی کی نشر و اشاعت کی

فثانی اثنین فی غار ابو بکر   صدیق الامۃ تصدیقا وایقانا

آپ کے رفیق غار حضرت ابوبکر صدیق رض ہیں جو تصدیق و یقین کے لحاظ سے امت کے صدیق ہیں

وھکذا الشیخ مولانا ابن خطاب   قد اظھر الحق بین الناس اعلانا

ایسے ہی خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب ہیں جنھوں نے علی الاعلان دین حق کو ظاہر کیا

حامی شریعتہ البیضاء ناصرھا   خرت بھیبتہ الاملاک غضبانا

آپ شریعت بیضاء کے مددگار اور حامی تھے غصہ کی حالت میں آپکی ہیبت و جلال سے بادشاہ زمین پر گر پڑتے تھے

ثم الذی جمع القرآن ثالثہم   ذو المجد والفضل عثمان بن عفانا

تیسرے خلیفہ جنہوں نے قرآن کو جمع کیا بزرگی اور فضیلت والے عثمان بن عفان ہیں

ختن النبی فاحیاهم واغناهم   عالی المناقب ذو النورین اکنانا

نبی ﷺ کے داماد اور سب میں غنی اور باحیا ہیں آپ کے مناقب بہت بلند ہیں آپ بارشتہ مناکحت کرکے ذوالنورین ہیں

وبعده سید السادات سیدنا   اسماهم محتدا دینا وایمانا

آپ کے بعد چوتھے خلیفہ سید السادات ہیں جو شرافت نسبی اور دین وایمان میں سب سے فائق ہیں۔

اعنی علیا رضی اللہ اقضاهم   اباتراب اجل الناس عرفانا

یعنی حضرت علی مرتضیٰ رض ابو تراب جو اللہ کے ولی لوگوں میں سب سے بڑے قاضی علم وعرفان میں بلند وبرتر ہیں۔

من بعد عهدهم قامت لخدمته   اشیاخ ملتنا فضلا واتقانا

ان حضرات خلفاء کے بعد دین کی خدمت کیلئے وہ ائمہ اسلام کھڑے ہوئے جو فضل واتقان میں سب سے بڑھے تھے

مثل الامام سراج الدین والدنیا   ابی حنیفة شیخ الفقه نعمانا

جیسے امام ابوحنیفہ رح جو رئیس الفقہ اور دین ودنیا کے سراج ہیں۔

والشافعی فقیه العصر مجتهدا   للقاصدین کمثل الغیث فیضانا

اور امام شافعی رح جو اپنے وقت کے فقیہ ومجتہد تھے طالبین علم کے لئے مثل باران کے تھے

ومالک ذی اجتهاد ثم ارشاد   فاق البدور ضیاء ثم لمعانا

اور امام مالک رح صاحب ارشاد واجتہاد جو روشنی وچمک میں بدر تمام سے فائق تھے۔

ثم الفقیه امام العصر احمدهم   فخر الائمة اعجاما وعربانا

پھر فقیہ عصر امام احمد رح جو عرب وعجم کیلئے فخر الائمہ تھے۔

کانوا جمیعا بحبل اللہ معتصمین یبتغون لذی الرحمن رضوانا

یہ تمام اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے خدا کی رضا کے طالب تھے

هم للوری کالنجوم فی دجی لیل   نور الهدی منهم قدعم اکوانا

یہ مخلوق کی ہدایت کیلئے رات کی تاریکیوں میں روشن ستاروں کی طرح تھے انکی ہدایت کا نور تمام عالم میں پہونچا

من همّ مقتفیا آثارهم رشدا   نال النجاة بأیّ منهم کانا

جو شخص ہدایت کا طالب بن کر ان کا متبع ہوا، اس نے نجات پائی ان میں سے جس کا بھی اتباع کیا

اما الذی قد بدا فی قلبه زیغ   یهوی هواه یری الاعمال خسرانا

لیکن جس کے دل میں کجی ہے اور اپنی خواہش کا اتباع کر رہا ہے وہ اپنے اعمال کو ضائع پائے گا

وهکذا الامر عهدا بعد عهدهم   قامت شیوخ الهدی سرا واعلانا

یہ خدمت دین کا سلسلہ ہر زمانہ میں جاری رہا علماء ربانیین ہر طرح دین کی خدمت کرتے رہے

کالشیخ قاسم خیر رأس اشیاخ   من قد ابان علوم الله تبیانا

جیسے شیخ علامہ رئیس الشیوخ مولانا محمد قاسم نانوتوی جنھوں نے علوم الٰہیہ کو مخلوق پر ظاہر فرمایا

وحجة الله للمخلوق ارشادا   قطب الولایة نور الحق برهانا

اور جیسے کہ وہ شخص جو مخلوق کے مرشد، قطب ولایت اور سراسر حق کی روشنی اور برہان تھے

اعنی رشیدا امام الخلق مرشدهم   مولی هماما جلیل النظر امعانا

یعنی مولانا رشید احمد گنگوہی جو مخلوق کے امام ان کے مرشد، دقیق النظر اور عظیم المرتبت عالم تھے

وهکذا الشیخ شیخ الهند والعرب   محمودنا قدوة الاعلام اتقانا

اور اسی طرح شیخ الہند والعرب مولانا محمود حسن دیوبندی جو بڑوں کے پیشوا اور سب سے زیادہ متقی تھے

من کابد الحزن فی سجن کصدیق   وجاهد الکفر جهر القول اعلانا

جنھوں نے قید خانہ میں حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کی طرح مصائب برداشت کئے اور کفر سے علی الاعلان برسرِ پیکار رہے

من ارض مالطا یهتاب له کبر   للخیزران بشیخ فاق شبانا

اسے جو طالب سرزمین مالٹا سے آئے عظیم الشان کاموں کا حامل سمجھ کر وہ ایسے ضعیف کی خبر لگی جو جوانوں سے بھی بڑھ گیا

ومثلهم شیخنا عین لاعیانه   حبر نبیل بلقیا الله ولهانا

اور انہی بزرگوں کی طرح ہمارے شیخ تھے اپنے معاصرین علماء میں ممتاز، زبردست بلند مرتبہ عالم تھے اللہ سے ملاقات کے مشتاق

شیخ الحدیث فرید العصر انورنا   جلّت مکارمه جودا واحسانا

یعنی شیخ الحدیث فرید العصر مولانا انور شاہ رحمہ جن کے مفاخر احسان و سخاوت میں بلند تھے

الزاهد الورع المختار مذكيا لله مصطبرا في كل ما عانا
ترجمہ: زاہد متقی باخشوع ذاکر، ہر مصیبت میں صبر کرنے والے

من وجهه يُخجل الاقمار اذ سفرت وزاد في علمه قد فاق اقرانا
جن کی پیشانی کا نور چاند کو شرما دیتا تھا اور اپنے علم و فضل میں ہمسروں پر فائق تھے

محي لسنة خير الرسل اذ حدثت فيها امور من البدعات عصيانا
سنت رسول اکرم کو زندہ کرنے والے تھے جبکہ نافرمانی کرتے ہوئے لوگوں نے اس میں بدعتیں ایجاد کر لی تھیں

قد هدّم بليت بيت الكاديان فسق ابن الغلام فهل قد ذاق خسرانا
آپ نے قادیانیت کے خانہ ساز بیت نبوت کو منہدم کر دیا کیا مرزا غلام احمد کے چیلوں نے ہر ذلت کا مزا نہیں چکھا

ترك الطوال من الاسفار والكتب فيها الادلة ايضاحا وتبيانا
آپ نے بڑی بڑی کتابیں رد مرزائیت میں تصنیف کیں جن میں دلائل و براہین واضح پیش کئے

لبّى مجيبا لداعي الموت مبتسما مستسلما لقضاء الله فرحانا
آپ نے داعی اجل کو مسکراتے ہوئے لبیک کہا اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی و خوش تھے

فالله يشكره باللطف يستره حسن الثواب ويرضى عنه رضوانا
خدا تعالیٰ آپ کو رحمت خاص سے نواز کر حسن ثواب عطا فرمائے اور آپ سے راضی ہو جائے

وسيدي ثم مولاي ومستندي فاضت فيوض له للخلق فيضانا
اور میرے آقا میرے مولیٰ میرے مستند کے فیوض و برکات ہمیشہ مخلوق کے لئے باقی رہیں

شبير احمد ذو علم وذو ورع ينال قلبي بزور منه سلوانا
یعنی مولانا شبیر احمد عثمانی شیخ الحدیث جامعہ صاحب علم و تقویٰ جنکی ملاقات سے دل کو سکون حاصل ہوتا ہے

فاق الاكارم في مجد وسؤدده وفي جلالته ضبطا واتقانا
آپ شرف و مجد میں اور جلالت مرتبت میں ضبط و اتقان کے اعتبار سے بڑوں سے بڑھے ہیں۔

اني وجدت نصيبا منه مكتسبا حتى نقعتُ لعذب الماء ظمآنا
میں نے آپ سے اکتساب فیض کیا یہاں تک کہ میٹھے شیریں پانی کی طرح آپ نے اپنی تشنگی بجھائی

لا استطیع قضاء بالحقوق لہ   ولا اطیق لہ مدحا وشکرانا
میں آپ کے حق کو کس طرح ادا کروں میں آپ کے شکریہ اور مدح کی مقدرت نہیں رکھتا

ادامہ اللہ ربی فی افاضتہ   فیض العلوم احادیثا وقرآنا
حق تعالیٰ قرآن وحدیث کے آپ کے فیض کو ہمیشہ جاری اور ساری رکھے۔

والشیخ احمد حسن فی ارض گجرات   کہوذو من الاعیان احسانا
انہی محسنین ملت اکابر کی طرح مولانا احمد حسن سملکی بانی جامعہ ڈابھیل بھی سرزمین گجرات میں تھے۔

من قد اقام لنشر الدین جامعۃ   حین البریۃ تبغی الحق خذلانا
جنہوں نے اشاعت دین کیلئے جامعہ کی بنیاد رکھی جبکہ لوگ دین حق کو پس پشت ڈالے ہوئے تھے

فقام اسسہا واللہ ناصرہ   فیما اراد رجاءً منہ رضوانا
آپ نے جامعہ کی بنیاد رکھی اور اللہ آپ کا مددگار تھا) اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے

ما صدہ کبر ثبّت لہ ھمم   عما تصدی لہ والوقت قد حانا
انکو مقصد کی تکمیل سے بڑھاپے نے نہیں روکا ہمت جوان تھی اور وقت قیام جامعہ بھی آچکا تھا

قد مات مغتربا للہ مرتحلا   حتی اتبع دیار الغرب اوطانا
آپ نے اس سلسلہ میں اللہ کیلئے سفر کرتے ہوئے غربت کی موت پائی حتی کہ افریقہ کو اپنا دائمی وطن بنا لیا۔

طوبی لمن قد سعی مسعاہ فی زمن   او سنّ خیرا لدین اللہ محوانا
مبارک ہیں وہ لوگ جو ان کی سی کوشش کسی زمانہ میں کریں یا اللہ کے دین کی مدد کیلئے کوئی سنت حسنہ جاری کر دیا

من جاءھا طالبا لینعم مؤملہ   من العلوم کثوب الماء ریانا
جو بھی جامعہ آئیگا علم کے گوہر مراد سے اپنے دامن کو بھر کر سیراب واپس ہوگا۔

فاللہ یسکنہ فی دار رحمتہ   دار النعیم ثوابا ثم غفرانا
اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر جوار رحمت اور جنت النعیم میں جگہ عنایت فرمائے

وثم یھنی مقیلا طیبا حسنا   کما یھنی کرام الوفد ضیفانا
اور وہاں پاکیزہ اچھی خوابگاہ کی بشارت عطا فرمائے جیسا کہ قابل احترام مہمانوں کو بشارت دی جاتی ہے

وجده بجده ذو المجد فاقطفها　　　مشکور سعی جزاه الله احسانا

اور آپ کے بعد مولانا احمد بزرگ صاحب اس کے ناظم ہیں جن کی کوشش کامیاب ہے جزاہ اللہ خیراً

ودام منه فیوض العلم فائضة　　　ولا یزال جمیل الذکر ازمانا

اور آپ کی وجہ سے علم کے فیوض ہمیشہ جاری رہیں اور آپ کا ذکر خیر زمانہ تک جاری رہے ۔

ثم الصلوة علی المختار من رسل　　　من جاءونا بالهدی و النور برهانا

پھر درود شریف ہو رسول مختارؐ پر جو ہماری طرف نور و ہدایت لے کر مبعوث ہوئے

خیر العباد رسول الله صفوته　　　بدین حق اتانا ثم احیانا

آپ اللہ تعالیٰ کے بہترین بندے رسول اللہ اور انکے برگزیدہ ہیں دین حق لیکر آئے اور ہم کو زندہ کیا

والآل والصحب اشرف الوری هِمما　　　ما هیّجت نغمات الطیر اشجانا

اور آپکی آل و اصحاب پر بھی رحمتیں ہوں جو تمام امت میں عزم و ہمت کے لحاظ سے افضل ہیں جبتک پرندوں کے نغمے ہمارے باطنی سوز و گداز کو برانگیختہ کرتے رہیں۔

(منقول از روداد ۵۳ھ صفحہ ۲۸ تا ۳۲)

رثاء مولانا الشیخ احمد درویش السملکی

المتوفی سنہ ۱۳۵۴ھ

من مولانا الحکیم القاری محمد یامین استاذ الجامعۃ فی ڈابھیل

ایا عینی استهلی بالدماء　　کجود قد تهطل من سماء
اے آنکھ آسمان سے نازل ہونے والی بارش کی طرح خون کے آنسو بہا۔

علی حبر قضی نحبا خشوعا　　من الدنیا الی دار البقاء
اس جلیل القدر عالم پر جس نے دنیا سے دار البقاء کی طرف رحلت فرمائی۔

تحلی بالمکارم والمعالی　　وبالخلق المطهر والصفاء
جو شرافتوں اور بلندیوں سے آراستہ تھا اور پاکیزہ اخلاق اور صفائی قلب سے مزین تھا

وزهد ثم اخلاص وصدق　　وفقر ذاك فخر الانبیاء
زہد اخلاص صداقت اور انبیاء کی فخر کی چیز یعنی فقر سے متصف تھا

یناجی خاشعا جوف اللیالی　　اذا رقد الوری رب السماء
راتوں کو جب کہ مخلوق خدا سو جاتی تھی پروردگار عالم سے سرگوشی میں مشغول ہوتے تھے

جلیلا ماجدا شهما نبیلا　　صفیا کان ذخر الاصفیاء
جلیل القدر بزرگ ذکی شریف اور ذخیرہ اصفیاء تھے۔

نقیا طاهرا سمحا کریما　　رئیس المحسنین الاتقیاء
پاک صاف سخی کریم اور احسان و تقویٰ والوں کے سردار تھے۔

یقوم بواجب امرا ونهیا   محیاه کبدر فی الضیاء
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے واجب کو ادا کرنے والے تھے آپ کا چہرہ بدر کامل کی طرح روشن تھا

فیا اسفیٰ توفی اغتراب   به قد جلّ رزأ الاصدقاء
افسوس کہ غریب الوطنی میں وفات پائی اس سے دوستوں کو بہت صدمہ ہے

لدین الله افنیٰ کل عمر   بجِدٍّ فی ابتداء وانتهاء
اللہ کے لئے محنت کرتے ہوئے ابتدائی اور انتہائی ساری عمر بسر کی۔

ومات کموتة الشهداء اجراً   تشرّف بالمزایا من رضاء
اجر و ثواب میں شہداء کی سی موت پائی اور مزید رضاء الٰہی سے مشرف یاب ہوئے

فارّخنا له ارخا جمیلا   بمغفور وحید للفناء
ہم نے ان کی اچھی تاریخ وفات کہی ۱۳۵۴ھ مغفور وحید للفناء کے ساتھ

تغمده برحمته ثوابا   جزیلا ربه یوم الجزاء
اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سایہ میں اجر کثیر عطا فرما کر جگہ عطا فرمائے

صلوٰة ثم تسلیما دواما
دائمی صلوٰة و سلام ہو

علی ختم الرسالة والنباء
خاتم الانبیاء والمرسلین پر

(منقول از روداد ۱۳۵۴ھ ص۴)

قطعہ تاریخ وفات

مولانا مولوی احمد درویش صاحب سملکی مرحوم

نتیجۂ فکر جناب مولانا مولوی حبیب اللہ صاحب سلطانپوری مدرس فارسی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

مولوی احمد درویش آں صوفی منش   عالم علم حقیقت کاشف سر نہاں
پاکباز و پاکباطن پاک نفس و پاک ذات   نیک خلق و نیک خلق و نیک دل نیکو بیاں
متقی و زاہد و صوفی و صالح نیک بخت   ہمچو او پاکیزہ خو کم دیدہ باشی در جہاں
بود اندر طریقہ مقامش بہر اصلاح نفوس   بود انوارش دراں ظلمت کدہ خوش ضوفشاں
می سزد گر خوں ببارد دیدۂ ہر اشکبار   چو شنیدند کش کہ رفت آں نیکو زیں خاکداں
سملک و ڈابھیل شد از رحلتش ماتم کدہ   چوں نباشد زانکہ بد زیں خاک آں روحش رواں
شعر تاریخش چناں گفتہ حبیب خستہ دل   عیسوی و سال ہجری ہم درو شد از وے عیاں

احمد درویش آں زاہد امام المتقین
۱۳۵۴ھ
رفت در فردوس اعلیٰ ہمچوں شاہ صالحاں
۱۹۳۵م

دیگر

چوں احمد درویش حق   از رحمتش مرحوم شد

تاریخ ہجری عیسوی — گفت حبیب و خوب شد
آں احمد درویش خلق — مغفورِ عالم قدس شد
۱۳۵۴ھ — ۱۹۳۵ء

(منقول از روداد ۵۴ھ)

قصیدۂ وداعیہ

مولانا احمد بزرگ مہتمم جامعہ کے سفر افریقہ پر روانگی کے وقت

(از جناب مولانا محمد یوسف صاحب بنوری استاذ جامعہ اسلامیہ)

ما بال قلبك يستطير غراما — ما يستفيق صبابة وهياما
اے دل تجھے کیا ہوا ہے کہ فریفتگی کی وجہ سے پراگندہ ہے تجھے عشق و محبت سے ہوش نہیں آرہا ہے

ما يعتريه من تباريح الجوى — الا وزاد تولعا وضراما
غم کی سوزشیں جتنی زیادہ لاحق ہوتی ہیں فریفتگی اور جلن بڑھتی جارہی ہے۔

ثابت له اشجانه وشجونه — ودهاه احزان تكون غراما
اس کے غم واندوہ اندر تک پہنچ گئے ہیں اور ایسے غم لاحق ہوئے ہیں جو موجب ہلاکت ہوتے ہیں

ويطيعه عين ترقرق عبرة — شذرى بادمعها دما ثجاما[1]
آنکھ بھی دل کی اطاعت میں ؟ آنسو بہا رہی ہے آنسوؤں کے ساتھ خون بھی تیزی کی بہا رہی ہے

---

[1] كذا في الاصل ولعل الصحيح دماً ثجاجاً ۱۲ فضل

فکان عینی من معین ثرة   ثرثارة تجری سکوب لزاما
میری آنکھ اس گہرے چشمہ کی مانند ہے جو برابر بہتا رہتا ہے

والمّ مابی من وداع لصحبة   حملوا مطیّهم تزم زماما
میرے اوپر دوستوں کی جدائی کی مصیبت آپڑی ہے جنہوں نے سواری پر سامان لادا ہوا ہے جو پابرکاب ہے

شدت رحالهم و عهدی بالعلی   عهد قریب زورة و سلاما
ان کے کجاوے کسے جاچکے ہیں اور میری ملاقات چراگاہ میں زیارت و سلام کے لحاظ سے قریبی ملاقات ہے

رکبوا لامر ما علی کتد السری   هجروا له الاوطان ثم مقاما
کسی اہم کام کیلئے رات کے سینہ پر سوار ہیں اس کیلئے وطن و اقامت کو خیرباد کہہ دیا ہے

جابوا القفار تولّعا و تشوقا   جازوا البحار و ودعوا الارحاما
میدانوں کو شوق و ذوق سے طے کیا سمندروں کو پار کیا رشتہ داروں کو چھوڑا۔

فی صدورهم همم یحیط اقلها الأ   زمان و الایام و الاعواما
ان کے سینوں میں ایسی ہمتیں ہیں جن کا قلیل حصہ زمانہ دن اور سالوں کو گھیر سکتا ہے۔

وبهمّه الدین المتین و ان یری   مرفوعة رایاتها و سناما
اس کی فکر دینی ہے وہ دین کو بلند و بالا دیکھنا چاہتے ہیں

یحیی معارف جمة من سعیه   الوحی و الآثار و الاسلاما
اپنی کوشش سے بہت سے معارف اسلامیہ ودینیہ کو زندہ کرنا چاہتا ہے

دامت شمائلهم حیاة للوری   هدیا و سمتا سنة و مقاما
ان کے خصائل ہمیشہ مخلوق کیلئے حیات سیرت اور سنت کا مقام حاصل کرتے رہے ہیں

مشمولة غدواتکم میمونة   روحاتکم ابدا تفیض غماما
تمہارے صبح کے نکلنے میں برکت ہو اور شام کا نکلنا ہمیشہ بارش برسائے۔

بورکت من غیث یفیض لامة   خیرا و خیرا رشدة و قواما
اے بادل تیرے اوپر برکت ہو اسلئے کہ تو ہمیشہ خیر اور بھلائی برساتی ہے

نيطت مصالح امة بفيوضكم   شكرت مساعيكم تجم جساما
آپ کے فیوض سے امت کی مصلحتیں متعلق ہوں آپ کی مساعی خوب خوب بار آور ہوں۔

فالله يحييكم باطيب عيشة   يجدي فلاحا للورى و نظاما
اللہ تعالیٰ آپ کو عمدہ زندگی عطا فرمائے جو مخلوق کیلئے نفع بخش ثابت ہو۔

والله يحميكم حماية حافظ   ويلم شعثنا بعدكم وفصاما
اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے اور آپ کے بعد پراگندگی اور شکستگی کی اصلاح فرمائے

وثنيت ربطنا ثم ابت مسالما   مثل الغوادي فائزا غناما
آپ صحت وسلامتی کے ساتھ بامراد اور کامیاب واپس ہوں۔

(منقول از روداد ۵۵ھ ص ۳۱)

قصیدہ وداعیہ

از جناب مولانا حکیم قاری محمد یامین صاحب سہارنپوری مدرس جامعہ ڈابھیل

يا قاصد السفر البعيد تلفتت   أكبادنا من بينكم بتفتت
اے سفر بعید کا قصد کرنیوالے ہماری طرف نظر التفات فرما کر ہمارے جگر آپکی جدائی سے پاش پاش ہیں

كيف اصطبار للقلوب بعدكم   من للجماعة تضجرت بفرقة
آپکی جدائی سے ہمارے دلوں کو کیونکر صبر حاصل ہوگا کون اس جماعت کا کفیل ہے جو آپکی فرقت سے بے چین ہے

اجفاننا تهمي كغيث هامر   وتهيج نار صبابة ومن لوعة
ہماری آنکھیں بدلی کی طرح اشکبار ہیں اور شدت حزن کی وجہ سے آتش محبت برانگیختہ ہے

اللہ بارك في مساعيك الألى   ووفى بها تبني لمداه بقدرنا
اللہ تعالیٰ آپکی بلند کوششوں میں برکت دے اور وہ آرزوئیں پوری ہوں جو آپ قدرت سے

وعزائم للدين قد صفتها   ومقاصد محبوبة مأمونة
اور آپ کے دینی عزائم اور مبارک مقاصد جیسا کہ مقاصد بھی پورے ہوں جن کا آپ نے ارادہ کیا ہے

ومآرب تدعو لترحال لكم   محفوفة بالأمن وان هي حلت
اور وہ غرضیں بھی جو آپ کے طویل سفر کا باعث بنی ہیں پوری ہوں جو امن میں گھری ہوئی ہیں اگرچہ وہ [illegible]

وهواهب تنهل من مبركاتها   تنجب لجامعة تدوم كديمة
اس سفر کی برکات جامعہ پر نہ رکنے والی بارش کی طرح ہمیشہ برستی رہیں

دار العلوم منارها ومدارها   بضيائها ضاءت لوامع سنة
جامعہ اسلامیہ علوم کا مرکز و مدار ہے، اس کی روشنی سے سنت کے انوار دنیا میں پھیلے

فالله يكفيكم سيدي أسفاركم   هذي على رغم العدى بلبانة
اللہ تعالیٰ آپ کے اس سفر کو دشمنوں کے علی الرغم کامیابی سے ہمکنار کرے

ندعو لكم كالمخلصين بدعوة   يرجى لها قبولها وإجابة
ہم آپ کیلئے صدق دل سے دعا کرتے ہیں جس کی قبولیت کی بارگاہ ایزدی سے امید ہے

"العود احمد" قد وفى لكم   حمدتم في ظعنكم وإقامة
"العود احمد" امثال پورا آیا ہے لیکن آپ تو سفر و حضر دونوں میں (احمد) بہت قابل تعریف ہیں

جوزيتم من خير جاز سيدي   خير الذي يجزي الهداة لأمة
آپ کو اللہ تعالیٰ کسی امت کے ہادی سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔

ويزيد حسناتكم لأجمل بركم   ويثيب مختارًا لأفضل طاعة
اور آپ کو اللہ تعالیٰ نیک خدمت اور افضل طاعت کے صلہ میں مزید عنایات سے نوازے

فالله خير حافظا لك ناصرا   رح سالما عد غانما بسلامة
تشریف لے جائیں اللہ تعالیٰ آپ کے محافظ اور ناصر ہیں سلامت جاکر بامراد واپس ہوں

يحوطك ربك من مكاره كلها   دوما ومن غير الزمان ملمّة

پروردگار ہر قسم کی تکلیف سے آپ کو محفوظ رکھے اور ہر قسم کے حوادث دہر سے

بالخير يجمع بيننا بعد النوى   فتقر اعيننا كاوّل مرّة

جدائی کے بعد خیریت کے ساتھ جمع فرمائے تاکہ ہماری آنکھیں دوبارہ حسب سابق ٹھنڈی ہوں

ثم الصلوة على النبي محمد   والآل والاصحاب خير بريّة

پھر درود وسلام ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل واصحاب پر جو بہترین مخلوق ہیں

ما دام يُشكَرُ سعيُ عبد صالح   متهلّل مع فكره المتشتّت

جب تک کسی صالح بندے کی کوشش اس کی منتشر فکروں کے ساتھ ہر طرح مشکور ہو

(منقول از روداد ۱۳۵۵ھ ص ۲۹-۳۰)

قصیدہ وداعیہ

از جناب مولانا حبیب اللہ صاحب استاذ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

آنکہ افریقہ ما را می روی   سوئے تنگفیم کرنا می روی
کن معطر ملک افریقہ ز خویش   اے کہ مثل مشک سارا می روی
نور بخشی عالم تیرہ بشو   با دلے چوں ماہ پارہ می روی
اے کہ اخلاص و تقارا پیکرے   با خلوص روح افزائی روی
چہ دیانت چہ امانت چہ علوم   فرد ہستی کہ یگانا می روی
در تو جمع سر فگندہ بینمت   در ہمہ آب بالا بالا می روی
تو کجا و پائے گاہ تو کجا   در ثری و بر ثریا می روی

کس نمی داند علاجِ دردِ دل — تو مگر بہرِ مداوا می روی
تا کنی سیراب ایں باغِ رسول — بہرِ نہرے سوئے دریا می روی
تا بماند جامعہ مثلث بزرگ — خوش بزرگی را بزرگا می روی
مطمئن تا کہ کنی یکسر خلق را — مضطرب چوں قلبِ شیدا می روی
قیمتِ خود را در آنجا کم مکن — پُر بہا لؤلؤے لالا می روی
تا توانی گوہرِ قابل گزیں — در زمین سنگِ خارا می روی
ہم تولیت کہ بہرِ مدرسہ — نے غلط گفتم خدارا می روی
ہمچوں گلِ خنداں شگفتہ باز آ — دل گرفتہ غنچہ آسا می روی
دامنِ امید پُر کردہ بیار — با غمِ دنیا پُر تعب می روی
بادیہ پیمایان از آنجا باز آ — بادیہ پیمایا زیں جا می روی
از صعوباتِ سفر بے فکر باش — در امانِ حفظِ مولا می روی
ہمت و صاحب ولایت ہمرکاب — با دعاہا با شتابا می روی
کاروانِ دیدہ و دل ہمرہ است — آشکارا گرچہ تنہا می روی

اے کہ لطفت مرہمِ قلبِ حبیب
چوں دلم را کردہ پارا می روی

(منقول از روداد [illegible])

مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگؒ کے سفر افریقہ سے واپسی کے موقع پر

هدية

الی حضرة مدیر الجامعة الاسلامیة بدابیل مولانا احمد بزرگ السملکی

از جناب مولانا محمد یوسف کاملپوری رکن مجلس علمی ڈابھیل

النجوم افلاک السماء عوالی   کالوشی فی حبلة السماء العالی
اے آسمان کے بلند ستارے اور بلند جالی دار آسمان کے نقش و نگار

تزهو بدیباج ازرق و سندس   منظومة منثورة کلآلی
تو اپنے رنگین اطلس و دیباج پر فخر کرتا ہے اس حال میں کہ موتیوں کی طرح کچھ گتھے اور کچھ بکھرا ہوا ہے

یا انجما زین السماء ادیمها   وعلائم و مشاعل برحال
اے انجم سماء کے زینت دینے والے ستارے اور بیابان و ریگستان کے علامات اور چراغ

تهدی ضلالاً فی ابحار تورطوا   وحیاتهم قد آذنت بزوال
تو اس جماعت کا رہنما ہے جو غرقابی میں پھنس گئی ہو اور ان کی زندگی معرض خطر میں ہے

لیل و بحر هائج فی عاصف   ظلم ثلاث اسدلت متوالی
ایک طرف شب تاریک ہو اور سمندر طوفانی خیز، موجوں کی تاریکیاں یکے بعد دیگرے سب اکٹھی ہو گئی ہوں

هنا انت اهدی من نجوم اشرقت   فینا علی مر الزمان الخالی
مگر تو رہنمائی میں ان ستاروں کا مقابلہ کیا کر سکتا ہے جو ہم انسانوں پر ہمیشہ سے طلوع ہوتے رہتے ہیں

فشموسنا و شموسکم و بدورنا   و بدورکم لیست من الامثال
ہمارے آفتاب و ماہتاب اور تمہارے آفتاب و ماہتاب بھلا کب برابر ہو سکتے ہیں

كالانبياء و الاولياء فانهم نخب الانام على سماء معالي
جیسا کہ آفتاب نبوت انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام ہیں جو برگزیدہ مخلوقات آسمان کی بلندیوں پر جاگزیں ہیں

لهم النفوس الزاكيات الشامخا ت الصابرات بمازق الابطال
ان کے نفوس پاکیزہ بلند ہمت اور سختیوں میں صبر کرنے والے ہیں

يرجونه في كل خطب مفظع يخشونه في كل حال حال
ہر مشکل و مہم میں اللہ سے امید رکھتے ہیں، اور ہر حال میں اسی سے ڈرتے ہیں

يأتون ما يأتونه من امرهم لله محتسبين عند مآل
جو کام بھی کرتے ہیں محض للہ اور ثواب آخرت کیلئے کرتے ہیں

كالشيخ مولانا المبجل احمد ربط الجنان بحومة الاهوال
مولانا المعظم احمد بزرگ انجمن کے ایک فرد ہیں۔ جو شدائد احوال میں ثابت قدم رہتے ہیں

ماضي العزيمة كالحسام الصارم حلت بهمته السماء العالي
شمشیر براں کی طرح اپنے ارادہ کو پورا کرنے والے ہیں ان کی بلند ہمت آسمان کی سی بلندی رکھتی ہے

رب الفراسة لا تسل عن نورها هي سهم غيب راشق بنبال
ان کے نور فراست کی نسبت نہ پوچھو، ان کی فراست تیر کی طرح چیرتی جاتی ہے

قد غربل العلماء من اصحابنا كالشيخ انور هاطل الهطال
انھوں نے اکابر علماء کو جامعہ کیلئے چھانٹ لیا ہے جیسے انور شاہ صاحبؒ جو بارش کی طرح برستے تھے

والشيخ شارح مسلم علم التقى سباق مضمار العلى ومجال
اور مولانا شبیر احمد عثمانی شارح مسلم جو بلندی کے میدان کے شہسوار ہیں

شمسان او بحران حين تلاطما حكيا علوم اولئك الاجبال
یہ دونوں حضرت آفتاب کی طرح روشن اور سمندر کی طرح متلاطم، قدیم جبال علم کے مشابہ ہیں

يا حافظي علم النبي محمد ﷺ ما انتم و سواكم بمثال
اے دین نبی کے حفاظت کرنے والو، آپ اور دوسرے لوگ برابر نہیں ہو سکتے

جمعت مساعيه الاكارم كلهم   يحيون ما درست من الاطلال
جناب صاحب کی مساعی نے ان تمام اکابر کو جمع کرلیا ہے جو پرانے علمی نشانات کو زندہ کررہے ہیں

شكرت مساعيك الجميلة في الورى   جادت كجود غمائم بسجال
آپ کی مساعی جمیلہ لوگوں میں مقبول ہیں اور برسنے والے بادلوں کی طرح برستی ہیں

جددت اعلام الهدى اذا قد دثرت   فالنور منبلج على الآصال
آپ نے ہدایت کے بوسیدہ نشانات کی تجدید کی اسی لئے تاریکی میں روشنی دکھائی دیتی ہے

وركبت في لجج البحار بهمة   ابدا تشد رحالها بعجال
آپ دریا کی موجوں میں ایسی ہمت سے سوار ہوئے جو ہمیشہ سفر کرنے کی عادی ہے

وتركت اولادا صغارا صبية   فلذ القلوب وسلوة للسال
اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو پیچھے چھوڑ گئے جو لخت جگر اور باعث تسلی تھے۔

فرضا الاله يحل حيث يحله   يا مبتغي رضوانه ونوال
اپنے خدا کی رضامندی اور بخشش کے طلبگار جہاں آپ اترے وہاں اللہ کی رضا بھی اترے

وتروم احياء المآثر كلها   حلا ومرتحلا ولست تبالي
اور آپ سفر و حضر میں مآثر قدیمہ کے زندہ کرنے کے ساعی ہیں اور کسی کی کچھ پروا نہیں کرتے

لله درهم[1] شبت بهمة   شبت شبابا ترتقي وتعال
آپ کی ہمت قابل تعریف ہے جو بڑھاپے میں جوان ہو رہی ہے

فرجعت بالفوز الكبير الى ذرا   ك وكل شيء راجع للحال
آپ سفر افریقہ سے کامیاب اپنے گھر کو واپس ہوئے اور آخر ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے

هذا هو المجد المنيع ودونه   ضرب الصوارم او قراع عوال
یہ بلند درجہ کی بزرگی ہے جس کیلئے شمشیروں اور نیزوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے

---

[1] كذا في الاصل والصحيح والله اعلم درك. ر. ف

المجد يشبه اصطياد ضراغم ليست بسهل كاقتناص غزا
بزرگی شیر ولنے کے شکار کی طرح مشکل ہے، ہرنوں کے پھانسنے کی طرح آسان نہی

اصطفاك الرب الجليل مجددا للدين تحميه عن الجهـ
رب جلیل نے آپ کو تجدید دین کیلئے منتخب کیا ہے تاکہ آپ جاہلوں کی تحریف سے دین کو بچا

يا غيث غوث المسلمين و غوثهم تحميهم كالليث للاشبـ
اے مسلمانوں کے لئے بادل اور فریاد رس قرآن کی حفاظت کرتا ہے جیسے شیر اپنے بچوں

علّمت بالجهد الجهيد عصابة كانوا عطاشا فارتووا بكمـ
آپ نے انتھک کوششوں سے ایسے لوگوں کو تعلیم دی جو پیاسے تھے اور خوب سیراب ہو

و انعمت بالفيض العزيز اياديا جادت كما جادت غمام ثقـال
اور آپ کے فیض کثیر نے ایسی نعمتیں برسائیں جو بھاری بادلوں کی طرح برستی ہیں

يا ملجأ المسترشدين وحصنهم وملاذ طلاب العلوم ثمال
اے طالبان ہدایت کے ملجا و ماوی اور طالب علموں کے لئے توشہ اور جائے پناہ

انت المعاذ كالجذيل مرجبا سبل المضائق و موئل لسوال
آپ ہر مشکل و مہم میں لوگوں کیلئے جائے پناہ اور آسرا ہیں

جوزيت في الدنيا ثناء خالدا يتلى و يزبر دائما متوال
آپ دنیا میں دائمی ثنا کے مستحق ہیں جو ہمیشہ لکھی پڑھی جائے

جوزيت في العقبى جزيلا مثوبة جنات عدن ماؤها كزلال
آخرت میں آپ کو حق تعالیٰ بڑا بدلہ عطا فرمائے اور جنات عدن نصیب کرے جن کا پانی صاف اور شیریں ہے

تثني عليكم السن وبواسم تبلى ولا يبلى على الاحوال
تلخ شیریں زبانیں آپ کی مداح ہیں ہمیشہ ہمیش کیلئے وہ تعریف تازہ رہے گا

(منقول از روداد سالانہ ص ۳۵ تا ۴۴)

تہنئۃ القدوم

لرئیسنا العلام الامجد الذی ھو کاسمہ احمد ناظم الجامعۃ الاسلامیۃ بدابیل
حین رجع من سفر الافریقہ مع العافیہ والسلامۃ

از مولانا قاری محمد یاسین صاحب مدرس جامعہ

حان التہانی للرئیس الامجد   اذ عاد عنّا بنجح المقصد
وقت آگیا ہے کہ ہم رئیس جامعہ کو کامیاب سفر افریقہ سے واپسی پر ہدیۂ تہنیت پیش کریں

ما للفؤاد اذا اعتراہ من النوی   صبر ولکن لیس امسی کالغد
جب موصوف تشریف لے گئے دل سے صبر رخصت ہو گیا تھا لیکن آج غم خوشی سے بدلا ہوا ہے ہر دن یکساں نہیں ہوتا

یا حبذا بلقائہ و زیارہ   فزنا کمثل الزائر المتزود
الحمد للہ کہ ہم ان ملاقات و زیارت سے مشرف ہوئے اس شخص کی طرح جو زیارت کو سرمایۂ سعادت سمجھتا ہو

فتبارک اللہ الذی ھو رافع   لمنازل العلماء رغم الحسّد
بابرکت ہے خداوند عالم کی ذات جس نے علمائے حقہ کے مراتب بدخواہوں کی خواہش کے خلاف بلند فرمائے

حزب الالٰہ بنصرہ قد اُیّدوا   وبایدہ حبلین الوئام العقّد
یہ اللہ کی جماعت ہے جو ہمیشہ گروہ دشمناں میں اس کی حمایت و نصرت کے ساتھ مؤید ہے

ووجاھۃ منحت لکل احبۃ   ونباھۃ وھبت لکل موحّد
اور ایسی وجاہت سے تائید کی گئی جو محبوبان خدا کو دی جاتی ہے اور ایسی عزت سے جو ہر صاحب توحید کو عطا ہوتی ہے

علماء ملتنا اقاموا حجة   وهدوا طريقنا للغوي الملحد
علماء ملت اسلام نے گمراہوں کیلئے حجت قائم کردی اور ملحدین کو ہر زمانہ میں صحیح راستہ کی رہنمائی کی

هذا من الله العزيز محتّم   ابدا عليهم اذ دعوا للمشهد
یہ اللہ کی طرف سے ان پر فرض کیا گیا ہے جب کہ وہ کسی مجلس میں بلائے جائیں

نهضوا لارشاد وبثّ هداية   ولدرء منكر باللسان وباليد
وہ ارشاد و ہدایت کیلئے اٹھے اور ہاتھ اور زبان سے منکرات کو مٹایا

وبلاغ احكام الشريعة امة   يهدى سعيد ثم كم لا يهتدى
اور احکام شریعت امت تک پہنچانے اہل سعادت نے ہدایت پائی اور بہت سے بدبخت گمراہ رہے

وهم مصابيح الدجى في عصرهم   ما ضرّهم خلف الالدّ المعتدى
اور وہ اپنے زمانہ میں تاریکیوں کے روشن چراغ ہیں انکو کسی حد سے بڑھنے والے مخالف کا اختلاف مضر نہیں ہوا

وبهم انار الله برهان الهدى   للقلب داج مارد متمرد
اور انہی کے ذریعہ سے حق تعالیٰ نے برہان ہدایت تاریک دل متمرد و سرکش کیلئے واضح فرمایا

عدتم فعاد لنا الحيوة وعيشنا   ودنا زمان مبشرا بالموعد
آپ کی بعافیت واپس آنے سے گویا ہماری زندگی لوٹ آئی اور مژدہ لقاء کا زمانہ قریب تھا

شكرا لربي سيدى! فغيابكم   قد صار مسعودا بعود احمد
شکر خدا ہے کہ عود احمد کے ساتھ آپ کی چند روزہ غیوبت ہمارے لئے مسعود و میمون ثابت ہوئی

ثمراته ميمونة ببركاته   مقرونة باللطف من مولى الندى
آپ کے اس سفر کے ثمرات مبارک ہیں منعم حقیقی کی بے پایاں الطاف کے ساتھ مقرون ہیں

فسنا نهنّى اذ سمعنا نبأكم   مستبشرين بفضله المترصد
ہم آمادہ تہنیت ہوئے جبکہ ہم نے یہ مژدہ جانفزا سنا اللہ تعالیٰ کے انعام منتظر سے خوش ہو کر

جمّ الحبور لنا وعمّ سرورنا   من بعد عيش بالنوى متنكد
ہمارا سرور و ابتہاج آپکی تشریف سے بہت بڑھ گیا ورنہ فراق سے زندگی تلخ و مکدر ہو چکی تھی

اُبتم مأمولکم و رجعتم بمواهب کالناجح المتأید
آپ کامیاب افریقہ سے واپس ہوئے اور بحمدہ تعالیٰ تائید الٰہی سے پوری کامیابی حاصل ہوئی

قاسیتم جهدا بلیغا مثمرا لبقاء جامعة بقاء مؤبد
آپ نے جامعہ کے بقاء دوام کیلئے طرح طرح کی تکالیف شاقہ برداشت کیں

طوبیٰ لمن یبنی الرشاد مؤسسا بشری لمن ابقاه خیر مشید
مبارک تھا وہ شخص جس نے اس بیت رشاد کی تاسیس کی اور خوش قسمت ہے وہ جس نے اسکو مستحکم اور مضبوط کیا

یا اسعدان ! جزاکما مولی الوریٰ بجمیل جدّ منکما مستسعد
اے دونوں اسعدو تم کو خدائے تعالیٰ ان مبارک و مسعود کوششوں کا بہترین بدلہ عطا فرمائے

و اولی عطیات لمدار علومهم ممن یعدّ رضاه خیر تزوّد
اور ان اہل خیر حضرات کو بھی جنہوں نے اپنے دارالعلوم کو رضاء الٰہی کو توشہ آخرت سمجھتے ہوئے چندہ عطا فرمایا

یدعو لهم کل البلاد و اهلها یدعی لهم فی کل ارض جلجد
ان تمام حضرات کیلئے تمام بلاد اور ان کے باشندے دعا کرتے ہیں ہر جگہ ان کیلئے دعا ہوتی ہے

و منابر فیها و کل مساجد و رجالها من رکّع او سجّد
وہاں کے تمام منابر و مساجد اور وہاں کے تمام عبادت کرنیوالے دعا کرتے ہیں

لازلتم فی العیش عیش ناعم دوما و فی لطف الالٰه مؤیّد
آپ برابر راحت و چین کی زندگی بسر کریں اور اللہ تعالیٰ کی الطاف بے پایاں آپکو میسر ہوں

و بانعُم لله تهمی مُسبلاً بالخیر و البرکات غیر منفد
اور اللہ تعالیٰ کے انعامات خیرات و برکات کیساتھ ہمیشہ زور سے برسنے والی بدلی کیطرح آپ پر برستے رہیں

نعاشا مدیحی باحترامک واجبا لاسیما اذ لم اکن بمجوّد
حضرت والا میرے یہ کلمات مدح آپکے احترام واجب کو پورا کرنے سے قاصر ہیں خصوصاً جبکہ میں عمدہ گو شاعر نہیں ہوں

فصلاتنا ثم السلام علی امین الله ختم الانبیاء محمد
صلوٰۃ و سلام ہماری طرف سے نازل ہو اللہ کے امین خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر

وعلى احبته وصالح اخوته ما هيج الاشواق صدح مغرد

اور آپکے احباب پر صلوٰۃ اسی پر جب تک خوش الحان پرندوں کی نوا سنجی شوق کو ابھارتی رہے

(منقول از روداد سنہ ۱۳۴۳ھ از صفحہ تا صفحہ)

خیر مقدم

بر قدوم میمنت لزوم حضرت مولانا مولوی حافظ احمد بزرگ صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ

(از جانب مولانا حبیب اللہ صاحب مدرس جامعہ)

بوئے خوش از بوستاں آید ہمی   انبساط جسم و جاں آید ہمی
خندہ و شوخے گل خرام اے سرو ناز   رحمت حق ز آسماں آید ہمی
بہر باغ و کشت ما ابر بہار   با بہار بے خزاں آید ہمی
دامن آگندہ ز گلہائے مراد   با قبائم گل فشاں آید ہمی
آسمان سملک و ڈابھیل ما   آفتاب ضوفشاں آید ہمی
نازش صد خطہ گجرات ما   مفخر گجراتیاں آید ہمی
مرحبا سالک کہ در آغوش تو   ماہ چرخ آسماں آید ہمی
رہنمائے رہبر راہ جناں   قدسئے از قدسیاں آید ہمی
عالم و زاہد متقی و پارسا   علم دیں را پاسباں آید ہمی
جا پناہ خلق و خود خلوت گزیں   خوش نشینے در مکاں آید ہمی

پرورش قوم و چارہ جوئے ملک مشفق و راحت رساں آید ہمی
بحر علم دیں نگر آید زبس بے کراں بر کرانے آید ہمی
پرورشش ہست مہمانِ رسول میہماں را میزباں آید ہمی
شاد باش اے گلستانِ جامعہ باغباں مہرباں آید ہمی
طالبان و عالماں را ناصحے مرشدِ خورد و کلاں آید ہمی
سالکے بر مسلکِ حضرات چشت عارفِ سرِ نہاں آید ہمی
اے سراپا مکرمت بر معتقدت مرحبائے بر زباں آید ہمی
مرحبا آید فریدِ روزگار حبذا فخرِ زماں آید ہمی
صاحبِ علم و عمل احمد بزرگ سرگروہ عالماں آید ہمی
از وجودت اے گلِ خوبئ ما گلستاں در گلستاں آید ہمی
بر عزاتِ علم تو اے علم داں کارواں بر کارواں آید ہمی
زیر پائے خلق سبزہ زار تو پرنیاں بر پرنیاں آید ہمی
در بلندی ہائے تو اے سربلند آسماں بر آسماں آید ہمی
ایکہ ظلِ عاطفت تو بر ما ہمہ سائباں بر سائباں آید ہمی
شاد باش و شادزی اے شادماں ایں دعا بر ہر زباں آید ہمی
باد اولادت مکرم در جہاں چوں تولائی ہر یکے چناں آید ہمی

بر طریقِ دردکی نظمِ حبیب
نقشِ پائے رفتگاں آید ہمی

(منقول از روداد ۲ شعبان ۱۴۰۲ھ)

دمعۃ

وفاۃ حضرۃ الشیخ السید مولانا سراج احمد قدس سرہٗ

از مولانا محمد یوسف کاملپوری رکن مجلس علمی ڈابھیل

نعی الناعی عشیة یوم عید   بقیة قاسم خلف الرشید
عید کی شام کو خبر دینے والے نے ایسے شخص کی موت کی خبر دی جو حضرت قاسمؒ و رشیدؒ کی یادگار تھے

تقیا زاهدا جبل الوقار   امین الله ذا الفضل المزید
وہ متقی زاہد اور کوہ وقار تھے، علم الٰہی کے امین صاحب فضل و کمال تھے

محدث عصره شیخ الانام   وعارف ربه خیر العبید
شیخ الحدیث اور استاذ جہاں تھے: عارف ربانی اور نیک بندے تھے

بقیة امة کانوا کراما   وهم غرر الزمان بلا تردید
ایسے بزرگوں کے قائم مقام تھے جو زمانہ کی مایہ ناز ہستیاں تھیں

مفید الناس کالغیث السحوح   مفیض الخیر ذی القول السدید
برستے بادل کی طرح لوگوں کو نفع پہونچانے والے خیر پہنچانے والے اچھی بات کہنے والے

وقسام المعارف والعلوم   وذو شرف طریف لی تلید
علوم و معارف کے تقسیم کرنے والے ذاتی و آبائی شرف کے مالک تھے

اقام معلما علم الحدیث   طویل الدهر کالعلم المشید
ایک مدت تک انہوں نے نہایت استقامت کے ساتھ علم حدیث کی تعلیم دی

ومن ابقته آثار حسان   على صفحات دهر كيف يودى
اور جس شخص کو آثار باقیات زندہ رکھیں بھلا وہ کیسے ہلاک ہو سکتا ہے

نصيرة السنة البيضاء يحيي   رسوم الدين بالجهد الجهيد
سنت بیضاء کو زندہ کرنے والے انتھک کوششوں سے دین کے مراسم کو زندہ کرتے تھے

رصين العلم في خلق عظيم   سديد القول ذو فعل رشيد
صحیح علم کے مالک صاحب خلق عظیم درست بات کہنے والے ٹھیک کام کرنے والے

عظيما في السماء من القبول   وذكارا على اثر السجود
اپنی قبولیت کی وجہ سے آسمانوں پر بھی معظم تھے اور نمازوں کے بعد ذکر اذکار میں مشغول رہتے تھے

همام جامع الخيرات شتى   نصيح ماجد مغزار جود
بلند ہمت اور مختلف خوبیوں کے جامع   خیرخواہ و بزرگ بہت سخاوت کرنیوالے تھے

له شيم حسان كاللآلي   وسيد سادة حق المجيد
ان کے اخلاق موتیوں کی طرح پاکیزہ تھے اور سادات کے چشم و چراغ تھے

اديب في طبيب في فقيه   وراوية وما مثل الفقيد
ادیب طبیب فقیہ اور حدیث کے راوی تھے اب ان کا مثل کون ہے

فقد انثلم الهدى من موت حبر   اقام الناس في بؤس شديد
دین ہدیٰ میں ایسے عالم کی موت سے رخنہ پڑ گیا ان کی موت نے لوگوں کو سراسیمہ کر دیا

يموت العلم عصرا بعد عصر   ذهاب العلم من بخس الجدود
علماء کی موت سے علم دھیرے دھیرے کم ہوتا جا رہا ہے، علم کی کمی ایک گونہ بدبختی ہے

تزلزلت البلاد ومن عليها   من الخطب المريع والبعيد
ایسی روح فرسا مصیبت سے دنیا کے شہروں میں ہلچل مچ گئی ہے

بموت العالمين يموت علم   فعز الخطب من قرب الوعيد
علماء کی موت سے علم جا رہا ہے قرب قیامت کی وجہ سے یہ بڑی مصیبت ہے

ومن احدی امارات القیامة   ذهابهم الی دار الخـ
قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت علماء کا جنت کو سدھارنا بھی ہے

فیا قمرا تغیب عن عیونی   ویا نجما مضی بعد السـ
اے چاند تو آنکھوں سے غائب ہوگیا اور اے ستارہ تو بلند ہوکر غائب ہو

فبعدک المسلمین فکل عین   تجود علیک من ایام عـ
مسلمان تیری موت سے دردمند ہیں اسلئے ہر آنکھ عید کے دن سے آنسو بہا رہی ہے

دفنا العلم من فقه وطب   وآثار بدفنک فی صعید
تجھ کو زمین میں کیا دفن کیا گویا ہم نے علم فقہ و حدیث اور طب کو دفن کر دیا

سقی قبرا الی جنب الغدیر   سحائب رحمة ابد الابید
ابر رحمت اس قبر کو سیراب کرتی رہے جو تالاب کے کنارے پر ہے

سقی قبرا لبشری الغدیر   غوادی بروحه سقی المجید
رحمت کے صبح و شام کے بادل   اس قبر کو سیراب کرتے ہیں جو تالاب کے شرقی کنارہ پر ہے

فیا فضل الاله وطیب رزق   تیمم قبر مقدام حمید
اے اللہ کے فضل اور رزق اس عالی ہمت پسندیدہ ذات کی قبر کا رخ کر

ونرجو ان تکون شفیع یوم   یقوم الناس للمبدی المعید
ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ہمارے اس دن میں شفیع ہوں گے جبکہ لوگ خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے

واذ حمی الوطیس وطیس شمس   وتقرب من رؤوس کالعمود
اور جب آفتاب کا تنور گرم ہوگا اور سروں سے بالکل قریب ہوگا

هناک الصالحون لدی الاله   لهم نور وفضل من مزید
وہاں نیکوکاروں کیلئے خدا کے یہاں نور اور فضل کی زیادتی ہوگی

تقر عیونهم من کل روح   وریحان ومن عیش رغید
ان کی آنکھیں ہر قسم کے روح و ریحان اور پسندیدہ عیش سے ٹھنڈی رہیں گی

(منقول از روداد ۸۶-۸۵ھ ص ۱۹-۲۰)

عبرات منهلة

فی رثاء الحبر العلام الاستاذ الشیخ السید مولانا سراج احمد نور الله مرقده وقدس روحه

از مولانا قاری محمد یامین صاحب استاذ جامعہ

توالت كالقطار من السماء   رزايا ملجئات للبكاء
مصیبتیں بارش کی طرح پیاپے آئیں جن کے تاثر سے آنکھیں رونے پر مجبور ہوگئیں

فافجعها لنا حزنا و غما   وفاة الشيخ شيخ الاتقياء
سب سے زیادہ ان میں حزن و غم پیدا کرنے والی شیخ الاتقیاء کی وفات ہے

سراج الملة البيضاء علما   عماد الكاملين بلا مراء
جو اپنے علم کے لحاظ سے ملت بیضاء کا روشن چراغ اور کاملین وقت کے معتمد علیہ تھے

تسامى قدره فضلا و نبلا   ومجدا مستبينا كالذكاء
ان کا مرتبہ فضل و بزرگی کے لحاظ سے بہت بلند تھا آفتاب کی طرح ان کا مجد و شرف روشن تھا

وحيد العصر مقداما عصاما   امين العلم علم الانبياء
یگانۂ روزگار کار خیر میں پیش پیش رہنے والے بزرگ اور علوم انبیاء کے امین تھے

نبيلا بارعا فردا شهيرا   وحبرا ذا المآثر و العلاء
فضل و کمال میں یگانہ، مشہور زمانہ، بڑی خوبیوں اور عظمت والے عالم ربانی تھے

تقيا قد ترعرع في تقاه   ولبى الموت مرتدي اتقياء
متقی، تقویٰ ہی میں نشو ونما پائے ہوئے تھے اور موت کو بحالت تقویٰ لبیک کہا

حلیما صابرا نحبا خشوعا   ذکورا للاله و لا یرائی
بردبار صبر کرنے والے رقیق القلب متواضع بلا ریا خدا کو بہت یاد کرنے والے

له صدر کمشکوٰۃ العلوم   وقلب کان معمور الولاء
ان کا سینہ گنجینۂ علوم تھا اور ان کا دل حب الٰہی سے معمور تھا

نجیبا سیدا سمحا کریما   لقصاد یری رحب الفناء
سیادت و نجابت جود و سخاوت والے آنے والوں کی خاطر و مدارات کرنے والے

تہلل وجهه کالبدر لمعا   اذا ما حان میعاد اللقاء
برقت ملاقات الٰہی ان کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح درخشاں تھا

کبیرا کان من اعیان علم   ورئیس البارعین الاذکیاء
اہل علم میں بڑے اونچے درجے کے شخص تھے اذکیا اور فضلاء عصر کے رئیس تھے

تواری بالثری میمون وجه   فکیف نراه مسعود الضیاء
ان کا مبارک چہرہ خاک لحد میں مستور ہو گیا اب ہم ان کی مسعود روشنی کیسے دیکھ سکتے ہیں

ادیب لوذعی المعی   فقیه مفرد من اصفیاء
عربی زبان کے ادیب بڑے سمجھدار انسان تھے بے نظیر فقیہ باصفا افراد میں سے تھے

رضا بقضاء الاله له شعار   کدأب الصالحین الارضیاء
رضا بالقضا ان کا شعار تھا جیسا کہ صلحاء اور اخیار امت کا شیوہ ہوتا ہے

وسلم روحه فی یوم نحر   کتسلیم الذبیح لدی البلاء
دسویں ذی الحجہ کو جان بجان آفریں کے سپرد کی جس طرح ذبیح اللہ نے امتحان کے وقت سپردگی کی

رأینا وجهه وعلی جبین   له عرق ترشح مثل ماء
ہم نے ان کے چہرہ پر موت کے وقت پسینہ دیکھا المؤمن یموت بعرق الجبین کی بشارت تھی

فجعنا فجأۃ لما سمعنا   بنعی بالانین و بالبکاء
ہم نے اچانک ممدوح کی خبر وفات نالہ و شیون کے ساتھ سنی

فصبرا للجماعة خير ذخر   وإجمال في ابتداء وانتهاء
جماعت کے لئے اب صبر ہی بہتر ہے اور وہی اچھی چیز ہے ابتداء و انتہاء میں

وأنزله المهيمن خير مثوى   ويؤته هنا دار الارتقاء
اللہ تعالیٰ ان کو بہترین منزل اور خوشنودی کا مقام عنایت فرمائے

ويسقي قبره امطار جود   وغفران أجيب ولي دعائي
اور ان کی قبر کو رحمت و مغفرت کی بارشوں سے ہمیشہ سیراب کرتا رہے۔ آمین

(منقول از روداد ۵۲ھ ص ۲۱-۲۳)

اشکِ حسرت بر وفاتِ حضرت مولانا سراج احمد صاحب قدس سرہٗ

از مولانا حبیب اللہ صاحب استادِ فارسی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

سزد گر نوحہ از فرطِ غم کنم اکنوں   بجائے اشک ببارم ز دیدہ ہائے خوں
ز سینہ آہ کشم جانگزاں کہ از آہم   سما بپا شود و خوں بگرید از گردوں
چہ رنج ہاست کہ بہرِ تسلیم خواہم   کہ گریہ غم نشود وز آں ہا افزوں
چہ ماتم است کہ بینی ز رازِ صغیر و کبیر   غمیں و غمزدہ اند ہمگیں حزیں محزوں
ز مرگِ عالمِ یکتائے دہر و بحرِ علوم   کہ گم شدہ ز جہاں علمہائے گوناگوں
نمود رحلت استاذ ما سراج احمد   بعزت رفتہ و ادب طیب پُر شدہ مدفوں
فقیہ و عارف و ذوفن و مفسرِ قرآں   کہ ہیچ یک نہ جدا الآں بسینہ اش مخزوں
بیانِ طالبِ جمیع مقولات تجربہ گفتند   ہم رائے بو علی سینا چہ رائے افلاطوں

چہ بادہ ہائے علوم و حکم چشانیدند کہ در مذاق بگیرم ہنوز شکرہا میگون
چہ شعرہا کہ بہندی و پارسی گفتند ہمہ خزانۂ یاقوت و دُر لولوئے مکنون
چہ بود جسم مبارک تنِ نحیف و نزار مثال گنج گہر از کساں بُد مشحون
بخلق پاک خدا نا بہ بندہا وجود و تقی بمکرمت ہمہ بخشش بطبعے میمون
ببیں تو ایکہ بہ بستر آنکہ مر مخسپی چہ چشمہاست کہ از بحرہا شدہ مقرون
منم کہ چاک گریبانم از فراق ابد مگر تو ای کہ فراقی بجستنی کسوں
تو ای کہ رفتی و ماندم در یتیمی خسرم بہ ہجر کردہ دریں غمکدہ مرا مجنوں
بہشتہاست مزین بخیر مقدم تو جہاں و اہل جہاں آمدہ بے تو خوار و زبوں
تو ای و نجم تمام رشید و محمود است منم و نجم کاں کردہ دریں بیچوں
علی الدوام بہ ہر صبح و مسا سیراب شود مزار مقدس ز رحمت بیچوں

سلام بر تو و بر مرقد تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
حبیب خواند و پس ختم میکند مضمون

قطعۂ تاریخ

(از مولانا حبیب اللہ)

آں صاحب ثروت حضرت سراج احمدؒ افسوس رحلتش کرد ایں خاکداں غم آباد
جمعہ بروز قرباں در وقت اول عصر کہ از ایں جہان فانی رفتہ بخلد آزاد
در عیسوی و ہجری می جست حبیب سالش کز ہاتف بفکرم شعرے چنیں بیفتاد
روشن شدہ بہ عمر فدائی خرم سراج احمد خنداں میان جنت اللہ باد آباد
۱۹۳۸ء ۱۳۵۶ھ

دیگر (ایضاً)

ہے سراج احمد کی تاریخ وفات　　لکھی ہاتف نے بنوراں کے لئے
عیش منزل جنت الفردوس ہے　　باغ لاثانی ہے اوراں کے لئے
۱۳۵۲ھ　　۱۹۳۸ء

(منقول از روداد سنہ ۱۳۵۲ھ ص ۲۳-۲۴)

ترانۂ جامعہ ڈابھیل

(از مولانا ابوبکر صاحب غازیپوری سابق استاذ جامعہ ڈابھیل)

یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن　　یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
اس کی خوشبو میں یا کی گلابوں کی ہے　　حسن کی دلکشی لالہ زاروں کی ہے
اس میں نعمت بڑی اشر والوں کی ہے　　اس میں پیدا ہوئے صاحب علم و فن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن　　یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
یہ ہے شمس و قمر سے بھی اعلیٰ بہت　　دین احمد کا اس میں اجالا بہت
اس کی خدمت کا ڈھنگ ہے نرالا بہت　　رب کی رحمت ہی رحمت ہو سایہ فگن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن　　یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
اس نے درس محبت پڑھایا بھی ہے　　کفر کی ظلمتوں کو مٹایا بھی ہے
سو رہے تھے جو ان کو جگایا بھی ہے　　کیوں نہ کردیں فدا جان اور اپنا تن

یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن   یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
ہم نے سیکھا اسی سے ہے درسِ وفا   اس کا احسان ہم پر بہت ہے بڑا
تجھ سے یارب ہماری یہی التجا   لگ نہ جائے کہیں نظرِ چرخِ کہن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن   یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن

اس چمن میں ہے کیا نور ہی نور ہے   رحمتِ حق سے ہر وقت معمور ہے
کفر کی ظلمتوں سے بہت دور ہے   روشنی اس سے پھیلی ہے ہر ہر زمن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن   یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن

علم کی روشنی کا یہ مرکز رہا   علم دینِ نبی کا یہ مرکز رہا
مرکزِ روشنی کا یہ مرکز رہا   اس کی پھیلی ہے چاروں طرف ہی کرن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن   یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن

حضرت احمد[1] نے بھی اس کی خدمت بھی کی   شاہ انور نے اس سے محبت بھی کی
جہدِ بشیر بھی تھی مسلسل لگی   اس کے بانی ہیں مولانا احمد حسن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن   یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن

عبدالوہاب سے اب یہ شاداب ہے   ان کے فیض و کرم سے ضیا و تاب ہے
اس کا شاہد بخاری کا ہر باب ہے   اللہ اللہ یہ کیسے ہیں شیخِ زمن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن   یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن

اس چمن کے ہیں مالی محمد سعید   نام ان کا سعید اور واقعی سعید
اللہ رکھے یہاں اور وہاں بھی سعید   کر رہے ہیں فدا جان اور اپنا تن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن   یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن

اہلِ شوریٰ نے اپنا تعاون دیا   جو پڑیں مشکلیں اس کو حل بھی کیا
اس طرح سے یہ باقی چمن یہ رہا   رشک انگیز ان کی لگن ہے لگن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن   یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن

---

[1] مراد مولانا احمد بزرگ مہتمم جامعہ ہیں۔

یہ چمن یوں ہی ہر وقت چہکتا رہے
کلیاں چٹکا کریں پھول کھلتا رہے
یہ علوم نبوت کا چشمہ رہے
اور جاری رہے جیسے گنگ و جمن

یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

از مولانا رشید الوحیدی صاحب

جامعہ ڈابھیل اے اسلاف کا خواب حسیں
مرکز امید ہے تو رشک فردوس بریں
اے سعادت گاہ اے گہوارۂ علم و ہنر
ذرے ذرے میں ترے تابانیٔ شمس و قمر
تیرے دم سے ہے جہاں میں علم دیں کی آبرو
حامل علوم سید الکونین کا وارث ہے تو
جب تری تاریخ لکھے گا مورخ کا قلم
کتنے پاکیزہ مقدس نام کر دے گا رقم
ذہن میں آئے گا حضرت شاہ صاحب کا خیال
دل میں آئے گا جناب بدر عالم کا جمال
حضرت شبیر عثمانی کا تفسیری کمال
ایک جانب حفظ الرحمان کی سیاست کا جلال
شان یوسف فکر ابراہیم جب یاد آئے گی
ہم سے مجنوں کو پھر دل مضمحل کر جائے گی
کاش خود احمد بزرگ اس وقت ہوتے درمیاں
دیکھ لیتے اپنی جہد و جہد کا پورا سماں
یا انہی کی رات و دن کی محنتوں کا ہے صلہ
آج بھی قائم ہے علم دیں کا سلسلہ
ایک نمونہ ان اکابر کا سعید پاک باز
جن کے دم سے ہے ابھی تک جامعہ میں سوز و ساز
جن کے دم سے اب بھی یہ گلشن ہے ہمراز بہار
پھول کھلتے ہیں یہاں اب بھی قطار اندر قطار

آج کی محفل کتاب اللہ کا اعجاز ہے — مرحبا صد مرحبا کی ہر طرف آواز ہے
ہو رہا ہے ایک جانب سے فرشتوں کا ورود — لب پہ ہے حمد و ثنا دل میں محمدؐ کا درود
یاد نے ان قدسیوں کی مجھ کو بیکل کر دیا — آ کے اتنی دور اس جنگل میں منگل کر دیا
یا الٰہی[۱] یہ چمن صدیوں یونہی قائم رہے — تیری رحمت اس چمن پر اے خدا دائم رہے

حفظ قرآن کے ختم کے موقعہ پر ایک جلسہ میں یہ نظم پڑھی گئی تھی۔

---

[۱] اس سے قبل دو شعر اور تھے جو مولانا اسعد مدنی مدظلہ کے حق میں کہے گئے تھے۔

اے مجاہد اسعد ذی شان حوالہ ہیں ترے — کاروان یہ اہل دل کے یہ جنوں کے قافلے
پھر ترے عزم و عمل کا امتحاں ہونے کو ہے — ظلم سے زیر و زبر سارا جہاں ہونے کو ہے

مہتممین جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سملک

نمبر شمار	اسماء مہتممین	کیفیت
۱	مولانا احمد حسن بھامؒ سملکی بانیٔ مدرسہ و مہتمم اول	از بناء مدرسہ تعلیم الدین شعبان ۱۳۲۶ھ تا وفات محرم ۱۳۳۰ھ نوٹ:۔ سفر افریقہ کے وقت واپسی تک مدرسہ کا انتظام مولانا مرحوم نے حاجی محمد جیوا اور حاجی ابراہیم میاں کو سپرد فرمایا تھا، مولانا مرحوم کے انتقال کے بعد حاجی یوسف میاں نے افریقہ سے آکر اہتمام اپنے ہاتھوں لیا۔
۲	مولانا احمد بزرگ سملکیؒ	۲۴ شعبان ۱۳۳۰ھ سے ربیع الاول ۱۳۵۲ھ تک ۲۲ سال۔
۳	مفتی اسماعیل محمد بسم اللہؒ ڈابھیلی	ربیع الاول ۱۳۵۲ھ سے ۱۳۷۴ھ تک۔ اہتمام سے الگ ہونے کے بعد بھی تاحیات مفتی باقی رہے۔
۴	مولانا محمد تقی (دیوبند)	محرم ۱۳۷۴ھ سے شعبان ۱۳۷۵ھ تک (۱۹ ماہ) اس سال اہتمام کے سکریٹری جناب حاجی ہاشم موٹا صاحب رہے۔
۵	مولوی محمد اکھلوایا ڈابھیلی	۱۳۷۵ھ سے ربیع الاول ۱۳۹۰ھ تک مہتمم رہے۔ اس دوران جمادی الاولیٰ ۱۳۸۴ھ سے شعبان ۱۳۸۶ھ تک مولانا مرغوب احمد لاجپوریؒ صدر مہتمم رہے۔
۶	مولوی عبدالحق بسم اللہ ڈابھیلی	۲ ربیع الآخر ۱۳۹۰ھ سے ۱۲ رجب ۱۴۰۶ھ تک مہتمم رہے۔
۷	مولانا محمد سعید احمد بزرگ سملکی مدظلہ	۱۲ رجب ۱۴۰۶ھ تا حال ۱۴۱۲ھ

جامعہ کے صدر مدرسین اور شیوخ حدیث

نمبر شمار	اسماء گرامی	کیفیت
۱	علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ	ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ سے ۱۳۵۱ھ تک (درمیان میں ربیع ثانی ۱۳۴۹ھ سے اوائل جمادی الاخریٰ ۱۳۵۰ھ تک مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ دیوبندی نے بخاری شریف کا درس دیا)۔
۲	مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندیؒ	ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ سے اوائل جمادی الاخریٰ ۱۳۵۰ھ تک
۳	علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندیؒ	صفر ۱۳۵۲ھ (شاہ صاحب کی وفات کے بعد) سے ۱۳۵۴ھ تک مسلسل (۱۳۵۸ھ میں ایک ماہ)۔
۴	مولانا عبد الرحمن امروہیؒ	۱۳۵۴ھ سے ربیع الاول ۱۳۶۲ھ تک (باستثناء ایک ماہ)۔
۵	مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندیؒ	دوبارہ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ سے ۱۳۶۳ھ تک۔
۶	مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ	ربیع الاول ۱۳۶۳ھ سے شعبان ۱۳۶۴ھ تک۔
۷	مولانا ظفر احمد تھانویؒ	جمادی الاخریٰ ۱۳۶۴ھ سے شعبان ۱۳۶۴ھ تک۔ (ان دونوں حضرات کی تنخواہ برابر ہی تھی شاید دونوں نے شیخ الحدیث کا کام کیا تھا۔)
۸	مولانا شمس الحق افغانیؒ	از ۱۳۶۵ھ تا شعبان ۱۳۶۶ھ۔ (تقسیم ہند کے بعد شوال سے تشریف نہیں لائے۔)
۹	مولانا محمد یوسف بنوریؒ	ربیع الآخر ۱۳۶۶ھ سے شوال ۱۳۶۹ھ تک۔ (شوال میں حج کو گئے وہاں سے پاکستان چلے گئے)۔

۱۰	مولانا عبد الجبار اعظمی مدظلہ	۱۳۶۹ھ سے شعبان ۱۳۷۲ھ تک۔
۱۱	مولانا عبد الرؤف صاحب	شوال ۱۳۷۲ھ سے صفر ۱۳۷۴ھ تک۔
۱۲	مولانا شریف حسن دیوبندیؒ	ربیع الاول ۱۳۷۴ھ سے شوال ۱۳۷۶ھ تک۔
۱۳	مولانا عبد الحلیم صدیقی	۱۳۷۶ھ میں۔
۱۴	مولانا شریف حسن صاحبؒ	دوبارہ ۱۳۷۶ھ سے شوال ۱۳۸۲ھ تک۔
۱۵	مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی مدظلہ	۲۱ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ سے شوال ۱۳۹۴ھ تک۔

حضرات مدرسین وخاص ملازمین جامعہ

	آمد	رفت
مولانا عبد الجبار صاحب پشاوری مدرس اول عربی	۱۳۲۲ھ میں موجود تھے	۱۳۲۵ھ تک نام ملتا ہے
مولانا محمد یوسف صاحب مدرس دوم (فارسی و عربی)	"	۱۳۲۴ھ
مولانا یوسف بسم اللہ صاحب ڈابھیلی مدرس سوم (اردو و فارسی)	"	شوال ۱۳۲۴ھ
مولانا ابراہیم موٹا صاحب ڈابھیلی مدرس چہارم (اردو دینیات)	"	جمادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ
قاری محمود الحسن مونگیری (مدرس قرأت)	"	۱۳۳۵ھ
مولانا محمد میر صاحب (مدرس بنات)	"	صفر ۱۳۲۶ھ
جناب موسیٰ یوسف نانا صاحب سملکی (مدرس بنات)	"	۱۳۳۲ھ
حافظ رحیم اللہ صاحب ڈابھیلی (مدرس حفظ)	"	صفر ۱۳۳۷ھ
حافظ عبد الحق بسم اللہ صاحب ڈابھیلی (مدرس حفظ)	"	۱۳۴۳ھ میں ناظم کتب خانہ ہوگئے ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ میں وفات ہوئی

حافظ موسیٰ یوسف نانا صاحب سنکلی (مدرس ناظرہ)	۱۳۱۵ھ سے موجود تھے	شوال ۱۳۴۲ھ
حافظ محمد حسن سلو صاحب ڈابھیلی	〃	رجب ۱۳۵۱ھ
ماسٹر گلاب بھائی ڈیسائی ہیڈ ماسٹر ولیسرا والا۔ (مدرس گجراتی)	〃	۱۳۴۶ھ
منشی صالح جی حافظ آدم صاحب ڈابھیلی (مدرس اردو و گجراتی)	〃	ربیع الآخر ۱۳۴۹ھ
منشی حسین محمد صاحب کاچھوی	〃	۱۳۵۰ھ
منشی نجم الدین فخر الدین ادن والا	〃	ربیع الاول ۱۳۴۹ھ
مولانا احمد بزرگ صاحب مہتمم جامعہ	شعبان ۱۳۳۹ھ	ربیع الاول ۱۳۵۸ھ سے رنگون میں
ابراہیم محمد حافظ جی ناظم تعلیم	۱۳۴۶ھ	ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ
ابراہیم کنلیتوری چپراسی	〃	۱۳۷۲ھ میں انتقال ہوا
قاری محمد یامین صاحب (مدرس قراءت)	〃	۱۳۵۲ھ
حافظ محمد حسین صاحب (مدرس بنات)	〃	رجب ۱۳۵۲ھ

علامہ انور شاہ کشمیری صدر مدرس	۱۵ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ	شعبان ۱۳۵۱ھ[1] ۵ سال
علامہ شبیر احمد عثمانی مدرس حدیث	〃	۱۳۵۸ھ میں استعفا دو تین سال تقریبًا ۱۲ سال
مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی	۱۰ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ	۱۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۷ھ کو وفات ہوئی۔
مولانا سراج احمد رشیدی صاحب مدرس حدیث	۱۵ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ	ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ میں انتقال ہوا ۱۱ سال

---

[1] ۱۳۵۱ھ تک برابر رہے، ۱۳۵۲ھ میں ایک ماہ کیلئے آئے پھر دوبارہ ماہ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ میں تشریف لائے۔

	آمد	رفت
مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی مدرس عربی	۹ ذی الحجہ ۴۶ھ	ذی الحجہ ۴۹ھ ۳ سال
مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی 〃	〃	۴۹ھ تک
مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی 〃	〃	ذیقعدہ ۶۲ھ ۱۶ سال
مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی 〃	〃	شعبان ۴۸ھ
مولانا محمد یحییٰ صاحب 〃	〃	۱۳۵۱ھ
مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی 〃	〃	۴۹ھ تک ذکر ملتا ہے۔
حافظ عبد الکریم صاحب (مدرس قرآن شریف)	شوال ۴۷ھ	۴۹ھ
حافظ محمد رشید صاحب (مدرس بنات)	〃	صفر ۸۱ھ میں انتقال ہوا
حافظ ہاشم نسیم اللہ صاحب 〃	شوال ۵۲ھ	۵۳ھ
مولانا اسماعیل محمد صاحب کاجھری (مدرس اردو)	ذیقعدہ ۴۸ھ	۵۷ھ
جناب عبد الحی ہاشم مولیا صاحب ڈابھیلی (ناظم مطبخ)	۴۸ھ	شعبان ۵۸ھ
مولوی ابراہیم کڑیہ (مدرس اردو)	۴۹ھ	رجب ۵۲ھ
مولانا عبد العزیز صاحب کیمل پوری (مدرس عربی)	۵۰ھ	۶۳ھ
مولانا غلام قان صاحب 〃	〃	شعبان ۶۰ھ
مولانا حبیب اللہ صاحب (مدرس فارسی)	〃	شوال ۶۱ھ
مولانا محمد اسمٰعیل بابا ڈابھیلی صاحب (صوفی) (مدرس اردو و بعدہٗ فارسی و عربی)	〃	۸۱ھ
حافظ ابراہیم ترابجری صاحب (مدرس قرآن شریف)	〃	شوال ۶۵ھ
حافظ سلیمان سکوڑا ڈابھیلی صاحب 〃	〃	۶۵ھ
مولانا عبد القدیر صاحب کیمل پوری (مدرس عربی)	ذی الحجہ ۵۱ھ	شوال ۵۵ھ
حافظ اسماعیل راجہ صاحب (مدرس قرآن شریف)	۵۱ھ	شوال ۶۳ھ

	آمد	رفت
جناب عبد الشافی صاحب ولد مولانا احمد حسن بھاگلپوری (ناظم کتب خانہ بعدہٗ مدرس اردو)	سنہ ۵۲ھ	سنہ ۵۵ھ
مولانا محمد ناظم صاحب ندوی (مدرس ادب عربی)	شوال 〃	〃
مولانا عبد الرحمٰن صاحب امروہی (مدرس حدیث)	〃 〃	ربیع الآخر سنہ ۶۲ھ
مولانا محمد یوسف صاحب بنوری (مدرس عربی)	〃 سنہ ۵۳ھ	شعبان سنہ ۶۱ھ (سنہ ۵۶ھ، ۵۷ھ میں مصر میں مقیم رہے تھے)
مولوی محمد حبیب الرحمٰن صاحب (مدرس فارسی)	〃 〃	رمضان سنہ ۵۵ھ
مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ (مفتی مدرسہ)	ذیقعدہ سنہ ۵۶ھ	شوال سنہ ۷۷ھ میں انتقال ہوا
حافظ اسماعیل کالنگ (مدرس قرآن شریف)	سنہ ۳۳ھ سے تذکرہ ہے	جمادی الاولیٰ سنہ ۶۷ھ
مولانا عزیز احمد صاحب (مدرس عربی)	شوال سنہ ۵۵ھ	ربیع الآخر سنہ ۶۱ھ
مولانا احمد یحییٰ صاحب (مدرس فارسی)	〃 〃	سنہ ۶۵ھ
جناب اسماعیل پٹیل صاحب (ناظم مطبخ)	رمضان 〃	شعبان سنہ ۵۶ھ
جناب ابراہیم پٹیل صاحب 〃	ذیقعدہ سنہ ۵۶ھ	رمضان سنہ ۵۸ھ
قاری انوار الحق صاحب (مدرس تجوید)	〃 سنہ ۵۸ھ	ربیع الاول سنہ ۶۳ھ
مولانا محمد نور صاحب (مدرس عربی)	محرم 〃	〃 سنہ ۶۳ھ
مولانا محمد نانا صاحب 〃	سنہ ۵۸ھ سے ذکر ہے	ذیقعدہ سنہ ۶۱ھ
مولانا ہاشم گورا صاحب 〃	ذی الحجہ سنہ ۵۹ھ	شعبان سنہ ۶۳ھ
مولوی یوسف پٹیل 〃	شوال سنہ ۶۱ھ	سنہ ۶۱ھ
مولانا عبد الجبار صاحب 〃	〃 〃	سنہ ۶۵ھ
مولوی عبد القادر صاحب (مدرس اردو و فارسی)	ماہ جمادی الاخریٰ سنہ ۶۲ھ	〃
حافظ محمد سورتی صاحب (مدرس قرآن شریف)	ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۶۱ھ	شوال سنہ ۶۳ھ
مولانا عبد المنان صاحب مدرس عربی	صفر سنہ ۶۲ھ	شعبان سنہ ۶۳ھ

	آمد	رفت
مولانا عبد الرحمن صاحب (مدرس عربی)	صفر سنہ ۶۲ھ	صفر سنہ ۶۳ھ
مولانا محمد یحییٰ صاحب 〃	ربیع الاول 〃	سنہ ۶۲ھ کے بعد نام مذکور نہیں
مولانا ظہور احمد صاحب 〃	〃 〃	〃
مولانا ادریس صاحب 〃	〃 〃	شعبان سنہ ۶۲ھ
مولانا ابراہیم صاحب (علامہ بلیاوی) (مدرس حدیث)	ربیع الآخر 〃	ذیقعدہ 〃
مولانا علی احمد صاحب (مدرس عربی)	صفر سنہ ۶۳ھ	شعبان سنہ ۶۳ھ
مولانا محمود حسن صاحب 〃	〃 〃	سنہ ۶۳ھ
مولانا احمد نور صاحب 〃	ربیع الاول 〃	〃
مولانا عبد الجبار صاحب اعظمی 〃 (پہلی مرتبہ)	شوال 〃	سنہ ۶۵ھ
مولانا اسماعیل کاسوجی صاحب 〃	〃 〃	شعبان سنہ ۶۱ھ
مولانا محمد احمد چیپلی صاحب 〃	〃 〃	سنہ ۶۲ھ
مولانا محمد مسلم صاحب 〃	〃 〃	〃
مولانا احمد گل صاحب 〃	ذی الحجہ 〃	〃
مولانا عبد الحی بسم اللہ صاحب (مدرس اردو وچھوٹی فارسی و دینی)	〃 〃	شوال سنہ ۶۳ھ
مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (مدرس حدیث)	ربیع الاول سنہ ۶۳ھ	شعبان سنہ ۶۳ھ
مولانا شمس الحق صاحب افغانی 〃	〃 〃	〃 سنہ ۶۶ھ
مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی 〃	جمادی الاخری سنہ ۶۳ھ	〃 سنہ ۶۳ھ
مولانا سید انوار الحق صاحب (مدرس عربی)	ربیع الاول 〃	〃 سنہ ۶۶ھ
مولانا عبید اللہ صاحب 〃	شوال 〃	رمضان سنہ ۶۵ھ
مولوی احمد داؤد صاحب (مدرس اردو)	ذیقعدہ 〃	سنہ ۶۵ھ
مولانا شمس الدین صاحب (مدرس عربی)	صفر سنہ ۶۵ھ	سنہ ۶۶ھ
مولانا منتخب الحق صاحب 〃	ربیع الاول 〃	سنہ ۶۵ھ

رفت	آمد	
شعبان سنہ ۶۶ھ	ذی الحجہ سنہ ۶۵ھ	مولانا عبدالقدیر صاحب (مدرس عربی)
〃 〃	〃 〃	مولانا عبدالعزیز صاحب 〃
رمضان سنہ ۶۷ھ	〃 〃	مولانا محمد مالک صاحب 〃
سنہ ۶۶ھ	صفر سنہ ۶۵ھ	مولانا عبدالحی گجرو صاحب (مدرس اردو)
شعبان سنہ ۶۷ھ	ذیقعدہ 〃	مولانا عبدالحی گجروا صاحب 〃
〃 سنہ ۶۷ھ	شوال 〃	قاری بندے الٰہی صاحب (مدرس تجوید)
〃 سنہ ۶۶ھ	سنہ ۶۴ھ میں ذکر ہے	قاری محمد حسن صاحب 〃
〃 〃	〃	حافظ اسماعیل مرکی صاحب (مدرس قرآن شریف)
〃 〃	〃	حافظ عبدالغنی صاحب 〃
〃 〃	〃	حافظ محمود پیراو. لاعارضی 〃
رجب 〃	ربیع الاول سنہ ۶۶ھ	مولوی قاسم حسین صاحب (مدرس اردو)
محرم سنہ ۶۸ھ	شوال 〃	مولوی ابراہیم چغتائی صاحب (مدرس فارسی)
جمادی الاولیٰ سنہ ۶۷ھ	〃 〃	حافظ ابراہیم رحیم اللہ صاحب (مدرس قرآن شریف)
ربیع الاول سنہ ۶۸ھ	ذیقعدہ 〃	مولوی احمد علی صاحب (مدرس فارسی)
سنہ ۶۷ھ	〃 〃	قاری محمد فرحت صاحب (مدرس تجوید)
رمضان سنہ ۶۷ھ	〃 〃	حافظ ابراہیم نالہ صاحب (مدرس قرآن)
سنہ ۶۸ھ	〃 〃	مولوی احمد سعید صاحب بیرا (مدرس اردو)
شوال سنہ ۶۹ھ	دوبارہ ربیع الآخر سنہ ۶۷ھ	مولانا محمد یوسف صاحب بنوری (صدر مدرس)
رمضان سنہ ۶۹ھ	ربیع الاول سنہ ۶۶ھ	مولانا فضل الرحمٰن صاحب (مدرس عربی)
سنہ ۷۱ھ	〃 〃	مولانا محمد حسن صاحب (مدرس عربی) تبلیغ بھی کرتے تھے
رمضان سنہ ۶۸ھ	شوال سنہ ۶۶ھ	مولانا اسلام الحق صاحب (مدرس عربی)
〃 〃	〃 〃	مولانا قاضی اظہر صاحب

	آمد	رفت
مولوی محمد راوت صاحب (مدرس اردو)	ذیقعدہ سنہ ۲۷ھ	سنہ ۲۹ھ
حافظ عبدالحی بسم اللہ صاحب (مدرس قرآن)	جمادی الاولیٰ "	ذیقعدہ سنہ ۲۹ھ
حافظ غلام محمد ناخدا صاحب "	جمادی الاخریٰ "	شعبان سنہ ۲۷ھ
حافظ عبدالرحمان صاحب "	شوال "	رمضان سنہ ۲۷ھ
حافظ عبدالحی صاحب اکرتیا "	" "	سنہ ۲۸ھ
مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی (مدرس عربی) (دوسری مرتبہ)	ربیع الاول سنہ ۲۹ھ	رمضان سنہ ۳۷ھ
مولانا عبدالرؤف صاحب "	شوال "	صفر سنہ ۳۷ھ
قاری حفیظ احمد صاحب (مدرس تجوید)	صفر سنہ ۲۲ھ	رمضان سنہ ۲۱ھ
مولانا عبدالقدوس صاحب رومی (مدرس عربی)	ربیع الاول "	" "
حافظ محمد سعید مولا (مدرس قرآن شریف)	صفر "	سنہ ۲۷ھ
مولانا فضل الرحمٰن صاحب (مدرس عربی)	شوال "	رمضان سنہ ۳۷ھ
جناب احمد محمد راوت (مدرس قرآن شریف	ذیقعدہ "	سنہ ۱۷ھ
مولانا محمد پانڈور صاحب (مدرس عربی)	سنہ ۲۹ھ میں پہلی بار ذکر ہے	رمضان سنہ ۲۷ھ
مولانا اسماعیل محمود بسم اللہ صاحب (ناظم کتب خانہ) (پھر مدرس فارسی)	شوال سنہ ۱۹ھ	رمضان سنہ ۲۲ھ پھر سنہ ۲۷ھ دوبارہ سنہ ۴۸ھ تک۔
قاری عبدالسلام صاحب (مدرس تجوید)	صفر سنہ ۲۷ھ	رمضان سنہ ۲۷ھ
مولانا ابراہیم چنامن صاحب (مدرس فارسی)	جمادی الاولیٰ سنہ ۲۷ھ	صفر سنہ ۳۷ھ
حافظ ہاشم تاجری صاحب (مدرس قرآن شریف)	شوال سنہ ۲۷ھ	ذی الحجہ سنہ ۳۷ھ
مولانا محمد حنیف صاحب ملک پوری (ناظم کتب خانہ) (پھر مدرس فارسی)	ذیقعدہ سنہ ۲۷ھ	ذیقعدہ سنہ ۵۷ھ
قاری عبدالرشید صاحب (مدرس تجوید)	ذی الحجہ سنہ ۲۷ھ	سنہ ۱۷ھ
حافظ ابراہیم راوت مدرس قرآن شریف)	سنہ ۱۷ھ	سنہ ۱۷ھ

	آمد	رفت
مولانا آدم پالنپوری صاحب (مدرس عربی)	سنہ [illegible] جیسا پہلی بار ذکر ہے	صفر سنہ ۷۲ھ
مولانا ابراہیم کبھیری صاحب (مدرس اردو)	〃 〃	ذی الحجہ سنہ ۷۲ھ
مولانا خلیل حسین صاحب (مدرس عربی)	ربیع الآخر سنہ ۷۲ھ	رمضان سنہ ۷۳ھ
مولانا احمد بیمات صاحب 〃	شوال سنہ ۷۲ھ	رمضان سنہ ۸۲ھ
مولانا محمود سالیجا صاحب (مدرس فارسی)	〃 〃	ذی الحجہ سنہ ۷۹ھ
مولانا یوسف سفلا صاحب (مدرس اردو)	〃 〃	سنہ ۷۲ھ
مولانا یوسف پیپراوالا صاحب (مدرس قرآن)	〃 〃	سنہ ۷۶ھ
مولوی اسماعیل اسحاق جی (مدرس اردو)	سنہ ۷۳ھ	شعبان سنہ ۷۲ھ
مولانا محمد تقی صاحب مہتمم جامعہ	محرم سنہ ۷۳ھ	〃 سنہ ۷۳ھ
مولانا شریف حسن صاحب (مدرس حدیث)	ربیع الاول 〃	شوال 〃
مولانا محمود الحسن صاحب (مدرس عربی)	〃 〃	〃 〃
قاری عبدالجلیل صاحب (مدرس تجوید)	〃 〃	جمادی الاخریٰ سنہ ۷۲ھ
مولانا عبداللہ صاحب (مدرس اردو)	ربیع الآخر سنہ ۷۳ھ	〃 〃
〃 (پھر دوبارہ)	شوال سنہ ۸۱ھ	شعبان سنہ ۸۵ھ
مولانا عبدالغفور صاحب (ریٹھان) (مدرس عربی)	〃 سنہ ۷۳ھ	رمضان سنہ ۸۳ھ
قاری احمد نورگت صاحب (مدرس تجوید)	〃 〃	سنہ ۷۶ھ
مولانا خیر الرحمٰن صاحب (مدرس عربی)	صفر سنہ ۷۳ھ	شوال سنہ ۸۳ھ
مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری صدر مہتمم جامعہ	جمادی الاولیٰ سنہ ۷۳ھ	شعبان سنہ ۷۳ھ
مولانا عبدالحق بسم اللہ صاحب مدرس عربی	جمادی الاخریٰ 〃	سنہ ۷۹ھ
مولانا احمد باپڈور صاحب مدرس اردو	ذی الحجہ سنہ ۷۳ھ	سنہ ۸۰ھ
حافظ ابراہیم بھڑیا صاحب مدرس قرآن مع حفظ	〃 〃	تاحال
قاری سعید الحق صاحب مدرس قراءت	ذیقعدہ سنہ ۷۵ھ	شعبان سنہ ۷۹ھ

	آمد	رفت
مولانا عبدالحلیم صدیقی صاحب (مدرس حدیث)	ذی الحجہ سنہ ۷۵ھ	سنہ ۷۶ھ
مولوی عبدالرحیم حیات صاحب (مدرس فارسی)	〃 〃	〃
حافظ سلیمان ستارا صاحب (مدرس قرآن شریف)	〃 〃	رمضان سنہ ۸۰ھ
مولانا عبدالحی حکیم سلیمان کٹلیتوی (مدرس فارسی)	۷۶ھ میں پہلی بار ذکر ہے	ذیقعدہ سنہ ۷۷ھ
مولانا شوکت علی صاحب (کوکنی) مدرس عربی	شوال سنہ ۷۶ھ	ذی الحجہ سنہ ۸۰ھ
قاری رمضان صاحب سیوانی (مدرس تجوید)	ذیقعدہ سنہ ۸۰ھ	شعبان سنہ ۸۲ھ
مولانا قمرالدین صاحب بڑودوی (مدرس قرآن مع عربی)	〃 〃	شوال سنہ ۸۲ھ
حافظ ابراہیم بسم اللہ صاحب (مدرس قرآن شریف)	سنہ ۸۰ھ	جمادی الاخری سنہ ۹۲ھ
مولانا رشید اسماعیل کیات صاحب 〃	〃	ترقی کرتے ہوئے فی الحال عربی کے مدرس ہیں۔
مولانا یعقوب اسماعیل صاحب (کاوی) (مدرس فارسی)	〃	شعبان سنہ ۸۴ھ
مولانا مصلح الدین صاحب بڑودوی (مدرس عربی)	شوال سنہ ۸۱ھ	〃 سنہ ۸۴ھ
جناب محمد حبیب عبدالقادر صاحب اکاؤنٹنٹ	جمادی الثانی سنہ ۸۸ھ	سنہ ۱۴۰۳ھ
مولوی خلیل احمد صوفی صاحب (مدرس اردو)	۸۸ھ میں پہلی بار ذکر ہوا	شوال سنہ ۹۳ھ
قاری محمد عباس صاحب (مدرس تجوید)	〃 〃 〃	ذی الحجہ سنہ ۹۳ھ
مولانا ابراہیم صاحب پالنپوری (مدرس عربی)	شوال سنہ ۹۳ھ	رمضان سنہ ۹۴ھ
مولانا ابراہیم صاحب اندوری 〃	〃 〃	صفر سنہ ۸۵ھ
مولانا عبدالغفور نقشبندی صاحب (مدرس فارسی مع ناظم کتب خانہ)	〃 〃	رمضان سنہ ۸۹ھ
حافظ عبدالکافی صاحب (مدرس حفظ)	۸۸ھ سے ذکر ہے	شوال سنہ ۹۳ھ
مولانا محمد قاسم تنتوی صاحب (مدرس فارسی)	شوال سنہ ۹۳ھ	صفر سنہ ۹۷ھ
حافظ محمد سعید موٹا صاحب (مدرس حفظ)	〃 〃	رجب سنہ ۹۴ھ

	آمد	رفت
حافظ اسماعیل محمد بسم اللہ صاحب (مدرس حفظ)	جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ	۱۳۶۲ھ
مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی پیشتی (محدث)	〃 ۱۳۴۸ھ	شوال ۱۳۴۹ھ میں انتقال ہوا۔
مولانا مفتی اسماعیل کوروا صاحب مفتی جامعہ	۱۳۵۰ھ میں کئی بار آکر رہے	۱۳۸۰ھ میں انتقال ہوا۔
مولانا آدم ٹالجپوری (مدرس عربی)	شوال ۱۳۴۹ھ	ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ میں انتقال ہوا۔
مولانا آدم یوسف لونت بانکپوری (مدرس فارسی بعدہٗ عربی)	〃 〃	ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ
قاری حفیظ الرحمٰن صاحب نظمی (مدرس تجوید)	محرم 〃	رمضان 〃
مولانا ابراہیم سنگارودی صاحب (مدرس عربی)	شوال ۱۳۵۵ھ	۱۳۵۸ھ
حافظ محمد ایوب پیشتی صاحب (مدرس حفظ وتجوید)	〃 ۱۳۵۷ھ	ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ
مولانا ابراہیم پیتنی صاحب (مدرس عربی)	〃 ۱۳۵۸ھ	شعبان ۱۳۶۲ھ
مولانا اسماعیل حسین بھوری صاحب (مدرس عربی)	محرم 〃	تا حال
مولانا محمد امین الرشیدی صاحب ژینی (مدرس فارسی)	شوال 〃	۱۳۶۲ھ
مولانا محمد عبد اللہ صاحب پٹاوری ثم لکھنوی (مدرس عربی)	ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ	صفر ۱۳۹۹ھ
مولانا احمد خانپوری صاحب 〃	شوال 〃	تا حال
مولانا ابرار احمد دھلیوری صاحب 〃	〃 〃	شعبان ۱۳۶۱ھ
مولانا عبد العزیز سورتی صاحب (ناظم کتب خانہ)	رمضان 〃	ذیقعدہ ۱۳۶۸ھ
مولانا حیدر رسول صاحب (مدرس اردو وفارسی)	شوال 〃	رمضان ۱۳۶۲ھ
مولانا احمد دیولوی صاحب (مدرس اردو بعدہٗ عربی)	〃 ۱۳۶۱ھ	شعبان ۱۳۶۲ھ
مولانا غلام محمد صاحب نرولوی (مدرس عربی)	صفر ۱۳۶۱ھ	تا حال
مولانا ولی اللہ صاحب ابھوری (مدرس اردو بعدہٗ فارسی)	شوال 〃	رمضان ۱۳۶۳ھ

	آمد	رفت
حافظ ابراہیم صاحب احمد نگری (مدرس حفظ)	جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳۹۱ھ	صفر سنہ ۱۳۹۲ھ میں انتقال ہوا
حافظ موسیٰ صاحب حاجی ملیسری ،،	شوال ،،	جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۹۲ھ
مولانا یوسف صاحب کاوی (مدرس عربی و دارالافتاء)	،، سنہ ۱۳۹۲ھ	تاحال
حافظ موسیٰ صاحب انکلیشوری (مدرس حفظ)	،، ،،	رجب سنہ ۱۳۹۹ھ
مختار احمد ملک صاحب کلرک اور انگریزی کے استاذ	جمادی الاولیٰ ،،	تاحال
قاری محمد علی صاحب سہارنپوری (مدرس تجوید)	ذی الحجہ سنہ ۱۳۹۲ھ	تاحال
حافظ محمد صاحب انکلیشوری (مدرس حفظ)	جمادی الاخریٰ ،،	شعبان سنہ ۱۳۹۸ھ
مولانا شوکت علی صاحب اعظمی (مدرس عربی)	شوال سنہ ۱۳۹۳ھ	،، سنہ ۱۳۹۴ھ
مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری ،،	ربیع الآخر ،،	ذی الحجہ سنہ ۱۳۹۴ھ
مولانا موسیٰ آدم جی بسم اللہ صاحب (مدرس فارسی)	شوال ،،	رجب سنہ ۱۳۹۹ھ
مولانا ابراہیم عمر کاوی صاحب (مدرس اردو و فارسی و عربی)	،، ،،	تاحال
مولانا فضل الرحمٰن اعظمی صاحب (مدرس عربی)	ذی الحجہ سنہ ۱۳۹۳ھ	تاحال
مولانا عبدالاول صاحب سہارنپوری (مدرس فارسی و عربی)	محرم ،،	رجب سنہ ۱۳۹۴ھ
مولانا ابراہیم اٹالوی صاحب (مدرس اردو)	شوال ،،	تاحال
قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری (مدرس تجوید)	،، ،،	تاحال (سنہ ۱۴۰۲ھ میں دیوبند رہے)۔
حافظ عبدالعزیز صاحب عمرواڑی (مدرس حفظ)	ذیقعدہ ،،	شعبان سنہ ۱۳۹۷ھ
مولانا رشید احمد صاحب بزرگ نائب مہتمم جامعہ	رجب سنہ ۱۳۹۳ھ	جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۹۴ھ
(دوبارہ مدرس حفظ و تجوید)	شوال سنہ ۱۳۹۴ھ	تاحال
محمد میاں کاتب صاحب احمد آبادی (معلم کتابت)	محرم ،،	رجب سنہ ۱۳۹۵ھ
حافظ محمد یوسف صاحب پٹیل (سفیر مدرسہ)	صفر سنہ ۱۳۹۶ھ	ذی الحجہ سنہ ۱۳۹۸ھ
حافظ یوسف صاحب	شوال	سنہ ۱۳۹۹ھ

	آمد	رفت
حافظ ابراہیم صاحب بسم اللہ (مدرس حفظ)	محرم سنہ ۹۶ھ	سنہ ۹۸ھ
حافظ عبد المنان صاحب (بہاری) 〃	〃 〃	شعبان سنہ ۹۹ھ
حافظ اسماعیل بھاموری صاحب (مدرس حفظ بھروچی)	شوال سنہ ۹۷ھ	تا حال
حافظ سلیمان چوکسی صاحب 〃 〃	〃 〃	〃
حافظ اسماعیل پانڈور صاحب 〃 بعدہ اردو	〃 سنہ ۹۸ھ	〃
مولوی عثمان غنی پٹیل ترولوی (مدرس اردو بعدہ فارسی)	〃 سنہ ۹۹ھ	〃
حافظ احمد محمد سعید بزرگ صاحب (مدرس حفظ)	〃 〃	〃
حافظ رشید احمد مونا صاحب 〃	〃 〃	〃
حافظ فرید احمد بانا صاحب 〃	〃 سنہ ۱۴۰۰ھ	〃
حافظ شبیر احمد ماکڑا صاحب بھروچی 〃	〃 سنہ ۱۴۰۱ھ	〃
حافظ سلیمان بھتہ صاحب ترولوی 〃	〃 سنہ ۱۴۰۲ھ	〃
حافظ اسماعیل ناتھپوری صاحب 〃	سنہ ۱۴۰۲ھ	سنہ ۱۴۰۳ھ
مولانا واجد حسین صاحب (مدرس حدیث و عربی)	شوال سنہ ۱۴۰۳ھ	تا حال
مولانا موسیٰ بھگوری صاحب (مدرس فارسی)	〃 〃	〃
مولانا عباس داؤد بسم اللہ صاحب (دار الافتاء)	〃 〃	〃
قاری محمد حنیف ترولوی صاحب (مدرس تجوید)	〃 〃	〃
قاری اسماعیل حالا صاحب 〃	〃 〃	سنہ ۱۴۰۳ھ
قاری عبد الرحمٰن بزرگ صاحب 〃	〃 〃	〃
مولانا اکرام علی صاحب بھاگلپوری (شیخ الحدیث)	ذی الحجہ سنہ ۱۴۰۳ھ	تا حال

فضلاء ــــ قراء ــــ حفاظ

ایک نظر میں

سنین	مہتمم	شیخ الحدیث	کل طلبہ	فضلاء	قراء	حفاظ قرآن
۱۳۴۵ھ	رجب ۱۳۴۳ھ سے ربیع الاول ۱۳۶۱ھ تک مولانا احمد بزرگ صاحبؒ	۱۳۴۶ھ سے ۱۳۵۱ھ تک علامہ انور شاہ کشمیریؒ	۳۰۵		تجوید کی تعلیم کا نظم تھا لیکن قراء کی تعداد ضبط نہیں کی گئی۔	
۱۳۴۶ھ			۲۴۴			
۱۳۴۷ھ			۳۱۳	۵۹		
۱۳۴۸ھ			۳۰۲	۴۳		
۱۳۴۹ھ			۳۷۱	۵۳		
۱۳۵۰ھ			۳۹۱	۳۲		
۱۳۵۱ھ			۴۲۰	۳۶		
۱۳۵۲ھ		۱۳۵۲ھ سے ۱۳۵۸ھ تک مسلسل[1] مولانا شبیر احمد عثمانیؒ	۳۴۳	۳۲		
۱۳۵۳ھ			۴۳۲	۳۸		۱۳۵۳ھ سے لیکر ۱۳۵۹ھ تک کل حفاظ ۲۹۵ ہر دو از ۱۳۵۹ھ تک
۱۳۵۴ھ			۴۷۰	۳۶		
۱۳۵۵ھ			۵۹۱	۴۲		
۱۳۵۶ھ			۵۰۵	۵۱		
۱۳۵۷ھ			۴۲۹	۸۴		
۱۳۵۸ھ			۴۲۵	۵۱		
۱۳۵۹ھ			۴۶۰	۴۹		

[1] مولانا عثمانیؒ ۱۳۵۹ھ میں ایک ماہ کیلئے تشریف لائے تھے اور بخاری پڑھائی تھی۔

سنین	مہتمم	شیخ الحدیث	کل طلبہ	فضلاء	قراء	قراءت سبعہ وعشرہ	حفاظ قرآن
۱۳۶۰ھ		۱۳۶۰ھ سے ربیع الاول ۱۳۶۲ھ تک مولانا عبد الرحمن امروہی	۴۱۳	۴۰			
۱۳۶۱ھ			۳۶۷	۳۳			
۱۳۶۲ھ	ربیع الاول ۱۳۶۲ھ سے ۱۳۷۷ھ تک مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ ۔ سکریٹری عبد الحق؛ سرپرست مولانا، مولانا فقی، مولانا محمد ایکھلویا		۴۱۴	۷۲			
۱۳۶۳ھ		ربیع الاول ۱۳۶۲ھ سے مولانا عثمانی، مفتی شفیع، مولانا ظفر تھانوی، مولانا شمس الحق افغانی۔	۳۲۳	۵۱			
۱۳۶۴ھ			۳۰۷	۴۱			
۱۳۶۵ھ			۳۷۳	۴۸			
۱۳۶۶ھ			۳۲۴	۲۵			
۱۳۶۷ھ		ربیع الآخر سے مولانا یوسف بنوری شعبان ۱۳۶۹ھ تک۔	۲۳۲	۱۴			
۱۳۶۸ھ			۲۵۱	۲۳			
۱۳۶۹ھ			۲۸۰	۱۹			
۱۳۷۰ھ		۱۳۷۰ھ سے مولانا عبد الجبار اعظمی شعبان ۱۳۷۲ھ تک	۲۴۷	۱۰			
۱۳۷۱ھ			۲۵۶	۱۴			
۱۳۷۲ھ			۲۴۳	۱۲			
۱۳۷۳ھ		۱۳۷۳ھ شعبان ۱۳۷۴ھ میں مولانا عبد الرؤف صاحب پھر ربیع الاول ۱۳۷۴ھ سے مولانا شریف حسن دیوبندی رہے ۱۳۷۷ھ تک زیادہ ۱۳۷۷ھ اور ۱۳۷۸ھ میں مولانا عبد الحلیم صاحب۔	۱۴۱	۵			
۱۳۷۴ھ			۱۸۱	۲			
۱۳۷۵ھ			۲۲۹	۵			
۱۳۷۶ھ			۱۵۷	۳			
۱۳۷۷ھ	ربیع الآخر ۱۳۷۷ھ سے مولانا عبد الحق بسم اللہ		۱۵۲	۴			
۱۳۷۸ھ		۱۳۷۸ھ میں پھر مولانا شریف حسن صاحب شیخ الحدیث ہو گئے شوال ۱۳۸۰ھ تک۔	۱۲۵	۲			
۱۳۷۹ھ			۲۷۵	۸			
۱۳۸۰ھ			۲۵۰	۱۰			

سنین	مہتمم	شیخ الحدیث	کل طلبہ	فضلاء	قراء	قراءت سبعہ عشرہ	حفاظ قرآن
۱۳۸۱ھ	رجب ۱۳۸۱ھ سے مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ العالی۔	۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ سے مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی شیخ الحدیث ہوئے شعبان ۱۴۰۱ھ تک۔	۲۹۳	۵		۱۸ طلبہ کو قراءت سبعہ کی سند دی گئی بعض کو عشرہ کی بھی۔	۷
۱۳۸۲ھ			۳۰۶	۸	۷		۳۰
۱۳۸۳ھ			۳۴۵	۲	۱۰		۱۸
۱۳۸۴ھ			۳۷۳	۵	۱۰		۱۰
۱۳۸۵ھ			۳۵۹	۱۲	۱۰		۲۲
۱۳۸۶ھ			۳۷۹	۱۲	۱۷		۲۱
۱۳۸۷ھ			۳۷۳	۱۰	۱۸		۲۳
۱۳۸۸ھ			۳۳۳	۱۵	۲		۲۵
۱۳۸۹ھ			۳۸۹	۱۵	۱۱		۲۰
۱۳۹۰ھ			۵۰۲	۱۸	۱۱		۲۳
۱۳۹۱ھ			۵۳۳	۱۲	۱۴		۱۸
۱۳۹۲ھ			۵۳۳	۱۷	۱۱		۲۰
۱۳۹۳ھ			۴۹۵	۲۸	۸		۳۱
۱۳۹۴ھ			۳۵۹	۱۵			۲۳
۱۳۹۵ھ			۳۰۸	۱۲			۲۱
۱۳۹۶ھ			۴۵۲	۱۵	۱		۲۵
۱۳۹۷ھ			۴۳۵	۹	۲		۳۲
۱۳۹۸ھ			۴۵۹	۵	۳		۳۰
۱۳۹۹ھ			۴۳۱	۲۱	۷		۲۹
۱۴۰۰ھ			۴۴۴	۱۰	۵		۲۰
۱۴۰۱ھ			۴۷۰	۲۱	۹		۱۹

سنین	مہتمم	شیخ الحدیث	کل طلبہ	فضلاء	قراء	قراءت سبعہ / عشرہ	حفاظ قرآن
۱۴۰۲ھ	حضرت مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ العالی	حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی	۳۷۶	۲۵	۷		۱۵
۱۴۰۳ھ				۱۷			۲۸
۱۴۰۴ھ			۵۱۱	۲۳	۸	۸	۲۸

فہرست فضلاء جامعہ

فضلاء سنہ ۱۳۴۷ھ

۱	مولوی محمد یوسف جلال آبادی (بنوری)	۱۲	مولوی بشیر احمد سنبھلی
۲	″ عبد اللہ بخاری	۱۳	″ بدر الحسن بلیاوی
۳	″ بشیر الدین اعظم گڈھی	۱۴	″ محمد ضیاء اللہ گجراتی
۴	″ احمد حلیم باجوڑی	۱۵	″ سلیم الحق بہاری
۵	″ حمید الدین فیض آبادی	۱۶	″ محبوب الٰہی منگلوری
۶	″ محمد یوسف پشاوری	۱۷	″ عبد الغفور مدراسی
۷	″ ابراہیم داؤد سنجالی	۱۸	″ عبد الحق ہزاروی
۸	″ محمد محسن بھنوری	۱۹	″ غلام رسول نگینوی
۹	″ صدیق احمد دھاکوی	۲۰	″ برہان الدین اسکی
۱۰	″ اسماعیل حاجی یوسف گاندھی ڈابھیل	۲۱	″ عقیل اللہ کھاروی
۱۱	″ محمد موسیٰ جمیل کفلیتوی	۲۲	″ ابوالظفر چاٹگامی

۲۳	مولوی عبدالمالک بہاری
۲۴	" محمد ابراہیم ہوشیارپوری
۲۵	" خورشید عالم سندی
۲۶	" عبدالغنی پشاوری
۲۷	" عبدالوہاب سندی
۲۸	" محمد منصور الحق نواکھالی
۲۹	" محبوب شاہ کشمیری
۳۰	" عبدالعلیم چاٹگامی
۳۱	" محمد موسیٰ کاندھلوی
۳۲	" سیف اللہ عبداللہ سورتی
۳۳	" امان اللہ پشاوری
۳۴	" عبدالسلام خان نجیب آبادی
۳۵	" محمد شفیع سیالکوٹی
۳۶	" محمد عابد علی کملائی
۳۷	" محمد علی مدراسی
۳۸	" بشیرالدین بجنوری
۳۹	" عبدالحی لاجپوری
۴۰	" محمد ابراہیم کالا کھلوایا ڈابھیلی
۴۱	" محمد امین اللہ نواکھالی
۴۲	" عبدالکریم دیوبندی
۴۳	" انتظار الحق بہاری
۴۴	" زکی علی نگینوی
۴۵	" عبدالشکور کاٹھیاواری

۴۶	مولوی عبدالغنی نواکھالی
۴۷	" شہاب الدین بجنوری
۴۸	" رحم الٰہی منگلوری
۴۹	" عزیز اللہ نواکھالی
۵۰	" نجم الحق کملائی
۵۱	" محمد عبداللہ مدراسی
۵۲	" عبدالعزیز رنگونی
۵۳	" شاہد اللہ پشاوری
۵۴	" عبدالواحد ہزاروی
۵۵	" عبدالرشید چشتی
۵۶	" فضل الرحمٰن کابلی
۵۷	" عبدالولی بخاری
۵۸	" عبدالغفور کملائی
۵۹	" صالح احمد چاٹگامی

فضلاء ۱۳۴۸ھ

۶۰	" فضل کریم نواکھالی
۶۱	" صالح چاٹگامی
۶۲	" غلام محمد چترالوی
۶۳	" احمد شاہ ہزاروی
۶۴	" مقصود علی کملائی
۶۵	" عبدالعزیز ٥
۶۶	" علی اصغر عمرپوری

۶۷	مولوی ریاض الدین بگراری
۶۸	″ عبدالمجید (خورشید) لائل پوری
۶۹	″ علی نواز میمن سنگی
۷۰	″ عبدالاول سندھی
۷۱	″ فضل الرحمٰن نواکھالی
۷۲	″ مطیع اللہ ہزاروی
۷۳	″ نعمت اللہ مرشدآبادی
۷۴	″ منصور احمد نواکھالی
۷۵	″ امین اللہ ″
۷۶	″ عبدالحیٔ جونپوری
۷۷	″ محمد اسماعیل لاجپوری
۷۸	″ عبدالمجید نابینا لائل پوری
۷۹	″ محمد قلندر شاہ پشاوری
۸۰	″ مطلب الدین میمن سنگی
۸۱	″ عبدالصمد کرنالی
۸۲	″ حامد حسن دیوبندی
۸۳	″ علاؤالدین جودھپوری
۸۴	″ علی اعظم تنپوری
۸۵	″ آفتاب الدین ڈھاکوی
۸۶	″ محمد یوسف شرقی منگلوری
۸۷	″ زین العابدین دیناجپوری
۸۸	″ عبدالرشید بجنوری
۸۹	″ محمود چاٹگامی

۹۰	مولوی عبدالکریم میمن سنگی
۹۱	″ عبدالرب بریسالی
۹۲	″ سراج الدین بھاڑی
۹۳	″ عبدالقادر افریقی
۹۴	″ عبدالحق بنارسی
۹۵	″ مقبول احمد بریسالی
۹۶	″ رئیس الدین میمن سنگی
۹۷	″ دلیل الدین بریسالی
۹۸	″ محمد سعید لاجپوری
۹۹	″ انجب الدین میمن سنگی
۱۰۰	″ احمد ابراہیم کھلوڑی
۱۰۱	″ عبدالحق میمن سنگی
۱۰۲	″ عبدالعلی ″

فضلاء سنہ ۱۳۴۹ھ

۱۰۳	″ عبدالقدیر کامل پوری
۱۰۴	″ احمد الرحمٰن چاٹگامی
۱۰۵	″ عبدالوہاب جے پوری
۱۰۶	″ ولی اللہ ڈھاکوی
۱۰۷	″ محمد ہاشم کٹاری
۱۰۸	″ عبدالرحیم چینی
۱۰۹	″ محمد ابراہیم کھلوڑی خورد
۱۱۰	″ ناصر جلیل سیوہاروی

۱۱۱	مولوی عبید اللہ نواکھالی	۱۳۴	مولوی امجد علی کرلائی
۱۱۲	" قاضی جیترالوی	۱۳۵	" محمد اطہر سلہٹی
۱۱۳	" ممتاز الکریم نواکھالی	۱۳۶	" محفوظ الحق نواکھالی
۱۱۴	" سلطان احمد منگلوری	۱۳۷	" منیر الزماں چاٹگامی
۱۱۵	" نذیر احمد چاٹگامی	۱۳۸	" حبیب اللہ نواکھالی
۱۱۶	" شیخ محمود کوکنی	۱۳۹	" محمد زبیر خاں علیگڈھی
۱۱۷	" سراج الدین بریسالی	۱۴۰	" سراج الاسلام کرلائی
۱۱۸	" عبد المجید فریدپوری	۱۴۱	" عبد اللطیف جھنگوی
۱۱۹	" عبد الحکیم چاٹگامی	۱۴۲	" عبد الواسع لدھیانوی
۱۲۰	" محمد اسعد اللہ مدراسی	۱۴۳	" سید ابراہیم تیناگیری
۱۲۱	" محمد ابراہیم مرشدآبادی	۱۴۴	" غلام حسین میانوالی
۱۲۲	" اسماعیل نانا سملکی	۱۴۵	" خورشید علی سلہٹی
۱۲۳	" عبد العزیز کاٹھپوری	۱۴۶	" شمس الحق بریسالی
۱۲۴	" عظیم الدین اکیابی	۱۴۷	" ہدایت اللہ مظفرآبادی
۱۲۵	" اشرف علی نواکھالی	۱۴۸	" اختر شاہ بستوی
۱۲۶	" حسن علی اکیابی	۱۴۹	" رشید احمد سیتاپوری
۱۲۷	" عبد الرشید بلخی	۱۵۰	" عبد الرحیم بریسالی
۱۲۸	" عبد الحلیم نواکھالی	۱۵۱	" عثمان غنی کرلائی
۱۲۹	" محمد عثمان بھاری	۱۵۲	" اسماعیل کارا لاجپوری
۱۳۰	" لعل محمد چترالی	۱۵۳	" عبد الحفیظ "
۱۳۱	" محمد عمر یمین سملکی	۱۵۴	" تراب علی چمپارنوی
۱۳۲	" بشیر اللہ اکیابی		
۱۳۳	" مظفر حسین نواکھالی		

فضلاء سنہ ۱۳۵۰ھ

۱۵۵	مولوی محمد نذیر چھپراوی
۱۵۶	،، نور الاسلام ڈھاکوی
۱۵۷	،، عبید اللہ انباوی
۱۵۸	،، زین العابدین اکیابی
۱۵۹	،، عبدالشکور مرشد آبادی
۱۶۰	،، محی الدین احمد نواکھالی
۱۶۱	،، مصلح الدین کمرلائی
۱۶۲	،، عبدالکریم نواکھالی
۱۶۳	،، عبدالواحد کاملپوری
۱۶۴	،، نور الکبیر چاٹگامی
۱۶۵	،، غلام خان کیمبل پوری
۱۶۶	،، شمس الاسلام فرید پوری
۱۶۷	،، شمس الدین میمن سنگھی
۱۶۸	،، ریاض الدین ،،
۱۶۹	،، دوست محمد باتوالی
۱۷۰	،، عبدالرحمن کمرلائی
۱۷۱	،، علی احمد سندیپی
۱۷۲	،، علی اکبر نواکھالی
۱۷۳	،، شفیع احمد بہاری
۱۷۴	،، عبدالجبار نواکھالی
۱۷۵	،، امین اللہ ،،
۱۷۶	مولوی عبدالنور سلہٹی
۱۷۷	،، اسماعیل قاسم ڈابھیلی
۱۷۸	،، محمد حنیف جسری
۱۷۹	،، محمد یعقوب سندھی
۱۸۰	،، عبدالمجید ڈھاکوی
۱۸۱	،، احمد علی میمن سنگھی
۱۸۲	،، عبدالمجید ثانی ،،
۱۸۳	،، عبدالعظیم کھلری
۱۸۴	،، محمد سلیمان اسلام آبادی
۱۸۵	،، محمود حسن ڈھاکوی
۱۸۶	،، محمد حافظ ختنی

فضلاء سنہ ۱۳۵۱ھ

۱۸۷	مولوی محمد خلیل شاہ پوری
۱۸۸	،، غلام احمد سیالکوٹی
۱۸۹	،، میاں گل پشاوری
۱۹۰	،، عبداللہ گجراتی
۱۹۱	،، نذیر شاہ ،،
۱۹۲	،، عبدالحلیم شاہجہاں پوری
۱۹۳	،، نذیر احمد چاٹگامی
۱۹۴	،، محمد یعقوب افغانی
۱۹۵	،، محمد رمضان جلال آبادی
۱۹۶	،، سیف الرحمن گجراتی

۱۹۷	مولوی غلام مصطفیٰ کشمیری
۱۹۸	〃 محمد حق ہزاروی
۱۹۹	〃 نور محمد فیض آبادی
۲۰۰	〃 بہاؤ الدین جلال آبادی
۲۰۱	〃 محمد حسن شاہ بلوچستانی
۲۰۲	〃 محمد حسین کیملپوری
۲۰۳	〃 ولی محمد پالنپوری
۲۰۴	〃 ابو الہاشم چاٹگامی
۲۰۵	〃 مظفر الدین سلہٹی
۲۰۶	〃 عبد العزیز شاہ سرگودھوی
۲۰۷	〃 عبد العزیز سندھی
۲۰۸	〃 عبد الحق 〃
۲۰۹	〃 محمد ہاشم بخاری
۲۱۰	〃 میر حسن پشاوری
۲۱۱	〃 غلام فرید ڈیرہ اسماعیل خان
۲۱۲	〃 محمد حسن اعظمی
۲۱۳	〃 فضل الحق بنوی
۲۱۴	〃 فضل حسین گجراتی
۲۱۵	〃 عبد السلام لاجپوری
۲۱۶	〃 ظہیر احمد چاٹگامی
۲۱۷	〃 عبد السلام ایکابی
۲۱۸	〃 محی الدین احمد میمن سنگی
۲۱۹	〃 نعمت اللہ 〃
۲۲۰	مولوی امیر الدین میمن سنگی
۲۲۱	〃 عبد الرزاق نواکھالی
۲۲۲	〃 محمد فیض چاٹگامی
۲۲۳	〃 عرفان علی سلچری
۲۲۴	〃 علی اکبر نواکھالی
۲۲۵	〃 مظفر حسین مرشد آبادی
۲۲۶	〃 اقامت اللہ کملائی
۲۲۷	〃 موسیٰ ابراہیم نوساری
۲۲۸	〃 عبد الوارث پشاوری
۲۲۹	〃 عبد الرحیم برلیالی
۲۳۰	〃 اکبر شاہ پشاوری
۲۳۱	〃 محمد حنیف ہزاروی
۲۳۲	〃 محمد عیاش بلخی

فضلاء ۱۳۵۳ھ

۲۳۳	مولوی عبد الوحید فتح پوری
۲۳۴	〃 محمد ادریس پشاوری
۲۳۵	〃 دولت خواجہ بخاری
۲۳۶	〃 محمد عبدی بلخی
۲۳۷	〃 معتبر شاہ پشاوری
۲۳۸	〃 سید مسعود علی علیگڈھی
۲۳۹	〃 محمد باز گل پشاوری
۲۴۰	〃 عبد اللطیف ہزاروی

۲۴۱	مولوی کمال الدین بلخی
۲۴۲	″ جمال الدین مالیگانوی
۲۴۳	″ مختار حسین کاملپوری
۲۴۴	″ عبدالحفیظ اعظمی
۲۴۵	″ عبداللہ کراچی
۲۴۶	″ واصل علی سلہٹی
۲۴۷	″ محمد سعید اورنی
۲۴۸	″ قمرالدین ″
۲۴۹	″ علی محمد جان لاہوری
۲۵۰	″ سلامت اللہ چاٹگامی
۲۵۱	″ فضل الرحمن نواکھالی
۲۵۲	″ عبیداللہ پشاوری
۲۵۳	″ اظہرالدین بریسالی
۲۵۴	″ محمد اسماعیل ″
۲۵۵	″ منصور احمد ″
۲۵۶	″ محمد علی کرلائی
۲۵۷	″ اسلام الدین بجنوری
۲۵۸	″ محمد زاہد ڈھاکوی
۲۵۹	″ عبدالستار سلہٹی
۲۶۰	″ مفیض الدین بریسالی
۲۶۱	″ اسماعیل محمود کاپوروی
۲۶۲	″ غلام رسول سمرقندی
۲۶۳	″ محمد یوسف پشاوری

فضلاء سنہ ۱۳۵۳ھ

۲۶۴	مولوی رضی الرحمن دیوبندی
۲۶۵	″ شمس الدین کرنالی
۲۶۶	″ حاجی عباس جاوی
۲۶۷	″ محمد اسماعیل اکلیر اسوری
۲۶۸	″ محمد سلیمان نواکھالی
۲۶۹	″ غلام حسین کشمیری
۲۷۰	″ غلام جیلانی قندھاری
۲۷۱	″ عبیدالرحمن چاٹگامی
۲۷۲	″ غلام محمد کیمل پوری
۲۷۳	″ عبداللہ ترکی
۲۷۴	″ عبدالرحمن ہزاروی
۲۷۵	″ عبداللہ شاہ کشمیری
۲۷۶	″ نذیر احمد بہاولپوری
۲۷۷	″ محمد فاضل ختنی
۲۷۸	″ محمد شریف ہزاروی
۲۷۹	″ عرفان علی کھاڑوی
۲۸۰	″ نور احمد چاٹگامی
۲۸۱	″ شمس الحق میمن سنگھی
۲۸۲	″ اظفر علی ڈھاکوی
۲۸۳	″ محمد رفیق عثمانی ڈابھیلی
۲۸۴	″ ہدایت اللہ ملتانی

۲۸۵	مولوی نور علی بخاری
۲۸۶	〃 حبیب الرحمٰن اعظم گڑھی
۲۸۷	〃 مصباح الدین ڈھاکوی
۲۸۸	〃 سعید اللہ نواکھالی
۲۸۹	〃 مجیب الحق 〃 〃
۲۹۰	〃 عبدالجبار بریسالی
۲۹۱	〃 سعادت حسین نواکھالی
۲۹۲	〃 محمد امین ترکی
۲۹۳	〃 عبدالغنی سیوہاروی
۲۹۴	〃 نذیر احمد چاٹگامی
۲۹۵	〃 تاج الاسلام کمرلائی
۲۹۶	〃 جان محمد ملتانی
۲۹۷	〃 محمد رمضان 〃
۲۹۸	〃 گل محمد پنجابی
۲۹۹	〃 عبدالغفار ملتانی
۳۰۰	〃 مصطفیٰ خان اعظمی
۳۰۱	〃 خلیل احمد کشمیری

فضلاء ۱۳۵۳ھ

۳۰۲	مولوی محمد سعید جہلمی
۳۰۳	〃 بذل الرحمٰن چاٹگامی
۳۳۴	〃 احمد الدین کاملپوری
۳۰۵	〃 جلیل احسن اعظمی
۳۰۶	مولوی منزل الحق بریسالی
۳۰۷	〃 شیخ عبداللہ نومسلم کیمل پوری
۳۰۸	〃 فضل احمد کاملپوری
۳۰۹	〃 عبدالکریم نواکھالی
۳۱۰	〃 علیم الدین میمن سنگھی
۳۱۱	〃 مشرف حسین نواکھالی
۳۱۲	〃 عبدالعلی اعظمی
۳۱۳	〃 محمود صالح باردولی
۳۱۴	〃 علی احمد کمرلائی
۳۱۵	〃 محمد فاروق رنگونی
۳۱۶	〃 ابراہیم سامرودی
۳۱۷	〃 محمد یعقوب بریسالی
۳۱۸	〃 عبدالشان ہزاری
۳۱۹	〃 علی محمد کمرلائی
۳۲۰	〃 غلام سرور بنوی
۳۲۱	〃 محمد یوسف رنگونی
۳۲۲	〃 منور حسین بریسالی
۳۲۳	〃 محمد داؤد پالنپوری
۳۲۴	〃 ضیاء الحق ڈھاکوی
۳۲۵	〃 ظہور الحق بجنوری
۳۲۶	〃 عبدالحی اعظمی
۳۲۷	〃 ممتاز الدین ڈھاکوی
۳۲۸	〃 نور الفتاح پشاوری

۳۲۹	مولوی عبد الحمید کرلائی
۳۳۰	" عبد الجلیل بستوی
۳۳۱	" سید صدر پشاوری
۳۳۲	" عبد اللطیف مظفرپوری
۳۳۳	" عبد الحمید بلوچستانی
۳۳۴	" قدرۃ اللہ بستوی
۳۳۵	" عبد الکریم جہلمی
۳۳۶	" سراج الحق میمن سنگھی
۳۳۷	" سلیمان کاپودرا

فضلاء ۱۳۵۵ھ

۳۳۸	مولوی محمد داؤد رنگونی
۳۳۹	" احمد سعید پشاوری
۳۴۰	" غلام رسول کیمل پوری
۳۴۱	" رمضان سندھی
۳۴۲	" شمس الہدی سلہٹی
۳۴۳	" محمد یٰسین سہارنپوری
۳۴۴	" احسن شاہ کشمیری
۳۴۵	" حمید الرحمن پشاوری
۳۴۶	" عبد الستار ہزاروی
۳۴۷	" محمد ادریس بستوی
۳۴۸	" علی محمد کیمل پوری
۳۴۹	" مولا بخش بہاری
۳۵۰	مولوی عبد اللطیف ہزاروی
۳۵۱	" سخاوت علی بستوی
۳۵۲	" عبد القدوس اعظمی
۳۵۳	" محب اللہ پشاوری
۳۵۴	" محمد ابراہیم تاذیر
۳۵۵	" اسماعیل احمد کفلیتوی
۳۵۶	" خلیل الرحمن ہزاروی
۳۵۷	" محمد امین ترکی
۳۵۸	" غلام ربانی کیمل پوری
۳۵۹	" عبد الحق سلہٹی
۳۶۰	" صفدر احمد اسلام آبادی
۳۶۱	" محمد ادریس نواکھالی
۳۶۲	" محمد طاہر برمی
۳۶۳	" محمد صابر ترکی
۳۶۴	" محمد فضل جہنگوی
۳۶۵	" سعادت اللہ پشاوری
۳۶۶	" عبد الرشید کرلائی
۳۶۷	" عبد الرحیم انبالوی
۳۶۸	" احمد حسین ڈیروی
۳۶۹	" غلام ربانی ہزاروی
۳۷۰	" عبد القدوس بریسالی
۳۷۱	" عبد الغنی ترکی
۳۷۲	" احمد علی آسامی

۳۷۲	مولوی مقبول احمد سلہٹی
۳۷۳	" جابر احمد چاٹگامی
۳۷۵	" عبدالقادر بریسالی
۳۷۶	" عبدالرحمن بہاری
۳۷۷	" محمد عیسیٰ ترکی
۳۷۸	" محمد احمد اکیابی
۳۷۹	" شاہ مردان قل بخاری

فضلاء ۱۳۵۶ھ

۳۸۰	مولوی عبداللہ سندھی
۳۸۱	" عبدالمجید مدراسی
۳۸۲	" شمس الحق بہاری
۳۸۳	" محمد آزاد غزنوی
۳۸۴	" عبدالحئی ارکانی
۳۸۵	" محمد اسماعیل جالندھری
۳۸۶	" خدا بخش ملتانی
۳۸۷	" اللہ بخش ڈیروی
۳۸۸	" علاؤ الدین جالندھری
۳۸۹	" شبیر محمد ہراتی
۳۹۰	" غلام اکبر کیمل پوری
۳۹۱	" محمد رفیق پنجابی
۳۹۲	" محمد صدیق سندھی
۳۹۳	" احمد حسن کیمل پوری
۳۹۴	مولوی عبدالواحد پشاوری
۳۹۵	" احمد حسن چاٹگامی
۳۹۶	" عبدالرحیم سلہٹی
۳۹۷	" نور محمد اکیابی
۳۹۸	" محمد اکبر بخاری
۳۹۹	" حبیب الحق بہاری
۴۰۰	" احمد شاہ بھاپنوری
۴۰۱	" راز محمد قندھاری
۴۰۲	" محمد قاسم ترکی
۴۰۳	" دل محمد ختانی
۴۰۴	" عبدالکریم ہزاری
۴۰۵	" محمد شعیب پشاوری
۴۰۶	" علی احمد چاٹگامی
۴۰۷	" عبدالمنان کرلائی
۴۰۸	" محمد شریف چاٹگامی
۴۰۹	" معین الدین سلہٹی
۴۱۰	" ابوالبشر چاٹگامی
۴۱۱	" صدیق احمد اسلام آبادی
۴۱۲	" حبیب اللہ بلوچستانی
۴۱۳	" محمد حسن ترکی
۴۱۴	" عبدالقدوس پشاوری
۴۱۵	" محمد حسین نوا کھالی
۴۱۶	" عبدالودود اکیابی

۴۱۷ مولوی عبدالرحمٰن صوالی
۴۱۸ ״ سعید الزمان نصیرآبادی
۴۱۹ ״ عبدالرحمٰن سمن سنگی
۴۲۰ ״ عبدالحمید پٹیالوی
۴۲۱ ״ عبدالعزیز جالندھری
۴۲۲ ״ محمد نبی قندھاری
۴۲۳ ״ حبیب الرحمٰن سلجری
۴۲۴ ״ نصیر احمد بجنوری
۴۲۵ ״ عبدالرحمٰن بخاری
۴۲۶ ״ یوسف اسحاق بمبی
۴۲۷ ״ محمد داؤد کوساڑی
۴۲۸ ״ عبدالرزاق کابلی
۴۲۹ ״ ابوالقاسم ترکی
۴۳۰ ״ محمد قاسم بنگالی

فضلاء سنہ ۱۳۵۷ھ

۴۳۱ مولوی فضل محمد لائل پوری
۴۳۲ ״ فتح شاہ کیمل پوری
۴۳۳ ״ عبدالصمد گورداسپوری
۴۳۴ ״ اللہ داد جموی
۴۳۵ ״ عبدالغفار راولپنڈی
۴۳۶ ״ محمد حسن شاہ کیمل پوری
۴۳۷ ״ نورالحق کرلائی
۴۳۸ مولوی محمد زمان میانوی
۴۳۹ ״ محمد اسماعیل لائل پوری
۴۴۰ ״ عبدالرحمٰن گجراتی
۴۴۱ ״ ثناء اللہ گوجرانولی
۴۴۲ ״ عزیز بخش جالندھری
۴۴۳ ״ شہاب الدین ڈھاکوی
۴۴۴ ״ محمد عیسیٰ اعظمی
۴۴۵ ״ محمد اسماعیل جالندھری
۴۴۶ ״ احمد اللہ سیالکوٹی
۴۴۷ ״ فیض احمد چاٹگامی
۴۴۸ ״ شمس الحق بستوی
۴۴۹ ״ غلام رسول لائل پوری
۴۵۰ ״ نور احمد چاٹگامی
۴۵۱ ״ محمد صدیق شیخوپوری
۴۵۲ ״ اسماعیل گورا لوہاری
۴۵۳ ״ صالح محمد بلوچستانی
۴۵۴ ״ غلام محمد شاہ پوری
۴۵۵ ״ اللہ دار ڈیروی
۴۵۶ ״ ہاشم اسماعیل گوریا ڈابھیلی
۴۵۷ ״ نورالدین سورتی
۴۵۸ ״ وجیہ الرحمٰن ہزاروی
۴۵۹ ״ حسین احمد سلہٹی
۴۶۰ ״ سکندر حسین ٹوکھالی

۴۶۱	مولوی محمد ابراہیم سندھی	۴۸۴	مولوی ابو الحسن اکیابی
۴۶۲	" غلام نادر لائل پوری	۴۸۵	" احمد قاسم کاچھوری
۴۶۳	" فضل الرحمٰن سلہٹی	۴۸۶	" عبد الرحیم چاٹگامی
۴۶۴	" محمد صادق پشاوری	۴۸۷	" عبد القادر ملک پوری
۴۶۵	" یوسف محمد کاچھوی	۴۸۸	" احمد دین ملتانی
۴۶۶	" محمد حسین جالندھری	۴۸۹	" ثابت علی ڈھاکوی
۴۶۷	" عبد المالک نوا کھالی	۴۹۰	" محمد ہاشم تراجوی
۴۶۸	" فضل مولا پشاوری	۴۹۱	" محمد ابراہیم لائل پوری
۴۶۹	" محمد شفیع اکیابی	۴۹۲	" سید علیم الدین منگھیری
۴۷۰	" ظہار الحق اکیابی	۴۹۳	" احمد موسیٰ ایشانوی
۴۷۱	" محمد شریف جالندھری	۴۹۴	" عبد الحمید بلوچستانی
۴۷۲	" عبد الحکیم مظفر گڑھی	۴۹۵	" فرید الدین فیض آبادی
۴۷۳	" عبد الرؤف جلال آبادی	۴۹۶	" محمد اسحاق سنجوری
۴۷۴	" عبد الحق سیمل پوری	۴۹۷	" محمد سلیمان مونگھیری
۴۷۵	" ابو القاسم اکیابی	۴۹۸	" عبد الکریم افغانی
۴۷۶	" محمد قاسم بستری	۴۹۹	" شمس الاسلام لائل پوری
۴۷۷	" شریف احمد کیرالوی	۵۰۰	" عزیز الرحمٰن ارکانی
۴۷۸	" اسماعیل ہشتواڑی	۵۰۱	" عبد الرؤف سندھی
۴۷۹	" بشیر احمد سلہٹی	۵۰۲	" محمد عمر ترکی
۴۸۰	" محمد نظر ترکی	۵۰۳	" یوسف اسماعیل تراجوی
۴۸۱	" حشمت شیر نوا کھالی	۵۰۴	" فضل الرحمٰن کمرولی
۴۸۲	" عبد الجبار اعظمی	۵۰۵	" احمد ابراہیم
۴۸۳	" آزاد دولت سلہٹی	۵۰۶	" محمد قربان ترکی

۵۰۷	مولوی سید اکبر بخاری
۵۰۸	〃 موسیٰ احمد تاجری
۵۰۹	〃 احمد موسیٰ انگلیری
۵۱۰	〃 یوسف پانڈور ایپالوی
۵۱۱	〃 نور الحسن بستوی
۵۱۲	〃 حبیب الرحمٰن سلہٹی
۵۱۳	〃 برہان الدین بخاری
۵۱۴	〃 ابراہیم پانولی

فضلاء ۱۳۵۸ھ

۵۱۵	مولوی شیرین خان دیروی
۵۱۶	〃 محمد حسن سہارنپوری
۵۱۷	〃 ضمیر الدین حیدرآبادی
۵۱۸	〃 محمد خلیل ملتانی
۵۱۹	〃 غلام رسول لدھیانوی
۵۲۰	〃 عبدالکریم ملتانی
۵۲۱	〃 محمد گل خان پشاوری
۵۲۲	〃 محمد حسن عراقی
۵۲۳	〃 ایقان الرحمٰن سہسوانی
۵۲۴	〃 سراج الدین بلوچستانی
۵۲۵	〃 غلام سرور ملتانی
۵۲۶	〃 محمد اکبر ہزاری
۵۲۷	〃 عبدالحق سلہٹی

۵۲۸	مولوی عبدالرحمٰن مظفر گڈھی
۵۲۹	〃 غلام محمد لوناواڑی
۵۳۰	〃 عبدالرحمٰن شیخوپوری
۵۳۱	〃 محمد رمضان ملتانی
۵۳۲	〃 ابراہیم احمد ٹنکاری کھلوڑی
۵۳۳	〃 محمد امیر مظفر گڈھی
۵۳۴	〃 نور اللہ بہاولپوری
۵۳۵	〃 سعید احمد چاٹگامی
۵۳۶	〃 عبدالرحمٰن ملتانی
۵۳۷	〃 محمود اللہ ارکانی
۵۳۸	〃 عبدالحی کرنالی
۵۳۹	〃 موسیٰ آدم متواڑوی
۵۴۰	〃 عبدالحق پشاوری
۵۴۱	〃 عبدالرحمٰن ننگری
۵۴۲	〃 محمد عظیم خان ملتانی
۵۴۳	〃 حبیب احمد کیانی
۵۴۴	〃 عبدالرحیم ہوشیارپوری
۵۴۵	〃 منظور علی سلہٹی
۵۴۶	〃 نصیر الدین بخاری
۵۴۷	〃 یوسف احمد عمرواڑی
۵۴۸	〃 عبدالخالق شاہپوری
۵۴۹	〃 عبدالقادر ترکی
۵۵۰	〃 محمد الیاس اعظمی

۵۵۱	مولوی موسیٰ محمد عمرواڑی
۵۵۲	" عبد الشکور شاہ کشمیری
۵۵۳	" عبد الحق گوربندی
۵۵۴	" محمد امیر الدین سرگودی
۵۵۵	" محمد سلیمان سامرودی
۵۵۶	" میاں احمد گل کیمبلپوری
۵۵۷	" محمد نسیم ارکانی
۵۵۸	" محمد ابراہیم بلوچستانی
۵۵۹	" جمال الدین اکیابی
۵۶۰	" عبد الامین اکیابی
۵۶۱	" محمد ضمیران ہزاروی
۵۶۲	" عبد الغنی کیمبلپوری
۵۶۳	" عبد الواحد ترکی
۵۶۴	" عبد القادر جنکاڑی
۵۶۵	" عبد الرحمٰن بستری

فضلاء ۱۳۵۹ھ

۵۶۶	مولوی محمد علی اعظم نواکھالی
۵۶۷	" محمد جمال الدین بہاری
۵۶۸	" محمد شریف پشاوری
۵۶۹	" ذاکر اللہ "
۵۷۰	" غلام محمد جالندھری
۵۷۱	" محمد زمان جہاروی
۵۷۲	مولوی عبد الحسین ہزاروی
۵۷۳	" ابراہیم آدم کاوی
۵۷۴	" فضل الرحمٰن ہزاروی
۵۷۵	" زین العابدین میانوالی
۵۷۶	" محمد یعقوب جاوی
۵۷۷	" عبد الرحمٰن ہزاروی
۵۷۸	" عبد اللطیف سیالکوٹی
۵۷۹	" احمد داؤد کفلیتری
۵۸۰	" علی محمد میانوالی
۵۸۱	" سیف الدین عثمانی دانکیل
۵۸۲	" محمد سعید پشاوری
۵۸۳	" شمس الدین "
۵۸۴	" نور محمد منٹگمری
۵۸۵	" مرزا اعظم بیگ کیمبلپوری
۵۸۶	" محمد طاہر چاٹگامی
۵۸۷	" دوست محمد ڈیرہ غازی خان
۵۸۸	" فضل ربی کابلی
۵۸۹	" نور مصطفیٰ نواکھالی
۵۹۰	" نور محمد راجوروی
۵۹۱	" محمد سعید مولانا احمد بزرگ سملکی
۵۹۲	" سعید الدین کمرالی
۵۹۳	" عطاء اللہ گجراتی
۵۹۴	" ریاض الدین فیض آبادی

۵۹۵	مولوی جمال الدین کیملپوری
۵۹۶	؍؍ محمد یٰسین رنگونی
۵۹۷	؍؍ اللہ بخش خشگری
۵۹۸	؍؍ عبد الستار کیملپوری
۵۹۹	؍؍ اختر محمد بلوچستانی
۶۰۰	؍؍ عبد العزیز بیمن سنگی
۶۰۱	؍؍ فیض محمد بلوچستانی
۶۰۲	؍؍ محمد قاسم اکیابی
۶۰۳	؍؍ عبد الرشید چاٹگامی
۶۰۴	؍؍ لطف اللہ جالندھری
۶۰۵	؍؍ احمد سعید کلکتوی
۶۰۶	؍؍ عبد الحق بارڈولی
۶۰۷	؍؍ امان اللہ بدخشانی
۶۰۸	؍؍ عبد الرشید فرید پوری
۶۰۹	؍؍ محمد پشاوری
۶۱۰	؍؍ معتصم باللہ کیاڑی
۶۱۱	؍؍ احمد سعید گرانی
۶۱۲	؍؍ محمد یحییٰ ہزاروی
۶۱۳	؍؍ یوسف محمد کاسر جیوالا چھپوری
۶۱۴	؍؍ خدائے دوست بلوچستانی

فضلاء سنہ ۱۳۲۶ھ

۶۱۵	مولوی عبد الرزاق کوکنی
۶۱۶	مولوی فیض محمد بلوچستانی
۶۱۷	؍؍ غلام نبی جالندھری
۶۱۸	؍؍ محمد نواز کیملپوری
۶۱۹	؍؍ محمد اشرف سلطانپوری
۶۲۰	؍؍ فضل حسن جونپوری
۶۲۱	؍؍ عبد الرقیب سلہٹی
۶۲۲	؍؍ نور محمد قندھاری
۶۲۳	؍؍ عبد اللطیف بلوچستانی
۶۲۴	؍؍ یعقوب ابراہیم کاوی
۶۲۵	؍؍ عبد الغفار بدخشانی
۶۲۶	؍؍ سعید الدین کرنالی
۶۲۷	؍؍ عبد الحمید ہزاروی
۶۲۸	؍؍ عبد الرب عرف محمد رب نواز میانوالی
۶۲۹	؍؍ شفیق الرحمٰن سلہٹی
۶۳۰	؍؍ قاسم حسین نوساری
۶۳۱	؍؍ عبد الرحمٰن سلطانپوری
۶۳۲	؍؍ عثمان غنی
۶۳۳	؍؍ محمد نیاز ترکی
۶۳۴	؍؍ محمد امین بہاولپوری
۶۳۵	؍؍ عبد المنعم سلہٹی
۶۳۶	؍؍ سراج الدین میانوالی
۶۳۷	؍؍ عبد الباری ڈھاکوی
۶۳۸	؍؍ محمد نور الاسلام چاٹگامی

۴۳۹	مولوی عبدالصمد ایرانی
۴۴۰	〃 ولی اللہ فرکھائی
۴۴۱	〃 محمد سعید کاکاچھوری
۴۴۲	〃 محمد علی لاجپوری
۴۴۳	〃 محمد مصطفیٰ بستوی
۴۴۴	〃 یوسف علی محمد بنگلوری
۴۴۵	〃 عبدالرحمٰن بہاری
۴۴۶	〃 عبدالغفور میمن سنگی
۴۴۷	〃 ابوالحسن میانوالی
۴۴۸	〃 غلام رسول جہلمی
۴۴۹	〃 غلام کبیر مردانی
۴۵۰	〃 محمد اسماعیل فیض آبادی
۴۵۱	〃 محمد اسماعیل کوہساری
۴۵۲	〃 محمد موسیٰ سلطانپوری
۴۵۳	〃 علی محمد جالندھری
۴۵۴	〃 کے علی محی الدین ملباری

فضلاء ۱۳۶۱ھ

۴۵۵	مولوی بشیرالدین جہلمی
۴۵۶	〃 علی یوسف کاوری
۴۵۷	〃 قاسم محمد موسیٰ واثق
۴۵۸	〃 عبدالغنی کاوری
۴۵۹	〃 آدم پالنپوری
۴۶۰	مولوی علی محمد کاوری
۴۶۱	〃 قطب الدین ہزاروی
۴۶۲	〃 اللہ داد میانوالی
۴۶۳	〃 سلیمان محمد جیتالی
۴۶۴	〃 محمد اسماعیل مہتا کرسوتری
۴۶۵	〃 نظام الدین کیمل پوری
۴۶۶	〃 محمد الدین پرچھوری
۴۶۷	〃 ابراہیم محمد راپیہ ٹکولی
۴۶۸	〃 عبدالکریم کیرانی
۴۶۹	〃 عبدالغنی محمد حنفی بسم اللہ رفائجیل
۴۷۰	〃 خلیل الرحمٰن پانگانی
۴۷۱	〃 شیخ محمد میانوالی
۴۷۲	〃 حاکم علی سلہٹی
۴۷۳	〃 محمد اشرف کیمل پوری
۴۷۴	〃 عبدالخالق ہزاروی
۴۷۵	〃 غلام حسین سلیمان عمرواڑی
۴۷۶	〃 عبدالعزیز میسوری
۴۷۷	〃 عبداللہ گوبیرولی
۴۷۸	〃 احمد محمد کرطو لاجپوری
۴۷۹	〃 نظام الدین ابراہیم جنگانی
۴۸۰	〃 عبدالمالک اخترانوری
۴۸۱	〃 محمد حسین طلال مالپوری
۴۸۲	〃 محمد حسین پانگانی

۶۸۳	مولوی عبد اللہ جالندھری	۷۰۴	مولوی محمد شفیق پشاوری
۶۸۴	؍؍ غلام محمد سیفوت ترکیشوری	۷۰۵	؍؍ محمد کریم کشمیری
۶۸۵	؍؍ عبد الرحیم بلوچستانی	۷۰۶	؍؍ محمد ابراہیم ختنی
۶۸۶	؍؍ عبد الغفار پشاوری	۷۰۷	؍؍ عطاء اللہ پنجابی
۶۸۷	؍؍ عبد اللہ ملیاری	۷۰۸	؍؍ زین العابدین سواتی
	فضلاء ۱۳۶۲ھ	۷۰۹	؍؍ شریف اللہ بدخشانی
		۷۱۰	؍؍ محمد علی ختنی
۶۸۸	مولوی منظور احمد سیالکوٹی	۷۱۱	؍؍ میر زاہد مروانی
۶۸۹	؍؍ محمد مالک کاندھلوی	۷۱۲	؍؍ نثار احمد اعظمی
۶۹۰	؍؍ امداد الحق ہزاروی	۷۱۳	؍؍ فخر الدین طالقانی
۶۹۱	؍؍ فضل الٰہی سرگودھی	۷۱۴	؍؍ رشید احمد لدھیانوی
۶۹۲	؍؍ محمد عبد اللہ گجراتی	۷۱۵	؍؍ عبد الغنی سیتاپوری
۶۹۳	؍؍ عبد المجید بزاکھالی	۷۱۶	؍؍ حبیب الرحمٰن پالنپوری
۶۹۴	؍؍ محمد خالد کیرانوی	۷۱۷	؍؍ عبد المجید بستوی
۶۹۵	؍؍ احمد گل مسعوری	۷۱۸	؍؍ محمد سلیمان شاہ آبادی
۶۹۶	؍؍ محمد اشرف بدخشانی	۷۱۹	؍؍ عبد الوہاب ؍؍
۶۹۷	؍؍ انیس الرحمٰن دربھنگوی	۷۲۰	؍؍ قمر الدین حیدرآبادی
۶۹۸	؍؍ عبد الرحمٰن گجراتی	۷۲۱	؍؍ رحمت اللہ شاہ آبادی
۶۹۹	؍؍ محمد سلام کیمل پوری	۷۲۲	؍؍ شفیع اللہ بستوی
۷۰۰	؍؍ احمد ملنگ ہزاروی	۷۲۳	؍؍ عبد الحمید کرلائی
۷۰۱	؍؍ مسعود احمد شاہ آبادی	۷۲۴	؍؍ سربلند خان بستوی
۷۰۲	؍؍ محمد ادریس اعظمی	۷۲۵	؍؍ صاحب الدین مروانی
۷۰۳	؍؍ محمد سعید خان لکھیم پوری	۷۲۶	؍؍ کمال الدین کمرانی

۲۲۷	مولوی فضل واحد پشاوری
۲۲۸	" شوکت علی بستوی
۲۲۹	" حبیب اللہ فیروزپوری
۲۳۰	" عتیق الرحمٰن اعظمی
۲۳۱	" محمد نعمان کاندھلوی
۲۳۲	" نیاز محمد سمرقندی
۲۳۳	" محمد اسحاق اکیابی
۲۳۴	" محمد بخش ڈیروی
۲۳۵	" محمد یونس خلکزی
۲۳۶	" اصغر علی ڈھاکوی
۲۳۷	" روشن دین ہزاروی
۲۳۸	" ظہیر الدین کچھاڑوی
۲۳۹	" محمد ثابت ختنی
۲۴۰	" اسحاق قاسم پاٹلی
۲۴۱	" محمد سلیمان تال کوساڑی
۲۴۲	" خلیل الرحمٰن بیربھومی
۲۴۳	" زین العابدین اکیابی
۲۴۴	" حبیب الرحمٰن بلیاوی
۲۴۵	" ابراہیم محمد ڈیسائی ترکیشوری
۲۴۶	" نصیر الدین بستوی
۲۴۷	" نظام الدین مونگیری
۲۴۸	" شیخ محمد اعظمی
۲۴۹	" نذیر احمد لدھیانوی
۲۵۰	مولوی سید محمد کوکنی
۲۵۱	" علاؤ الدین فرید پوری
۲۵۲	" سید غلام جیلانی خاندیشی
۲۵۳	" عبد الجبار نواکھالی
۲۵۴	" نعمت اللہ بخاری
۲۵۵	" محمد خان مروانی
۲۵۶	" وجیہ اللہ نواکھالی
۲۵۷	" مسلم الدین میمن سنگھی
۲۵۸	" مرزا غلام مصطفیٰ راندیری
۲۵۹	" فضل منان پشاوری

فضلاء ۱۳۶۳ھ

۲۶۰	مولوی عزیز الحق ڈھاکوی
۲۶۱	" الٰہی بخش مظفر گڑھی
۲۶۲	" محمد احمد ٹیلیا پیور سیلہٹ
۲۶۳	" مصدر علی کچھاڑوی
۲۶۴	" غلام نبی کاتقری انکلیشوری
۲۶۵	" عبد الغفور کشمیری
۲۶۶	" غلام غوث راولپنڈی
۲۶۷	" غلام حسین بدخشانی
۲۶۸	" غلام محمد یوسف ترکیشوری
۲۶۹	" عبد اللہ سعید کلدیپی
۲۷۰	" نور ہاشم کیمل پوری

۴۶۱	مولوی اسعد اللہ کیاپالی
۴۶۲	〃 عبد القدیر بدخشانی
۴۶۳	〃 محمد ابو علی کرانی
۴۶۴	〃 خلیل الرحمٰن سلہٹی
۴۶۵	〃 شیر محمد جمنوی
۴۶۶	〃 غلام احمد بہاولپوری
۴۶۷	〃 محمد ابراہیم مدراسی
۴۶۸	〃 نظام الدین فیض آبادی
۴۶۹	〃 عباس عظمت عالی پوری
۴۷۰	〃 غلام محمد میانوالی
۴۷۱	〃 غلام نبی 〃
۴۷۲	〃 محمد سعید سلہٹی
۴۷۳	〃 ولی احمد کیاپالی
۴۷۴	〃 ابوبکر ترکی
۴۷۵	〃 عباس کالو نیلم دھرا
۴۷۶	〃 امیر 〃 〃 〃
۴۷۷	〃 امیر حسن مشالہ کشمیری
۴۷۸	〃 فقیر محمد پشاوری
۴۷۹	〃 محمد انور ڈیرہ غازی خان
۴۹۰	〃 عبد الباری جاوی
۴۹۱	〃 محمد حسن لدھیانوی
۴۹۲	〃 عبد الرحمٰن طوبیا
۴۹۳	〃 منیر احمد بہاری

۴۹۴	مولوی محمد ہاشم ختنی
۴۹۵	〃 محمد اکرم میانوالی
۴۹۶	〃 اسماعیل کانگرز
۴۹۷	〃 محمد ہاشم کاپا تراجوی
۴۹۸	〃 محمد سعید طوبیا
۴۹۹	〃 محمد علی 〃
۵۰۰	〃 امیر الرحمٰن سواتی
۵۰۱	〃 محمد منگیر ابیشری
۵۰۲	〃 عبد الواحد نواکھالی
۵۰۳	〃 سلامت اللہ 〃
۵۰۴	〃 ولی محمد لدھیانوی
۵۰۵	〃 فتح محمد بہاولپوری
۵۰۶	〃 علی بھائی اسماعیل تراجوی
۵۰۷	〃 محمد یوسف یعقوب جی 〃
۵۰۸	〃 ابراہیم موسیٰ راجیہ کفلیتوی
۵۰۹	〃 احمد محمد تیمول تراجوی
۵۱۰	〃 ابراہیم محمود تاسار ٹالوی

فضلاء ۱۳۶۴ھ

۵۱۱	مولوی غلام محمد بھیروی
۵۱۲	〃 امیر حسن شاہ پشاوری
۵۱۳	〃 محمد نور شاہ مظفر گڑھی
۵۱۴	〃 عبد الکریم ڈیروی

۷۱۵	مولوی محمد عبید اللہ سرجنی
۷۱۶	" قاضی محمد باجوڑی
۷۱۷	" محمد یوسف جالندھری
۷۱۸	" محمد عیسیٰ بلوچستانی
۷۱۹	" عبد الغنی مروانی
۷۲۰	" موسیٰ محمد پٹیل سامرودی
۷۲۱	" اسماعیل احمد واڑی لاجپور
۷۲۲	" غلام حیدر مکرانی
۷۲۳	" محمد اللہ یار منٹگمری
۷۲۴	" محمد طیب قصوری
۷۲۵	" حاضر علی ڈیروی
۷۲۶	" نور الحق پشاوری
۷۲۷	" شیر احمد کشمیری
۷۲۸	" عبد الاحد گجراتی
۷۲۹	" ابو بکر چاٹگامی
۷۳۰	" موسیٰ عمر جی جنگلوٹ
۷۳۱	" محمد صدیق چٹیالوی
۷۳۲	" عبد السبحان چاٹگامی
۷۳۳	" داؤد یوسف گورا عمر واڑی
۷۳۴	" ابو الخیر چاٹگامی
۷۳۵	" مظفر الدین سنشاوپوری
۷۳۶	" محمود قاسم بدخشانی
۷۳۷	" محمود انور گجرانوالہ

۷۳۸	مولوی محمد عبد الحق کفلیتوی
۷۳۹	" جانی محمد فیروزپوری
۷۴۰	" قادر بخش ڈیروی
۷۴۱	" عبد الحی انگورا ڈابھیلی
۷۴۲	" عبد المنان میمن سنگھی
۷۴۳	" ابراہیم اسماعیل کیمیڑی ٹنکاسکر
۷۴۴	" محمد صالح ایکھلوا ڈابھیلی
۷۴۵	" محمد یحییٰ بستوی
۷۴۶	" عبد الغفور لکھنوی
۷۴۷	" منیر احمد چاٹگامی
۷۴۸	" عبد الحی بسم اللہ ڈابھیلی
۷۴۹	" غلام محی الدین ڈیروی
۷۵۰	" ابراہیم مصطفیٰ قاضی مانچ
۷۵۱	" ابراہیم محمد زنادل

فضلاء سنہ ۱۳۶۵ھ

۷۵۲	مولوی فضل قدوس پشاوری
۷۵۳	" قمر احمد عثمانی تھانوی
۷۵۴	" امیر شاہ بنوی
۷۵۵	" محمد انور باجوڑی
۷۵۶	" شیر محمد بہاولپوری
۷۵۷	" محمد یونس ہزاروی

۶۵۸	مولوی عبدالرحمٰن ہزاروی
۶۵۹	" محمد شریف گجرانوالہ
۶۶۰	" نعمت اللہ کیمبل پوری
۶۶۱	" غلام قادر میانوالی
۶۶۲	" محمد فاروق کیمبل پوری
۶۶۳	" عبدالحکیم منگھری
۶۶۴	" جلال احمد چاٹگامی
۶۶۵	" احمد سعید یوسف بجارجی چٹگامی
۶۶۶	" عبدالرزاق ہزاروی
۶۶۷	" غلام نبی مظفر آبادی
۶۶۸	" حبیب اللہ جونی
۶۶۹	" عبدالحمید مظفر آبادی
۶۷۰	" عبدالحی محمد گودر لاجپوری
۶۷۱	" فیض رسول ڈیروی
۶۷۲	" اسماعیل آدم کلیرا
۶۷۳	" عبدالرحمٰن ڈیروی
۶۷۴	" محمد صادق شیخوپوری
۶۷۵	" عبدالرزاق سلہٹی
۶۷۶	" عبدالقادر بنوری
۶۷۷	" عبدالکریم میوز ضلع
۶۷۸	" محمد یوسف بنوری
۶۷۹	" صانع محمد کیمبل پوری
۶۸۰	" محمد مبارک مظفر گڑھی
۶۸۱	مولوی محمد اشرف پشاوری
۶۸۲	" تمیز الدین چاٹگامی
۶۸۳	" رشید احمد "
۶۸۴	" محمد الرحمٰن "
۶۸۵	" محمد اسماعیل ہزاروی
۶۸۶	" فضل الرحمٰن "
۶۸۷	" مولا داد ڈیروی
۶۸۸	" فرخ احمد چاٹگامی
۶۸۹	" ابوالحسن "
۶۹۰	" شیر بہادر کیمبل پوری
۶۹۱	" محمد سراج الاسلام چاٹگامی
۶۹۲	" بدیع احمد "
۶۹۳	" محمد نسیم "
۶۹۴	" جمال الدین کشمیری
۶۹۵	" علی محمد نواکھالی
۶۹۶	" عبداللہ ہزاروی
۶۹۷	" محمد ناصر باجوڑی
۶۹۸	" محمد خان سرگودوی
۶۹۹	" محمد یعقوب ہزاروی

فضلاء سنہ ۱۳۶۶ھ

۷۰۰	مولوی سلیمان غلام حسین توزگت ترکیشوری
۷۰۱	" عبدالرزاق پنجابی

۸۰۲	مولوی عبدالکریم پنجابی
۸۰۳	" سکندر الدین کیمل پوری
۸۰۴	" ابراہیم رسول گودھروی
۸۰۵	" محمود الحق نوکھالی
۸۰۶	" عبدالشفیق "
۸۰۷	" محمد اسماعیل بھیات مانگرولی
۸۰۸	" محمد ناظر چاٹگامی
۸۰۹	" قاسم ابراہیم ڈیسائی ترکیشوری
۸۱۰	" شفیق احمد چاٹگامی
۸۱۱	" علی احمد سلطانپوری
۸۱۲	" اسماعیل احمد بایت سرخانی
۸۱۳	" اسماعیل محمد بہادر چاسوری
۸۱۴	" فیض احمد چاٹگامی
۸۱۵	" محمد شرف میرپوری
۸۱۶	" عبدالرحیم آسندی
۸۱۷	" عبیداللہ نوکھالی
۸۱۸	" عبدالرؤف "
۸۱۹	" غلام محمد حصاروی
۸۲۰	" نوراللہ نوکھالی
۸۲۱	" محمد سعید ای بھولا رڈیلی
۸۲۲	" نورالصفا چاٹگامی
۸۲۳	" مفیض اللہ "
۸۲۴	" شجاع الدین بجنوری

فضلاء ۱۳۶۷ھ

۸۲۵	مولوی سعید احمد کوکنی
۸۲۶	" محمود اشرف بریسالی
۸۲۷	" سید علی احمد کوکنی
۸۲۸	" مجمل الحق نوکھالی
۸۲۹	" عبداللطیف "
۸۳۰	" احمد کبیر چاٹگامی
۸۳۱	" محمد حسن اکیابی
۸۳۲	" بذل احمد چاٹگامی
۸۳۳	" اسماعیل یوسف صالح لوہاروی
۸۳۴	" شجاعت اشرف نوکھالی
۸۳۵	" عبداللہ محمد کاسوجی لاجپوری
۸۳۶	" زاہد الدین سلہٹی
۸۳۷	" محمد ابراہیم پٹیل نزولی
۸۳۸	" ابراہیم محمد برات بھنی

فضلاء ۱۳۶۸ھ

۸۳۹	مولوی ابراہیم اسماعیل نصیر پوری
۸۴۰	" یوسف محمود پیپلی والا کنلیتری
۸۴۱	" فیض الحسن اُملی
۸۴۲	" عبدالرحمن پالنپوری
۸۴۳	" نورالاسلام نوکھالی

۸۴۴ مولوی محمد بدیع الحق [illegible]
۸۴۵ " محمد عثمان [illegible]
۸۴۶ " محمد سلیم [illegible]
۸۴۷ " ابو الخیر محمد عبد الاول [illegible]
۸۴۸ " عبد الوہاب مظفر پوری
۸۴۹ " عبد الرشید [illegible]
۸۵۰ " محمد عثمان حیدر آبادی
۸۵۱ " محمد طاہر [illegible]
۸۵۲ " محمد سلیمان [illegible]
۸۵۳ " محمد سلیمان [illegible]
۸۵۴ " محمد سلیمان [illegible]
۸۵۵ " محمد حسن [illegible]
۸۵۶ " محمد عبد اللطیف اکیابی
۸۵۷ " محمد [illegible]
۸۵۸ " سلیمان اسمٰعیل [illegible]
۸۵۹ " محمد زبیر [illegible]
۸۶۰ " محمد [illegible]
۸۶۱ " محمد [illegible] آسامی

فضلاء ۱۳۴۵ھ

۸۶۲ مولوی عبد الرشید اسمٰعیل [illegible]
۸۶۳ " محمود [illegible]
۸۶۴ " ابو الخیر [illegible]
۸۶۵ مولوی کبیر محمد [illegible]
۸۶۶ " [illegible]
۸۶۷ " محمد اعظم [illegible]
۸۶۸ " اسمٰعیل محمد [illegible]
۸۶۹ " محمد یوسف [illegible]
۸۷۰ " داؤد [illegible]
۸۷۱ " عبد السلام [illegible]
۸۷۲ " [illegible]
۸۷۳ " [illegible]
۸۷۴ " [illegible]
۸۷۵ " محمد اسمٰعیل [illegible]
۸۷۶ " سلیمان ابراہیم [illegible]
۸۷۷ " [illegible]
۸۷۸ " عبد السلام [illegible]
۸۷۹ " [illegible]
۸۸۰ " محمد [illegible]

فضلاء ۱۳۴۶ھ

۸۸۱ مولوی عبد الرحمن [illegible]
۸۸۲ " محمد [illegible]
۸۸۳ " محمد حنیف [illegible]
۸۸۴ " محمد [illegible]
۸۸۵ " [illegible]

۸۸۶	مولوی عبدالرزاق رنگونی
۸۸۷	″ یوسف سنگاپورجان
۸۸۸	″ رشید محمد یوسف بن جونی ملیباری
۸۸۹	″ محمد ابراہیم اسحاق بن ڈابھیلی
۸۹۰	″ شیخ محمد ملاپوری

فضلاء ۱۳۱۷ھ

۸۹۱	مولوی حسن بن یوسف شاہ بدایوالی
۸۹۲	″ اسماعیل صالح بن ڈابھیلی
۸۹۳	″ شمس الحق بہاری
۸۹۴	″ محمد حسین بستوی
۸۹۵	″ نصیر الدین چاٹگامی
۸۹۶	″ محبوب علی بستوی
۸۹۷	″ سلطان محمد بنوں
۸۹۸	″ محمد اسماعیل گرپا گوجری
۸۹۹	″ محمد صدیق آسامی
۹۰۰	″ احمد حسین غزنی
۹۰۱	″ محمد عبدالرحمٰن ترشیشوری
۹۰۲	″ ادریس علی بستوی
۹۰۳	″ محمد علی ٹانکپوری
۹۰۴	″ [illegible]

فضلاء ۱۳۱۸ھ

۹۰۵	مولوی عبداللہ اسماعیل پٹیل کاپودری
۹۰۶	″ عبدالمجید محمد داؤد پاٹنی
۹۰۷	″ حبیب اللہ محمد اشرف ملیح آبادی
۹۰۸	″ احمد سلطان نورکت ترکیشوری
۹۰۹	″ یوسف محمد اسماعیل ڈابھیلی
۹۱۰	″ عبدالسلام محمد یوسف رنگونی
۹۱۱	″ محمد عباس وہاب اللہ پوری
۹۱۲	″ محمد رمضان محمد ولی مانکپوری
۹۱۳	″ حبیب الرحمٰن محمد ابراہیم بردوانی
۹۱۴	″ محمد ابراہیم عثمانی پوروی
۹۱۵	″ منور حسین بستوی
۹۱۶	″ محمد امین ابراہیم مالی ڈابھیلی

فضلاء ۱۳۱۹ھ

۹۱۷	مولوی محمد حسین بلخی
۹۱۸	″ واعظ حسین رنگونی
۹۱۹	″ عبدالغنی
۹۲۰	″ احمد محمد اسماعیل تیرت لیکبوری
۹۲۱	″ یعقوب سلیمان پٹیل مرادروی

فضلاء سنہ ۱۳۷۴ھ

۹۲۲ مولوی روح الامین رسول پوری
۹۲۳ " محمد حنیف پالنپوری
۹۲۴ " عمر محمد جاج دمنی
۹۲۵ " یوسف اسماعیل تھانوی
۹۲۶ " فضل الرحمن ارکانی
۹۲۷ " اسحاق آدم نورات آلوچوی

فضلاء سنہ ۱۳۷۵ھ

۹۲۸ مولوی حبیب الغفور محمد یوسف دمنی
۹۲۹ " یوسف سلیمان چرکک دیوا
۹۳۰ " اسماعیل بزطالاؤ دھڑا چھا
۹۳۱ " اسماعیل ابراہیم پانچ بھایا لوہاروی
۹۳۲ " محمد احمد شاہ جی

فضلاء سنہ ۱۳۷۶ھ

۹۳۳ مولوی یوسف احمد شاہ جی لوہارکا
۹۳۴ " عبدالرحمن پالنپوری
۹۳۵ " احمد یوسف بھیات مولد سرا

فضلاء سنہ ۱۳۷۷ھ

۹۳۶ مولوی علی شکری اکری جنگلی
۹۳۷ " عبدالقادر داؤد دمنی
۹۳۸ " یوسف اسماعیل ملاں عمرواڑی
۹۳۹ " احمد سعید ترکیشوری

فضلاء سنہ ۱۳۷۸ھ

۹۴۰ مولوی ابراہیم قاسم سیو اللہ پوربندر
۹۴۱ " غلام نبی ابراہیم پالنپوری
۹۴۲ " یوسف خان امریلی
۹۴۳ " یعقوب محمد بالا بھورو ھلوی
۹۴۴ " احمد سعید موسیٰ جمیل کفلیتوی
۹۴۵ " سلیمان احمد ڈیسائی ترکیشوری

فضلاء سنہ ۱۳۷۹ھ

۹۴۶ مولوی یعقوب سرکٹ ڈرمالوی
۹۴۷ " غنی محمد گرڈا
۹۴۸ " ایوب محمد تیدی واکا ویارا
۹۴۹ " نور محمد گرڈا

۹۵۰ مولوی عبداللہ غلام محمد گڑوا

۹۵۱ 〃 آدم جیوبرا دیادری

۹۵۲ 〃 عبدالغنی ابراہیم اٹالوی

۹۵۳ 〃 محمد عثمان گڑوا

فضلاء سنہ ۱۳۸۰ھ

۹۵۴ مولوی احمد محمد ترکیشوری

۹۵۵ 〃 اسماعیل سلیمان ڈاکٹر بھاجی

۹۵۶ 〃 خلیل احمد عبدالصمد صوفی لاجپوری

۹۵۷ 〃 رشید احمد اسماعیل کیات ڈابھیلی

۹۵۸ 〃 محمد شہاب الدین دیولی

۹۵۹ 〃 صالح اسماعیل بھولت ہرنگامی

۹۶۰ 〃 عبدالودود عبدالغنی جیہو دھلوی

۹۶۱ 〃 غلام محی احمد ملک بھتوڑوی

۹۶۲ 〃 محمد ہاشم بانگی ڈابھیلی

۹۶۳ 〃 یعقوب آدم ابگی دیوا

فضلاء سنہ ۱۳۸۱ھ

۹۶۴ مولوی علی محمد موسیٰ آچھودی

۹۶۵ 〃 عبدالقادر بھیکن ترکیشوری

۹۶۶ 〃 یوسف سلیمان کوبا کوسمڑی

۹۶۷ مولوی یوسف سلیمان نوسارکا کاپھوی

۹۶۸ 〃 یوسف محمد پانسرو ڈگورادری

فضلاء سنہ ۱۳۸۲ھ

۹۶۹ مولوی ظہیر الدین شجاع الدین دھلوی

۹۷۰ 〃 عبدالرحمٰن محمد طلاں تاڑپوری

۹۷۱ 〃 سلیمان احمد دراچھیا سامرودی

۹۷۲ 〃 عبداللہ ابراہیم پٹیل اکھیر

۹۷۳ 〃 یعقوب محمد بیمات کریالی

۹۷۴ 〃 ایوب محمد غوری نواگامی

۹۷۵ 〃 آدم اسماعیل پانسرو کریالی

۹۷۶ 〃 سردار میاں محمد میاں بھتوڑوی

فضلاء سنہ ۱۳۸۳ھ

۹۷۷ مولوی احمد اسماعیل رندیرا کوساڑی

۹۷۸ 〃 عبدالعلی موسیٰ کفلیتوی

۹۷۹ 〃 اسماعیل محمد رسول آنباواڑی

۹۸۰ 〃 محمد مسلم عبداللہ بہاری

۹۸۱ 〃 محمد غلام کبریا آسامی

۹۸۲ 〃 محمد حنیف حبیب اللہ حیدرآبادی

فضلاء ۱۳۸۴ھ

۹۸۳ مولوی قاسم داؤد اصبرات ٹنکاریسری
۹۸۴ " ابراہیم محمد کروپا ڈنگری
۹۸۵ " محمد صدیق عبدالصمد لاجپوری
۹۸۶ " اسماعیل ولی پٹیل سامرودی
۹۸۷ " یوسف اسماعیل کرت ڈابھیلی

فضلاء ۱۳۸۵ھ

۹۸۸ مولوی ابرار احمد شجاع الدین دھنپوری
۹۸۹ " عبد رسول سردار میاں ہتھوڑوی
۹۹۰ " غلام حسین یوسف سیدات بھاڈوی
۹۹۱ " عبداللہ خان داد خان ایرن ڈول
۹۹۲ " محمد عالم عبدالغفور چمپارنی
۹۹۳ " عبدالماجد محمد یونس بہاری
۹۹۴ " سعید الرحمن ابراہیم "
۹۹۵ " مظہر الاسلام حسن میاں کاوری نندورباری
۹۹۶ " عبداللہ موسیٰ پانڈور سملکی
۹۹۷ " یعقوب ابراہیم بعیات بلیشوری
۹۹۸ " احمد ہاشم ہالاں جوگواڑی
۹۹۹ " عبدالصمد مراری سلیمان واش گاکی

فضلاء ۱۳۸۶ھ

۱۰۰۰ مولوی عباس احمد موسیٰ کاوی
۱۰۰۱ " ابراہیم آدم بزوت بھٹکلی
۱۰۰۲ " عثمان فخرالدین کاوری
۱۰۰۳ " اجلال احمد فرزند احمد دھنپوری
۱۰۰۴ " داؤد اسماعیل جوہر نرولوی
۱۰۰۵ " ایوب عبدالرحمن سنتا ٹنکاریشوری
۱۰۰۶ " اختر الحسن حکیم فخرالدین سورتی
۱۰۰۷ " محمد علی آدم سامرودی
۱۰۰۸ " اسماعیل محبوب ماتے کرمالی
۱۰۰۹ " حبیب الرحمن محمد امین سا خیر آبادی
۱۰۱۰ " نثار احمد مشتاق احمد راے بریلی
۱۰۱۱ " حبیب اللہ جلال الدین کاوی

فضلاء ۱۳۸۷ھ

۱۰۱۲ مولوی امین رشید محمد رستی
۱۰۱۳ " ایوب محمد نور گت ولیسراوی
۱۰۱۴ " ابراہیم موسیٰ ہانسرود گوراوری
۱۰۱۵ " سفیان اسماعیل دیلولی
۱۰۱۶ " عبیداللہ عبدالرحمن میاں افریقی

١٠١٧	مولوی عبدالحمید حبیب اللہ طالعپوری
١٠١٨	،، اسماعیل موسیٰ چرکسی کاوری
١٠١٩	،، محمد ہارون عبداللہ دیویلوی
١٠٢٠	،، داؤد اسماعیل مالی سارودی
١٠٢١	،، ابراہیم یوسف بھانا سملکی

فضلاء سنہ ۱۳۸۸ھ

١٠٢٢	مولوی ابراہیم محمد پٹیل انالوی
١٠٢٣	،، امتیاز احمد ریاست علی بنارسی
١٠٢٤	،، حسین علی کوکنی
١٠٢٥	،، عزیز الرحمٰن عبدالرحیم مئوی
١٠٢٦	،، یعقوب محمد بھولا کفلیتوی
١٠٢٧	،، محمد چھوٹا عبدالکریم ترکیشوری
١٠٢٨	،، محمد اسماعیل صالح لوہاروی
١٠٢٩	،، عبداللطیف عبدالرزاق ملک پوری
١٠٣٠	،، مصطفیٰ عبداللہ کاوی
١٠٣١	،، محمد عمر عبدالرحیم سید پیپوری
١٠٣٢	،، محمد علی ثواب سارودی
١٠٣٣	،، یعقوب داؤد ،،
١٠٣٤	،، موسیٰ عیسیٰ علی ستریلوی
١٠٣٥	،، اسماعیل محمد بوریات ویلیمہ
١٠٣٦	،، مختار احمد آدم ستریلوی

فضلاء سنہ ۱۳۸۹ھ

١٠٣٧	مولوی احمد یعقوب دیولوی
١٠٣٨	،، ابراہیم احمد سلوڑ ڈابھیلی
١٠٣٩	،، سید بشیر احمد عمادی کوکنی
١٠٤٠	،، بشیر احمد داؤد پالنپوری
١٠٤١	،، عباس علی کوکنی
١٠٤٢	،، یوسف عبداللہ دیولوی
١٠٤٣	،، یوسف محمد لباڑا نزولوی
١٠٤٤	،، عبدالخالق ولی محمد پالنپوری
١٠٤٥	،، محمد سلیمان ،،
١٠٤٦	،، اسماعیل محمود ڈابھیلی
١٠٤٧	،، محمد یونس قاری بن عبدالحی میرٹھی
١٠٤٨	،، احمد سعید محمد ڈابانہ واکانیری
١٠٤٩	،، احمد نور محمد کاکوسی
١٠٥٠	،، یعقوب عبدالرحمٰن شیخ ترکیشوری
١٠٥١	،، عباس مولوی یعقوب کاوی

فضلاء سنہ ۱۳۹۰ھ

١٠٥٢	مولوی موسیٰ محمد بن بسم اللہ ڈابھیلی
١٠٥٣	،، ابوالقاسم سلیمان دمنی

۱۰۵۴	مولوی عبدالرحمٰن عبدالرحیم کمال پوری
۱۰۵۵	〃 ابراہیم محمد عمر کاوری
۱۰۵۶	〃 محمد ہاشم عبداللہ مالدیبی
۱۰۵۷	〃 محمد شریف حبیب اللہ کالیڑوی
۱۰۵۸	〃 محمد انور مولوی غلام رسول بڑیروی
۱۰۵۹	〃 محمد حسان یٰسین حاجی بھاکری
۱۰۶۰	〃 نبی محمد چھیل دیولوی
۱۰۶۱	〃 محمد موسیٰ بھیوا کوساڑی
۱۰۶۲	〃 یعقوب ولی موسیٰ کوٹھی
۱۰۶۳	〃 اسماعیل نور محمد بھاگلی
۱۰۶۴	〃 یوسف ابراہیم بھات ترولوی
۱۰۶۵	〃 غنی حاجی عیسیٰ دیلولوی
۱۰۶۶	〃 سلیمان احمد پانڈور ترکیشوری
۱۰۶۷	〃 یوسف محمود میاں افریقی
۱۰۶۸	〃 موسیٰ اسماعیل بھستر ترولوی
۱۰۶۹	〃 خلیل احمد محمود باڑدولی

فضلاء ۱۳۹۱ھ

۱۰۷۰	مولوی محمد ایوب آزری عبدالحئی میرٹھی
۱۰۷۱	〃 موسیٰ محمد احمد قاضی آمگڑوری
۱۰۷۲	〃 عثمان غلام رسول صوفی منصوری
۱۰۷۳	〃 داؤد سعید محمد احمد قاضی آمگڑوری
۱۰۷۴	مولوی عبدالرزاق داؤد بیجاری
۱۰۷۵	〃 یعقوب یوسف علی آچھودی
۱۰۷۶	〃 محمد نعیم محمد عمر مبسوتی
۱۰۷۷	〃 محمد اشرف نور محمد بھاگلوی
۱۰۷۸	〃 یعقوب احمد علی مہودھلوی
۱۰۷۹	〃 داؤد احمد موسیٰ سنکیولی
۱۰۸۰	〃 ولی اسماعیل سیندور
۱۰۸۱	〃 اسماعیل محمد حافظ جی واڑکانیری
۱۰۸۲	〃 عباس یعقوب باپو بھرکودری

فضلاء ۱۳۹۲ھ

۱۰۸۳	مولوی عبدالنزول محمد سامرودی
۱۰۸۴	〃 محمد الیاس اسماعیل بھستر ویساوری
۱۰۸۵	〃 محمد علی محمد امین بھرپالی
۱۰۸۶	〃 اسماعیل جان محمد پالنپوری
۱۰۸۷	〃 محمد آدم حبیب اللہ 〃
۱۰۸۸	〃 نثار اللہ خاں ذکاء اللہ خاں رام پوری
۱۰۸۹	〃 محمد الیاس فضل کریم احمد آبادی
۱۰۹۰	〃 عبدالرؤف عبدالقدوس صوفی ناگپوری
۱۰۹۱	〃 شبیر احمد ابراہیم بھاکری
۱۰۹۲	〃 غلام رسول سلیمان پالنپوری
۱۰۹۳	〃 شمس الحق محمد بھائی اناوری

۱۰۹۴	مولوی ایوب آدم سوباسیتپولی	۱۱۰۹	مولوی عبدالکریم داؤد
			(راندیری)
۱۰۹۵	" عبدالرؤف عبدالرحیم پالنپوری	۱۱۱۰	" محمد زبیر عبدالقادر
۱۰۹۶	" رشید احمد ہایت افریقی		(راندیری)
۱۰۹۷	" رشید احمد ابراہیم راجپہ	۱۱۱۱	" عبدالقادر ولی محمد بھاگلوی
	(کفلیتوی)	۱۱۱۲	" عبدالحق غلام رسول "
۱۰۹۸	" یعقوب احمد کاوی	۱۱۱۳	" یوسف آدم عمر خانپوری
۱۰۹۹	" عباد احمد حماد احمد نانوتوی	۱۱۱۴	" علی حسن داؤد بھرکودروی
		۱۱۱۵	" محمد علی احمد سلو زبیلی
	فضلاء سنہ ۱۳۹۳ھ	۱۱۱۶	" عبدالحق مولوی سلیمان
۱۱۰۰	مولوی ابراہیم غلام رسول موتی		(ودالی)
	(جھتروی)	۱۱۱۷	" غلام حسین احمد جیتر ترولی
۱۱۰۱	" فضل الرحمن مولانا آدم صاحب	۱۱۱۸	" یعقوب حسن جیرا "
	(لالیپوری)	۱۱۱۹	" عبدالصمد اسماعیل جوگیات
۱۱۰۲	" محمد اکبر غلام رسول ودالی	۱۱۲۰	" ابراہیم محمد ڈانا وانکانیری
۱۱۰۳	" محمد عثمان ابراہیم پالنپوری	۱۱۲۱	" محمد رفیق عبدالغفور ویساوی
۱۱۰۴	" عبداللہ شیخ محمد "	۱۱۲۲	" داؤد عبدالشکور پٹھان
۱۱۰۵	" محمد شریف عبدالخالق		(اسامرودی)
	(کالیڑوی)	۱۱۱۳	" عبدالقادر غلام رسول بیگ
۱۱۰۶	" ابراہیم احمد شیخو اکھروڈی		(ترولی)
۱۱۰۷	" زین العابدین کلیم الحق	۱۱۱۴	" احمد آدم ٹیلر کاوی
	(راندیری)	۱۱۱۵	" محمد ابراہیم جناح افریقی
۱۱۰۸	" عبدالقیوم ابوبکر بھاگلوی	۱۱۱۶	بشیر احمد عبدالصمد مولی لاجپوری

۱۱۱۷	مولوی ریاض الدین ملک احمد پالوی

فضلاء ۱۳۹۴ھ

۱۱۱۸	مولوی ابراہیم وحید کلٹریبی
۱۱۱۹	″ حبیب الرحمن آدم کالیڑوی
۱۱۲۰	″ محمد ابراہیم بھونا کوماڑی
۱۱۲۱	″ ایوب اسماعیل احمدجی نرولی
۱۱۲۲	″ عبدالحی محمد پٹیل آماروی
۱۱۲۳	″ محمد ابراہیم عبداللہ کشمیری
۱۱۲۴	″ برکات احمد عبدالحمید مالیگانوی
۱۱۲۵	″ اسماعیل محمد فقیر پٹیل جوگواڑی
۱۱۲۶	″ اسماعیل عبدالملک سردار (ہتھوڑوی)
۱۱۲۷	″ علی میاں نقد محمد ہرائی کرنی
۱۱۲۸	″ عبدالعظیم عبدالباری رادھنپوری
۱۱۲۹	″ اسماعیل موسیٰ علی کھنڈانی
۱۱۳۰	″ اسماعیل عبدالرحیم پٹھان (نروی)
۱۱۳۱	″ محمد امین عثمان جسانج (رنی)
۱۱۳۲	″ عبدالواحد ابراہیم غزال (ملیکپوری)

فضلاء ۱۳۹۵ھ

۱۱۳۳	مولوی عبداللطیف عبدالرحمن (مخزچی)
۱۱۳۴	″ ادریس حسین ″
۱۱۳۵	″ محمد شفیع اسماعیل ڈابھیلی
۱۱۳۶	″ احمد عبدالرحمن سرکار کفلیتوی
۱۱۳۷	″ اسماعیل ابراہیم سیتپونی
۱۱۳۸	″ محمد احمد بھولا کفلیتوی
۱۱۳۹	″ عباس حسن تاندلوی
۱۱۴۰	″ محمد صادق احمد بھانا آکھسی
۱۱۴۱	″ نور محمد عثمان میاں تنداسنی
۱۱۴۲	″ ابراہیم محمد یونس ڈابھیلی
۱۱۴۳	″ ہاشم محمد یٰسین ویراوی
۱۱۴۴	″ ابراہیم آدم کھروڈوی
۱۱۴۵	″ اسماعیل یوسف سندھوری

فضلاء ۱۳۹۶ھ

۱۱۴۶	مولوی عبداللہ ورڈالوی
۱۱۴۷	″ یوسف محمدجی نعیم اشرف ڈابھیلی
۱۱۴۸	″ اطہر حسین منظور الحق بہاری

۱۱۴۸	مولوی شبیر احمد سلیمان جرنگامی
۱۱۴۹	〃 غلام محمد مولوی قاسم دیوان (مالی پوری)
۱۱۵۰	〃 یعقوب اسماعیل جناب کاوی
۱۱۵۱	〃 غلام محمد ابراہیم تیفسی باردولی
۱۱۵۲	〃 ابراہیم داؤد بانسرود کرمالی
۱۱۵۳	〃 محمد قاسم عبدالقادر گوپالوی
۱۱۵۴	〃 ہاشم یوسف ترکی نزودی
۱۱۵۵	〃 عبدالرحیم عبدالعزیز بدنیری
۱۱۵۶	〃 یوسف احمد کاچھوی
۱۱۵۷	〃 محمد یعقوب محمد حنیف گوپالوی

فضلاء ۱۳۹۷ھ

۱۱۵۸	مولوی سلیمان محمد چوکسی کاوی
۱۱۵۹	〃 عبدالشکور عبدالغفور شیخ (دھاروی)
۱۱۶۰	〃 نذیر احمد عبدالعزیز (انجن گانوی)
۱۱۶۱	〃 محمد علی غلام رسول ہتھوڑوی
۱۱۶۲	〃 محمد حمید محمد سعید موسالوی
۱۱۶۳	〃 ظہیر احمد عبدالسلام دھاروی
۱۱۶۴	〃 عبدالحمید ابراہیم شیخ اچھیلی

۱۱۶۵	مولوی عبدالحی احمد بسم اللہ (ڈابھیلی)
۱۱۶۶	〃 سلیمان صالح پٹیل ماکھنگوی

فضلاء ۱۳۹۸ھ

۱۱۶۷	مولوی اسماعیل محمد پانڈور سملکی
۱۱۶۸	〃 یعقوب خان ابراہیم خان (بوبرسندی)
۱۱۶۹	〃 عثمان غنی ہاشم مالی تیلاڑوی
۱۱۷۰	〃 احمد مولانا محمد سعید بزرگ سملکی
۱۱۷۱	〃 محمد حنیف غلام نبی پالنپوری
۱۱۷۲	〃 عبدالجلیل ابراہیم بھاکھی
۱۱۷۳	〃 سلیمان محمد منگیرا ڈابھیلی
۱۱۷۴	〃 عبدالقیوم مولانا عبدالقادر (رالیگانوی)
۱۱۷۵	〃 عبدالواحد عبدالرزاق سلوڈوی
۱۱۷۶	〃 عبداللہ محمد درویش افریقی
۱۱۷۷	〃 احمد سعید موسیٰ بھام جی خیرگامی
۱۱۷۸	〃 محمد صادق عبداللہ دیولوی
۱۱۷۹	〃 حسین عبدالرحمٰن مکلدیپی
۱۱۸۰	〃 حسن موسیٰ
۱۱۸۱	〃 عبدالرحمٰن اسماعیل سملکی

فضلاء سنہ ۱۳۹۹ھ

۱۱۸۲	مولوی محمد سعید موسیٰ متالا افریقی
۱۱۸۳	" داؤد محمد عمرجی کرماڈی
۱۱۸۴	" یوسف احمد بھولا کفلیتوی
۱۱۸۵	" عبد اللہ عبد الغفار احمد آبادی
۱۱۸۶	" ابراہیم اسماعیل پٹیل افریقی
۱۱۸۷	" محمد فاروق قاری بندے الٰہی (اٹاوی)
۱۱۸۸	" مختار احمد امانت خاں بہاری
۱۱۸۹	" ابوبکر ابراہیم بدات ٹرولوی
۱۱۹۰	" عبد الحمید حسن علی بھنجر کوردوری
۱۱۹۱	" عبد الحق عبد المنان مستی پوری
۱۱۹۲	" رشید احمد سلیمان موتانا ڈابھیلی
۱۱۹۳	" یوسف ابراہیم سکلی درسی کاوی
۱۱۹۴	" سلیمان اسماعیل بھنجر ٹرولوی
۱۱۹۵	" محبوب احمد عمر ویرگامی
۱۱۹۶	" اسماعیل بیگ احمد بیگ ٹرولوی
۱۱۹۷	" عبد الرحمٰن ی. زم بالا کاوی
۱۱۹۸	" محمد زکی عبد الحی لونت بارڈولی
۱۱۹۹	" عبد اللہ ابراہیم ولو کاوی
۱۲۰۰	" مومن حسن غنی خان پوری
۱۲۰۱	مولوی یوسف احمد قاضی انکلاروی
۱۲۰۲	" محمد ابراہیم بسم اللہ ڈابھیلی

فضلاء سنہ ۱۴۰۰ھ

۱۲۰۳	مولوی فرید احمد مولوی محمد رشید (سملکی)
۱۲۰۴	" محمد احمد عابد حسین زید پوری
۱۲۰۵	" عبد الکریم احمد میاں راجستھانی
۱۲۰۶	" یوسف احمد اصرات ترکیشوری
۱۲۰۷	" محمد یوسف مولوی عبد القدوس (لاجپوری)
۱۲۰۸	" محمد یسین مولانا عبد اللہ شاہ (ریچھی)
۱۲۰۹	" محمد حسین فخر الدین بڑودوی
۱۲۱۰	" عبد العزیز حسن بھنجر ٹاڈیوی
۱۲۱۱	" محمد موسیٰ راوت نصیر ڈیوری
۱۲۱۲	" ابراہیم قاسم مول کوساڑی

فضلاء سنہ ۱۴۰۱ھ

۱۲۱۳	مولوی عبد الصمد احمد ابراہیم ڈیسائی (افریقی)

۱۲۱۴	مولوی عثمان یوسف شیخ سمندی
۱۲۱۵	〃 اسماعیل ابراہیم منشی کھانیوری
۱۲۱۶	〃 جمال الدین محمد سالار راجستھانی
۱۲۱۷	〃 عزیز الرحمٰن احمد سعید پٹیل افریقی
۱۲۱۸	〃 ہاشم ابراہیم بارت حبشی
۱۲۱۹	〃 محمد احمد قاسمی یوسف انگریزی
۱۲۲۰	〃 محمود خاں عبدالغفار خاں (کھولاپوری)
۱۲۲۱	〃 یوسف سلیمان پالنپوری
۱۲۲۲	〃 سلیم احمد آدم چھیپالی
۱۲۲۳	〃 محمد یعقوب جرکسی کاوری
۱۲۲۴	〃 ابراہیم عبدالکریم جھوڑوی
۱۲۲۵	〃 احمد مجتبیٰ منگلی
۱۲۲۶	〃 اسماعیل آدم پٹیل دیولوی
۱۲۲۷	〃 اکبر ابراہیم بھرت کاپھوی
۱۲۲۸	〃 ایوب عبداللہ آدم دیولوی
۱۲۲۹	〃 ہاشم آدم بروت نصیر پوری
۱۲۳۰	〃 شبیر احمد سلیمان خلیفہ متواڑی
۱۲۳۱	〃 شبیر احمد ابراہیم کپور ریوی
۱۲۳۲	〃 اسماعیل ابراہیم بسم اللہ وابیلی
۱۲۳۳	〃 ایوب احمد محمد کنکھیوری

فضلاء سنہ ۱۴۰۲ھ

۱۲۳۴	مولوی عباس داؤد بسم اللہ وابیلی
۱۲۳۵	〃 اسماعیل ابراہیم بھابا اسارودی
۱۲۳۶	〃 ایوب محمد منگیرا افریقی
۱۲۳۷	〃 داؤد محمد قاسم 〃
۱۲۳۸	〃 یعقوب محمد مفتی 〃
۱۲۳۹	〃 عبدالرحمٰن غلام انبیا برکتی
۱۲۴۰	〃 اسماعیل یعقوب منشی دیولوی
۱۲۴۱	〃 عبدالرشید ملّی سلیمان 〃
۱۲۴۲	〃 محمد حنیف داؤد ورانی
۱۲۴۳	〃 غلام محمد سلیمان پانڈور اٹالوی
۱۲۴۴	〃 اسماعیل محمد اسحاق افریقی
۱۲۴۵	〃 عبدالحمید خاں عبدالمجید خاں اورنگ آبادی
۱۲۴۶	〃 مقبول حسین محمد طول آنباوڑی
۱۲۴۷	〃 عنایت اللہ عبدالعظیم راجستھانی
۱۲۴۸	〃 ابرار خاں مقصود خاں آکولوی
۱۲۴۹	〃 محمد امین یوسف لاکھی اندلی
۱۲۵۰	〃 محمد یٰسین موسیٰ پانڈور اٹالوی
۱۲۵۱	〃 اسماعیل ابراہیم ہتا منگلی
۱۲۵۲	〃 محمد رفیق غلام نبی شیخ گنگدیوی
۱۲۵۳	〃 یوسف احمد شیخ اچھیلی

۱۲۵۴	مولوی محمد حنیف احمد چیچل مزولوی
۱۲۵۵	〃 محمد معصوم یوسف کرپا ڈابھیلی
۱۲۵۶	〃 الیاس غلام اصوات لولاروی
۱۲۵۷	〃 محمد احمد میاں لندنی
۱۲۵۸	〃 محمد حنیف عبداللہ پٹھان ماروری

فضلاء سنہ ۱۴۰۳ھ

۱۲۵۹	مولوی محمد اسعد اللہ ابو بحیرا رنگامی
۱۲۶۰	〃 شبیر احمد یعقوب دیولوی
۱۲۶۱	〃 الیاس احمد ابراہیم 〃
۱۲۶۲	〃 غلام محمد سلیمان رشید آکولی
۱۲۶۳	〃 نذیر احمد غلام نبی تملاسستی
۱۲۶۴	〃 محمد جاوید عبدالغفور گوکنی
۱۲۶۵	〃 عبدالرحمن مولانا محمد سعید بزرگ سملکی
۱۲۶۶	〃 احمد یوسف پانڈور ٹالاری
۱۲۶۷	〃 محمد جاوید محمد عزت جمشید پوری
۱۲۶۸	〃 عزیز احمد مولانا محمد رشید سملکی
۱۲۶۹	〃 سلیم محمد راجہ ڈابھیلی
۱۲۷۰	〃 اکبر علی محمد ودزانی
۱۲۷۱	〃 یوسف محمد شیخ آسنری
۱۲۷۲	〃 عبدالسلام محمد آدم سیسنخی
۱۲۷۳	〃 احمد حسین عبداللہ مومل راوی
۱۲۷۴	〃 عبدالحفیظ داؤد اسماعیل جبلپوری
۱۲۷۵	〃 ایوب ابراہیم منصور زوری

فضلاء سنہ ۱۴۰۴ھ

۱۲۷۶	مولوی اسماعیل مولوی عبدالخالق مالیگانوی
۱۲۷۷	〃 محمد یعقوب یوسف دیولوی
۱۲۷۸	〃 بشیر احمد دیولوی
۱۲۷۹	〃 عبداللہ حسن آچھوری
۱۲۸۰	〃 سید عارف الدین صدرالدین جالنوی
۱۲۸۱	〃 ایوب محمد ستادار دیولوی
۱۲۸۲	〃 اسرار احمد غلام دستگیر اورنگ آبادی
۱۲۸۳	〃 عباس علی محمد دیولوی
۱۲۸۴	〃 عبدالمالک عبدالخالق مالیگانوی
۱۲۸۵	〃 عبداللہ حسن خانپوری
۱۲۸۶	〃 محمد موسیٰ خیر محمد راجستھانی
۱۲۸۷	〃 نذیر محمد قاضی آچھوری
۱۲۸۸	〃 عبدالرحمن غلام محمد شیخ گورنا
۱۲۸۹	〃 یونس موسیٰ قاضی آنکلوری
۱۲۹۰	〃 محمد انور بیر بھائی پالوری
۱۲۹۱	〃 یوسف علی احمد روت کچھی
۱۲۹۲	〃 یوسف احمد میاں احمد آبادی
۱۲۹۳	〃 عبدالقادر مولوی عبدالرحمن پالنپوری
۱۲۹۴	〃 منظر الحق محمد سلیم بہاری
۱۲۹۵	محمد سعید مولوی سلیمان نور گت ری یونینی
۱۲۹۶	〃 محبوب اسحاق ملاوی
۱۲۹۷	〃 محمد مجیب الرحمن مستقیم احمد آبادی
۱۲۹۸	〃 ایوب محمد لطیف لندنی

فضلاء سنہ ۱۴۰۵ھ

۱۳۹۹	مولوی زین العابدین پالنپوری
۱۴۰۰	" عبد الرشید احمد میمی لندنی
۱۴۰۱	" اشرف علی حسن کوکنی
۱۴۰۲	" حفظ الرحمٰن حاجی احمد دیولوی
۱۴۰۳	" اقبال آدم بچہ ٹنکاروی
۱۴۰۴	" مبارک عیسیٰ آچھوری
۱۴۰۵	" عبد اللہ یوسف تانا سملکی
۱۴۰۶	" محمد اسلم عبد الغفور کوکنی
۱۴۰۷	" ہاشم حافظ ابراہیم پھڑیا ڈابھیلی
۱۴۰۸	" ریاض احمد نذیر احمد امراوتی
۱۴۰۹	" عباس اسمٰعیل ولی بھرکودروی
۱۴۱۰	" یحییٰ دلاور متارا سملکی
۱۴۱۱	" حسین مباشر احمد مکلیدی
۱۴۱۲	" اسماعیل محمد درویش افریقی
۱۴۱۳	" محمد طیب محمد عثمان شیخ دھرمپوری
۱۴۱۴	" عبد العزیز مولوی آدم پالنپوری
۱۴۱۵	مولوی محمد حنیف یعقوب آدم دیولوی
۱۴۱۶	" احمد محمد جمیل گودھروی
۱۴۱۷	" یوسف محمد کریم سنجولوی
۱۴۱۸	" محمد التجا حبیب اللہ بہاری
۱۴۱۹	" اسمٰعیل عبد القادر پاڑیا افریقی
۱۴۲۰	" شعیب ابراہیم راوت آسنوی
۱۴۲۱	" محمد الیاس یوسف پٹیل ماکھنگوری
۱۴۲۲	" محمد صادق عبد المجید خانپوری
۱۴۲۳	" محمد یوسف مصطفیٰ افریقی
۱۴۲۴	" محمد شفیق الرحمٰن طیب الرحمٰن بہاری
۱۴۲۵	" عبد الحفیظ محمد حنیف پالنپوری
۱۴۲۶	" ابو الکلام یار محمد بلیاوی
۱۴۲۷	" رفیق علی یوسف علی افریقی